اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سروے

سلسلہ وار ناول

پبلشر، مشتاق احمد قریشی، پرنٹر طاہر قریشی، مطبوعہ نئے افق پرنٹرز کھنڈو گوٹھ بلاک B نارتھ ناظم آباد کراچی
دفتر کا پتہ: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: صباحت ..... آرائش: DESIR BEAUTY INN ..... عکاسی: امجد قریشی

نئی کونپلیں

مکمل ناول

ناولٹ

افسانہ

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کیلئے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزیں میت کے ساتھ قبرستان تک جاتی ہیں ان میں سے دو لوٹ آتی ہیں اور صرف ایک چیز اس کے ساتھ رہتی ہے ساتھ جانے والی چیزیں ایک تو اس کے رشتہ دار ہیں دوسرے اس کا مال (چارپائی وغیرہ) اور تیسرے اس کا عمل ان میں سے رشتہ دار اور مال تو لوٹ آتا ہے (اور صرف) اس کا عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جنوری ۲۰۱۴ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

قارئین کو نیا عیسوی سال مبارک ہو

اللہ تعالیٰ اس سالِ نو کو وطن عزیز کے لیے امن وامان اور کامیابیوں کا سال بنائے۔ وطن عزیز میں ہر طرف پھیلی بے چینی، بے کلی، بدامنی غربت، بے روزگاری کا مداوا فرمائے، ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سب سے پہلے میں اپنی تمام اہل قلم بہنوں کا تعاون کے لیے تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ یہ ان تمام اہل قلم بہنوں کے تعاون سے ہی ممکن ہوا ہے کہ آپ کی دل بستگی اور پسند کے مطابق ہم سب مل کر آپ کے اس آنچل کو سجانے سنوارنے میں کامیاب ہو رہے ہیں اور گزشتہ شمارے میں بھی میں نے خصوصاً ان تمام لکھنے والی بہنوں کا شکریہ ادا کیا ہے اس بار پھر نئے سال کے حوالے سے میں ان سب کی شکر گزار ہوں۔ تمام قاری بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح آئندہ بھی ہماری رہنمائی کرتی رہیں اور لکھنے والی بہنوں کی حوصلہ افزائی کرتی رہیں۔

ملک میں لحہ لحہ بڑھتی ہوئی مہنگائی نے اچھے اچھوں کو حواس باختہ کردیا ہے ضروریات زندگی غریب تو غریب متوسط طبقے کی پہنچ سے بھی نکلتی جارہی ہیں آٹا دال آلو پیاز جیسی چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کررہی ہیں ان ضروریات زندگی کی تجارت کرنے والوں کے اذہان پر ہوسِ زر نے قبضہ کرلیا ہے وہ تمام ضروریات زندگی کی اشیا بیرون ملک بھیج کر اپنا پیٹ ہی نہیں بلکہ اپنی تجوریاں بھی بھر رہے ہیں اپنے ہم وطنوں کے منہ سے نوالہ چھین کر اپنے وطن کی پیداوار اور دوسرے ممالک کو سستے داموں فروخت کررہے ہیں اور اپنے وطن میں ان کی قلت پیدا کرکے اپنے ہم وطنوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ بیرون ملک اور اندرون ملک دونوں طرف سے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں انہیں نہ وطن عزیز کی پرواہ ہے نہ اپنے ہم وطنوں کی اگر ایسے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی جائے تو وہ بڑے فخر سے سینہ تان کر کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو ملک کے لیے زرمبادلہ کما رہے ہیں ایسے تمام لوگوں نے منہ کھول لیا ہے اور آنکھیں بند کرلی ہیں یقیناً یہ وطن عزیز سے وفاداری نہیں غداری اور خود غرضی ہے کہ اپنے لوگوں کے منہ سے نوالہ چھین کر اپنی تجوری کو بھرنا ہے یہی وجہ ہے کہ ملک کے اقتصادی حالات ہوں یا معاشی حالات روز بروز بگڑتے جارہے ہیں اوپر سے نیچے تک سب ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آرہے ہیں لوگوں کی حب الوطنی کہیں جاسوئی ہے ہر کوئی قومی اور اجتماعی مفادات کو نظر انداز کرکے ذاتی مفادات کے حصول میں سرگرم ہوچکا ہے۔ بدعنوانی اور کرپشن اب ہر سطح پر عام ہوچکی ہے اب کرپشن ان بدعنوان لوگوں کو نظر نہیں آتی اسے وہ اپنی ہوشیاری اور دور بینی سے تعبیر کرتے ہیں نیک اور حب الوطن لوگ انہیں احمق اور دیوانے نظر آتے ہیں، نئے حکمرانوں سے انتخابات سے پہلے تک بڑی امیدیں وابستہ کرلی گئی تھیں لیکن یہاں تو سیاست کے حمام میں سب ہی یکساں ہیں بس انیس بیس کا ہی فرق ہے۔ اللہ ہماری اور ہمارے وطن عزیز کی حفاظت کرے اور ہمیں ہمارے حکمرانوں کو حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار کرے اور ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

اس ماہ کے ستارے

"اس کے زادِ راہ میں" عشنا کوثر سردار اور "خواب کے رنگ دھنک سے" صائمہ قریشی نئے سال کے شاہکار مکمل ناول۔

"وہی خدا ہے" طلعت نظامی کا نئے سال پر ایک بہترین ناولٹ۔

"نئی منزلوں کے نشان" سویرا فلک "پکا قبضہ" اُم اقصیٰ اور "میری کل کائنات" صدیقہ خان کے افسانے۔

"زندگی کی مسکرانے لگی" جویریہ رحمان اور "سال نو میں آجانا" شاہین سجاد کی نئی کونپلیں۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

مجھے اے خدا یقیں ہے تُو یہیں کہیں ہے
ہر سمت تیری خدائی ہر دل کا تُو مکیں ہے
یہ تیری ہستی کی عجب زیبائش ہے خدا
تُو نہیں ہے مگر ہے اور پھر بھی نہیں ہے
جیسے ہَوا چھو کے گزرے اور خوشبو آئے
لمس سے دور سہی مگر تخیل کے قریں ہے
جس کا ڈنکا بجتا ہے وہ نور قابلِ فہم ہوا
مشاہدے کی خاطر ہر ساجد کی جبیں ہے
رونق حیات ہے تیرے جلوے کی علامت
نہ تو قیاس سے بعید نہ پردہ نشیں ہے
چہرہ نہ کوئی پیکر نہ کسی تصویر کی ہے گنجائش
تیرا وجود ایمان تیرا وجود یقیں ہے
زباں پہ عمیس وردِ اللہ ہو اللہ ہو رہے
اسی ذکر میں سکوں اسی میں تسکیں ہے

عمیس احمد...... جھنگ

خوش قسمتوں میں کیوں کر نہ میرا شمار ہوگا
بلائیں گے وہ مدینہ ایسا ہزار بار ہوگا
وردِ زبان ہوگی توصیف محمدؐ دم بدم
مجھے اور نہ وہاں کسی کام سے سروکار ہوگا
میں جاؤں گی ان کی چوکھٹ پہ قلب مضطر لیے ہوئے
اور میری ترستی آنکھوں میں عجب دید کا خمار ہوگا
روتے تھے جو تڑپتے تھے امت کی خاطر
ایسا بھلا کیا کسی کو کسی سے پیار ہوگا
چھپ جائیں گے جس کے پیچھے سب روزِ محشر
جان لو عاصیوں وہ دامنِ سرکارؐ ہوگا

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

اقراء صغیر احمد...... کراچی

ڈیئر اقراء! خوش وسلامت رہو‘ نجی چینل پرآنچل میں شائع شدہ آپ کے ناول ”تیری الفت میں صنم“ کی ڈرامائی تشکیل اوراس کی اشاعت پر ہماری جانب سے دلی مبارک باد قبول کریں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کواسی جیسی ہزاروں کامیابی سے نوازتا رہے آمین۔

انیقہ محمد بیگ...... سیالکوٹ

پیاری انیقہ! خوش وخرم رہو۔ آپ نے اپنی بہت پیاری کہانی ”خواب جلی آنکھیں“ کتابی شکل میں تحفتاً بھیجی ہم آپ کی محبتوں کے تہہ دل سے مشکور ہیں بلاشبہ یہ ناول آپ کی بہترین کردار نگاری کوظاہر کرتا ہے۔ ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں اس کے علاوہ ڈرامہ کی صورت میں آپ کے ناول ”نین تارا“ کی ڈرامائی تشکیل پر بھی ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں‘ ہماری خواہش ہے کہ آپ آنچل کے لیے بھی ضرور کچھ لکھیں اپنے قیمتی لمحات سے وقت نکال۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ بہت ترقی عطافرمائے آمین۔

صائمہ اکرم چوہدری...... اسلام آباد

ڈیئر صائمہ! سلامت رہو۔ مکمل ناول ”دیمک زدہ محبت“ کی کتابی شکل میں اشاعت پر ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو یوں ہی کامیابیوں سے نوازتا رہے آمین۔

سویرا فلک...... کراچی

پیاری گڑیا! سلامت رہو۔ محبتوں بھرا خط ہمیں آپ کا مشکور کرگیا‘ گڑیا اکتوبر 2013ء میں آپ کا افسانہ ”اُترن“ پرنٹنگ مسٹیک کی وجہ سے سویرا ملک کا نام سے شائع ہوگیا اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں‘ بہنوں سے بھی کہہ دیتے ہیں کہ وہ تصحیح کرلیں۔ آپ کے شوہر کی ناسازی طبیعت کا سن کر ہمیں بے حد افسوس ہوا اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہے کہ وہ انہیں جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اوران کا سایہ آپ کر سر پر قائم ودائم رکھے آمین۔ تمام بہنوں سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

فوزیہ غزل...... شیخوپورہ

عزیزی بہن! خوش رہو۔ عرصہ دراز بعد آپ کی شرکت ہمیں آپ کی محبتوں وچاہتوں کا یقین دلاگئی‘ ہمیں امید ہے کہ اب یہ رابطہ جو جوڑا یہ نا ٹوٹے گا ہماری دعائیں ونیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

امبر گل...... جھڈو‘ سندھ

پیاری گل! سدا پھولوں کی طرح مسکراتی رہو‘ دعاؤں بھرا خط موصول ہوا ہماری جانب سے آپ کو بھی سال نو مبارک‘ اللہ آپ کو اس سال تمام خوشیاں نصیب کرے‘ آمین۔ نئے سال کے حوالہ سے ہمارے لیے لکھی گئی آپ کی نظم نے دل موہ لیا۔ آپ کی تجویز نوٹ کرلی ہے‘ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سیمیں کرن...... فیصل آباد

ڈیئر کرن! خوش رہو۔ آنچل میں آپ کا پہلا خط ملا‘ خوش آمدید۔ آپ نے ہمیں اپنا ناول ”خوشبو ہے تو بکھر جائے گی“ کتابی صورت میں بھیجا ہم آپ کے مشکور ہیں‘ بلاشبہ ناول کے بعض کردار بہت جاندار ہیں‘ کئی جگہ آپ کی گرفت بہت مضبوط ہے آپ حساس موضوعات پر بہتر لکھ سکتی ہیں۔ آنچل ضرور اچھا لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے‘ کوشش کریں کہ اصلاحی موضوعات پر قلم اٹھائیں آپ کے افسانے کے لیے عرض ہے کہ ابھی پڑھا نہیں گیا جلد رائے سے آگاہ کردیں گے۔

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

اچھی جیا! آبادرہو۔ گڑیا یہ بہت اچھی بات ہے کہ آپ یتیم بچیوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں اس کے لیے ضروری نہیں کہ آپ صرف کہانیاں ہی لکھیں آپ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کرسکتی ہیں انہیں تعلیم وہنر کے زیور سے آراستہ کرنا ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ آپ لکھیں ضرور لکھیں ضروری نہیں کہ ہر بار کہانی رد ہونا کامی کے بعد ہی کامیابی کا راستہ شروع ہوتا ہے‘ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

سائرہ حبیب اوڑ...... عبد الحکیم

پیاری گڑیا! محبتوں بھرا پہلا خط ملا خوش آمدید۔ گڑیا آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے جلد پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اس کا اندازہ آپ کا خط پڑھ کے بھی ہوتا ہے‘ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

اُم ثمامہ...... جھڈو‘ سندھ

پیاری گڑیا! سدا سکھی رہو۔ دعاؤں بھرا خط ہمیں آپ کا مشکور کرگیا۔ پچھلے ماہ آپ کا پیغام ہمیں کافی تاخیر سے موصول ہوا اور پرچہ تکمیلی مراحل میں تھا اس لیے ہم شامل نہ کرپائے چونکہ وہ پیغام خاص دسمبر کے حوالے سے تھا اس لیے جنوری میں بھی اشاعت سے محروم رہا۔ گڑیا آپ ہمیں ڈاک جلدی ارسال کردیا کریں‘ ناولٹ اور افسانہ دونوں قابلِ اشاعت ہیں باری آنے پر شائع کردیں گے۔

فصیحہ آصف خان...... ملتان

اچھی فصیحہ! خوش رہو۔ امیدوں بھرا خط ملا اس لیے ہم بھی آپ کو نا امید نہیں کرنا چاہیں گے۔ کہانی شائع ہوجائے گی اطمینان رکھیں لیکن انتظار کرنا پڑے گا۔ آپ کی جانب سے قصور کی ایک بہن کوثر اعجاز چوہدری کو آپ کا سلام ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

اچھی گڑیا! خوش رہو۔ تحریر موصول ہوگئی ہے‘ وقت کی کمی کے باعث ابھی پڑھی نہیں گئی جلد ہی پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے۔

نادیہ کامران...... کھوتہ

نادیہ! سکھی رہو۔ ہماری جانب سے آپ کی بیٹی کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک باد۔ اللہ اسے ڈھیروں خوشیاں اور اپنی ماں کی محبت نصیب کرے‘ آمین۔ گڑیا افسانہ کے لیے معذرت آپ کی کہانی کافی کمزور ہے۔

نینا شیخ...... گوجرانوالہ

اچھی گڑیا! سدا سکھی رہو۔ خاموشی کا قفل توڑ کے اب شرکت ہی کرلی ہے تو آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا‘ خوش آمدید۔ گڑیا تعارف کے لیے عرض ہے کہ تعارف باری آنے پر ہی شائع کیا جاتا ہے اگر دلچسپ پیرائے میں رقمطراز ہوتو۔

ماریہ چوہدری...... تربیلا ڈیم

ڈیئر ماریہ! خوش رہو‘ افسانہ موصول ہوگیا ہے باری آنے پر پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے‘ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

راحیلہ بتول...... دوگل

ڈیئر راحیلہ! سلامت رہو‘ چاہت بھرا خط ملا۔ گڑیا یہ جان کرخوشی ہوئی کہ آپ ہماری اتنی پرانی قاری ہیں۔ گڑیا یہ بات آپ نے غلط کی کہ ماسٹرز کرکے بھی آپ گھر والوں کی سوچ کی وجہ سے کاہلی کا مجسمہ بنی ہیں‘ بہت سے کام ہیں جو گھر پر بھی کیے جاسکتے ہیں آپ گھر بیٹھے بیٹھے اپنی تعلیم سے دوسرے بچوں کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں گھر کے کام کرسکتی ہیں اس سے آپ چست ہوجائیں گی‘ کہانیاں لکھنے کے لیے آپ محنت کریں بہتر ہے کہ مطالعہ وسیع کریں اور ابھی آپ کو اس کام کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہے۔

پلوشہ گل...... کوٹ ادو

اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ ناکامی کے ڈر سے آگے بڑھنا نہیں چھوڑا جاسکتا اچھا لکھنے کے لیے آپ محنت کریں‘ کہانی کے کرداروں کو مضبوط کریں اندازِ تحریر پر توجہ دیں‘ مطالعہ وسیع کریں اور بڑے بڑے لکھاریوں کی کہانیوں کا بغور مطالعہ بھی کریں اس سے آپ کے لکھنا میں نکھار میں آئے گا۔ اپنے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیں پھر کوئی موضوع چنیں۔ نظم کے لیے عرض ہے کہ تاخیر سے ملنے کے سبب جگہ نہ بنا سکی‘ معذرت۔

شمائلہ قربان علی...... فیصل آباد

اچھی گڑیا! شاد وآباد رہو۔ شمائلہ اکرم سے شمائلہ قربان تک کا سفر طے کرنے پر ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں اور دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو زندگی کے اس نئے سفر میں بے شمار کامیابیاں نصیب فرمائے اور خوشیاں عطا فرمائے' آمین۔ اتنی مصروفیات میں سے چند لمحے نکال کے آپ نے ہمیں یاد کیا اچھا لگا' گڑیا نظم اصلاح کے بعد شائع کردی جائے گی اطمینان رکھیں۔

عاصمہ اقبال...... عارف والہ

پیاری بہن! سلامت رہو۔ دو ماہ کی غیر حاضری کے بعد آپ کی آمد بہت اچھی لگی' ہم نے بھی آپ کی کمی کو بہت محسوس کیا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ' ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو سکون عطا فرمائے اور زندگی کے ہر میدان میں آپ کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے آمین۔

روبی علی...... سید والہ

ڈیئر روبی! خوش رہو۔ دعاؤں بھرا خط ملا۔ ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں' اللہ آپ کو زندگی کے ہر میدان میں کامیاب عطا فرمائے آمین۔ نگارشات متعلقہ شعبہ جات کو پہنچادی گئی ہیں۔

نورین شفیع...... ملتان

پیاری گڑیا! شاد رہو۔ محبتوں بھرا خط' ہمیں آپ کا مشکور کرگیا' 5 جنوری کو آپ کی شادی ہے ہماری دعا ہے کہ آپ کی ازدواجی زندگی ہمیشہ خوشیوں سے ہمکنار رہے اور آپ بہت سکھ پائیں' آمین۔ ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ گڑیا آپ ہم سے جو چاہے شیئر کرسکتی ہیں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عائشہ نور...... شادیوال' گجرات

پیاری عائشہ! خوش رہو۔ آپ کی شاعری متعلقہ شعبہ کو پہنچادی گئی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی ورنہ معذرت۔

سمرینہ گل...... نامعلوم

اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ محبتوں بھری ای میل موصول ہوئی' آنچل کی پسندیدگی کے لیے تہہ دل سے مشکور ہیں۔ نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف اور اُم مریم کو آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

عنبر گل...... ملتان

پیاری گڑیا! سدا خوش رہو آپ نے جس معصوم انداز سے ہمیں مخاطب کیا' ہمیں آپ کی اس حرکت پر بے حد پیار آیا تصاویر بنانے کے لیے شکریہ' ہماری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں آمین۔

کرن بدر الدین...... نامعلوم

ڈیئر کرن! شاد رہو۔ گڑیا یہ آپ کی غلطی ہے کہ آپ نے کہانی کی فوٹو اسٹیٹ نہیں کروائی' ادارہ کہانی کی واپسی کا ذمہ دار نہیں ہوتا' آئندہ احتیاط کیجیے گا آپ کی کہانی کا موضوع اور انداز دونوں ہی نہایت کمزور ہیں اور جب موضوع و پلاٹ ہی کمزور ہے تو آپ اسے کیسے ٹھیک کریں گی انداز میں کمی بیشی ہوتی تو ہم ضرور اصلاح کرتے۔ گڑیا رائٹر بننے کے لیے محنت کی ضرورت ہے آپ ابھی محنت کریں اور اپنا مطالعہ وسیع کریں۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

اچھی بھانجی! سلامت رہو۔ ہماری طرف سے سالگرہ کی مبارک باد قبول کریں' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی تمام جائز خواہشات پوری کرے اور آپ کو اپنی رحمت کی آغوش میں رکھے' آمین۔ سمیرا شریف اور عشناء کوثر کا ناول خریدنے کے لیے آپ مکتبہ القریش لاہور سے رابطہ کرائیں اور سالانہ خریدار بننے کے لیے دفتر کے پتے پر مبلغ چھ سو روپے کا منی آرڈر کردیں اور اس میں اپنا مکمل نام پتا اور فون نمبر بھی لکھ دیں اس طرح آپ کو گھر بیٹھے آنچل ملتا رہے گا' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

رضوانہ کرن...... کمالیہ

پیاری گڑیا! خوش رہو۔ طویل خاموشی کا قفل توڑ کے شرکت کرنا اچھا لگا' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ آپ کی طرف سے ہم بھی تمام رائٹرز کو یہ بات کہہ رہے ہیں کہ وہ مزاح سے بھرپور تحریریں جلد اور ضرور لکھیں۔

ھادیہ اظفر بخاری...... لاہور

ڈیئر ہادیہ! سلامت رہو۔ گڑیا ہم اچھی اور معیاری تحریریں ضرور شائع کرتے ہیں اور اگر ذرا سی بھی اصلاح کی گنجائش ہوتی ہے تو ہم مایوس نہیں کرتے۔ ہماری حوصلہ افزائی ہمیشہ نئے لکھنے والوں کے ساتھ رہتی ہے اس کے لیے محنت شرط ہے' آپ کی کہانی ابھی پڑھی نہیں ہے جلد پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے۔

نگینہ عمران...... چیچہ وطنی

پیاری بیٹی! آباد رہو۔ محبتوں بھرا خط ملا دعاؤں کے لیے شکریہ۔ ہماری جانب سے بھی آپ کو سال نو مبارک ہو' گڑیا اچھی اور معیاری نگارشات جلد یا دیر سے ضرور شائع ہوجاتی ہیں۔ سالانہ خریدار بننے کے لیے آپ صبا نواز بھٹی کا جواب پڑھ لیں۔

امبرین کوثر...... ملتان

ڈیئر امبرین! خوش رہو آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ' جہاں تک بات تعارف کی ہے تو وہ ہمیشہ باری آنے پر ہی شائع کیا جاتا ہے آپ سے پہلے جن بہنوں کے تعارف ہمیں موصول ہوئے وہ بھی ابھی انتظار کررہی ہیں۔

تمثیلہ لطیف...... نامعلوم

اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ پہلا خط ملا آنچل کی محفل میں خوش آمدید' یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ مختلف جرائد میں لکھتی رہتی ہیں۔ آپ کی شاعری موصول ہوگئی ہے معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی۔

سبرینہ اسماعیل...... حضرو

اچھی گڑیا! شاد رہو۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ' افسانہ موصول ہوگیا ہے جلد ہی پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے اگر معیاری ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کریں گے۔

سلمیٰ فہیم گل...... کراچی

اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ محبتوں بھرا خط ملا' گڑیا اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہم حالات وواقعات کے بھنور میں کچھ اس طرح پھنس کر رہ جاتے ہیں کہ ہمارا قلم بسا اوقات خاموش ہوجاتا ہے۔ کہانیاں بنتی رہتی ہیں لیکن لفظ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں آپ ہمت کریں اللہ سے لو لگائیں اپنی پرانی تحریروں کو پڑھیں' ہمیں یقین ہے آپ پہلے کی طرح پھر سے لکھ پائیں گی۔

ناقابلِ اشاعت:۔

ولی۔ محرومِ وراثت۔ طلاق۔ تم میری ہو۔ اچھی لڑکی۔ کبھی بھولی نہیں۔ خسارہ۔ جگنو مثلِ شمع۔ سید ھا رستہ۔ محبت ہی زندگی ہے۔ تہی داماں۔ چھوٹی سی بات۔ محبت کانچ کا سودا۔ ماضی کے جھروکوں سے۔ عجیب اپنا ملن۔ بارش کی آہٹیں۔ اندھیرے میں اجالا۔ جوڑے آسمان پر بنتے ہیں۔ تیری نظر کا قصور۔ تیری یاد کا بادل۔ دل نادان ہے۔ زندگی عید میری۔ پیاس تیرے درشن کی۔ ہم دل سے ہارے۔ مجھے مشورہ دو جانم۔ لمبی جدائی۔ تیرا ہونے لگا ہوں۔ انا کا بانکپن۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مالک یوم الدین

مولف: مشتاق احمد قریشی

دین کیا ہے......؟

اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں یہ سمجھ لیں کہ مذہب اور دین میں کیا فرق ہے۔ مذہب نام ہے عبادات کے طریقہ کا جبکہ دین ایک مکمل نظام حیات‘ نظام زندگیاور نظام معاشرت کا نام ہے۔ کوئی بھی مذہب ہمیں بتاتا ہے کہ ہمیں اس کی عبادات کیسے کرنا ہیں۔

اسلام ایک مذہب کے ساتھ ساتھ مکمل دین بھی ہے جو اپنے ماننے والوں کو پہلے ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے اور ایمان لے آنے والوں کو مذہب کے طور طریقوں اور پابندیوں سے آگاہ کرتا ہے۔ جب کوئی انسان ایمان قبول کرلیتا ہے تو وہ ایمان لانے کے ذریعے اسلام کی مذہبی ذمہ داری کو اپنے اختیار وارادے سے اپنالیتا ہے اس طرح وہ اسلام کے نظام زندگی‘ نظام معاشرت‘ نظام حیات میں داخل ہوجاتا ہے۔ پھر اس پر لازم آجاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا ہر فیصلہ ہر قدم اس نظام زندگی اور نظامِ معاشرت کے مطابق اٹھائے جو اسے اسلام بطور دین کے بتاتا سمجھاتا ہے۔

مذہب انسان کو بتاتا ہے کہ اسے عباداتِ الٰہی کس طرح کرنی ہے؟ کیا کرنا ہے؟ کیسے کرنا ہے؟ اور کیا نہیں کرنا۔ جبکہ دینِ اسلام انسان کو زندگی بسر کرنا سکھاتا ہے کہ زندگی کیسے بسر کی جائے جس سے ایک صالح معاشرہ قائم ہوسکے اور مذہب ازخود ہی دین کا حصہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے بطور دین اسلام کو نافذ فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ العمران آیت ۱۹ میں ارشاد ہوا ہے ”بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے“ دینِ اسلام انسانوں کو بتاتا ہے کہ انہیں دنیا میں کس طرح زندگی گزارنی ہے کہ زندگی کا ہر ہر لمحہ عبادتِ الٰہی بن جائے۔ قرآن نے کھل کر بتایا ہے کہ انسان جب دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے تو اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے افراد سے‘ اپنے پاس پڑوس سے اپنے گلی محلہ کے افراد سے کسی مسافر سے کسی سائل سے اپنے بہن بھائیوں‘ رشتہ داروں سے‘ ماں باپ سے‘ اولاد سے اُسے کس طرح ملنا جلنا رہنا سہنا ہے۔ معاشرے کے دیگر افراد کے کیا حقوق ہیں وراثت کے کیا حقوق ہیں اولاد ماں باپ کے بہن بھائیوں کے غرض اسلام نے سب کے‘ یہاں تک کے فقیر و مساکین تک کے حقوق اسلام کے دائرے میں آنے والے پر لازم کردیئے ہیں۔ دین اسلام انسان کو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس طرح گزارنے کا راستہ بتاتا ہے جو اس کی آخرت کی دائمی زندگی کے حصول میں مددگار ہوگا۔

دین کیا ہے؟ دین دراصل وہ نظامِ زندگی یا طریقہ حیات ہے کہ جس کو قائم کرنے والے کو سند اور مطاع تسلیم کرکے اس کا اتباع کیا جائے۔ عربی زبان میں دین کا مفہوم ہے غلبہ واقتدار‘ مالکانہ اور حاکمانہ تصرف‘ سیاست وفرمانروائی اور دوسروں پر فیصلہ نافذ کرنا۔ دوسرا مفہوم ہے اطاعت فرمانبرداری غلامی‘ تیسرا مفہوم ہے وہ طریقہ اور عادت جس کی انسان پیروی کرے۔ (لسان العرب)

ان تینوں مفہومات کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین کے معنی اس طرز عمل اور رویے کے ہیں جو کسی کی بالاتری اور اطاعت قبول کرکے انسان اطاعت اختیار کرے۔ عبادت کا مادہ عبد ہے‘ اور یہ لفظ آزاد کے مقابلے میں ”غلام“ اور ”مملوک“ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے معنی کے لحاظ سے ”عبادت“ میں دو مفہوم پیدا ہوتے ہیں۔ ایک پوجا اور پرستش دوسرے عجز اور اطاعت اور برضا ورغبت فرمانبرداری۔ عبادت کی مستند تشریحات کے مطابق دین صرف اللہ کی پوجا و پرستش ہی کا نہیں بلکہ تمام احکام الٰہی کی بے چوں وچراں اطاعت‘ اور تمام قوانین شرعی کی برضا ورغبت پیروی اور اس کے تمام امر ونہی کی دل سے فرمانبرداری کا نام دین ہے۔ (لسان العرب)

اس سے معلوم ہوا سب احکام شریعت بھی دین ہی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور تکمیل نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہوئی۔ اس لئے اسلام سے ہٹ کر جو مختلف طریقے لوگوں نے اختیار کئے جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں وہ تمام ادیان جنہیں اللہ کی طرف سے کتاب دی گئی انہوں نے علم پانے کے بعد اپنے طرز عمل سے احکام وقوانینِ الٰہی کی نفی کی اور آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لئے کتاب الٰہی کی ہدایات سے انکار کرتے ہوئے اس میں تحریف کرلی اور احکامِ الٰہی کو مسخ کرکے کچھ سے کچھ کردیا اور من پسند طور طریقے اپنالئے اور اُس کا نام دین رکھ لیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کے لئے ایک ہی طریقہ ایک ہی نظامِ زندگی اور نظامِ حیات درست ہے‘ وہ یہ کہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنا مالک ومعبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی وغلامی تن من دھن سے کرے‘ اپنے آپ کو اپنے مالک کے سپرد کردے اس کی بندگی بالکل ویسے ہی بجالائے جیسا کہ وہ حکم دے۔ اللہ کی بندگی کے لئے اپنی طرف سے کوئی اپنا طریقہ ایجاد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے جو ہدایت دی ہے کسی کمی بیشی کے بغیر اسی کی پیروی کرے‘ اسی طرز فکر کا نام اسلام ہے یعنی پوری طرح اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دے دے۔ اپنی کوئی چیز اس کی بندگی سے مستثنیٰ نہ رکھے‘ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردے۔

اللہ کی طرف سے جو پیغمبر بھی دنیا کے کسی بھی گوشے کسی بھی زمانے میں آئے‘ ان سب کا دین اسلام ہی تھا اور جو کتاب بھی دنیا کی کسی بھی زبان اور کسی بھی قوم پر نازل ہوئی اس نے اسلام کی ہی تعلیم دی۔ لیکن نافرمان اور مفاد پرستوں نے اسلام سے قبل کے تمام ادیان کو مسخ کرکے اس میں کمی بیشی کرکے بہت سے مذاہب کی داغ بیل ڈالی جن کا اسلام یعنی اصل مذہب سے کوئی تعلق نہیں رہا‘ ان تحریفات یعنی کمی بیشی کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ وہ لوگ اپنی جائز حد سے بڑھ کر حقوق وفوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اپنی خواہشات کے مطابق دین کے عقائد‘ اصول‘ احکام میں ردوبدل کرتے تھے اور یوں وہ اصل دین سے دور ہوجاتے تھے۔

قرآنِ حکیم جس دین کا امین ہے جس دین کا داعی ہے یہ وہی دین اسلام ہے جس کے تسلسل میں اللہ نے تمام پیغمبر‘ رسول اور نبی دنیا میں بھیجے۔ قرآنِ کریم جو دینِ اسلام پیش کررہا ہے اس میں بندگی‘ عبادت اور اطاعت کا مستحق صرف اللہ واحد لاشریک کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور صفات واختیارات اور حقوق میں قطعاً کسی کو کسی بھی طرح اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اسلام میں انسان اپنی مرضی اپنی رضا ورغبت سے سوچ سمجھ کر خود کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی ہدایت واحکام اور قوانین کے مطابق بسر کرے گا۔

تمام انسانوں کو اللہ نے فطرتِ سلیم پر پیدا فرمایا ہے کہ ”ہر بچہ جو کسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے‘ اصل انسانی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ ماں باپ ہی ہیں جو اسے بعد میں عیسائی یا یہودی یا مجوسی وغیرہ بناڈالتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہر جانور کے پیٹ سے پورا کا پورا صحیح سالم جانور برآمد ہوتا ہے‘ کوئی بچہ بھی کٹے ہوئے کان لے کر نہیں آتا‘ بعد میں مشرکین اپنے اوہامِ جاہلیت کی بناپر اس کے کان کاٹتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

دین کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمارہا ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا' اور جسے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اب ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعے بھیجا ہے' اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا۔ (الشوریٰ۔۱۳)

تفسیر:۔ آیتِ کریمہ میں ربّ کائنات نے دوٹوک انداز میں واضح فرمادیا ہے کہ رسولِ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نئے دین کے بانی یا داعی نہیں ہیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء علیہ السلام نے الگ کسی نئے دین کا اعلان کیا ہے۔ اللہ کی طرف سے شروع سے ایک ہی دین ہے جسے اب تک تمام انبیاء علیہ السلام پیش کرتے چلے آئے ہیں اسی دینِ اسلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش کررہے ہیں۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا نام لیا ہے جو طوفانِ نوح کے بعد موجودہ نسلِ انسانی کے اولین پیغمبر تھے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے جو آخری نبی ہیں' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیا ہے جنہیں اہلِ عرب اپنا پیشوا مانتے تھے اور خود کو ان کی نسل سے کہتے تھے۔ اس کے بعد آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے' جس کی طرف یہودی اور عیسائی اپنے اپنے مذہب کو منسوب کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ نا صرف ان پانچوں انبیاء علیہ السلام کو اس دینِ مبین کی ہدایت کی گئی تھی بلکہ اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی انبیاء علیہ السلام تشریف لائے ان سب کا دین یہی دینِ اسلام تھا۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے پانچ جلیل القدر انبیاء علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے جن سے دنیا کو معروف ترین آسمانی شریعتیں ملی ہیں۔

آیتِ کریمہ میں دین اور اس کے مقصود پر بڑی اہم روشنی ڈالی گئی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

آیت کی ابتدا ''شرع لکم''، یعنی مقرر کیا' تمہارے لئے'' سے کی گئی ہے شرع کے لغوی معنی راستہ بنانے کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد طریقہ اور ضابطہ' قاعدہ مقرر کرنا ہے۔ عربی میں اس اصطلاحی معنی کے لحاظ سے تشریع کا لفظ قانون سازی (Legisiation) کا شرع اور شریعت کا لفظ قانون (Law) کا اور شارع کا لفظ واضع قانون کا ہم معنی سمجھا جاتا ہے' یہ تشریع الٰہی دراصل فطری اور منطقی نتیجہ ہے ان اصولی حقائق کا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کائنات کی ہر ہر چیز کی مالک ہے' اور وہی انسان کا حقیقی ولی ہے' اور انسانوں کے درمیان جس امر میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا ہی کام ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی اصولاً انسانوں کا مالک' ولی اور حاکم ہے' اس لئے اس کا ہی حق بنتا ہے کہ انسان اُس کے بنائے ہوئے قوانین اور ضابطوں کی پابندی کرے یہ ذمہ داری اس خالق و مالک ہی کی ہے کہ وہ تمام انسانوں کو نظامِ حیات نظام معاشرت واقتصادیات اور دیگر معاملات کے قوانین وضوابط دے۔

شرع لکم کے بعد کے الفاظ من الدین یعنی از قسم دین کا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ نے آئین کیا ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو تشریع فرمائی ہے اس کی نوعیت آئین کی ہے۔ دین کے معنی میں کسی کی سیاست وحاکمیت کو تسلیم کر کے اس کے احکام کی اطاعت کرنا' اور جب یہ لفظ طریقے کے معنی میں بولا جائے تو اس سے مراد وہ طریقہ ہوتا ہے جسے انسان واجب الاتباع سمجھے اور اسے مقرر کرنے والے کو واجب مطاع مانے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ تمام طریقوں کو دین کی تشریع کہنے کا مطلب ہے کہ اس کی حیثیت صرف وعظ یا نصیحت کی نہیں بلکہ بندوں کے لئے وہ واجب اطاعت وتعمیل قانون ہے جس کی پیروی کرنا اللہ کی اطاعت وبندگی کرنا ہے اور اس سے انکار اللہ کی سیادت وحاکمیت سے انکار کرنا ہے یعنی کفر ہے۔

(اللہ تبارک وتعالیٰ نے براہ راست تمام انسانیت کو سمجھادیا کہ کسی بھی دور کسی بھی زمانے میں کسی بھی قوم قبیلے کے پاس کوئی دوسرا دین نہیں بھیجا گیا بلکہ جب بھی آیا یہی دینِ اسلام ہی آیا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو دین کی نوعیت رکھنے والی تشریع اس ہدایت وتاکید کے ساتھ دی گئی کہ دین قائم کرو یعنی اقیموا الدین ''دین قائم کرو'' تو دین کیسے قائم ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ البینۃ اور المائدہ میں ارشاد فرمارہا ہے۔

ترجمہ:۔ اور انہیں اس کے سوا کوئی (اور) حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے اپنے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیتے رہیں یہی راست وملت کا دین ہے۔ (البینۃ۔۵)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور زکوۃ دینِ اسلام میں شامل ہیں۔ اسلام کا اہم جز ہیں ایسے ہی کچھ احکامِ شرعی سورہ المائدہ میں بیان ہوئے ہیں۔

ترجمہ:۔ تمہارے لئے حرام کیا گیا مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام لیا گیا ہو' اور وہ جو گلا گھٹنے سے' یا چوٹ کھا کر' یا بلندی سے گر کر' یا ٹکر کھا کر مرا ہو' یا جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو' سوائے اس کے جسے تم زندہ پاکر ذبح کرلو' اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو' اور یہ بھی تمہارے لئے حرام ہے کہ تم پانسوں کے ذریعے اپنی قسمت معلوم کرو۔ یہ سب فسق ہیں۔ (یہ سب بدترین گناہ ہیں) آج کفار تمہارے دین سے ناامید ہوگئے خبردار! تم ان سے نہ ڈرنا اور تم مجھ سے ڈرتے رہنا' آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کردیا۔ (المائدہ۔۳)

آیت کریمہ سے یہ بات بہت ہی وضاحت سے بیان کردی گئی ہے تمام احکام شریعت دین ہیں اور آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ حلال وحرام کے تمام احکام کو ماننا ان کی پابندی کرنا جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے ہیں دین ہے۔

شریعت کے احکام کو صریح طور پر دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن اگر قرآنی شرعی احکام پر غور کیا جائے تو ایسے تمام گناہ جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وعید اور جہنم کی دھمکی دی ہے جیسے زنا' سودخوری' مومن کا قتل' یتیم کا مال کھانا' باطل طریقوں سے لوگوں سے مال وصول کرنا وغیرہ اور جن جرائم کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کا موجب قرار دیا ہے مثلاً عملِ قومِ لوط' قومِ شعیب کی مانند تول میں ہیر پھیر لازماً یہ سب بھی دین کا ہی حصہ ہیں اسی طرح وہ تمام اعمال جن کی قرآن میں مذاہبت کی گئی یا جنہیں کرنے سے منع کیا گیا وہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ کیونکہ دین تو آیا ہی اس لئے ہے کہ وہ انسانوں کو جو اشرف المخلوقات ہیں کو جہنم سے عذابِ الٰہی سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی مدبر حکیم ودانا ہے نے کوئی حکم کوئی قانون کوئی شریعت غیر ضروری یا بے کار محض نافذ نہیں فرمائی سب دین کا حصہ اور دین ہیں۔ دین سے مراد زندگی کے وہ تمام نظام ہیں جو انسانی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں دین تمام نظام ہائے زندگی پر احکامِ الٰہی کے غالب ہونے کا نام ہے۔

(جاری ہے)

دلکش مریم

ملیحہ احمد

آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا پُرخلوص سلام' امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گے۔ میرا نام آپ کے لیے اجنبی نہیں رہا تو سوچا اب اپنا تعارف بھی کروادیا جائے' میرا تعلق ضلع چنیوٹ سے ہے اور میری تاریخ پیدائش 24 اگست ہے۔ ہم پانچ بہنیں ہیں بھائی نہیں ہے۔ بڑی دونوں بہنوں کی شادی ہوچکی ہے اور ماشاء اللہ سے دو پیاری سی بھانجیاں اور ایک پیارے سے بھانجے کی خالہ جانی ہوں مجھ سے چھوٹی دو بہنیں مدنی اور ایمن ہیں۔ میری چاروں بہنیں حافظہ ہیں' میری چھوٹی آنٹی فرحت' "جامعہ عائشہ للبنات" چنیوٹ کی پرنسپل ہیں' وہ بھی حافظہ ہیں۔ ابو جی کے زیادہ قریب ہوں اور امی سے بھی بہت پیار ہے' میں بی ایڈ کررہی ہوں۔ مطالعہ کا شوق گھر میں سبھی کو ہے' ہمارے گھر چاروں ڈائجسٹ آتے ہیں لیکن میں آنچل شوق سے پڑھتی ہوں ہر وہ رائٹر پسند ہے جس کی تحریر بہترین ہو اور کوئی نہ کوئی مقصد لیے ہو۔ سنجیدہ مزاج ہوں اور حساس بھی ہوں لیکن ظاہر نہیں کرواتی اکثر لوگ مجھے سخت سمجھتے ہیں لیکن میں غلط بات پر خاموش نہیں رہ سکتی۔ شخصیت میں رعب ہے پہلی بار ملنے والے لوگ بات کرتے ہوئے جھجکتے ہیں لیکن میں ان کی جھجک جلد ہی دور کردیتی ہوں۔ آہستہ اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتی ہوں' مجھے اونچی آواز میں بولنے والے لوگ پسند نہیں۔ رازداں اچھی ہوں مگر اپنا راز کسی کو نہیں دیتی۔ کزن تحریم کے قریب ہوں دوستی کے معاملے میں بہت محتاط ہوں' دوستی پر اعتبار نہیں کرتی اور ویسے بھی اعتبار ایک بار ہی کیا جاتا ہے' خودغرض اور احسان فراموش انسان پر غصہ آتا ہے شائستہ اور سلجھے ہوئے لوگ اچھے لگتے ہیں۔ سانولے گندمی چہرے جن میں کشش ہو پسند ہیں۔ چہرے میں آنکھیں اٹریکٹ کرتی ہیں اور گفتگو کا انداز۔ فضول بولنا پسند نہیں نہ ہی فضول بول کے اپنے الفاظ ضائع کرتی ہوں۔ موقع کی مناسبت سے اور موقع پر ہی بات کرتی ہوں۔ غصہ پہلے بہت آتا تھا اب کم آتا ہے' غصے میں خاموش ہوجاتی ہوں۔ شخصیت میں ٹھہراؤ سا آگیا ہے۔ تھوڑی انا پرست اور ضدی بھی ہوں' جذباتی ہوں لیکن زیادہ نہیں۔ جھوٹ کم بولتی ہوں' موڈی ہوں موڈ نہ ہو تو کچھ نہیں کرتی۔ چھٹی حس تیز ہے اندازے اکثر درست ہوتے ہیں۔ بارش انجوائے کرتی ہوں لیکن دیکھنے کی حد تک' سردیوں کی بارش اور ساتھ میں آئس کریم بہت مزا دیتی ہے۔ پہاڑوں سے گرتی آبشاریں متاثر کرتی ہیں' جھیل کی گہرائی بہت پسند ہے اور ایسے ہی گہرے لوگ بھی پسند ہیں۔ پھولوں میں گلاب اور موتیا پسند ہے' گیلی مٹی کی خوشبو بھی اچھی لگتی ہے۔ پھل شوق سے کھاتی ہوں' کھانے میں زیادہ نخرے نہیں کرتی جو مل جائے کھالیتی ہوں سوائے کریلے اور شملہ مرچ کے۔ لباس میں ٹراؤزر کے ساتھ لانگ شرٹ پسند ہے' فراک بھی شوق سے پہنتی ہوں۔ سفید' نیلا اور سرخ رنگ پسند ہے' جیولری میں بریسلیٹ اور رنگ پسند ہے اور عموماً پہنے رکھتی ہوں۔ پسندیدہ ناولز کی لسٹ بہت طویل ہے "پیرِ کامل۔ میرے خواب ریزہ ریزہ' من وسلویٰ' یہ چاہتیں یہ شدتیں' متاعِ جاں ہے تو' بیلی راج پوتاں کی ملکہ' اور کچھ خواب' اے محبت تیری خاطر" اور بھی بہت سے پسند ہیں۔ عاطف اور راحت کے گانے اچھے لگتے ہیں لیکن کم ہی سنتی ہوں۔ پسندیدہ مووی پیار' عشق اور محبت ہے۔ تعارف لمبا ہوگیا لیکن آپ سے بات کرکے اچھا لگ رہا ہے آپ کو مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتایئے گا؟ میری شدید خواہش ہے خانہ کعبہ کی زیارت کروں پلیز آپ سب دعا کیجیے گا' اب اجازت چاہتی ہوں اللہ تعالیٰ ملک پاکستان کو اپنی امان میں رکھے آمین۔

صباحت مرزا

السلام علیکم! آنچل اسٹاف' رائٹرز اور قارئین کو پُرخلوص سلام۔ نام سے تو آپ واقف ہی ہوں گے ہاں جی میں ہوں صباحت مرزا! 24 فروری کو اس دنیا میں تشریف لائی اور سب سے خوب پیار سمیٹا' گھر بھر کی لاڈلی ہوں۔ ضلع گجرات کے ایک چھوٹے سے شہر سے تعلق ہے۔ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہوں' مجھ سے چھوٹی دو بہنیں پھر ایک بھائی اور بہن ہے' کاسٹ مغل ہے۔ اللہ تعالیٰ میری دادو' والدین اور بھائی بہنوں کو سلامت رکھے اور خوشیاں عطا فرمائے' آمین کیونکہ یہ سب میرا قیمتی اثاثہ ہیں ان کے بغیر میں کچھ بھی نہیں۔ میری اور گھر والوں کی خواہش تھی کہ میں ڈاکٹر بنوں لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دوسرا شعبہ منتخب کیا' اس کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ اس کی حکمت زیادہ تر بعد میں ہی سمجھ آتی ہے' یہی سوچ کر اب بی ایس کررہی ہوں۔ میں آج جس مقام پر ہوں اللہ کی مدد کے بعد اپنے بزرگوں اور والدین کی دعا اور محنت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمیشہ سلامت رکھے اور جو اس دنیا میں نہیں انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ مجھے مطالعہ کا جنون کی حد تک شوق ہے میک اپ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ سادگی پسند ہوں' زیادہ تقریبات میں جانا پسند نہیں۔ کرکٹ بہت شوق سے دیکھتی ہوں' بیڈمنٹن کھیلنا پسند ہے۔ لباس میں شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے۔ جیولری خاص پسند نہیں۔ رشتہ داروں سے بے حد محبت کرتی ہوں' مذہب سے لگاؤ ہے' بڑوں نے ہر خواہش پوری کی ہے جہاں تک بات ہے خوبیوں اور خامیوں کی تو خامی یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی بات پر پریشان ہوجاتی ہوں۔ کافی جذباتی اور حساس ہوں' جب مجھے غلط سمجھا جاتا ہے یا کسی کو اپنا نقطہ نظر نہ سمجھا سکوں تو بہت غصہ آتا ہے۔ جلدی کسی سے فرینک نہیں ہوتی' بہنیں کہتی ہیں کہ کنجوس ہوں حالانکہ ہوں نہیں (ایسی باتوں پر غصہ آتا ہے ناں جب غلط سمجھا جائے)۔ خوبیاں یہ ہیں کہ زیادہ دیر کسی سے ناراض نہیں رہ سکتی۔ منافق اور حاسد لوگوں سے سخت نفرت ہے' کوشش کرتی ہوں کہ میری وجہ سے کسی کا دل نہ دکھے' کسی کو کچھ کہہ دوں تو بعد میں بہت دکھ ہوتا ہے۔ میری ایک ٹیچر اور دوست نے کہا تھا بہت سادہ اور معصوم ہو۔ اب بات ہوجائے کھانوں کی چائے' کافی کی بہت شوقین ہوں' ٹنڈے کے علاوہ سب سبزیاں کھالیتی ہوں۔ فروٹ سب پسند ہیں' میٹھے میں کھیر' کسٹرڈ' سویاں اور گلاب جامن پسند ہیں۔ کوکنگ خاص پسند نہیں اگر کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو احسن طریقے سے نبھانے کی کوشش کرتی ہوں لیکن پھر بھی کمی رہ جاتی ہے۔ پہاڑی علاقے' سبزہ' جھیلیں' دریا اور قدرتی مناظر بہت اٹریکٹ کرتے ہیں۔ برف پوش پہاڑ نزدیک سے دیکھنے کی بہت خواہش ہے حالانکہ ٹھنڈ کا فوراً اثر ہوتا ہے لیکن پھر بھی برفباری دیکھنا چاہتی ہوں۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اپنے والدین اور نانی اماں کی اعلیٰ ظرفی کی بہت قدر دان ہوں' میرے اندر ایک بوڑھی روح ہے جس کی وجہ سے بہنیں اکثر تنگ رہتی ہیں۔ شاعری سے خاص لگاؤ نہیں لیکن اگر کوئی شعر یا نظم وغیرہ پسند آجائے تو لکھ لیتی ہوں۔ پسندیدہ ناول "پیرِ کامل' تم میری زیست کا حاصل ہو' عشق کا عین' قراقرم کا تاج محل' یہ چاہتیں یہ شدتیں' پتھروں کی پلکوں پر' روشنی کا سفر' جو چلے تو جاں سے گزر گئے' زرد موسم کا دکھ' جنت کے پتے" اور بھی بہت سے ہیں لکھنے بیٹھی تو تعارف بہت طویل ہوجائے گا۔ تمام رائٹرز ہی بہت اچھا لکھتی ہیں' دوستیں تو بہت سی ہیں لیکن زیادہ خودغرض نکلیں۔ پلٹ کے خبر ہی نہیں لی بہترین دوستیں کافی ہیں لیکن نور میرے لیے اللہ کی طرف سے بہت خوب صورت تحفہ ہے' ہر قدم پر ساتھ دینے والی اور ہر دم خیال رکھنے والی دوست ہے' پھول سارے ہی اچھے لگتے

ہیں۔ خوشبو گیلی مٹی کی پسند ہے گلاب اور موتیا چنبیلی بھی پسند ہے۔ فارغ وقت میں مطالعہ کرنا پسند ہے اپنی فیملی کے ساتھ عمرہ کرنے کی بہت خواہش ہے دعا کیجیے کہ میری اور تمام مسلمانوں کی یہ خواہش جلد پوری ہو آمین۔ تعارف بہت لمبا ہوگیا ہے آپ بھی بور ہو رہے ہوں گے۔ اپنا اور اپنے اردگرد کے لوگوں کا خیال رکھیں اپنے سے کم تر کسی کو نہ جانیں ان کو بھی نہ بھولیں جنہوں نے آپ کی جنت کے لیے اپنا بہت کچھ رہا دیا اور اس ذات کو جس نے آپ کے لیے آپ سے بڑھ کر سوچا اور آپ کی سوچوں سے بڑھ کر عطا کیا۔ دعاؤں میں یاد رکھنا اور تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا' اللہ حافظ۔

ماریہ نذیر

میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف' سب پڑھنے والوں اور لکھنے والوں کو نیک خواہشات کے ساتھ ماریہ نذیر کا سلام اور دعا۔ ارے ارے یہ آپ سب لوگ کہاں بھاگے جا رہے ہیں' میری بات تو سنیں' شاباش اب سب لوگ قطار میں بیٹھ جائیں کیونکہ مابدولت اپنا تعارف کروانے والی ہیں جی ہاں تو ٹھنڈی اور میٹھی سردی میں 21 نومبر کو دنیا میں تشریف لائے تو ہر طرف بہار آ گئی (بھئی میرے آنے کی خوشی میں' حیران نہ ہوں)۔ سب سے پہلے اپنی امی جان اور بھائی کے بارے میں لکھنا چاہوں گی جنہوں نے ہمیں لکھایا' پڑھایا اور اس قابل بنایا کہ اچھے برے کی تمیز کر سکیں۔ ابو کو اس دنیا سے رخصت ہوئے آٹھ سال ہونے کو ہیں یقیناً کوئی بھی ان کی کمی پوری نہیں کر سکتا لیکن امی نے ہی باپ اور ماں بن کر پالا بے شک میری ماں دنیا کی عظیم عورت ہیں' اللہ ان کی عمر دراز کرے اور ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین۔ جی ہاں تو میں گھر میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی بھی ہوں اور سب پیار بھی کرتے ہیں اور ہر خواہش پوری بھی کرتے ہیں (بھئی چھوٹا ہونے کے بڑے فائدے ہیں) میرا نک نیم شہزادی' پری' مہارانی' مارو اور ماڑوی ہیں۔ گھر والے شہزادی کہتے ہیں اپنی ایک پیاری سی دوست کی تو میں پری ہوں بھئی۔ میں ایف ایس سی پری انجینئرنگ کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ آنچل دل و جان سے پسند ہے' رائٹر میں سب ہی اچھے ہیں کسی ایک کا نام لینے سے زیادتی ہوگی کیونکہ یہ ان کی بڑی خوبی ہے کہ وہ اپنے دل کے جذبات کو کاغذ پر تحریر کرتے ہیں پھر بھی نمرہ احمد' رفعت سراج' عمیرہ احمد' فرحت اشتیاق' نازیہ کنول نازی' سعدیہ امل کاشف' اقراء صغیر بہت پسند ہیں۔ سردیوں کی راتیں اور پورے چاند کی اور تاروں بھرے آسمان والی رات پسند ہے۔ کلرز میں موسٹ فیورٹ وائٹ ہے باقی سب بھی اچھے لگتے ہیں۔ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کا نظارہ کرنا اچھا لگتا ہے۔ سردیوں کی بارش میں بھیگنا اچھا لگتا ہے جب دانت سردی سے بجتے ہیں تو بہت مزہ آتا ہے' کانوں میں MP3 لگا کر میتھ کے سوال حل کرنے میں بہت مزہ آتا ہے۔ گیلی مٹی کی خوشبو بہت پسند ہے' شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے۔ پرفیوم میں بلو لیڈی پسند ہے' پھول سارے ہی اچھے لگتے ہیں۔ کھانے میں مٹر پلاؤ' چکن پلاؤ' بریانی' دال چاول' آلو مٹر' لوبیہ' چنے کی دال' پالک گوشت' ٹنڈے' کریلے پسند ہیں۔ میٹھے میں گاجر کا حلوہ اور آئس کریم پسند ہے۔ فرینڈز میں ماریہ محبوب (تمہارا نام پہلے لکھا ہے تمہیں ویسے مجھ سے بہت گلے ہوتے ہیں) اقراء طفیل' انعم' ردا' کرن' ارم شہزادی' ماہب' ماریہ رشید' فروا' تسکین ملک' فائزہ' نیلم' نبیلہ' شہناز' فوزیہ' مقدس' اقصیٰ جبین' اقصیٰ شبیر' اقصیٰ سعید' نادیہ اشرف' نادیہ' زیبا' روبانہ' مہوش' تبسم' ثناء' ربیعہ' رابعہ' عدیلہ' سونیا اور بہت سی دوستیں ہیں' معذرت جن کا نام بھول گئی ہوں۔ اوہ یاد آیا ماریہ لیاقت بھی بہت اچھی دوست ہے۔ کالج میں بہت مزہ آتا ہے موسٹ فیورٹ ٹیچر ہماری کیمسٹری کی ہیں جن کا نام میڈم آمنہ ہے (اللہ انہیں خوش رکھے)۔ میری خوبیاں تو شاید چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں تو نہ ملیں (بے شک انرجی سیور لے

جائیں) بقول دوستوں کے تمہارا اخلاق بہت اچھا ہے' بقول تسکین کہ تمہاری خامی یہ ہے کہ تم فضول خرچ بہت ہو' ماریہ لیاقت کہتی ہے کہ تمہاری خوبی یہ ہے کہ تم محنت کرتی اور ہر کسی کی فکر کرتی ہو اور خامی کوئی ہے ہی نہیں۔ فروا کہتی ہے کہ تم میں کوئی خوبی ہی نہیں ہے (چلو اچھا ہے خوش فہمی میں نہیں ڈالا)۔ خوبی تو یہ ہے کہ میں کسی سے حسد نہیں کرتی اور خامی کہ غصہ جلدی آ جاتا ہے اور اس سے بھی جلدی اتر جاتا ہے۔ خوب صورتی اٹریکٹ کرتی ہے لیکن ایک خاص حد تک (ارے یہ اتنی بڑی بڑی جمائیاں کون لے رہا ہے' اوہ قارئین تھوڑی دیر برداشت کریں) پسندیدہ تحریر "زندگی دھوپ تم گھنا سایہ' متاع جاں ہے تو' دل سے نکلے ہیں جو لفظ" اور بھی بہت سی ہیں۔ لمبے بال پسند ہیں' کترینہ کیف اور عامر خان پسند ہیں' بچے بہت اچھے لگتے ہیں۔ سفر کرنا پسند ہے' اچھا جی اب اٹھیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلیں اگر زیادہ ہی بور ہوئے ہیں تو معاف کر دیجیے گا اور اگر نہیں ہوئے تو یہ آپ کی قوت برداشت ہے بھئی داد دینی پڑے گی۔ اللہ حافظ اپنا بہت سارا خیال رکھیں' اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

نعیمہ محسن

آنچل کے تمام قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا پیارا بھرا سلام' میرا نام پہلے تو نعیمہ ضیاء تھا اور پچھلے چار سال سے نعیمہ محسن ہے۔ جی ہاں یعنی کہ ہم پیا جی کو پیارے ہو چکے ہیں اور بہت زیادہ ہی ہو چکے ہیں۔ میں 14 اکتوبر 1990ء کو ملتان میں پیدا ہوئی' پہلی اولاد ہونے کی وجہ سے میں اپنے والدین اور ننھیال' ددھیال میں بہت مقبول ہوں۔ خوش اخلاق ہوں اور بہت جلد لوگوں میں گھل مل جاتی ہوں' ہر جگہ ایڈجسٹ کر لیتی ہوں۔ مما کو دمہ کی بیماری ہے اس لیے گھر بہت چھوٹی عمر میں سنبھالنا شروع کر دیا تھا۔ ہم سات بہن بھائی ہیں' سب مجھ سے چھوٹے ہیں۔ 2009ء میں بیاہ کر ہم پیا دیس (فیصل آباد) سدھارے' میری چار نندیں اور تین دیور ہیں۔ سب ہی مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں' میرے دو بچے ہیں ایک بیٹا دیان اور ایک بیٹی علیزہ۔ آنچل سے رشتہ تو بہت پرانا ہے مگر باقاعدہ تین سال سے شروع کیا' اپنے خاندان کی پہلی بہو ہوں تو ہر طرف سے بھرپور پروٹوکول ملتا ہے' جی اکلوتی بھابی ہیں' پیار سے بات کیا کریں اور تنگ نہ کیا کریں ویسے طبیعتاً ابھی لاابالی سی ہوں اور بچوں والی حرکتیں ابھی تک ہیں۔ یہ میری ساس کے ریمارکس ہیں' پورے خاندان میں کافی خوش اخلاق مشہور ہوں' اپنی پھوپی ساس کو تو اتنی پسند ہوں کہ وہ کہتی ہیں کہ بھئی میری بہو بھی نعیمہ جیسی ہونی چاہیے' ہنس مکھ اور ہمیشہ خوش رہنے والی۔ خوبیوں اور خامیوں میں یہ ہے کہ غصہ بہت جلد آتا ہے مگر پانچ منٹ بعد پھر نارمل ہو جاتی ہوں تھوڑی سی بھلکڑ بھی ہوں کہ اگر میں رات میں کسی سے ناراض ہوں تو صبح اٹھ کر یہ تو یاد رہتا ہے کہ میں اس بندے سے ناراض ہوں مگر کیوں ناراض ہوں یہ یاد نہیں رہتا۔ مجھے پرفیوم اور گلاب بہت پسند ہیں' جیولری میں بریسلیٹ بہت پسند ہیں۔ لباس میں مجھے ساڑھی اور انارکلی فراک بہت پسند ہے۔ کھانے سب ہی کھا لیتی ہوں مگر چائنیز رائس' نہاری اور کریلے بہت پسند ہیں۔ پھلوں میں صرف آم پسند ہیں سوئٹ ڈش اتنے شوق سے نہیں کھاتی۔ دوستی سب سے ہی کر لیتی ہوں مگر ایک خاص دوست شازیہ جس کی لاہور میں شادی ہو چکی ہے اسے بہت یاد کرتی ہوں مگر وہ تو غالباً مجھے بھلا ہی چکی ہوگی۔ مجھے ہر رشتہ بہت پسند ہے اور ہر رشتے میں پیار لازمی ہونا چاہیے' رائٹرز سب ہی اچھا لکھتی ہیں مگر میری فیورٹ نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور اور ام مریم ہیں۔ شاعری اچھی ہو تو پڑھ لیتی ہوں' اچھا جی آپ کا بہت ٹائم لے لیا' اب اجازت چاہتی ہوں آپ بور ہو رہے ہوں گے' اپنا بہت سا خیال رکھیے گا اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

سروے

جاری ہے کارواں ابھی

ادارہ

نازیہ کنول نازی

۱:۔ واقعات تو ہر سال رونما ہوتے ہیں جو روح وجسم کو چھلنی کر دیتے ہیں۔ اب تو امت مسلمہ اور پاکستان کے حالات پراندر سے سب کچھ ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔

۲:۔ بس کسی حد تک کہہ سکتے ہیں۔

۳:۔ تبدیلیاں تو ساری منفی ہی سامنے آرہی ہیں۔ "نیا دن نئے صدمے کی خبر لاتا ہے" والا حساب ہے۔

۴:۔ اس سال میں میری ماں کو شفا ملی مجھے بہت اچھے پیارے لوگ ملے' کامیابیاں ملیں مجموعی لحاظ سے میرے لیے یہ سال خوش آئند رہا۔

اقبال بانو...... بورے والا

۱:۔ کتاب زندگی میں ایک اور سال رقم ہوا واقعات تو ہوتے رہتے ہیں مگر اب ایسا نہیں لگتا کہ کوئی واقعہ ہمیں بدل دے گا۔ جو ذہنی وقلبی تبدیلیاں ہونی تھیں وہ ہو چکی اب تو پختہ ہوگئے ہیں بدل نہیں سکتے نا۔

۲:۔ آپ اس سال کی بات کررہی ہیں میں نے تو جو بھی جب بھی سوچا پورا نہیں ہوا اسی سال پر کیا موقوف۔ ہمیشہ کی طرح 2013ء کے اسٹارٹ میں سوچا تھا۔ خوب لکھوں گی پھر سے اسی طرح جیسے کالج یونیورسٹی دور میں لکھا مگر......

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو خود سے کیے وعدے پورے نہیں کرتے۔ مگر دوسروں سے کیے وعدے پورے کرنے کی کوشش ہوتی ہے جو دیر سویر سے کر بھی لیتی ہوں یعنی وعدہ وفا۔

۳:۔ گزرا سال سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے ویسا نہیں تھا جیسا کہ ہم چاہتے تھے۔ ملکی منظر نامے میں تبدیلی ضرور آئی چہرے بدلے انداز نہیں' حالات پہلے سے بھی خراب ہیں بد امنی' دہشت گردی' خصوصاً کراچی کے حالات سن کر دیکھ کر (ٹی وی، نیوز میں) دل بہت دکھتا ہے۔ وہ خوب صورت شہر جہاں میں نے زندگی کے بائیس برس گزارے جہاں میں نے پڑھنا لکھنا سیکھا۔ اس شہر میں خونی ہولی کا پتا چلتا ہے تو دل دکھتا ہے۔ یقین کریں میں بہت بے چین رہتی ہوں اور یہ بے چینی ہمہ وقتی ہے۔ اللہ سے ہر دم دعا ہے کہ میرے فلک کے سارے شہروں کو سلامت رکھے اپنی امان میں رکھے خاص طور پر میرے کراچی کو آمین۔ تبدیلی آئی تو ہے مگر منفی۔

۴:۔ 31 دسمبر کا سورج' مجھے لگتا ہے ہمارے ہاں اس روز بادل ہوں گے کہ گزرے تین چار سالوں سے ایسا ہی ہے سال کا آخری سورج مجھے بے حد لبھاتا ہے کہ یہ ڈوبتے ہوئے امید دلاتا ہے کہ میں کل بھی طلوع ہوں گا۔ مایوس نہ ہوتا ہے اور نہ ہونے دیتا ہے۔

جو چیز کھو جائے اسے کیا یاد کرنا اور پایا بھی کچھ نہیں۔ روٹین لائف ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس نے سب کچھ بلکہ کچھ دیا ہے۔ گوشہ عافیت ایک خوب صورت گھر' محبت کرنے والا شوہر اور پیارا سا بیٹا۔ میری جان میرا ٹیپو' اچھے دوست احباب دیے۔ اللہ میرے دوستوں کو میرے پیاروں کو اپنی امان میں رکھے اور یہ نیا سال 2014ء ہم سب کے لیے بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے امن وآشتی کا پیغام لائے آمین۔

سمیرا شریف طور

۱:۔ بہت ہی مشکل مگر کافی دلچسپ سوال ہے۔ کافی سوچ وبچار کے بعد بھی کوئی ایسا خاص واقعہ ذہن میں نہیں آرہا۔

اس سال تو نہیں 2010ء اور 2011ء میری زندگی میں یہ ایسے سال تھے جنہوں نے میری زندگی کو سرتا پا بدل ڈالا تھا۔ تقدیر پر میرا عقیدہ بہت پختہ رہا ہے مگر ان کے بعد تو اور بھی پختہ ہوا ان سالوں میں مجھے دوست اور دشمن کا پتا چلا اپنی ذات کی بہت سی خامیاں مجھ پر آشکار ہوئیں۔ اپنی ماضی کی بہت سی کوتاہیوں نے شرمندہ کیا اور بہت سی خوبیوں کی پہچان بھی ہوئی۔ خاص طور پر 2010ء اس سال کے آخری تین ماہ' میں ان مہینوں کو بھلا نہیں سکتی۔ اس کے بعد مجھے لگا کہ مجھے اپنے آپ کو بدلنا ہے۔ پھر میں نے اپنے آپ کو سرتا پا بدلا جہاں تک 2013ء کی بات ہے تو اس میں ایسا کچھ خاص واقعہ رونما نہیں ہوا جس کا ذکر لازمی ہو۔

۲:۔ میں نے 2012ء کے اختتام پر 2013ء کے لیے کچھ بھی پلان نہیں کیا۔ بس منہ اٹھا کر 2013ء میں داخل ہوگئی تھی اور سارا سال بھی گزار لیا۔ میں نے ایک عرصہ سے وقت' لمحوں اور اپنی ذات کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ جہاں تک 2013ء کی بات ہے تو ہر گزرتے لمحے کو پہلے سے مختلف پایا معاشی' سماجی' اخلاقی' ہر لحاظ سے مختلف۔ اب بھی 2014ء کے حوالے سے کچھ بھی پلان نہیں کیا جو بھی ہوگا اللہ کے فضل وکرم سے اچھا ہی ہوگا، ان شاء اللہ۔

۳:۔ پاکستان کی سیاست سے تو میں بالکل ناامید ہو چکی ہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ میں الزام حکمرانوں کے سر تھوپ کر خود کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی۔ بہرحال آج اگر ہم پر غلط حکمران مسلط ہیں تو اس میں سارا قصور ہمارا اپنا ہے جیسے عوام بری الذمہ ویسے حکمران' جیسی سوچ ویسی تہذیب' جیسا رویہ ویسا سماج۔ پھر سارا الزام سیاست وسماج پر ڈال کر ہم خود کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے کہ انتخابات میں غلطی عوام کی اپنی تھی۔ اگر عوام کو پاکستان کے مستقبل سے محبت ہوتی تو کبھی غلط انتخاب نہ کرتے یہ کسی کے چند الفاظ ہیں پتا نہیں کس نے لکھے مگر ہمارے حسب حال ضرور ہیں۔

"جہاں ایک سبزی فروش چار اچھے ٹماٹروں کے ساتھ نظر بچا کر دو گلے سڑے ٹماٹر بھی ڈال دے۔ جس ملک میں گائیں بھینسوں کی ہڈیوں اور مرغیوں کے پنجوں سے خوردنی تیل بنایا جاتا ہو جدھر رمضان کے مقدس مہینے میں ذخیرہ اندوزی کر کے عوام سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہو جس دھرتی میں چپراسی فائل آفیسر کے پاس پہنچانے کے لیے چائے پانی کا مطالبہ کرتا ہو جہاں دین کی بات کرنے پر گولی کا خوف ہو جہاں پڑوسی کی لاش پانچ پانچ دن تک گھر میں پڑی رہے اور محلہ والوں کو خبر نہ ہو جہاں تیل کے ٹینکرز کے اندر تھیلی میں لپیٹ کر چرس لائی جاتی ہو جہاں جعلی ادویات بنا کر لوگوں کی جانوں سے کھیلا جاتا ہو وہاں ابوبکر صدیقؓ عمر بن خطابؓ عثمان ابن عفانؓ یا علی المرتضیٰؓ جیسے حکمران آئیں گے؟"

۴:۔ جہاں تک 2013ء کی بات ہے تو الحمدللہ یہ سال بہت اچھا گزرا۔ اس سال گھر میں اپریل میں بھائی اور بہن کی دونوں کی شادیاں بھی تھیں دونوں ماشاء اللہ خوش وخرم ہیں۔ بشریٰ بہن کے یہاں دو بیٹیوں کے بعد پیارا سا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ الحمدللہ اس کے علاوہ میری منگنی بھی ہوئی (دوسرے لفظوں میں یہ کہ مجھے سمعان احمد مل گیا...... ہاہاہا) اور بھی چھوٹی موٹی خوشیاں ملیں' کالج میں انٹرنشپ بھی کی اور پھر ختم بھی ہوگئی۔ لکھنے کے حوالے سے قارئین کا بھرپور تعاون بھی حاصل رہا۔ پسندیدگی' محبت' خلوص سب کچھ حاصل رہا۔ جہاں تک کھونے کی بات ہے تو اللہ کا شکر ہے کہ اس نے جو بھی واپس لیا تو اس سے بہتر ہی دیا اور جو نہیں ملا اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہوگی۔ بے شک اللہ بہتر علم رکھنے والا ہے۔ اوکے جی اللہ حافظ۔

طلعت نظامی...... کراچی

۱:۔ ایسا کوئی واقعہ نہیں جس نے مجھے تبدیل کیا ہو کوئی محرک یا کوئی ہستی مجھے بدلنے کی خاصیت رکھتی ہے کہ بس اسی ذات واحد کی ہے جس سے مجھے یہ خواہش ہے کہ مجھے اپنے تابعداروں میں بدل دے۔

۲:۔ میں بہت مثبت سوچ کی مالک ہوں۔ اس لیے ہمیشہ اچھے کی امید رکھتی ہوں۔ ظاہری بات ہے کہ ہمیشہ اچھا سوچنے والوں کے لیے کچھ بھی برا افسردگی کا باعث ہوتا ہے اور میں نے کچھ خاص نہیں سوچا تھا اس لیے پچھلے سال کی طرح یہ سال بھی رہا۔

۳:۔ سیاست کے حوالے سے بھی مثبت سوچا تھا کہ نئی حکومت اچھی تبدیلیاں لائے گی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہی تپتے سورج کے نیچے لوڈشیڈنگ کا عذاب جاری رہا اور تو اور گیس کی لوڈشیڈنگ بھی دل جلانے لگی۔ مہنگائی تو اس قدر ہوگئی ہے کہ اللہ کی پناہ۔ غریب اپنے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں یا کھلا سکتے ہیں۔ اس لیے چائلڈ لیبر میں اضافہ ہماری حکومت کا تحفہ ہے۔ سیاسی یا معاشرتی طور پر کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی۔

۴:۔ کچھ نہیں کھویا اس کی نوازشات پانے کا سلسلہ جاری ہے بس اللہ کی رضا پانے کی خواہش ہے اور شدید خواہش ہے۔

سباس گل...... رحیم یار خان

۱:۔ ایسا تو کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کہ جس نے ہمیں بدل

کرر کھ دیا ہو۔ ہاں! ایسا سانحہ ضرور گزرا جس نے ہمیں دکھ سے دوچار کیا اور وہ ہے ہماری عزیز از جان دوست کے شوہر کی جوان موت کا دکھ اس موت نے ہمیں ایک بار یاد دلا دیا کہ دنیا کے سارے کھیل تماشے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور ہم سب کو لوٹ کر ملک عدم کو جانا ہے۔

۲:۔ 2013ء بہت زیادہ تو نہیں مگر الحمدللہ یہ سال گزشتہ سال کے مقابلے میں بہت امید افزا رہا ان شاء اللہ 2014ء ہمیں ہماری امید سے بڑھ کر عطا کرے گا۔

۳:۔ ارے صاحب! یہ سوال پوچھ کر تو آپ نے ہم جیسے محبِ وطن پاکستانی کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ مثبت تبدیلی کہاں سے نظر آئے؟ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ حکومت نے بھی عوام کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں دیا۔

۴:۔ 2013ء میں اللہ کا کرم اور شکر ہے کہ کھویا کچھ نہیں پایا ہے۔ کچھ اچھے دوستوں کا ساتھ کچھ نیا لکھنے اور نئی جگہ لکھنے کا موقع نئی جگہ کچھ اچھے اور بڑے ناموں کے ساتھ کام کرنے کا موقع اور یہ سیکھا کہ امید، ثابت قدمی اور دل سے کی گئی کوشش کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ سچ کبھی ہارتا نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی ہمارا سچا مددگار اور خیر خواہ نہیں۔ اللہ سے جڑے رہیں وہ آپ کو کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔

نزہت جبیں ضیا...... کراچی

ا:۔ ہاں! 4 نومبر کا دن میں کبھی بھی نہیں بھول سکتی کیونکہ اس دن میری تائی امی جو میری ساس بھی تھیں وہ خالق حقیقی سے جاملیں۔

۲:۔ میں کوئی پلاننگ نہیں کرتی اس سال میرے بیٹے کی منگنی کا ارادہ تھا جو الحمدللہ خیر سے ہوگئی ہے۔ باقی سال بس بہتری کے لیے سوچتی اور دعا کرتی ہوں۔

۳:۔ سیاسی کا تو پوچھیں مت، معاشرتی لحاظ سے اچھا رہا نئے رشتے بنے۔

۴:۔ جواب اوپر ہے اپنی ساس کو کھویا جو ہمارے لیے بہت بڑا صدمہ ہے اور بہوؤں کی صورت میں 4 بیٹیوں کو پایا۔

فوزیہ غزل...... پسرور

سب سے پہلے تو بصد خلوص وسلام بہت سی دعائیں اللہ کرے کہ طلوع ہونے والا برس 2014ء ہم سب خصوصاً امت مسلمہ کے لیے خوشی، سکون، عافیت اور اتحاد و اخوت کا عظیم سال ثابت ہو اور اللہ تعالیٰ ہم سب کی پریشانیاں دور کر کے ہماری زندگیوں میں آسانیاں پیدا کریں آمین ثم آمین۔

ا:۔ واقعہ نہیں کہیں سانحہ کہیں۔ حادثہ کچھ ایسا کہ میں سرتا پا بدل گئی۔ مجھے نہیں معلوم وہ کون سی چیز ہے جس سے ایک لڑکی اپنے سسرالی عزیزوں کو خوش رکھ سکے۔ ایک ایسی لڑکی جو بے حد کوالیفائیڈ، حسین، خوب صورت پھر اچھی رائٹر یا شاعرہ ہو اچھے کھاتے پیتے گھرانے تعلیم یافتہ فیملی سے آ کر ایک اجڈ گنوار اور جاہل خاندان میں بسے اور اس ماحول میں رچ کر یوں خود کو مار دے کہ اس کا حسن، قلمکارانہ صلاحیتیں اس کی انا، وقار اور خودی سب مر جائے تب بھی بے حس سرد مہر لوگ کافرانہ حد تک اس پر ٹارچر کریں مینٹلی اور فزیکلی ٹارچر کہ وہ خود کو پاگل یا ذہنی مریضہ سمجھنا شروع کر دے۔ اس کے نروز سیلز ڈیڈ ہونے لگیں اور وہ لوگ اپنے الفاظ و عمل سے مکرتے اپنی ساری غلطیوں کا الزام اسی پر ڈالتے اس کو موت کے منہ تک لے جائیں۔ میں اس لڑکی کو تاعمر نہیں بھلا سکتی جو سکتے کے عالم میں تین دن تین راتیں ایک جگہ ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی رہی تھی۔ اس کی باتیں اس کا دکھ لکھوں تو ایک شاہکار ناول تیار ہو جائے۔ مگر شاید اس دکھ کی انتہائی کیفیت کو رقم کرنے کے لیے بھی بڑا حوصلہ اور ہمت چاہیے کہ جب انسان سمجھے کہ دنیا سے اچھائی کا خاتمہ ہو گیا بس لالچ، خود غرضی و استقلال کا سبق دیا اور اس کا پھر سے سنبھلنا بذاتِ خود ایک واقعہ تحیر اور میری دعا ہے کہ انتہائی مایوسی اور بے تحاشہ پریشانی میں بھی دوسروں کو جینے کا بہادری کا درس دینے والی یہ لڑکی زندگی و زمانے سے آگے ہو کر بہت سا خلوص اور محبتیں سمیٹے اور میرا رب اس کی زندگی آسان کرے جو خوشیاں تخلیق کرتی محبتیں بانٹتی ہے۔

۲:۔ نہیں! کچھ اندازے تھے جو غلط ثابت ہوئے کچھ ارادے جو پورے نہیں ہوئے اور کچھ خواب جو تعبیر نہیں پا سکے ہاں یہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ ملے جن سے بہت کچھ سیکھا اپنی شخصیت کی تعمیر نو کی ایک مضبوط اور بامقصد زندگی جینے لگی اور اگر یہ سب اچھے لوگ (انکل مشتاق احمد قریشی، یاسمین کنول، شاعرہ) نہ ملتے تو شاید زندگی میں بہت کمی رہ جاتی۔

۳:۔ اگر سچ کہوں تو اینڈ میں آ کر ایک پازیٹو احساس سیاسی میچورٹی کے حوالہ سے ہونے لگا ہے مگر معاشرتی طور پر کچھ زیادہ بگاڑ ہی ہوا ہے۔ ظلم و جبر، بے انصافی، عدم برداشت، تفرقہ پرستی، بددیانتی، بے ایمانی، کرپشن اور کچھ غیر ضروری رسم و رواج جو اسلامی تہذیب و معاشرے کو زیب نہیں دیتے کاش ہم مسلمان ہوش کے ناخن لیں اور خود کو سنبھالیں۔

۴:۔ 2013ء کا سورج کیا دے گیا اولاد کے کھونے کا دکھ، سگے خونی رشتوں کا مکارانہ حد تک شاطر ہونا یہاں انسان حیوانیت کو چھو لے وہ حد دیکھنا، پیدا کرنے والے والدین تک کا اولادوں میں فرق، جھکاؤ مفاد روا رکھنا۔ یہ انسانیت کے درجے سے گرنے کا دکھ ہے لیکن بصد شکر کہ بہت سی خوشیاں کامیابیاں بھی ملیں خاص کر قلمی حوالے سے جو عزت، شہرت اور مقام ملا پھر یہ احساس کہ بہت کچھ کھونے کے بعد ابھی پانے کو بہت کچھ ہے یعنی جینے کا ایک نیا حوصلہ ملا اور حوصلہ محبتیں زندگی کے سفر میں ہمیشہ آگے سے آگے قدم بڑھانے میں معاون ہوتی ہیں اور اللہ ہم سب کو اس چیز سے مالا مال رکھے آمین۔

ناجیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

ا:۔ اس سال تو نہیں مگر کچھ سالوں سے ایسے واقعات ہوئے ہیں جس نے مجھے کافی بدل دیا۔

۲:۔ کچھ سوچا تو نہیں تھا مگر یہ اللہ کا کرم ہے کہ اچھا گزرا۔

۳:۔ اس لحاظ سے تو یہ سال اہل وطن کے لیے بہت کٹھن گزرا۔ اللہ اگلے سال ہم سب پر اپنا کرم فرمائے آمین۔

۴:۔ ایک نئی امید و حوصلہ دے گیا اپنے لوگوں کی حالت دیکھ کر سکون اور خوشی تقریباً کھو سی گئی ایک نادیدہ خوف کا احساس ہی پایا ہے۔ اللہ ہمارے وطن میں امن و سکون قائم کر دے۔

ام مریم

ا:۔ 13 اگست کا دن ایسا تھا جب میری ذہن میرا دل میرا آنکھ شدت سے تڑپی اور روئی تھی۔ میری عزیز از جان بھانجی آمنہ اس دن سر میں شدید چوٹ لگنے کے باعث بے ہوش ہوئی اور اسپتال میں داخل ہوئی تھی وہ زندگی کا کڑا وقت تھا۔ مجھے وہ وقت نہیں بھولتا جب بھی یاد کرتی ہوں تو آنکھیں نم ہو جاتی ہے۔ ابھی بھی اسے صحیح سلامت دیکھتی ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں۔

۲:۔ اللہ پاک کا بہت کرم ہے اس حوالے سے جیسا چاہا سوچا ویسا اللہ نے کر دیا۔ یعنی آنچل میں میرا ناول "حکم اذاں" کی اشاعت۔ اس خواہش کی تکمیل پر میں اپنے مالک کی شکر گزار ہوں اور ہمیشہ رہوں گی۔

۳:۔ مایوسی اور دکھ کے سوا کیا پایا بھلا۔ مگر امید زندہ ہے اللہ پاک بہتر کرے گا۔ اپنے تمام احساسات میں نے اسی سال شائع ہونے والی کتاب "صبح کا نور ہمارا ہے" میں قلم بند کر دیے ہیں۔

۴:۔ اللہ پاک کا کرم رہا سب پایا ہی ہے۔ میرا بہت پسندیدہ ناول شعاع میں شائع ہوا آپ کی خواہش پر اس کا پارٹ ٹو بھی لکھا ہے جو بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ باقی آپ سب کے لیے اپنے ملک کے لیے اپنی فیملی کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک انہیں سلامت رکھے۔

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

ا:۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جاتے ہیں زندگی کو گزارتے جاتے ہیں زندگی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے جب ہم شعور کی رہگزر پر قدم آگے بڑھاتے ہیں تب ہر گزرنے والا کبھی لاشعوری تو کبھی شعوری طور پر ہمیں بدلتا جاتا ہے۔ کبھی ہم اس بدلاوے کو یکدم محسوس کر لیتے ہیں جانچ لیتے ہیں تو کبھی وہی بدلاوا آہستہ آہستہ ہم پر آشکار ہوتا ہے۔ ابھی تک ایسا کوئی قابل ذکر واقعہ تو درپیش نہیں آیا جو بیان کیا جائے۔ ویسے بھی آج ہم جس دور میں اپنے شب و روز گزار رہے ہیں جس کٹھن وقت سے گزر رہے ہیں اگر ہم حساس دل کے مالک ہیں اپنے اندر دوسروں کے لیے جذبہ ہمدردی اور اچھی سوچ لیے چل رہے ہیں تو یہاں گزرتا ہر لمحہ، ہر پل، ہمیں بدل رہا ہے۔ اللہ نے اپنی اس بندی کو ایک انتہائی حساس دل سے نوازا ہے جس کو اپنے سے زیادہ ہمیشہ دوسروں کی فکر رہتی ہے۔ انہی سوچوں اور

فکروں نے اس سال بھی اپنا کمال دکھایا اور صائمہ قریشی کو سراپا تو نہیں لیکن کچھ نہ کچھ بدل دیا ہے۔ (لیکن یہ بدلاوا ذاتی نہیں ایک حساس دل کی کارستانی ہے جو دوسروں کے لیے کڑنے اور بے تحاشہ کھپنے کے بعد وجود میں آیا)۔ گزارا ہوا وقت کیسا ہی کیوں نہ ہو ہم اس کو جیسے بھی گزاریں روتے ہوئے، تکلیف میں، تنگی و دستی میں، مصیبت میں جب وہ گزر جاتا ہے تو اس سے اچھا وقت کوئی ہوتا ہی نہیں، وہ وقت ہمیشہ ہمیں اپنی مثبت سوچ ہی دیتا ہے اور ہم اس کو یاد کر کے خوش ہی ہوتے ہیں۔

۲:۔ 2013ء پورا سال اچھا تھا اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے جس نے آج تک اپنی بے تحاشہ نعمتوں سے نوازا ہی ہے۔ ہمیشہ پایا ہی ہے آج تک ایسا کچھ نہیں ہوا جس نے زندگی بدل دی ہو۔ ہمیشہ اپنوں کی محبتیں ملی اور ساتھ دعا اور یہ سلسلہ اس سال بھی اسی آب و تاب سے جاری رہا۔

۴:۔ کھویا تو نہیں لیکن پایا ضرور ہے، عمیر بھائی کو۔ (میرے بھیجو) ہمارے گروپ کا نیا ممبر بنے، بھیجو ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اللہ آپ اور ہمی کو ہمیشہ خوش رکھے۔

نوشین اقبال نوشی...... گائوں بدر مرجان

ا:۔ بہت عرصہ ہوا زندگی میں تبدیلی کا لفظ نہیں آیا۔ دل کی مسلسل چپ بھی ٹوٹنے میں نہیں آئی ایسا ساکت اتنا منجمد ہوگیا ہے کہ کسی لفظ کی تپش کسی رویے کی حرارت دل کے سونے پن میں ہلچل نہیں مچا سکی۔ کبھی دل چاہتا ہے اس خاموشی اور اندر کی ساری تنہائیوں کو نکال دوں باہر کی فضاؤں کے سپرد کر دوں کہ پھر میرے اندر خاموشی کا ایک ذرہ بھی نہ رہے مگر کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے مقدر میں ہمیشہ کے لیے تنہائی لکھ دی جاتی ہے۔ وہ ساری عمر اس لفظ کے دائرے میں قید رہ کر گزار دیتے ہیں کبھی باہر نہیں نکل پاتے اندر کی تنہائی سے اور میرا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ سو ایسا کوئی واقعہ اس سال بھی رونما نہیں ہوا جو مجھے بدل دے نوشین اقبال نوشی کو بدلنے کے لیے شاید صدیاں درکار ہوں (ہاہاہا) اور صدیوں کا سفر ابھی جاری و ساری ہے جناب دیکھیں وقت اور زندگی کیا روپ دکھاتی ہے۔

۲:۔ دنیا میں ہر ہونے والی خوشی، ہر واقعہ، ہر ملنے والا دل ہمارا نہیں ہے ہمارے لیے نہیں ہے، ہم بس دامن پھیلائے رہتے ہیں اور وقت کسی اور کا دامن بھرتا رہتا ہے، کبھی کبھی اتنی تشنگی بھر جاتی ہے رگوں میں کہ ہمارا دامن بھرا ہوا لب لب کرتا ہو تو لگتا ہے ہم سا تہی داماں کوئی نہیں ہے۔

یہ سال بہت عجیب بہت غیر متوقع ٹوٹتے ارادوں جڑتے یقین کا سال ثابت ہوا میرے لیے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے۔

''میں نے اپنے رب کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا۔''

اور ویسے بھی موسم تو موسم ہوتے ہیں آتے ہیں گزر جاتے ہیں چلتا وقت کبھی ٹھہرا ہوا لگتا ہے تو کبھی بھاگتا ہوا۔ لمحے ہاتھوں سے پھسل جاتے ہیں اور ان کے رنگ رہ جاتے ہیں دکھ بیت جاتے ہیں کسک رہ جاتی ہے۔ دکھوں کا نعم البدل کوئی نہیں۔ مگر صد شکر کہ بندے کے اپنے ہاتھ میں تقدیر بدل لینے کا اختیار نہیں صد شکر کہ انسان اپنی تمام تر ذہانتوں کو بروئے کار لانے کے باوجود اس مصلحت کو جان نہیں پایا جو بندے اور اللہ کے بیچ رہتی ہے۔ انسان کے لوٹ آنے کا، آدمی کے انسان بن جانے کا۔ سو انسان جو بھی سوچ لے کہ آنے والے وقت، سال میں یہ کرنا ہے یا وہ جو بھی پلان کرلے ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے اور وہی حقیقت میں بہت بہتر ہوتا ہے۔

۳:۔ سیاسی و معاشرتی لحاظ سے اف کیا سوال پوچھ لیا ہے جی غم و غصے سے برا حال ہو جاتا ہے موجودہ ملکی حالات دیکھ کر ''تبدیلی'' وہ بھی ''مثبت تبدیلی......!''

اللہ کرے اب آ جائے اور کیا کہا جائے اب اس موجودہ ملکی سیاسی و معاشرتی صورت حال پر اللہ ہی مالک ہے۔ جی ہم تو دعا گو ہیں بس۔

۴:۔ بہت یکساں ہمارے شہر کے مشرق و مغرب ہیں جہاں سورج نکلتا ہے وہیں پر شام ڈھلتی ہے سورج کے ڈوبنے اور ڈوب کر ابھرنے کے فطری عمل میں جو یکسانیت ہے اس کی مثال اب ہر گزرتا لمحہ اور سال بننے لگے ہیں۔ نیا سال آتا ہے گزر جاتا ہے اور سوائے ہندسوں کی تبدیلی کے کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آتی اور نہ ہی محسوس ہوتی ہے۔ خوشی اور غم کے حوالے سے کبھی کوئی لمحہ یا دن خاص ہو جاتا ہے پھر لوگ ملتے ہیں بچھڑتے ہیں گھڑی کی سوئیاں ٹِک ٹِک کرتی اپنا سفر جاری رکھتی ہیں کڑی رات کے بعد روشن سحر، اندھیرے اور اجالے کا سنگم یہی قدرت ہے یہی تقدیر...... ویل، جناب میں نے پہلی دفعہ آنچل کے کسی سروے میں حصہ لیا ہے اب پتا نہیں جوابات کیسے لگے آپ سب کو میری عجیب و غریب باتیں، خیر آپ سب کی رائے کی منتظر رہوں گی۔ سب دوستوں کو سلام اور ڈھیروں دعائیں اللہ آپ سب کو آسانیاں دے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف عطا کرے آمین۔ اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا، اللہ حافظ۔

دلکش مریم...... چنیوٹ

ا:۔ جی ہاں جب بھی سوچتی ہوں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں وہ ایک لمحہ جب کسی نے ایک سحر پھونک کر میرے مائنڈ کو اپنے اختیار میں کرلیا تھا اس لمحے سے زیادہ تکلیف دہ لمحہ میرے لیے کوئی نہیں اس واقعہ کے بعد میں بہت چپ سی رہنے لگی ہوں لیکن میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اپنی امان میں رکھا۔

۲:۔ انسان اکثر جو سوچتا ہے ویسا نہیں ہوتا میں نے 2013ء کے حوالے سے بہت کچھ سوچ رکھا تھا لیکن کچھ بھی ویسا نہیں ہوا بہر حال خدا کا شکر ہے۔

۳:۔ سیاسی و معاشرتی لحاظ سے یہ سال ٹھیک ہی رہا۔ رہی بات تبدیلی کی تو جب تک ہم خود اپنا احتساب نہیں کریں گے تو کوئی تبدیلی کیسے آسکتی ہے کسی کو الزام دینے سے بہتر ہے ہم خود کو تبدیل کریں اپنے قول و فعل میں تضاد سے اجتناب کریں کوئی ہمیں کیا دے رہا ہے اس کے برعکس یہ سوچیں ہم کسی کو کیا دے رہے ہیں۔

۴:۔ اس سال تو یہی سبق ملا ہے کہ جہاں تک ہوسکے ایسے لوگوں سے بچ کر رہو جو قدم قدم پر نقصان پہنچانے کے لیے موجود ہیں۔ بھروسہ صرف اور صرف خود پر کرو لیکن اس سال تو یوں لگ رہا ہے میرا خود سے بھی بھروسہ ختم ہوگیا ہو سب کچھ ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسلتا جا رہا ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے اور رہے گا ان شاءاللہ۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

ا:۔ واقعات تو بہت سے ہیں مگر بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں جو بہت گہرے زخم دے جاتے ہیں۔ سال 2012ء جاتے جاتے سب سے پیارے ماموں کو ساتھ لے گیا۔ ابھی اس صدمے سے باہر نہیں نکلے تھے کہ سال 2013ء بہت ہولناک انداز میں سامنے آیا اس نے آتے ہی ہمارے ایک خالو کو ہم سے جدا کر دیا اور اس کے پورے ایک ماہ بعد ہمارے پیارے بھائی چاند بھائی (بہنوئی آپی کی شادی کو دوسرا سال تھا) کو بھی ہم سے جدا کر دیا۔ یہ سال اپنے پہلے چھ ماہ تک ہمارے کچھ بزرگوں کو بھی لے گیا۔ ان حادثات کے بعد تو دل بہت کمزور ہوگیا ہے ہر وقت کچھ نہ کچھ کھونے کا ڈر لگا رہتا ہے۔ اب ہم میں واقعی کچھ کھونے کا حوصلہ نہیں ہے ان واقعات نے رب سے قریب کر دیا ہے۔

۲:۔ پہلے چھ ماہ تک تو یہ سال ایک اذیت بن کر گزرا ہے۔ مگر اگلے چھ ماہ میں یہ سال بہت اچھا رہا ہے کم از کم مجھے تو آخری چھ ماہ میں وہ بھی ملا ہے جو میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

۳:۔ سیاسی و معاشرتی لحاظ سے یہ سال کیسا گزرا اس بارے میں کیا بات کریں وہی برسوں والے حالات چلے آ رہے ہیں نا کوئی بدلنے آتا ہے نہ ہم بدلنے دیتے ہیں ہر کوئی اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے میں لگا ہوا ہے۔

۴:۔ زندگی اتار چڑھاؤ کا نام ہے پہلے کبھی دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی راتیں۔ اسی طرح 2013 کا آدھا سال بہت کچھ ہم سے لے گیا جسے برداشت کرتے کرتے انسان خود پتھر ہو جاتا ہے اور آخری آدھا سال بہت کچھ عنایت کر کے گیا۔ اب بھی دعا ہے کہ 2014ء بہترین سال کے طور پر سامنے آئے اب ہم میں کچھ کھونے کا حوصلہ نہیں ہے ورنہ پہلے چھ ماہ میں تو زندگی نے ایسے ایسے رخ دکھائے ہیں کہ اس کی ہولناکی آج بھی دہلا دیتی ہے۔

پلوشہ..... کوٹ ادو

ا:۔ ویسے تو انسان کی زندگی میں کئی واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جن سے انسان کچھ نہ کچھ سبق ضرور حاصل کرتا ہے 16 نومبر 2013ء کا دن میرے لیے بہت دردناک ثابت ہوا جب میں اتنا شدید بیمار ہوئی کہ ایسے لگنے لگا جیسے زندگی ہاتھوں سے چھوٹنے والی ہے اور اسی واقعہ نے مجھ پر رشتوں کی اہمیت واضح کی۔ جی ہاں جب میں نے اپنے جینے کی امید کھودی تو میرے والدین، بہن بھائیوں نے مجھے حوصلہ دیا۔ جینے کی امید دی اور بہت پیار دیا اور کچھ ایسے اپنوں کی حقیقت بھی مجھ پر واضح ہوگئی جو اپنوں کی آڑ میں ایک خوفناک دشمن کی شکل رکھتے ہیں میں پھر بھی یہی کہوں گی کہ خدا ان کو ہدایت دے۔

۲:۔ 2013ء کے بارے میں سوچا تھا میرے لیے بہترین ثابت ہوگا اچھا ثابت ہوا بھی اور نہیں بھی اچھا اس لیے کہ میری برتھ ڈے میرے گھر والوں نے 24 نومبر کو بہت دھوم دھام سے منائی اور برا اس لیے کہ میں بہت بیمار ہوئی۔

۳:۔ سیاسی ومعاشرتی لحاظ سے یہ سال کچھ خاص نہیں پایا اور نہ ہی کوئی خاص مثبت تبدیلی آئی ہاں نئی حکومت آنے سے تھوڑی بہت تبدیلیاں ضرور دیکھنے کو ملیں۔ جیسے طلبا و طالبات کے لیے نیو اسکیم بنائی گئیں اور نئے بجلی گھر قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نئے بجلی گھر بنتے کب ہیں اور منفی تبدیلی وہی ہے ہمارے ملک کے بگڑتے ہوئے حالات آئے دن کہیں نہ کہیں بم بلاسٹ ہو رہے ہیں 9 محرم الحرام کو ہمارے شہر کوٹ ادو اسٹیشن کے ساتھ ایک وزنی بم کو بروقت ناکارہ بنادیا گیا ورنہ پتا نہیں کتنی تباہی پھیلاتا۔

۴:۔ 2013ء کا ڈوبتا سورج مجھے رشتوں کی اہمیت دے گیا اور کچھ دوستوں کو ان کی بے وفائی کی وجہ سے ہی کھودیا اور میں نے اپنی پیاری فرینڈ کائنات کو دوبارہ پالیا اور اپنے گھر والوں اور دوستوں کا بے حد پیار۔

سارہ چوہدری..... گجرات

ا:۔ واقعہ کوئی خاص نہیں ہوا بس حالات اکثر بدلتے رہتے ہیں۔ جو واقعات بنادیتے ہیں ایک دوست ایک استاذ ایک ہمراز جس میں سب خوبیاں تھیں ملی اور بس پھر ہم پنجگانہ نمازی بن گئے تہجد گزار بھی ہوگئے صبح اٹھ کر قرآن پاک پڑھنے والے بھی بن گئے۔ ہمارے لیے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اس سے بڑا تحفہ شاید سال 2013ء کا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

۲:۔ جی، ہم نے سوچنا اور اندازے لگانے اب چھوڑ دیے ہیں کہ اب ہم یہ کریں گے کل ہم یہاں جائیں گے یہ کریں گے ایسا ہوگا تو ایسا کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ ہم بس اللہ پر بھروسا کرتے ہیں کہ جو بھی ہوگا بہتر ہوگا جو ہوا بہتر ہوا کچھ بھی نہیں سوچا تھا مگر دے، بہت کچھ گیا۔ سب سے بڑا انعام "اللہ"

۳:۔ سیاسی، ہاہاہاہاہا ہم کوئی شیری رحمان فہمیدہ مرزا یا ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان تھوڑی ہیں سیاست میں جو بھی ہوا بہتر ہی ہوا ہے۔ شاید حالات بہتر ہو ہی جائیں گے اتنے بہتر ہوگئے ہیں آگے بھی رب کرم کرے گا اور معاشرتی لحاظ سے بھی میرا خیال ہے حالات بدل گئے ہیں حکومت مثبت ہو تو عوام مثبت ہوجاتے ہیں اور عوام مثبت ہوں تو معاشرہ خود بخود مثبت ہوجاتا ہے۔

۴:۔ ہم نے تو سب کچھ کھویا ہی کھویا تھا پایا تو کچھ بھی نہیں تھا اور پھر امید نہیں تھی کچھ پانے کی مگر 2013ء کا ڈوبتا سورج نمازیں دے گیا قرآن دے گیا جب یہ ملا ہم اس راہ پر چلے تو یاد آگیا کہ "جو اللہ کے کاموں میں لگ جائے اور اپنی نمازوں اور قرآن کی فکر میں لگ گیا تو پھر یقین رکھو اللہ تمہارے کاموں میں لگ گیا۔" ہم نے اپنی نماز کی فکر کی رب کی چاہت پر عمل کیا تو ڈوبتا سورج وہ سب دے گیا جو ہماری چاہت تھی یہ دعویٰ نہیں ہے قارئین آنچل آپ میری اس بات کو آزمالیں عمل کر کے دیکھیں وہ سب نہ ملا جو آپ چاہتے ہیں تو پھر کہنا۔

شمع ناز شکیل..... کراچی

ا:۔ جی میں پورا سال بیمار رہی کبھی ذہنی انتشار کا شکار ہوئی تو کبھی جسمانی تکالیف سے گزرنا پڑا اور جناب ان پریشانیوں کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ دعا ہے کہ نئے سال کی آمد میرے اور سب کے لیے بہتر تبدیلی لائے آمین۔

۲:۔ میری جاب کرنے کی خواہش تھی الحمدللہ اس سال پوری ہوئی مگر تندرست ہونے کا سوچا تھا جو کہ نہیں ہوپائی۔

۳:۔ ہمارا معاشرہ بہت تیزی سے مغربی رنگ ڈھنگ اپنا رہا ہے۔

۴:۔ الحمدللہ کھویا تو کچھ نہیں البتہ یہ سال تھوڑی سی خوشیاں اور تھوڑا سا غم ضرور دے گیا۔ اللہ پاک آنے والے تمام ماہ وسال ہمیں خوشیاں عطا فرمائے آمین

عشرت سید محمد رمضان..... حیدرآباد

ا:۔ واقعات تو بہت رونما ہوئے جو دل پر بہت گہرے اثرات مرتب کرگئے اور سوچ وفکر کا زاویہ کار بدل گئے میرا قلم وہ لکھنے سے مجھے قاصر رکھتا ہے۔ ایسے واقعات پڑھ کر اور دیکھ کر میں ہمیشہ خوف کے زیر اثر رہتی ہوں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ارض پاک میں حوا کی بیٹیوں کی عزت وناموس کو حفظ وامان میں رکھے آمین۔

۲:۔ کچھ موہوم سی امیدیں تھیں جو پوری ہونے کی منتظر ہی رہیں بس آنکھوں میں درد جگا کر صحرا کی تشنگی رہی۔

۳:۔ کچھ ملک میں تبدیلیاں گامزن ہوئیں لیکن اس عصر حاضر میں جو تیزی سے گزر رہا ہے منفی مثبت اثرات کا تعین مشکل ہے اور طویل بہت مختصر کہ غمی خوشی آس وامید کامیابیوں وناکامیوں کے مراحل کی مسافت طے ہونے کے بجائے بدحواسی کی لہر حواس باختہ کرگئی اللہ پاک ارض پاک کو سلامتی کا گہوارہ بنائے آمین۔

۴:۔ 2013ء کا سورج ہمارے لیے کچھ اس طرح رہا شعر سے جواب دینا چاہتی ہوں۔

زندگی گردش رواں پر کھڑی سوچتی رہی
لمحہ فکریہ رہے شب فراق کے آنسو

رابعہ اکرم..... فیصل آباد

ا:۔ اس سال ایسا تو کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا جس نے مجھے بدل دیا ہو ہاں البتہ چھوٹے موٹے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن پر ہم وقتی طور پر دلبرداشتہ ہوجاتے ہیں پھر ہم نارمل ہوجاتے ہیں سو ایسا کچھ واقعہ نہیں ہوا۔ ہاں کچھ لوگوں کے رویے نے ایک قسم کا ضدی یا بے حس بنادیا ہے پھر عقل آگئی ہے کہ کس جگہ کس کو کس طرح رکھنا ہے۔ کیونکہ ہر چیز اپنی جگہ پر ہی اچھی لگتی ہے۔

۲:۔ نہیں 2013ء ویسا ثابت نہیں ہوا جو میں نے سوچا تھا جو چاہا تھا ویسا یہ سال نہیں رہا۔ ضروری تو نہیں ہوتا کہ جو ہم چاہیں جو سوچیں ویسا ہی ہو اکثر چیزیں ویسی نہیں ہوتیں جیسی ہم چاہتے ہیں۔ سو شکریہ 2013ء تم آئے جو دیا جو نہیں دیا جو کھویا تھینکس۔

۳:۔ سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے یہ سال میرے خیال میں بالکل اچھا نہیں تھا سیاست بھی ویسے ایک دوسرے پر الزام بازی، ٹاک شو میں بیٹھ کر بیان بازی الزام تراشی کوئی مسائل کا حل نہیں معاشرتی لحاظ سے بھی دیکھ لیں لڑکیوں کی عزتیں بے حرمت کی جارہی ہیں ہر طرف برائی کا راج ہے ایسے میں ہم کیا کہہ سکتے یہ سال معاشی اور معاشرتی لحاظ سے اچھا رہا۔

۴:۔ اس سال تو سب سے پہلے میں نے اپنی اکلوتی عزیز از جان پھوپھو کھوئی۔ وقت کا کام ہے گزرنا سو گزر گیا۔ دینا کیا ہے کچھ نہیں بس ارے ہاں حسنہ، نیناں، سلمیٰ ملک، صبا نواز بھٹی جیسی دوستیں ملیں۔

کرن شاہ..... بہاولپور

ا:۔ جی ہاں کچھ اپنوں کے اصل چہرے دیکھ لیے جو شہد کی طرح میٹھے تو تھے مگر اندر سے زہر کی طرح تھے پتا نہیں اب ان کو اپنا کہنا بھی ٹھیک ہوگا یا نہیں بہرحال جو بھی تھا مگر مجھے بدل کر رکھ دیا۔

۲:۔ جی جناب اس سال کو میں نے بہت بہت ہی زیادہ بہترین بھی پایا ہے کیونکہ اس سال میں اپنی دو عزیز از جان دوستوں انعم سے اور لاڈو ملک سے ملی ہوں یہ سال میرے لیے بہت یادگار بھی رہا۔ جو دکھوں کے ساتھ ساتھ بہت ساری بڑی بڑی خوشیاں بھی میرے دامن میں ڈال گیا ہے۔

۳:۔نہیں اس سال بھی کچھ نہیں بدلا نہ کوئی تبدیلی آئی اس سال بھی غریب انسان اور زیادہ غربت کی دلدل میں دھنستا گیا ہے اور امیر اور امیر ہوتا گیا غریب کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ وہ اب خودکشی کررہا ہے اور غریب کر ہی کیا سکتا ہے۔ برائیاں بڑھتی ہی جارہی ہیں زندگی مشکل سے مشکل ہوتی جارہی ہے حکومت کے دعوے جھوٹے نکلے ہمیشہ کی طرح۔

۴:۔میرے اس سال کے 3 دن اور 3 راتیں بہت خوب صورت اور بہت یادگار ہیں۔ یہ سال جس میں میں نے اپنوں کا پیار پایا ہے۔ سنہری یادیں سمیٹ لیں میں نے زندگی بھر کے لیے اور کھویا میں نے ان کو ہے جن کو میں کھونا نہیں چاہتی تھی۔ میری دوستیں سلمٰی ملک اور کزن جو کہ میری دوست بھی تھی۔ خیر شکریہ 2013ء تم نے بہت کچھ لے کر بہت کچھ دیا بھی ہے۔

نورین شاهد...... رحیم یار خان

۱:۔پہلے سوال کا جواب میں زیادہ تفصیل سے دے نہیں سکتی کہ ابھی تک ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا مگر مختلف رسائل، اخبارات، نیوز چینلو اور ذاتی مشاہدے میں ایسے واقعات دیکھے ہیں جس نے مجھے زیادہ حساس بھی بنادیا بہادر بھی بنادیا اور میری سوچ میں مزید نکھار آیا میں کسی بھی چیز یا واقعہ کو صرف مثبت ہی لیتی ہوں شاید یہی وجہ ہے کہ میں مضبوط اعصاب کی مالک ہوں۔

۲:۔2013ء کے لیے میں نے کچھ نہیں سوچا تھا صرف اپنے حال میں مست رہنے والی ہوں اس لیے شاید میں امیدیں نہیں لگاتی یا پلاننگ نہیں کرتی لیکن مجموعی طور پر یہ سال بھی پچھلے سالوں کی طرح اچھا رہا۔

۳:۔سیاسی ومعاشرتی کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ مگر ایک تبدیلی نے مجھے فخر سے ہمکنار کیا کہ میرے والدین مجھ پر اتنا یقین رکھتے ہیں اور ملک کے حالات نے پریشان کیا ہوا ہے مگر انشاء اللہ سب ٹھیک ضرور ہوگا۔

۴:۔چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ 2013 میں 8 جون کو میرا پہلا افسانہ ماہنامہ حنا کی زینت بنا امتحانات کے دنوں میں اتنی بڑی خوشی نے ہلکا پھلکا کردیا تھا اور الحمدللہ میں نے کچھ بھی نہیں کھویا صرف پایا ہی ہے اللہ ہم کو اور ہمارے ملک کو اپنی حفاظت میں رکھے آمین۔

شمع مسکان...... جام پور

۱:۔جیسے اس ڈھلتے سال میں آنے والے سال پر ہماری حسرت زدہ آنکھوں میں جو امید کی جوت جلی ہے۔ یہ گزشتہ سال 2012ء کے ڈوبتے سورج اور ابھرتے 2013ء کے شاہ خاور کے بلند ہونے پر بھی جگمگائیں تھیں۔ مگر یہ امیدیں دم توڑ گئیں۔ جلد ہی ان چمکتی جگمگاتی آنکھوں میں بے بسی و بے کسی کے گہرے سائے پھیل گئے۔ یہ سال ذاتی، معاشی اور ملکی لحاظ سے بالکل ہی مایوس کن ثابت ہوا۔ ملک میں تو روز ہی ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جو ہمیں خون کے آنسو رونے پر مجبور کرتے ہیں۔ لیکن 2013ء ذاتی لحاظ سے بھی دل کو خون کے آنسو رلا گیا۔ سب سے پہلا دھچکا اوائل گرمیوں کی چلچلاتی دوپہر میں اپنی عزیز ترین ہستی سے ہونے والی گفتگو نے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچنا کیا ہوتا ہے بتایا۔ عزیز ترین ہستی (آپی) کے دکھ پر تڑپ گئی۔ خیر مقابل ہستی بھی کچھ کم عزیز نہیں تھی۔ دوسرا دھچکا عید الفطر پر مقابل عزیز ہستی کے رویے سے لگا' آئیڈیل کا بت پاش پاش ہوگیا۔ اعتماد اعتبار ریزہ ریزہ ہوا اور ان کرچیوں کو سمیٹتے سمیٹتے میں کیسے بکھری مگر سنبھل بھی گئی کیونکہ اپنی عزیز ہستی (آپی) کو تو دکھ دے ہی نہیں سکتی تھی مزید......! عیدالاضحیٰ پر کچھ مزید دوستوں کے رخ روشن سے نقاب اٹھا۔ اصل چہرے سامنے آئے جس کی تاب نہ لاتے ہوئے ذہن اور زبان کے ساتھ میرا قلم بھی خاموش رہا۔ میں نے چشم سمندر کو اندر کا راستہ دکھایا ہوا ہے۔ جتنا دل چاہے بہتے رہو آزادی ہے مگر پلکوں کی باڑ توڑنے کی اجازت ہرگز نہیں دی۔ خیر آنے والا سال یقیناً آپ کے لیے ہمارے لیے سب کے لیے امن اور خوشیوں کا گہوارا ہوگا۔ تبدیلی یہ ہوئی کہ مسکان صرف نام تک ہی رہ گئی ہونٹوں کو ہجر وان کردیا۔

۲:۔میرے ساتھ ایک مسئلہ رہا ہے کہ بعض اوقات سب کچھ حسب توقع اور حسب خواہش ہورہا ہوتا ہے مگر پھر اچانک ہی بازی الٹ جاتی ہے۔ پیاسا کنویں کے قریب جا کر بھی پیاسا ہی رہ جاتا ہے۔ تشنہ لبی کے کرب سے کئی بار گزری ہوں۔ سو 2013ء بھی خلاف توقع ثابت ہوا خوشیوں امنگوں کی خواہش میں نئے دکھ اور اک کے نئے اذیت بھرے در وا کرگیا۔

۳:۔سیاسی ومعاشرتی لحاظ سے بھی یہ سال مایوس کن ثابت ہوا الیکشن کے دنوں میں بھی ہماری حالت نئے سال کے ڈوبتے سورج جیسی تھی اور جذبات ابھرتے نئے سال کے مہتاب جیسے۔ بہتر ہونے کی امید لیے روشن آنکھیں، بہتری کی منتظر ہی رہیں۔ مگر ملک میں حکومت کو چلانے کا نظام سنبھالنے والے ہمارے اس سیاسی لیڈر نے بھی اب تک مایوس ہی کیا ہے۔ مہنگائی کا بازار روز بروز گرم ہی ہوتا جارہا ہے۔ پتا نہیں کیا بنے گا پاکستان کے غریب باسیوں کا۔

۴:۔کیا دے گیا' عجیب فقرہ لگا ادھر تو ہر وقت ہر گھڑی' ہنسی، مسکراہٹ، قہقہے تک چھنتے جارہے ہیں ہاں دے کر تو یہ مایوسی ہی جارہا ہے۔ ایک ذاتی کاوش سے اپنا جواب تحریر کر رہی ہوں یقیناً اس کے لیے آنچل کے خوب صورت پرچے میں جگہ ملے گی جاتے دسمبر سے ریکوئسٹ ہے۔

اے دسمبر......!
تیری کہر سے لپٹی صبحوں میں
تیری ٹھنڈی گرم دوپہروں میں
تیری خنک سرد شاموں میں
تیری ٹھٹھرتی شبنمی راتوں میں
جسے اِک اِک لمحہ
بے تحاشہ سوچا میں نے
جسے یاد کرنے سے دل کو
بے تحاشہ روکا میں نے
مگر اے دسمبر......!
تو جانتا ہے کہ
یہ دل اس کا تمنائی ہے
یہ نادان اسی کا شیدائی ہے
پھر اے دسمبر جاتے ہوئے
اس کی تمام یادیں بھی
اپنے سنگ ہی لیتا جا
میرے مضطرب دل کو
قرار دیتا جا......!

آیت...... گجرات

۱:۔اس سال کے شروع میں ہی میری زندگی ایک ایسے موڑ پر آ گئی تھی جس کا میں کبھی اپنے خواب میں بھی تصور نہیں کرسکتی تھی جنوری اور فروری کے اندر پہلے میرے ابو جان تو پھر میرے چچا جان اس دنیا سے چلے گئے وہ شہر خاموشاں میں جابسے ہیں۔

۲:۔اس سال کچھ بھی ویسا نہیں ہوا جیسا میں نے سوچا تھا۔

۳:۔سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے تو اس سال کچھ خاص نہیں ہوا بلکہ پہلے سے بھی برا ہورہا ہے۔

۴:۔2013ء کا ڈوبتا سورج ہمیں کچھ بھی نہیں دے کر نہیں گیا اس سورج نے اگر کچھ دیا ہے تو وہ یہ کہ ہم کیسے مشکل سے مشکل وقت میں صبر کرسکتے ہیں۔ اس سال ہم نے سب کچھ کھویا ہے پایا کچھ بھی نہیں ہے ابو اور چاچو کو کھویا تو پھر ان کے جانے کے بعد رشتے داروں کے بدلتے روپ دیکھے کہ کیسے منہ موڑنا چاہیے اس سے جس کو آپ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سال میرا رشتوں پر اعتبار اٹھ گیا ہے۔

پروین افضل شاهین...... بهاولنگر

۱:۔الیکشن ہوئے اور مہنگائی نے ہمارے چہروں کو بدل کر رکھ دیا ہے۔

۲:۔جی ہاں 2013ء کے بارے میں ہم نے جو سوچا تھا ہمیں ویسا ہی ملا۔

۳:۔سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے ہم امریکا کی غلامی میں اور قریب ہوگئے ہیں۔

۴:۔2013ء کا سورج ہمیں آصف زرداری کی جگہ نواز شریف دے گیا ہے۔ ظاہر ہے ہم نے زرداری کو کھویا اور نواز شریف کو پایا ہے اب دیکھتے ہیں یہ آگے 2014ء میں کیا کیا

کرتے ہیں۔

ام ثمامہ...... جھڈو، سندھ

ا:۔سوال نامہ بہت اچھا تھا بار ہا دل نے کوشش کی کہ لکھا جائے مگر اس سے پہلے کہ قلم صفحہ قرطاس پر اپنے نقش ثبت کرتا بہت سی یادیں بہت سے چہرے بہت سے لمحے آنکھوں سے گزرے اور آنسوؤں کی صورت میں کاغذ کو دھندلا گئے۔

میری کتاب زیست میں اب ماہ وسال کا حساب نہیں ہے اس لیے اپنے حساب سے سوالوں کے جواب لکھ رہی ہوں جو سوالنامہ کے اصولوں پر شاید پورے نہ اترے مگر میرے قارئین کے دل میں ضرور اتر جائیں گے۔

اس سال تو نہیں مگر پچھلے سال بھائی جان کی اچانک موت ایک ایسا حادثہ تھی جس نے مجھ سمیت سب کچھ بدل دیا۔ مشیت ایزدی کے علاوہ چند غلطیوں اور غلط فہمیوں کی بنیاد پر لیے رشتے چہرے سب کچھ بدل گیا۔

مجھ کو شکوہ ہے میرے بھائی کہ تم جاتے ہوئے
لے گئے ساتھ میری عمر گم گشتہ کی کتاب،
جس میں میری بہت قیمتی تصویریں تھیں
اس میں بچپن تھا میرا اور میرا عہد شباب

۲:۔ان دو سالوں میں ایک بات تو سیکھی ہے کہ سوچنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کاتب تقدیر نے جو لکھا ہو وہ ہو جاتا ہے چاہے اس کے بارے میں آپ نے کبھی خواب وخیال میں بھی نہ سوچا ہو ہاں اپنی سوچ اچھی رکھنی چاہیے بہت آگے کا نہیں سوچنا چاہیے ورنہ کبھی کبھی آپ کی بہت زیادہ محبت خلوص اور کیئر بھی آپ کو مجرم ثابت کر دیتی ہے۔

ہاں 2013ء میں سوتے جاگتے یہ ضرور سوچا کہ بچھڑے ہوئے جو لوٹ سکتے ہیں وہ لوٹ آئے ملن کے چند قطروں سے رنگ روشنی تو نہیں ہوگی مگر حبس کا زور ضرور ٹوٹے گا۔ ابھی اس سال کے دامن میں چند دن باقی ہیں اور مجھے میرے رب پر ہماری دعاؤں پر ہماری جستجو پر خون کے رشتوں پر بہت بھروسا ہے۔ اگر دسمبر کے جاتے دن بچوں اور بھابی سے ملا دیتے ہیں تو ہر خسارہ کم لگنے لگے گا۔

۳:۔اس سال تبدیلی کے نعرے بہت لگے بہت سنے اور دل اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہوا کہ شاید تبدیلی آجائے لیکن زیادہ کچھ نہیں بدلا پہلے گرمیوں میں بجلی کی لوڈشیڈنگ تھی اب گیس کی ہے پہلے وعدے تھے اب دلاسے ہیں پہلے آلو بیس روپے کلو اب سو روپے کلو ہیں میرے حساب میں تو سیاسی تبدیلی جب آئے گی جب ہم انسانوں اور نشانوں کی سیاست سے باہر نکلے گے۔

کیونکہ شیر کی شان، تیر کی کمان، پتنگ کی اڑان اور بلے کی گھمان سب اس سرکار کے محتاج ہیں جو بظاہر تو گوری ہے مگر اس کا انداز کالا شاہ کالا ہے اور پھر تبدیلی ہمارے اپنے اعمال اور لائحہ عمل سے آئے گی کیونکہ عظیم الشان کتاب قرآن مجید میں واضح طور پر لکھا ہے "جیسے ہمارے اعمال ہوں گے ویسے ہم پر حکمران مسلط کر دیے جائیں گے۔"

۴:۔فی الحال تو ہر ڈوبتے اور چڑھتے سورج میں بہت کچھ کھونے کی کسک اور کچھ پانے کی امید چھپی ہے جانے یہ کوئی آزمائش ہے یا میرے رحمان کی کوئی مصلحت ایک بہت بڑی کمی کے بعد بھی میرے پاس اپنے ہیں اپنوں کی بے لوث محبتیں ہیں دعائیں ہیں پر خلوص دوستی ہے ممتا کا استعارہ محمد ثمامہ ہے محبتوں کا ستارہ عمیر رضا ہے مگر پھر بھی ایک کمی ہے۔

آخر میں سروے کے توسط سے اپنے قارئین اور چاہنے والوں سے دلی درخواست ہے کہ خاص طور پر میرے خالو جی محمد امین جو میرے سسر بھی ہیں (جن کی حوصلہ افزائی دعاؤں اور تعاون کی وجہ سے میں آج ام ثمامہ ہوں)

ان کے لیے صحت تندرستی زندگی کی دعا کر دیجیے گا اور میرے مرحوم بھائی آفتاب لودھی کے لیے دعائے مغفرت کر دیجیے گا کہ اللہ پاک ان کے حساب کتاب میں آسانی فرمائے اور ایان اور ارسلان کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔

اس کے زاد راہ

عشنا کوثر سردار

وہ اک ذرا سا دیکھنا' دیکھ کے رخ پھیرنا
چپکے سے مسکرانا' مسکرا کے دل نبھانا
یاد ہے تیری ہر ادا' مگر یہ کہاں کا اصول ہے
ایک شام روٹھ کر چلے جانا اور پھر واپس نہ آنا

وانیہ ضیاء نے ہائی اسٹریٹ پر چلتے چلتے اچانک رک کر اپنی بند مٹھی کو کھولا اور اس میں موجود اس سکے کو بغور دیکھا تھا' سرد خنک ہواؤں نے اسے چھوا اور وہ ساکت سی کھڑی رہی گئی جیسے اس کا وجود اتنا سرد تھا کہ اسے ان یخ بستہ ہواؤں سے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔ یک ٹک اپنی اس کھلی ہتھیلی کو اس نے چند لمحوں تک تکا اور پھر اپنی اس کو بند کر کے چلنا شروع کر دیا۔

''محبت جلتی بجھتی آگ ہے' ایک الاؤ ہے اور یہ میرے لیے نہیں ہے۔'' ایک آواز نے اس کے اندر شور مچایا تھا اور اس کے قدموں کی رفتار پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔

''محبت میرے لیے نہیں ہے' بے وجہ کے حاشیے کھینچنے' لکیریں لگانے سے صحیح راستوں کا تعین ممکن نہیں۔ محبت تک بندی نہیں' بے وقوف ہو تم۔'' وہ اپنے اندر کے شور سے یک دم ہی گھبرا اٹھی اور تیزی سے بھاگنے لگی تھی تبھی سامنے سے آتی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نے اس کی آنکھوں کو چندھیا دیا تو اس نے فوری آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔ اسے یقین تھا یہ آخری راستہ ہے اور اس سے آگے بس سکوت ہے اور اس سکوت کے بعد آنکھ پھر نہیں کھلے گی مگر تبھی گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے۔ کسی نے گاڑی کو بریک لگا کر عین اس کے قریب روکا اور پھر اس کے سامنے آن رکا تھا۔ اس نے آنکھوں پر سے بانہہ ہٹا کر اپنے سامنے دیکھا اور ایک گہری سانس خارج کی تھی' زوار شاہ اس کے سامنے کھڑا تھا اور وانیہ ضیاء کو مان لینا پڑا کہ ابھی اس کا رشتہ اس حقیقت کی دنیا سے ابھی تک نہیں ٹوٹا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو...... تمہیں یقین تھا کہ تم گزر کر اگلے جہاں پہنچ چکی ہو؟'' وہ مسکرا رہا تھا۔ وانیہ نے کچھ نہیں کہا' زوار شاہ نے اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں آنکھیں کھول کر چلنے کی ضرورت ہے وانیہ ضیاء! اگر ایسا نہیں کرو گی تو تکلیف ہوگی اور نقصان بھی سہنا پڑے گا۔'' زوار شاہ نے اسے جتایا۔ ''چلو آؤ گاڑی میں بیٹھو۔'' کہہ کر وہ پلٹ کر گاڑی کے پاس آ رکا پھر پلٹ کر دیکھا تھا تو اسے ابھی تک وہیں کھڑا پایا۔

''وانیہ ضیاء! تمہیں اچھا لگے گا اگر میں تمہیں اپنے ان بازوؤں پر اٹھاؤں اور گاڑی تک لاؤں؟'' وہ اسے بت بنا دیکھ کر مکمل پر سکون انداز میں بولا تو تب وانیہ کو اپنے برف سے یخ وجود کو حرکت دینا پڑی۔ وہ گاڑی تک آئی اور فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی اور چپ چاپ سی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

''میں تمہیں ڈھونڈنے نہیں نکلا تھا مگر ماسو آپ کے لیے پریشان ہو رہی تھیں' میں ضروری کام سے نکلا تھا جب آپ سے سامنا ہو گیا۔ سو یہ مت سمجھئے گا کہ میں آپ کی جاسوسی پر معمور ہوں اور آپ کو چیس کر رہا ہوں۔'' وہ جتا رہا تھا' وانیہ نے اس کی سمت دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔ زوار شاہ کی نظر اس کی سختی سے بھینچی مٹھی پر پڑی۔

''آپ کی مٹھی میں کیا ہے؟'' وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا تھا' وانیہ نے اپنی مٹھی کو اور بھی سختی سے بھینچ لیا اور فوراً گردن موڑ لی تھی۔

''ایک تو آپ اتنی پُر اسرار لگتی ہیں کہ مجھے لگتا ہے آپ کی جگہ کسی سیکریٹ ایجنٹ ٹیم میں ہونا چاہیے یا پھر اتنی

عجیب لگتی ہیں کہ بارہا دل چاہا آپ کو اٹھا کر مادام تساؤ کے میوزیم میں رکھ آؤں اور پھر انہیں ڈس کور کرنے دوں۔'' وہ اس کی خاموشی توڑنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وانیہ ضیاء اسی طرح گردن موڑے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی جب تک گاڑی گھر کے دروازے تک نا پہنچ اور پائی تھی۔ وہ جھٹ سے دروازہ کھول کر اتری اور تیزی سے اندر بڑھ گئی۔ زوار شاہ اسے دیکھتا رہا پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔

❀......❀......❀
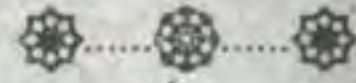
ماسو نے کافی کا کپ اس کی جانب بڑھایا اور پھر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''تمہارے بابا کا فون آیا تھا' تمہیں بہت یاد کر رہے ہیں۔ تمہیں جا کر ان سے ملنا چاہیے۔'' ماسو نے کہہ کر اس کا ری ایکشن جاننا چاہا مگر وہ سر جھکائے خاموشی سے کافی کے سپ لینے لگی۔

''وانیہ! بڑے غلطیاں کر سکتے ہیں مگر چھوٹوں پر فرض ہے کہ اگر بڑوں سے کوئی کوتاہی ہو بھی جائے تو اسے درگزر کر دے۔ ہم جانتے ہیں ضیاء بھائی صاحب نے جو کچھ بھی کیا ٹھیک نہیں تھا مگر اب جب انہیں احساس ہو گیا ہے اور وہ جان گئے ہیں کہ وہ غلطی پر تھے تو......''

''میں ان سے خفا نہیں ہوں۔'' وانیہ نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔ ''آپ انہیں بتا دیں مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں۔'' لہجہ سرد تھا ماسو نے اسے بغور دیکھا پھر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''وانیہ بیٹا! زندگی یہی ہے' ہم اپنی توقعات کو جتنا بڑھاتے ہیں اتنی ہی بڑی ڈس اپائنمنٹ ہوتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اعتدال میں رہا جائے اور رشتوں کو ان کے ٹھیک مقام پر رکھا جائے۔''

''ماسو میں نے رشتوں کو ان کے مقام سے نہیں گرایا نا ہی کسی کو اس رشتے سے بے دخل کیا۔ میں جانتی ہوں رشتوں کی اہمیت۔ میں رشتوں کو پامال نہیں کر سکتی۔ کوئی کوتاہی اگر ہوئی ہے تو وہ بابا سے ہوئی ہے۔ رشتوں کو انہوں نے ہی تولا ہے۔ مجھے ان سے ایسی امید نہیں تھی۔''

وہ بہت ڈسٹرب دکھائی دے رہی تھی' ماسو نے اسے زیادہ ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں جانا اور پیار سے بولیں۔

''چلو اٹھو ڈنر کرو۔ یہ سب باتیں تو ہوتی رہیں گی۔'' اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا مگر اس نے سر انکار میں ہلا دیا اور اٹھتے ہوئے بولی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے ماسو' آپ کھا لیں۔'' ماسو کو اچھا نہیں لگ رہا تھا جس طرح وہ خود کو مار رہی تھی۔

''تو دوسروں کے کیے کی سزا کب تک خود کو دو گی؟'' وانیہ ضیاء نے مسکرا کے انہیں دیکھا۔

''جب تک کہ مجھے یقین نہ ہو جائے کہ اب یہ سزا باقی نہیں رہی یا جب تک کہ یہ کہ اب مجھ میں سہنے کی ہمت نہیں رہی۔ ماسو میں خود کو معاف نہیں کر پا رہی' ہم ہمیشہ دوسروں کے گناہ اور خطائیں دیکھتے ہیں مگر میں اپنے آپ کو جانچ رہی ہوں' مجھے بابا پر اتنا بھروسہ نہیں کرنا چاہیے تھا وہ ٹوٹا تو اس کا سب سے زیادہ دکھ مجھے ہوا کیونکہ دنیا میرے خلاف کھڑی ہوتی میں قبول کر سکتی ہوں مگر...... وہ میرے اپنے بابا تھے جنہوں نے میری طرف سب سے پہلے انگلی اٹھائی' میں وہ لمحہ نہیں بھول سکتی اور وہ مجھے یہ احساس جینے نہیں دیتا کہ میں اپنے بابا کی اچھی بیٹی بھی نا بن سکی۔'' اس کے لہجے میں بھاری پن تھا' ماسو اسے دیکھتی رہ گئیں۔

❀......❀......❀

''تم ایک بہت چھوٹی سی ڈری سہمی لڑکی لگتی ہو جو اپنی مٹھی میں کوئی ایک لمحہ بہت حفاظت سے محتاط انداز سے دبا کر بیٹھی ہو کہ کہیں یہ کسی جگہ کھو نہ جائے یا مٹھی سے گر نہ جائے مگر اس احتیاط کے بعد بھی وہ لمحہ کہیں کھو جائے' وہی ایک پچھتاوا میں تمہاری آنکھوں اور چہرے پر دیکھتا ہوں وانیہ ضیاء! میں چاہتا ہوں تمہیں تسلی دوں اس بات کا کچھ تو ازالہ کروں مگر تم کھل کر نہیں کہتیں اور میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں اس کا کوئی سد باب ڈھونڈ سکوں اور میں واقعی تمہاری مدد کرنا چاہتا ہے۔'' اسے جتاتے ہوئے زوار شاہ نے کافی کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگایا' وہ چہرے کا رخ پھیر کر کھڑکی کی سمت دیکھنے لگی۔ باہر برف باری ہو رہی تھی'

سفید روئی سی برف ہر طرف بکھر ہوئی تھی۔
''زوار شاہ! کبھی آپ نے برف کے اس سرد پن کو جانچا ہے؟ اس کی یخ بستگی کبھی کبھی سارا وجود سرد کردیتی ہے ایک حد سے زیادہ آپ اس یخ بستگی کو برداشت نہیں کرسکتے۔ جھیل نہیں سکتے' میں نے اس یخ بستگی میں آنکھ کھولی ہے۔ میرا وجود برف کا سا ہے' سرد بے حد سرد۔ اس یخ بستگی لیے ہوئے آپ مجھ میں جانے کیا ڈھونڈنے کی کوششیں کرنے لگتے ہیں مگر سرد برف میں کہانیاں ڈھونڈی نہیں جاسکتیں۔ یخ بستگی میں سانس اور احساس مرتا ہے اور سارا وجود سرد پڑ جاتا ہے۔ تلاشنا ہے تو کہیں اور کوشش کریں۔ میری کہانی کچھ اتنی دلچسپ نہیں۔'' وہ مسکراتی ہوئی اپنی کافی پینے لگی تھو زوار شاہ مسکرادیے تھے پھر اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے بولے۔
''تم سے بات کرنا ہمیشہ دلچسپ لگتا ہے' تم بولتی ہو تو جانے کیوں تمہاری بات رد کرنے کو دل نہیں چاہتا۔'' وانیہ نے ان کی اور اپنی عمر کے تضاد کو مدنظر رکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا۔
''آپ بڑے ہیں آپ کی نظر جانچ پڑتال کرنا خوب جانتی ہے مگر کبھی کبھی کسی کو پڑھنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ چہرہ کھلی کتاب نہیں ہوتا ویسے کب پرپوز کررہے ہیں ماسو کو آپ۔'' شادی کے کیا پلانز ہیں؟ کہیں ساری زندگی آپ صرف میری ماسو کے پڑوسی بن کر تو نہیں رہنا چاہتے۔'' وانیہ نے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا ہے تبھی ماسو کباب کی پلیٹ لیے چلی آئیں۔
''زوار شاہ کی بات مت کرو' وہ ایک جذبات سے عاری انسان ہے۔ یہ وہ ہیں جنہیں جذبات کا سرے سے معلوم نہیں۔'' مسکراتے ہوئے کباب کی پلیٹ ان کے سامنے رکھ کر بیٹھ گئیں اور اپنی کافی کا کپ اٹھا کر سپ لینے لگیں۔
''ہیں...... کوئی نہیں' دنیا میں بہت سے لوگ ہوتے ہیں جن کو یہ سب نہیں آتا مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جذبات سے عاری ہی ہوں' مجھے امید ہے زوار شاہ! آپ سے بہت پیار کرتے ہیں اور جلد ہی آپ کو پرپوز ضرور کریں گے کیوں زوار شاہ کریں گے نا؟'' زوار شاہ مسکرادیے۔
''تم نے اپنا وکیل بہت پُراثر ڈھونڈا ہے ہادیہ! تمہیں بہت اچھے سے سپورٹ کررہی ہے' اگر یہ پہلے مل جاتی تو شاید کہانی کا نقشہ بدل چکا ہوتا۔''
''میں نے کوئی وکیل نہیں بنایا اسے' وانیہ کوئی ضرورت نہیں انہیں قائل کرنے کی تمہاری ماسو کو لڑکوں کی کمی ہے بھلا؟ اپنی انرجی ضائع مت کرو ان سے بہت اچھا لڑکا تمہاری ماسو کو مل سکتا ہے یوں بھی اگلے مہینے بوا آرہی ہیں پاکستان سے دیکھنا لڑکوں کے رشتوں کی ایک لمبی لسٹ ساتھ لائیں گی۔ وہ وہاں اپنے قیام کے دوران اسی مشن پر ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔
''دیکھیں آپ اپنا چانس خود گنوا رہے ہیں' سوچ لیں اتنی اچھی لڑکی پھر نہیں ملے گی۔''
''ہادیہ تمہارا وکیل تو سر پر تلوار لے کر کھڑا ہوگیا۔'' زوار شاہ مسکرائے۔
''آپ خود کو اتنا ہیرو مت سمجھیں' میری ماسو کو واقعی میں لڑکوں کی کمی نہیں۔ بوا کو آنے دیں بس پھر آپ کو ہی پچھتانا پڑے گا' سوچ لیں اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔'' وانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ زوار شاہ مسکراتے ہوئے اپنا کوٹ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔
''چلتا ہوں اس سے پہلے کہ دو خوب صورت لڑکیوں کے دباؤ میں آ کر مجھے قائل ہونا پڑے۔''
''آہ...... کوئی اس طرح بھاگ رہے ہیں دیکھ لیں ماسو! جن پر تکیہ تھا والا معاملہ نکلا۔'' وانیہ نے جملہ اچھالا' زوار شاہ نے مسکراتے ہوئے دروازے تک پہنچ کر مڑ کر دیکھا۔
''فی الحال مجھے ڈراؤ مت ممی کا فون آیا تھا ان دنوں وہ بھی یہاں آنے والی ہیں اگرچہ میں کنفیوزڈ ہوں لیکن لٹس سی۔'' یہ کہہ کر دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گئے۔
''ایسے لوگ کتنے عجیب ہوتے ہیں نا جو اپنی فیلنگز کو خود سے بھی شیئر کرتے ہوئے ڈرتے ہیں' ایسے لوگوں کو محبت ہو بھی جائے تو زمین کھود کر اسے زمین میں دبا دیتے ہیں جیسے کوئی بچہ کسی راز کو دباتا ہے مگر اس طرح شاید راز چھپتے نہیں ویسے کیا واقعی آپ کو یہ زوار شاہ اچھے لگتے ہیں؟ آپ کو لگتا ہے آپ ان کے ساتھ زندگی گزار کر خوش رہ پائیں گی؟'' وہ سیانے پن سے پوچھ رہی تھی' ہادیہ مسکرادی۔
''تو ایسے پوچھ رہی ہے جیسے میری دادی اماں ہو' زوار شاہ پچھلے کئی سالوں سے یہی پڑوس میں رہتے ہیں۔ ہم اکثر ملتے ہیں' اچھے دوست ہیں مگر شادی...... ایک بہت بڑا فیصلہ ہے ہاں وہ اچھے ہیں مگر فی الحال کچھ کہہ نہیں سکتی' لٹس سی اور پھر بوا بھی تو پاکستان سے رشتوں کی ٹوکری بھر کرلا رہی ہیں نا...... فکر کس بات کی ہے پھر؟'' انہوں نے مسکراتے ہوئے وانیہ کی طرف دیکھا۔

❁......❁......❁

وہ ہائی اسٹریٹ پر تھی جب اسے لگا کہ کوئی اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا ہو' اس نے چونک کر اپنے پیچھے دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا شاید اس کا وہم ہو مگر ایک مخصوص خوشبو وہ اپنے آس پاس تادیر محسوس کرتی رہی تھی پھر جب وہ گھر کے لیے واک کررہی تھی تب بھی اسے لگا کہ کوئی دبے پاؤں اس کا تعاقب کررہا ہے اس نے پلٹ کر دیکھا تھا مگر اس کے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ گھر آ کر جب ماسو کے ساتھ کچھ وقت گزار کر وہ راکنگ چیئر پر بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی تو تھکن کے باعث اچانک ہی جی اوب گیا تو وہ تھوڑا ستانے کو آنکھیں موند کر لیٹ گئیں۔
''تمہیں اپنے پیچھے اگر آہٹیں تعاقب کرتی سنائی دیں تو چونکنا مت کیونکہ وہ آہٹیں تمہارے تعاقب میں اس لیے ہیں کہ تم تنہا چلتے ہوئے تھک نہ جاؤ' تم کہیں یہ نہ جان لو کہ اب کوئی آواز تمہارا تعاقب نہیں کرے گی۔ میں تمہیں کسی یقین کے گمان میں نہیں بلکہ یقین میں جیتا دیکھنا چاہتا ہوں۔'' اس کے کان میں مدھم سی سرگوشی گونجی تھی' اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں مگر اس کمرے میں وہ تنہا تھی' کوئی اور وہاں نہیں تھا۔ اس نے اپنی دھڑکنوں میں واضح ارتعاش محسوس کیا...... وہ آواز...... وہ لہجہ بھولنے والا نہیں تھا کئی لمحے لگے تھے وانیہ ضیاء کو اپنی دھڑکنوں کو معمول پر لانے میں' اس نے اٹھ کر اپنے لیے کافی بنائی اور لیونگ روم میں آ کر کھڑکی کے پردے کھینچ وہیں بیٹھ گئی۔ آوازیں اس کا تعاقب کرنے لگیں' کوئی اس کے اندر بولنے لگا۔
''تمہاری آنکھوں کی الجھی ہوئی کشمکش مجھے اکساتی ہے' میں تمہارے ساتھ رہوں...... ساتھ چلوں...... تم اکیلے جی نہیں پاؤں گی۔ یہ نظر مجھ سے دبے لفظوں میں گزارش کرتی ہے کہ میں کہیں دور نہ جاؤں اور تم...... تم بس خاموش رہتی ہو۔ تم خاموشیوں میں اپنے دل کی تمام باتیں مجھ سے کہہ جاتی ہو تمہیں گمان رہتا ہے کہ کہیں تمہارا مان ٹوٹ نہ جائے' کوئی راز کھل نہ جائے' مگر تم اپنی احتیاط کے باوجود کچھ نہ کہے بنا بھی ساری باتیں مجھ سے کہہ جاتی ہو۔'' گرتی ہوئی برف کو وہ خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ آوازوں کا تسلسل اس کے اندر بڑھنے لگا تو اس نے تھک کر ماسو کے روم کا دروازہ بجایا۔
''کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو وانیہ!'' ہادیہ نے پریشانی سے اسے دیکھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔
''ہاں وہ...... بس...... نیند نہیں آرہی تھی تو......'' اس نے یونہی بہانہ بنایا' ہادیہ نے اس کے لیے راہ چھوڑی اور وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔
''چلو ساتھ سو جاتے ہیں' ویسے کبھی کبھی مجھے بھی احساس ہوتا ہے کہ یہ گھر کافی بڑا ہے یہ تو اچھا ہوا جب سے تم آگئی ہو مجھے بھی کمپنی مل گئی ہے ورنہ جب تم یہاں نہیں تھی تو میں بھی تمہاری طرح اسی طرح ڈر جاتی تھی۔'' ہادیہ نے اس پر کمبل ڈالتے ہوئے کہا۔ ''یوں بھی ٹھنڈ کتنی بڑھ گئی ہے نا اس برس سردی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔''
''مجھے ٹھنڈ کا احساس نہیں ہوتا۔'' وانیہ ضیاء نے کہا' ہادیہ اسے دیکھنے لگی۔
''تم انسان نہیں ہو' زندہ انسانوں کو ٹھنڈ لگتی ہے خود کو زندہ سمجھو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولیں تو وانیہ مسکرادی۔
''مجھے یہ سب پسند نہیں۔''
''زندگی سے فرار کی کوشش مت کرو' ورنہ زندگی اپنی دروازے تم پر بند کردے گی' تمہیں اپنے اندر سے اس یخ بستگی

کو نکال پھینکنا ہوگا۔“ ہادیہ نے سمجھانا چاہا وانیہ دیکھ کر رہ گئی۔

❀......❀......❀
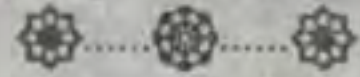
”عالیان مرزا کا فون آیا تھا۔“ وہ کھانے کی ٹیبل پر موجود تھی جب ہادیہ نے بتایا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی یہ تک نہ پوچھ سکی کہ اس نے فون کیوں کیا یا اس کے فون کرنے کا سبب کیا تھا؟

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ بس یونہی خیریت جاننے کو فون کیا اس نے۔“ ہادیہ نے بتایا اور اس کے لیے جیسے یہ سب جاننا معنی نہیں رکھتا تھا وہ بہت سکون کے ساتھ ڈنر کرنے لگی، ہادیہ کو اس کا اطمینان کچھ عجیب سا لگا، تبھی اس نے بتایا۔

”عالیان مرزا نے زدباریہ سے شادی نہیں کی۔“ اس نے اپنی دانست میں جیسے کوئی بڑی خبر دی تھی، مگر وانیہ ضیاء کا ری ایکشن ناپید تھا۔ وہ بڑے سکون سے کھانا کھا رہی تھی جیسے اس نے سنا ہی نہیں یا پھر وہ سنی ان سنی کر رہی تھی۔ عالیان مرزا کے ذکر کو کوئی امپورٹنس نا دے کر۔

”تمہارے آنے کے بعد تمہارے بابا کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا مگر اب ان کی طبیعت ٹھیک ہے۔“ وانیہ ضیاء کا ہاتھ ایک پل کو رکا تھا، بابا سے اس کا لگاؤ فطری تھا۔ خون کا رشتہ تھا مگر کبھی کبھی رشتے بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں جب ڈھنگ سے انہیں برتا نہ جائے۔ وانیہ کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی۔

”وانیہ! کسی کو معاف کر دینا بڑی بات ہے اگر ان سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معاف کر دو...... تمہارے بابا ہیں۔“ ہادیہ نے صلاح دی۔

”ہادیہ ماسو! میں کسی ایک چیز کے لیے ان سے خفا نہیں ہوں، انہوں نے بہت سی ناانصافیاں کی ہیں۔ پہلے اماں کو سزا دی ان کے حق اور فرائض سے ہاتھ کھینچا اور پھر...... پھر اپنی بیٹی کو بھی فراموش کر دیا اور جب وقت آیا کہ وہ کوئی ازالہ کر سکتے تھے تو وہ میرے ساتھ نہیں میرے خلاف کھڑے ہو گئے، آپ جانتی ہیں ہادیہ ماسو! سب سے زیادہ دکھ کب ہوتا ہے جب آپ کے بہت اپنے آپ کو نہ سمجھیں یا اپنے حقوق و فرائض بھول جائیں۔ انہوں نے رشتوں کو ہی ڈھنگ سے نہیں نبھایا۔ ایک کھوٹ اور گانٹھ دلوں میں بندھتی گئی جو بھی ہوا سو ہوا مگر بابا کو وہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا اور عالیان مرزا! وہ صرف ایک دھوکہ ہے، فریب ہے اس سے کہیے گا آئندہ یہاں فون نہ کرے۔“ کہتے ہی وہ اٹھی اور وہاں سے نکل گئی۔

❀......❀......❀

وہ ٹریوی فاؤنٹین کے پاس کھڑی تھی جب پہلی بار اس کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی وہ لہجہ متاثر کن تھا جس نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔

”رات کی تاریکی میں اپنے خوابوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے کھلے آسمان کے نیچے کھڑے، ایک آدھ ڈوبتے ابھرتے ٹمٹماتے تاروں کی زبانی خوابوں کی اس جگہ کو دیکھنا ایک خوب صورت احساس ہے۔ اکثر بادل ہونے کے باعث ستارے دکھائی بھی نہیں دیتے مگر اس جگہ کی خوب صورتی تب بھی اتنی ہی نظر خیرہ کر دینے والی ہوتی ہے۔ اس پراسرار ماحول کے بھید کو سمجھو تو شاید ایک عمر نکل جائے لیکن یہاں کوئی جادو ہے اس تالاب میں اس ماحول میں کوئی شے ہے۔ جو اپنے ساتھ باندھتی ہے، اس بات کی ضمانت ہے کہ ایک بار آپ نے اس میں سکہ اچھال دیا تو آپ یہاں ضرور لوٹیں گے۔ ٹریوی فاؤنٹین روم کا سب سے امیزنگ فاؤنٹین ہے شاید اس لیے بھی کہ یہ اپنے بارے میں بہت جادوئی کہانیاں رکھتا ہے۔ وانیہ ضیاء نے کوئی جواب دیئے بنا آگے قدم بڑھا دیئے تھے۔

”آپ پاکستانی ہیں؟“ پوچھتے ہوئے وہ اس کے ساتھ چلنے لگا، وانیہ نے کوئی دھیان نہیں دیا اور تیز تیز چلنے لگی۔

”آہ آپ ضرور انڈین ہیں لیکن نقوش سے تو آپ نیپالی زیادہ لگتی ہیں۔ نہیں، مجھے لگتا ہے آپ چائنیز ہیں......؟“ وہ مذاق کرنے پر آمادہ تھا وہ رک کر اسے گھورنے لگی۔

”آپ جتنا بے تکا بول رہے ہیں اس سے آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں۔“ اس کے انداز سے ظاہر تھا وہ زیادہ بات کرنا نہیں چاہتی تھی یا وہ اجنبی لوگوں سے بات

کرنے کے لیے محتاط تھی۔

"یہیں کہیں قریب ٹھہری ہوئی ہیں آپ؟" اس نے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "ویسے یہاں میری آنٹی رہتی ہیں آپ کو کوئی مسئلہ ہو تو آپ ان کے گھر شفٹ ہو سکتی ہیں۔ ویسے آپ روم تنہا گھومنے آئی ہیں اس جادوئی جگہ پر جہاں قدم قدم پر اثر پھیلا ہو وہاں اکیلے آنا مناسب نہیں اگر آپ کے شوہر بھی ساتھ ہیں تو...... ضرور ہنی مون ہوگا اکثر لڑکیاں بڑی ایموشنل واقع ہوتی ہیں۔ اپنے شوہر پر دباؤ ڈالتی ہیں کہ ایسی رومانٹک جگہ لے کر چلو مگر......"

"آہ...... خاموش ہو جاؤ' اتنا فضول اور بے تکا بولتے ہوئے میں نے آج تک کسی کو نہیں سنا۔ دنیا کے سب سے بے تکے اور فضول انسان ہیں آپ۔" وانیہ ضیاء نے رک کر ڈپٹا اور پھر چل پڑی' وہ مسکرا دیا۔

"اتنا غصہ صرف پاکستانی لڑکیوں میں ہی ہو سکتا ہے' چلو یہ تو کنفرمڈ ہو گیا کہ یہ اتنا ڈھیر سارا ایٹی ٹیوڈ رکھنے والی لڑکی میرے ملک سے ہے۔" وہ مسکرایا۔ "آپ سے مل کے اچھا لگا' ویسے یہ نہیں بتایا آپ نے یہ ہنی مون ہے یا......" وانیہ ضیاء نے اسے گھورا تو وہ منہ پر انگلی رکھ کر جہاں چپ ہوا تھا وہیں دوسرے پل مسکرا دیا تھا۔

"پرائے دیس میں کوئی اپنا ملتا ہے تو بھلا لگتا ہے' آپ جانتی ہیں کتنا تھک جاتا ہے بندہ ان اجنبی لوگوں کی زبان بولتے ہوئے اور آپ شاید نہیں جانتیں' اٹالین زبان انتہائی عجیب زبان ہے' آپ کو بولنا پڑے تو پتا چلے میں یہاں سات سال سے ہوں بہت دنوں بعد اپنے دیس کا کوئی دکھائی دیا تو بھلا لگا' بے سبب بولنے کو دل چاہا۔" وہ رکی تو وہ بھی اس کے ساتھ رک گیا۔ "میری آنٹی کھانا بہت اچھا بناتی ہیں آپ کو اگر مناسب لگے تو ہماری طرف آنا گوارا کیجیے' ہمیں مہمان نوازی کر کے خوشی ہوگی' آپ چاہیں تو اپنے شوہر کو بھی ساتھ......" وہ جس طرح گھور رہی تھی وہ چپ ہو گیا تھا پھر مسکرا کر بولا تھا۔

"ویسے اس میں اتنا غصہ کرنے والی بات کیا ہے؟ آپ سیدھے سے بتا کر کنفرمڈ کر سکتی ہیں اگر آپ شادی شدہ نہیں۔" وہ جیسے اسے زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"لگتا ہے آپ اجنبی لوگوں سے زیادہ بات نہیں کرتیں مگر ہم اجنبی کب ہیں؟ میرا مطلب ہے آپ بھی پاکستان سے ہیں اور میں بھی۔ اس حوالے سے تو ہم جاننے والے بن سکتے ہیں نا؟" وہ بھی شاید اپنی طرز کا ایک ہی تھا۔ "میرا نام عالیان مرزا ہے' اپنی آئی ٹی کی ایک چھوٹی سے کمپنی چلا رہا ہوں اور آپ؟" اس نے کہہ کر ہاتھ آگے بڑھایا۔ وانیہ جو بہت محتاط طبیعت کی مالک تھی اسے اپنا ہاتھ آگے بڑھانا کچھ مشکل لگا تھا مگر جانے کیوں وہ اس سے ایک دم بھاگ کر دور بھی نہیں جا سکی تھی۔ اسے تین مہینوں کے لیے اس اجنبی جگہ پر قیام کرنا تھا اور اگر کوئی اپنے دیس کا مل گیا تھا تو شاید یہ غنیمت تھا۔

"میرا نام وانیہ ضیاء ہے یہاں زیادہ دنوں کے لیے نہیں ہوں۔ میری کمپنی نے مجھے یہاں بھیجا ہے ایک شارٹ ورکنگ ٹرپ ہے' جیسے ہی مدت ختم ہوگئی مجھے واپس جانا ہوگا۔" کہہ کر وہ دوبارہ چلنے لگی۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا' کافی متاثر کن شخصیت تھی اونچا لمبا قد چوڑے شانے اس پر گفتگو کا ڈھنگ' وانیہ ضیاء کو اتنا عجیب نہیں لگا تھا' عموماً وہ لوگوں سے زیادہ گھلتی ملتی نہیں تھی یا بہت وقت لیتی تھی مگر اس جگہ اسے تین مہینے گزارنا تھے اور یہ غنیمت لگا تھا کہ اپنا کوئی ہم زبان مل گیا تھا جس پر یقیناً وہ دوسروں کی بانسبت اعتبار کر سکتی تھی۔

"کہاں ٹھہری ہوئی ہیں آپ یہاں؟" اس نے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہسپانوی ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہوں۔" اس نے بتایا تو وہ مسکرا دیا شاید وہ ہم وطن تھا کچھ اور یا پرائے دیس میں کسی اپنے سے ملنے کا اطمینان کہ وہ اسے اجنبی نہیں لگ رہا تھا' جیسے وہ اسے پہلے سے جانتی تھی یا مل چکی تھی۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟" عالیان مرزا نے اس کے اپنے سمت دیکھنے پر پوچھا۔

"آہ کہیں آپ یہ تو نہیں سمجھ رہیں کہ میں کوئی ایسا ویسا انسان ہوں؟" اس نے پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"اچھا...... ہم ساتھ بیٹھ کر کافی پی سکتے ہیں۔ اب ہم وطن ہونے کا اتنا فائدہ تو مل سکتا ہے نا؟" وہ مسکرایا تھا وانیہ ضیاء جانے کیوں انکار نہیں کر سکی۔ اس شام وہ اس کے ساتھ رہی اور لمحے جیسے کوئی جادوئی منتر پھونک رہے تھے یا شاید کوئی اور سبب جیسے وہ بندھی رہی تھی۔

"مجھے یورپین کنٹریز کی ایک بات پسند نہیں' کنٹریز تو خوب صورت ہیں مگر زبان کا مسئلہ ہے' سب اور بھی اجنبی لگتا ہے' جب لوگ لوکل زبان کے علاوہ بولنے سے پرہیز کرتے ہیں۔"

"ایسا کلچر ہے یہ اپنے کلچر اور زبان پر فخر کرتے ہیں۔ انگلش زیادہ نہیں بولتے' یہاں رہنے کے لیے ان کی لوکل زبان سیکھنا ضروری ہے مگر ہر شے کا اپنا حسن ہے خوب صورتی ہے مگر سچ بات تو یہ ہے کہ اپنی زبان اپنی لگتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے جرمن اور اٹالین سب سے مشکل لگتی تھیں جب میں بولنا نہیں جانتا تھا' فرنچ' اسپینش زیادہ آسان ہیں۔ سویڈش ڈچ بھی مسئلہ نہیں کرتیں مگر جرمن اور اٹالین بولنے کے بعد منہ اچھا خاصا دکھنے لگتا ہے۔" وہ بولا تھا تو وہ ہنسنے لگی تھی وہ اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا آپ اتنی زیادہ زبانیں بول سکتے ہیں' آپ کے مقابلے میں میں تو صرف ایک ہی زبان بول سکتی ہوں' وہ بھی مکمل عبور تو نہیں بس گزارا ہو جاتا ہے۔" وہ مسکرائی۔ وہ اس کی طرف خاموشی سے دیکھنے لگا تھا وہ سر جھکا کر اپنے کپ کی سطح پر انگلی گھمانے لگی تبھی وہ بولا تھا۔

"کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟" پہلی ملاقات میں ایسا سوال؟ اسے بالکل ہی یقین نہیں آ رہی تھا۔

"ایکسکیوز می! آپ جانتے ہیں مجھے؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"پچھلے ایک گھنٹے سے؟" وہ اطمینان سے مسکرایا۔

"اور آپ سوچتے ہیں پچھلا ایک گھنٹہ یہ کہنے کے لیے کافی ہے......" وہ حیران ہوئی۔

"شاید......!" عالیان مرزا نے اس کی سمت دیکھنے کے بعد شانے اچکا دیئے' وہ حیرت سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"شادی ایک بہت بڑا اہم فیصلہ ہے' ایک گھنٹہ کسی کو جاننے کے لیے کافی ہی نہیں ہے۔" وہ پرسکون انداز میں بولی تھی' عالیان مرزا مسکرا دیا۔

"جاننے کے لیے کبھی کبھی پوری عمر بھی تھوڑی پڑ جاتی ہے وانیہ ضیاء! اور کبھی کبھی آپ کسی کو چند لمحوں میں جان جاتے ہیں' تو یہ میرے لیے کافی نہیں ہے۔"

"پاگل ہیں آپ' بے وقوف بنا رہے ہیں یا مذاق ہے یہ کوئی؟ کہیں آپ فلرٹ تو نہیں کر رہے؟" وہ گھورتے ہوئے اعتماد سے بولی تو وہ ہنس پڑا۔

"فلرٹ اور آپ سے...... فلرٹ کے معنی جانتی ہیں آپ؟ آپ کو لگتا ہے کہ فلرٹ ایک میرج پرپوزل سے ریلیٹ کرتا ہے۔ میرا دماغ خراب ہے جو آپ جیسی لڑکی سے فلرٹ کروں؟" وانیہ ضیاء کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے جانا ہے' شکریہ کافی کے لیے۔" کہتے ہی وہ اٹھ کر باہر نکل گئی مگر ہوٹل کے روم میں آ کر بھی وہ اس واقعہ کو بھول نہیں پائی تھی۔ وہ لہجہ اس کے اردگرد بکھر رہا تھا وہ چاہتے ہوئے بھی اس لہجے کو فراموش نہیں کر پائی تھی۔ اگلے کچھ دن وہ مصروف رہی' کام اتنا تھا کہ وہ نہ تو ٹریوی فاؤنٹین کی طرف جا سکی تھی نا ہی کسی اور طرف دیکھ سکی تھی۔ مگر آج جب وہ ہوٹل سے نکل کر واک کر رہی تھی تبھی وہ اسے دکھائی دیا' وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں؟" وہ مذاق کے موڈ میں تھا' اس کے پاس آ کر بولا' وانیہ ضیاء خاموشی سے دیکھنے لگی۔

"اوہ رائٹ' اس روز شاید یہیں کہیں ملے تھے ہم۔ اوہ ہاں ٹریوی فاؤنٹین کے آس پاس کہیں؟ تبھی میں کہوں آپ کی صورت اتنی جانی پہچانی کیوں لگ رہی ہے؟" وہ مسکرا رہا تھا۔

"یہ بہت بھدا...... انتہائی اسٹوپڈ قسم کا مزاق ہے؟"

وہ بنا اس کی سمت دیکھے چلنے لگی؛ وہ ساتھ چلتے ہوئے مسکرا دیا۔

"آپ اتنا سنجیدہ کیوں رہتی ہیں؟ کہیں ارادہ فلاسفر بننے کا تو نہیں؟ خدارا اتنا ظلم مت کریں دنیا کو اتنی خوب صورت لڑکی سے محروم مت کریں؛ فلاسفر کہیں کے نہیں رہتے صرف کتابوں میں بستے ہیں؛ کتابوں میں ملتے اور بچھڑتے ہیں اور میں آپ کو حقیقت میں جیتا جاگتا دیکھنا چاہتا ہوں۔" وانیہ ضیاء اس کے انداز پر حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کچھ عجیب ہیں آپ؛ ڈرامہ کوئن قسم کے انسان۔ ایک گھنٹے میں ملتے ہیں؛ شادی کے لیے پرپوز کرتے ہیں پھر غائب ہو جاتے ہیں اور جب ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں آپ وہی تو نہیں؟ حقیقت میں آپ جیسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں دور رہنا مناسب ہے۔" وہ ٹریوی فاؤنٹین کی سمت قدم بڑھاتے ہوئے بولی۔

"آپ سمجھ رہی ہیں مجھے آپ سچ میں یاد نہیں؟ میں مذاق کر رہا تھا؛ آپ مجھے کوئی بہت فضول سا انسان سمجھ رہی ہیں؛ یہ ٹھیک نہیں ہے؛ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتا تبھی ایک گھنٹے میں ہی پرپوز کر دیا۔ مجھے خوف تھا آپ اتنی اچھی ہیں؛ اگر کوئی اور مل گیا جو آپ کو کہیں دور لے گیا تو......" وہ اس کے تردد کو وہ کچھ اور معنی دے رہا تھا۔

"آپ کہیں انگیجڈ تو نہیں؟" اس کے پوچھنے پر وانیہ ضیاء نے سر انکار میں ہلا دیا اور تب اس نے وانیہ ضیاء کا ہاتھ تھاما اس کی ہتھیلی کو دیکھا اور پھر اس پر ایک سکہ رکھ دیا۔

"خواب دیکھتی ہیں آپ؟" وانیہ نے اس کی سمت تکتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا۔

"جانتا تھا آپ کا جواب نہیں میں ہوگا مگر اتنی خوب صورت لڑکی خواب نہیں دیکھے گی تو خوابوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ آپ خوابوں کو زندگی سے محروم مت کریں۔"

"مجھے ان فضول باتوں پر یقین نہیں؛ زندگی خوابوں کی دنیا نہیں ہے نہ ہی اسے خوابوں خیالوں کی باتیں کرتے ہوئے گزارا جا سکتا ہے۔ ہم خوابوں میں نہیں جی سکتے؛ ہمیں حقیقت میں جینا پڑتا ہے اور حقیقت میں جینے کے لیے حقیقت کو قبول کرنا بہت ضروری ہے ورنہ زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔" اس کے بولنے پر عالیان مرزا مسکرا دیا پھر سر جھکا کر اس کی ہتھیلی پر پڑے اس سکے کو دیکھا۔

"وانیہ ضیاء! حقیقت اہم ہے؛ ہم سب جانتے ہیں مگر ہم خوابوں سے ناطہ توڑ کر نہیں جی سکتے۔ خواب ہر کوئی دیکھتا ہے ہاں مگر خوابوں کی نوعیت مختلف ہوتی ہے مگر خواب آپ کو موٹی ویشن دیتے ہیں آگے بڑھاتے ہیں چاہے وہ کوئی بھی میدان ہو۔ خواب ضروری ہیں ایک بچہ بھی خواب دیکھتا ہے اور ایک بوڑھی آنکھ بھی مگر اس کا خواب دوسرے کے خواب سے چاہے میل نہ کھاتا ہو مگر اس کی حقیقت اور ویلیو ہوتی ہے۔ وہ آنکھ بے نور ہوتی ہے اگر وہ خواب نہ بُنے۔ اس سکے کو صرف سکہ مت سمجھو اسے ایک خواب جانو اور پھر سوچو اپنے دل سے پوچھو تم کیا چاہتی ہو۔ اپنی اس ایک خواہش اس ایک خواب کو اس سکے سے باندھو اور اسے فاؤنٹین میں اچھال دو؛ تم جان پاؤ گی کہ خواب حقیقت بھی ہوتے ہیں۔" وہ اسے جتاتے ہوئے کہہ رہا تھا وہ جس طرح چپ چاپ اس کی طرف دیکھ رہی تھی اسے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"تم خوف زدہ ہو؟"

"پتا نہیں۔" اس نے تھک کر ایک گہری سانس لی اور اپنی مٹھی بہت زور سے بند کر لی۔

"کیا نہیں پتا؟" اس نے پھر پوچھا۔

"شاید میں آزمانا نہیں چاہتی۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اس بات کا ڈر ہے کہ اگر وہ پورا نہ ہوا جو تم چاہتی ہو تو......؟" وہ جیسے اسے سطر سطر پڑھ رہا تھا۔

"شاید...... مگر یہ باتیں سننے میں بھلی لگتی ہیں مگر کرنے میں کچھ ہمت درکار ہوتی ہے۔" وہ کچھ کچھ مان رہی تھی۔

"آہ...... ابھی آپ کہہ رہی تھیں آپ پریشان نہیں ہیں؛ آپ اتنی جلدی ہار مان لیتی ہیں؛ یہ ٹھیک نہیں۔" وہ مسکرا دیا؛ اسے جیسے اکساتے ہوئے بولا۔

"نہیں میں جلدی ہار نہیں مانتی مگر شاید مجھے یہ سب اتنا اہم نہیں لگتا۔" اس نے وہ سکے والا ہاتھ اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

"جو لوگ ڈرتے ہیں وہ خوابوں سے ربط ہمیشہ کے لیے کھو دیتے ہیں؛ انہیں درحقیقت اپنے آپ پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اندر کے ڈر سے نکل نہیں پاتے سو وہ حقیقت کا سامنا کرنے سے ڈرتے ہیں؛ صرف دوسروں کو جتانے کے لیے کہ وہ حقیقت پسند ہیں وہ دوسروں کے لیے جینے کی کوشش میں اپنے لیے بھی جی نہیں پاتے۔"

"ہم دنیا سے کٹ کر نہیں جی سکتے۔ دنیا داری بھی ضروری ہے۔"

"اچھا بتائیے سب سے زیادہ ڈر آپ کو کس سے لگتا ہے؟"

"کسی سے نہیں۔" اسے برجستہ جواب دیا تھا؛ وہ مسکرا دیا تھا۔

"آپ اپنے آپ سے ڈرتی ہیں۔" اس کے سوال کا جواب عالیان مرزا کے پاس تھا اور وہ حیران رہ گئی تھی؛ ایک ہی ملاقات میں وہ اسے اتنا کیسے جاننے لگا تھا؟" وہ حیران تھی۔

"آپ اپنی سوچوں میں خود اپنے آپ کی نفی کر رہی ہیں وانیہ ضیاء کیونکہ آپ جانتی ہیں آپ اس سچ کو ماننا نہیں چاہتیں کہ کوئی آپ کو جانتا ہے یا جان سکتا ہے وہ بھی اتنے مختصر ٹائم میں۔" وانیہ ضیاء خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی وہ کچھ بھی نہیں بول پائی؛ کوئی جھوٹی وضاحت بھی نہیں۔

"میں چلتی ہوں۔" وہ جیسے اپنے اندر سے خوف زدہ ہوتے ہوئے بولی تھی؛ وہ پُرسکون انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر اس کا ہاتھ تھام کر بہت مدھم لہجے میں بولا۔

"مجھ سے شادی کریں گی آپ؟" کتنے مدھم لہجے میں کہا گیا تھا کہ وہ پہلی بار اپنے اندر اپنے دل کو دھڑکتا محسوس کر رہی تھی۔

"یہ کیا بچپنا ہے...... پاگل ہیں آپ؟" وہ اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچتے ہوئے بولی۔

"مجھ سے نظر چرا کر آپ اپنی دھڑکنوں کو نظر انداز نہیں کر سکتیں۔ میں سن رہا ہوں جو آپ سن کر نظر انداز کر رہی ہیں...... یہ بچپنا نہیں ہے نہ کوئی پاگل پن۔ سیدھے سے پرپوز کیا ہے آپ کو کوئی فلرٹ نہیں کیا۔" عالیان مرزا بولا۔

"مگر اس طرح...... شادی مذاق نہیں ہے؛ میں نے جس زاویے سے زندگی یا شادی کو دیکھا ہے...... وہاں سے یہ کچھ زیادہ پرکشش دکھائی نہیں دیتا اور ایمان سے میں نے اس سے قبل کبھی شادی یا اپنے ہونے والے لائف پارٹنر کے بارے میں سوچا بھی نہیں۔ میری ماں سے میرے بابا کی شادی بس ایک کمپرومائز تھا۔ میرے دادا دادی کا فیصلہ تھا سو میرے بابا کبھی اس رشتے کو دل سے قبول نہیں کر سکے اور نہ ہی اس رشتے کو نبھا پائے۔ انہیں کسی اور سے محبت تھی؛ میں نہیں جانتی محبت کیسی ہوتی ہے؛ کتنی جنونی یا پاگل کر دینے والی ہوتی ہے؟ میں نے کبھی محبت کو نہیں دیکھا؛ کبھی محسوس نہیں کیا مگر بابا کو دیکھ کر میں جان پائی محبت شاید آس پاس کچھ نہیں دیکھتی صرف اپنے آپ اور خود کو دیکھتی ہے۔ میرے بابا نے اپنی راہ لی اور ہمیں بھول کر آگے بڑھ گئے۔ وہ شادی دیرپا ثابت نہیں ہو سکی؛ وہ رشتہ بے معنی ہو گیا۔ وفاداری بدل گئی اور ہم کہیں پس منظر میں کھو گئے۔ بابا کی لائف گول گول چکر کاٹتی اپنی محبت کے گرد گھومتی رہی؛ مجھے محبت بہت بُری لگی۔ جب میں نے اپنی ماں کو راتوں کو جاگتے اور روتے دیکھا جب ان کی خاموشی میں ہزار سوال دیکھے۔ بابا ہمارے ساتھ نہیں رہتے تھے پھر ذمہ داریوں سے بھی ہاتھ کھینچ لیا تھا؛ رشتے جب بوجھ بن جاتے ہیں تو ڈور ٹوٹ جاتی ہے۔ بابا نے جب دوسری شادی کی تو پہلی بیوی کے رشتے کا بوجھ اٹھانا انہیں اچھا نہیں لگا پھر دوریاں بڑھتی گئیں اور دوریوں کے ساتھ فاصلے میلوں؛ صدیوں تک پھیلنے لگے۔ دوسری بیوی کچھ ان سیکیور تھی وہ ڈرتی تھی اگر بابا کبھی واپس لوٹ گئے سو انہوں نے دو سال قبل اس رشتے کو توڑنے کا سوچا اور جس دن انہوں نے طلاق بھیجی وہ میری ماں کی سانسوں اور امید کے ٹوٹنے کا آخری دن تھا۔ شادی؛ رشتے؛ بندھن؛ مجھے سب بہت بھونڈا مذاق لگا۔ محبت انتہائی فضول قسم کی شے لگی؛ بابا خود غرض تھے؛ میں باپ بیٹی کی رشتے

کو کبھی ڈھنگ سے محسوس نہیں کرسکی۔ رشتوں کو برتا جائے تو تبھی ان کی ویلیو ہوتی ہے ہمارے درمیان بس ایک خاموش سا رشتہ تھا مجھے میری ممی نے پالا تھا۔ بابا کے خلاف کبھی ایک لفظ نہیں کہا مگر مجھے وہ مجرم لگتے تھے میں ان سے قریب صرف اپنی ماں کے گزر جانے کے بعد ہوئی جب میں نے ان کے گھر میں قدم رکھا۔ دو سال قبل جب ممی نہیں رہی تھیں تو میرے پاس کوئی اور ٹھکانہ بھی نہیں رہا تھا سوائے اس کے کہ میں بابا کے گھر جا کر ان کی دوسری بیوی اور بچوں کے ساتھ رہتی۔ بابا سے میری قربت بہت مختصر سہی مگر مجھے وہ بہت قابل ترس لگے جس طرح بزنس ختم ہونے کے بعد انہیں اس گھر میں ٹریٹ کیا جا رہا تھا وہ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ میں نے اپنا بی سی ایس کرتے ہی جاب کرلی اور وہ بابا جنہوں نے کبھی بھی ہمیں اپنی زندگی میں نہیں پوچھا تھا ان کو سہارا دینے لگی۔ میں ان کی محافظ بنی انہیں گھر میں وہ جائز مقام دلوانے میں ان کی کھوئی عزت بحال کرنے میں ان کا اعتماد بحال کرنے میں میں نے اپنا بہت سا ٹائم صرف کیا۔ وہ اولاد جو ان کو بوجھ سمجھنے لگی تھی اور جس بیوی کے لیے وہ ناکارہ وجود بن کر رہ گئے تھے انہیں اس گھر میں پھر سے عزت دلوائی۔ میرے پاس ممی کی دی ہوئی کچھ پراپرٹیز اور بینک میں کچھ رقم تھی میں نے بابا کو بزنس دوبارہ کھڑا کرنے کا موقع دیا ان کی مدد کی سب ٹھیک ہوگیا۔ بابا بھی مجھے زوباریہ راملہ اور شجاع کی طرح گھر میں اور اپنی زندگی میں اہمیت دینے لگے۔ مجھے بھی ان سے بظاہر کوئی گلہ نہیں رہا وہ بزنس جو میرے نام اور پیسے پر شروع ہوا آج اس کمپنی میں میں ایم ڈی کی پوسٹ پر ہوں۔ میں نے اپنی ممی کی اچھی بیٹی بن کر دکھایا مگر میرے دل میں لگی وہ گرہ نہیں کھل سکی آج میرے بابا میری کمپنی میں چیئرمین کی کرسی سنبھالے ہوئے ہیں۔ انہیں فخر ہے میں ان کی بیٹی ہوں۔ گھر میں سب ان کی عزت اسی طرح کرنے لگے ہیں جس طرح پہلے کرتے تھے جب وہ بہت زیادہ کماتے تھے۔ میں نے بابا کو ان کا مقام واپس لوٹا دیا مگر میرے دل میں اب بھی بہت سے سوال سر اٹھاتے ہیں میں سوتی ہوں تو مجھے اپنی ممی کی سسکیاں سنائی دیتی ہیں۔ دبی دبی آواز میں رونا کہ کسی دوسرے کو خبر نہ ہو اور مجھے محبت سے اور بھی نفرت ہوجاتی ہے۔ میں نے کامیابی کو چھوا اور آگے بڑھ آئی مگر میری زندگی مجھ سے پیچھے اس دن چھوٹ گئی تھی جب بابا ہماری زندگی سے میرے بچپن میں گئے تھے لفظ شادی میرے لیے اس دن مذاق بن گیا تھا جب بابا نے ممی کو چھوڑا تھا۔ مجھے شادی کمپرومائز کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتی۔ میں نہیں چاہتی جو میں نے جھیلا وہ کل میری آنے والی کوئی دوسری نسل جھیلے سو فی الحال شادی کے بارے میں میں سوچ نہیں سکتی۔ مجھے شادی بس ایک مذاق لگتا ہے پتا نہیں کب میں خود کو اس کے لیے تیار کرپاؤں گی۔" کافی اس کے سامنے پڑی پڑی ٹھنڈی ہوچکی تھی عالیان مرزا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ وانیہ ضیاء کا سر جھکا ہوا تھا۔ عالیان مرزا نے اس کی طرف اپنا رومال بڑھایا مگر وانیہ نے اس کا ہاتھ نظر انداز کردیا۔

"میں کمزور نہیں ہوں۔" اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھوں سے آنے والے نمکین پانی کو رگڑ کر صاف کیا۔

"اور تم سمجھتی ہو تمام مرد ایسے ہوتے ہیں...... تمہارے بابا جیسے؟" عالیان مرزا نے پوچھا مگر وانیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تبھی وہ اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"وانیہ ضیاء محبت خود غرض نہیں ہے اگر مجھے تم سے محبت ہے تو میں آخری سانس تک تمہارے لیے لڑوں گا' تمہارے لیے کھڑا رہوں گا اور......"

"اور اگر محبت نہیں ہے تو؟" اس نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"تم جیسی لڑکی سے کیسے محبت نہیں ہوگی وانیہ ضیاء! تمہاری جیسی لڑکی سے تو کوئی بھی محبت کرنا چاہے گا۔ تم میں بلا کی کشش ہے' تم اپنی سمت کھینچتی ہو اپنے ساتھ باندھتی ہو صرف اس لیے نہیں کہ تم بہت خوب صورت ہو۔ یہ اٹریکشن تمہاری ذات کی خوب صورتی کی ہے تمہارے دل کی خوب صورتی کی ہے میں نے تمہیں تب جانا جب پہلی بار ملا۔ تمہاری آنکھوں میں مجھے ایک خاص بات دکھائی دی ایک ایسی روشنی جس کی تلاش مجھے تھی۔ وہ روشنی مجھے اپنے حصار میں لینے لگی تبھی میں نے تم سے بات کرنے کی ٹھانی۔ اس سے پہلے جب میں تمہیں دور سے چپ چاپ دیکھ رہا تھا تمہیں اس کا احساس بھی نہیں تھا۔ بھروسہ کرو میں مذاق نہیں کررہا مجھے پہلی نظر کی محبت پر بھی یقین نہیں ہے مگر تمہارے معاملے میں کچھ مختلف ہے' میرا دل چاہتا ہے تم سے ملوں' تمہارے ساتھ چلوں' تم سے بات کروں' بہت سی باتیں' بے معنی اور بامعنی۔ تمہاری آنکھوں میں دیکھتے رہنے کو دل چاہتا ہے وانیہ ضیاء! تم نے کیا کہا' کیا کرتی ہو نہیں جانتا مگر تم کوئی حصار باندھتی ہو میرے گرد' میرا اعتبار کرو۔ میں تمہارے ساتھ لمحہ لمحہ گزارنا چاہتا ہوں' عمر کا ہر پل ہر لمحہ تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں اور میں کبھی تم سے دور نہیں جانا چاہوں گا۔ محبت وہ نہیں ہے جو تم نے دیکھی' محبت کا جو چہرہ تم نے دیکھا وہ میری محبت سے بہت الگ ہے۔ تمہیں چاہے مجھ سے آج محبت نہ ہو مگر مجھے یقین ہے میں تمہیں محبت کے اس احساس سے روشناس کرادوں گا تمہیں محبت کرنا سکھادوں گا اور پھر تمہیں محبت سے ڈر نہیں لگے گا پھر تمہیں محبت خوف زدہ نہیں کرے گی۔" عالیان مرزا بول رہا تھا جب وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی تھی۔

"پلیز...... محبت کچھ نہیں ہے میرے سامنے ایسی فضول بچکانہ باتیں مت کرو۔ میرے نزدیک شادی بس ایک دماغ کا فیصلہ ہے اور فی الحال میرا دماغ مجھے اس فیصلے کی اجازت نہیں دیتا۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"تم کہنا چاہتی ہو دل نہیں ہے تمہارے پاس؟" وہ حیران ہو رہا تھا۔

"تم کچھ بھی سمجھ لو عالیان مرزا! مگر میں ایموشنل فیصلوں پر یقین نہیں رکھتی۔ مجھے جذبات اور جذباتی ہونے سے الجھن ہوتی ہے۔ جذبات سے کھیلنے والوں سے اور جذبات کا مذاق اڑانے والوں سے خوف آتا ہے مجھے اور ایسا تبھی ہوپاتا ہے جب آپ خود ایموشنل ہوں۔ میری ممی کو دکھ اس لیے ملا کیونکہ وہ جذباتی تھیں۔ انہیں بابا سے محبت تھی اور بابا کو ان سے محبت نہیں تھی۔ میں اس الجھاؤ میں خود کو الجھانا نہیں چاہتی نہ جذبات کی رو میں بہنا چاہتی ہوں۔ مجھے قائل کرنے کی کوشش مت کرو' تم ہار جاؤ گے میں شاید قائل نہیں ہوسکوں گی۔ تم اچھے انسان لگتے ہو' ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں مگر شادی بچوں کا کھیل نہیں اور اگر تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو تو اس کے لیے تمہیں تب تک انتظار کرنا پڑے گا جب تک میں دماغی طور پر اس رشتے کے لیے تیار ہوں۔" وہ صاف گوئی و مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی۔ عالیان مرزا کو وہ لڑکی بہت مختلف لگی وہ اس سے مزید کچھ نہیں کہہ سکا تھا مگر وہ ہمت نہیں ہارنا چاہتا تھا۔

اس روز جب عالیان مرزا نے اپنے گھر ڈنر پر بلایا تھا اور اپنی آنٹی سے ملوایا تو واضح طور پر جتایا اور وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جب وہ کہہ رہا تھا۔

"آنٹی! میں اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس کی آنٹی نے اس کے چہرے کو ہاتھ سے تھام کر پیار سے دیکھا اور تھپتھپایا اور پیار سے بولیں۔

"بہت اچھی ہے۔" عالیان مرزا مسکرادیا۔

"لیکن اس کے پاس دل نہیں ہے' شاید دنیا کی پہلی لڑکی ہوگی یہ جو دل کے بنا جی رہی ہے اور احساسات کے بنا فیصلے کرتی ہے۔" وہ حیران نہیں تھی عالیان کے کہنے پر آنٹی مسکرادیں۔

"وانیہ بیٹا! اس کی باتوں کا بُرا مت ماننا اس کی مذاق کی عادت ہے۔ تم یہ چکن تندوری لو عالیان نے بتایا تھا لڑکی دیسی ہے سو سارے کھانے دیسی ہونا چاہیے۔ اس لیے میں نے دیسی کھانے بنائے ہیں۔" آنٹی نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں تو کیا غلط کہا؟ اسے اپنے دیسی ہونے پر فخر ہے' اپنے سلیقے اور ڈھنگ کے ساتھ جینے پر ناز ہے اور اس کے اس غرور سے کوئی بھی متاثر ہوسکتا ہے۔" اس کی ذات موضوع گفتگو تھی سو وہ کچھ ان کمفرٹیبل محسوس کررہی تھی آنٹی کو شاید محسوس ہوا تھا تبھی وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی تھیں کھانے کے بعد جب وہ آنٹی کی بنائی ہوئی کشمیری

چائے سے لطف اٹھا رہی تھی تبھی وہ بولا۔

"وانیہ مجھے لگ رہا ہے میں لمحوں کو روکنا چاہ رہا ہوں۔ شاید اس لیے کہ ان لمحوں میں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مجھے وقت سے پہلی بار مخالفت ہو رہی ہے میں ان بھاگتے دوڑتے لمحوں کو باندھ دینا چاہتا ہوں۔ میں خود کو جانتا ہوں اپنے دل کو جانتا ہوں۔ مجھ سے کمپرومائز والی زندگی نہیں جی جاتی میرے خیال میں مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے۔" وہ بولا تو اس کے ارد گرد جیسے یکدم بہت خاموشی چھا گئی تھی وہ یک دم سر جھکا کر اپنی کشمیری چائے کو دیکھنے لگی پھر شاید موضوع بدلنے کو یا اپنے اندر کے اس شور کو دبانے کو بولی۔

"مجھے یہ کشمیری چائے بہت پسند ہے میں نے ان فیکٹ سوچا تھا اگر میری کبھی شادی ہوئی تو میری شادی کے مینو میں یہ کشمیری چائے ضرور شامل ہوگی اور دوسری بات مجھے فائر ورکس بہت پسند ہے یہ دو چیزیں کبھی مس نہیں کر سکتی۔" وہ کہہ کر مسکرائی۔

"جب میں چھوٹی تھی نا ہم جس گھر میں رہتے تھے اس سے شادی ہال بہت قریب تھا اور میں اتنی پاگل تھی کہ اکثر ممی کے کمرے کی کھڑکی سے فائر ورکس دیکھا کرتی تھی۔ ممی سے بہت ڈانٹ بھی پڑتی تھی مگر میں اس کی پرواہ نہیں کرتی تھی۔" وہ ہنسی۔ "بچپن کی یادیں عجیب ہوتی ہیں مزہ آتا ہے بے معنی چیزیں کر کے چوٹیں بھی زیادہ درد نہیں دیتیں دھیان جلد بٹ جاتا ہے اور......" وہ ابھی بول ہی رہی تھی جب عالیان مرزا ایک قدم بڑھا کر اس کے قریب ہوا اور اس کے شانوں سے اسے تھام کر خود سے قریب کیا۔

"مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے وانیہ ضیاء! بولو کیا کروں؟" ایک جلتی بجھتی سرگوشی اس کے کان کی لوؤں سے ٹکرائی تھی۔ وانیہ کے لیے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنا محال ہوا تھا۔

"ایک الجھاؤ ہے میرے اندر جلتا بجھتا الاؤ ہے دور تک ایک جنگل پھیلا ہے بتاؤں کیسے سدباب کروں؟ تم متاع جاں سے زیادہ عزیز لگتی ہو۔ تم نے لمحوں میں سب بدل دیا ہے سب اپنا کر لیا ہے۔ مجھے بتاؤں میں کیا کروں؟ تم جب نہیں ہوگی تو کیسے جیوں گا میں؟ اگر مجھے تم سے محبت ہے تو تمہارے ساتھ کیوں نہیں جی سکتا؟ تمہیں اچھا لگتا اگر میں کہتا کہ مجھے تم سے محبت نہیں؟ تمہیں احساسات جتانا پسند نہیں تو کیا کروں؟ تم میں احساسات نہیں تو کیا کروں؟ کیسے راستہ ڈھونڈوں؟ تمہارے دل تک آؤں بولو وانیہ ضیاء!" وہ اس کی سرگوشیاں اپنے کانوں میں سن رہی تھی۔ ایک الاؤ تھا جیسے وہ پگھلنے کو تھی تبھی اس نے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کیا اور تیزی باہر نکل آ گئی۔

❀......❀......❀

بہت دن تک وہ عالیان مرزا سے نہیں ملی بات تک نہیں کی وہ خود کی جانچ پڑتال کرتی رہی تھی۔ عالیان مرزا کی آنے والی ہر کال کو اس نے نظر انداز کر دیا تھا کوئی میسج نہیں پڑھا تھا۔ وہ ملنے آیا بھی تو اس نے منع کر دیا تھا وہ اس سے کیوں بھاگ رہی تھی۔ صرف اس لیے کہ اسے محبت تھی یا پھر اس لیے کہ وہ اعتبار کرنا نہیں چاہتی تھی یا پھر اس لیے کہ وہ محبت سے نفرت کرتی تھی یا پھر واقعی اس کے پاس دل نہیں تھا۔

"کیا چاہتی ہو تم؟ میں نیچے تمہارا انتظار کر رہا ہوں جلدی نیچے آؤ۔" اس نے ٹیکسٹ کیا تھا کہ میری کال پک کرو اور جب اس نے کال پک کی تھی تو وہ اسے نیچے آنے کو کہہ رہا تھا تبھی وہ نیچے آ گئی۔

"تم اتنی کمزور ہو؟" اسے دیکھتے ہی اس نے پوچھا وہ کچھ نہیں بولی۔ عالیان مرزا نے اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ بیٹھ گئی۔ عالیان مرزا نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ خاموش تھی عالیان مرزا نے اس کی سمت دیکھا۔

"تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے؟" اس کا سوال اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ چونک کر اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

"یہ کیا بکواس ہے؟" وہ احتجاج کرتی ہوئی بولی۔

"مجھ سے بھاگ کیوں رہی ہو...... اس طرح چھپ کیوں رہی ہو؟" وہ اس کی سمت دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"اس لیے کہ مجھے وہ پسند نہیں جو تم کہتے ہو۔" وہ جواز دیتے ہوئے بولی۔

"کم آن تمہیں کیا میں تم سے فلرٹ کر رہا ہوں؟ اچھی لگتی ہو تم مجھے محبت کرنے لگا ہوں شادی کرنا چاہتا ہوں۔ پسند کی شادی کرنا گناہ ہے یا کسی کو پسند کرنا گناہ ہے یا محبت گناہ ہے؟ کم آن وانیہ ضیاء کس دنیا میں رہتی ہو تم؟ مجھے اچھا لگتا تھا تمہاری ویلیوز تمہاری سوچ تمہارا بولنا بات کرنا مسکرانا مجھے سب اچھا لگتا تھا لیکن اب مجھے یہ سب دقیانوس لگ رہا ہے۔ میں سمجھ سکتا ہوں کچھ غلط ہوا ہے تمہارا گزرا ہوا کل اس کا ذمہ دار ہے مگر تم دنیا کے تمام انسانوں کو ایک قطار میں نہیں کھڑا کر سکتیں۔ تم سب کو مجرم سمجھ رہی ہو اور یہی غلط کر رہی ہو۔ تمہارے بابا نے غلط کیا بہت غلط کیا مگر اس کے لیے تم تمام دنیا کو غلط نہیں ٹھہرا سکتیں۔ تمام مرد تمہارے بابا جیسے نہیں ہو سکتے۔" وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ سکون سے بیٹھی رہی۔

"جانتی ہوں مگر میں اس کے لیے خود کو تیار نہیں پاتی مجھے ڈر لگتا ہے اور میں اس ڈر کو اپنے اندر سے نکال نہیں پا رہی۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا بولی۔

"کیسا ڈر ہے یہ وانیہ ضیاء! محبت سے ڈرتی ہو تم۔" عالیان مرزا نے گاڑی روکتے ہوئے اس کی سمت بھرپور توجہ سے دیکھا تھا وہ اس کی سمت دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ عالیان مرزا نے اس کے ہاتھ پر بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ رکھا وانیہ ضیاء جیسے فرار کے راستے تلاشنے لگی تھی۔ وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھی اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"میری طرف دیکھو وانیہ ضیاء! وقت کبھی کبھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور ہم پچھتاتے رہ جاتے ہیں میں نہیں چاہتا تمہاری زندگی میں وہ وقت کبھی آئے۔ میں اپنی راہ کبھی نہیں بدلوں گا اس بات کی ضمانت ہے۔ جب تک سانسیں رہیں گی میں اپنی وفاداری کبھی نہیں بدلوں گا بھروسہ رکھو میں جانتا ہوں تم میری طرف کیوں نہیں دیکھ رہیں تم خوف زدہ ہو کہ کہیں مجھے پتا نہ چل جائے کہ ان آنکھوں میں میرے لیے کتنی محبت ہے۔ تم ڈرتی ہو تمہارا راز نہ کھل جائے تم اس بات کا پتا مجھے چلنے دینا نہیں چاہتیں لیکن مجھے پتا چلنے سے تم میری نظروں میں چھوٹی نہیں ہو جاؤ گی محبت کو جرم کی طرح مت چھپاؤ میں جانتا ہوں تمہارے پاس بھی ایک دل ہے اور اس دل کی خواہشوں میں اب میں بھی ہوں تمہارے دل میں میرے لیے محبت ہے مگر اس محبت کا کیا فائدہ جب اسے صرف راز بن کر رہنا ہے؟ کتنا وقت ہے ہمارے پاس اگر سوچو فرض کرو کل کچھ ہو جاتا ہے میں نہیں رہتا تو پھر تم کس سے یہ سب کہو گی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" وہ اس کی سمت دیکھنے سے گریز کرتی ہوئی بولی۔ عالیان مرزا نے اس کے چہرے کا رخ اپنی سمت موڑا اور بغور دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں بولا۔

"وانیہ ضیاء! ہم وقت کو اپنے اختیار میں نہیں رکھ سکتے نا ہی ان کو اپنے اشاروں پر چلا سکتے ہیں۔ یہ سفر کسی نہ کسی دن کسی نہ کسی موڑ پر تمام ہونا ہے۔ اس موڑ کا نہ تمہیں پتا ہے نا مجھے۔ مگر میری خواہش ہے اس ایک موڑ کے آنے سے پہلے میں تمہارے ساتھ کچھ وقت بسر کروں۔ ایک ایک پل ایک ایک لمحہ تمہارے ساتھ چلوں تمہارے ساتھ جیوں میں تم سے پیار کرتا ہوں وانیہ ضیاء! میں نے زندگی میں ایسا کسی سے نہیں کہا۔ نہ کسی کے لیے ایسا محسوس کیا پہلی بار کسی لڑکی کے سامنے اس طرح بے بس محسوس کر رہا ہوں میں خود کو سچ مانو۔" وہ بولا تھا اور وانیہ ضیاء کے پاس جیسے کہنے کو کچھ باقی نہیں بچا تھا۔ وہ ہار گئی تھی مگر وہ دن بہت سہانے تھے۔ اس نے اس سے زیادہ خوب صورتی زندگی میں کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ کس کے ساتھ چلنا ہم قدم ہونا کسی کے ہونے کا احساس اس کی موجودگی اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کی خوشبو یہ اس نے پہلے کبھی تجربہ نہیں کیا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا اور اسے یہ سب بہت دلکش لگ رہا تھا۔ اگرچہ اس نے کچھ نہیں کہا تھا لفظوں کو زبان نہیں دی تھی۔ عالیان مرزا کو کوئی قرار نہیں سونپا تھا مگر اس سے

دور بھاگنا ترک کر دیا تھا۔ اگر چند دنوں کی بات تھی تو وہ اس زندگی کو بھرپور طریقے سے جی لینا چاہتی تھی۔

"تم اتنی خاموش رہتی ہو وانیہ ضیاء لیکن میں اس خاموشی کو پڑھ سکتا ہوں۔ میں جان پاتا ہوں جب میں آس پاس ہوتا ہوں تو تمہیں سب کتنا اچھا لگتا ہے میرا ساتھ میری موجودگی میرا احساس میرے ہمراہ چلنا' تمہیں سب اچھا لگتا ہے اور اگر میں پاس نہیں ہوتا تو تب بھی میرے بارے میں سوچتی ہو' آس پاس مجھے ڈھونڈتی ہو۔ یہ سلسلہ کب تک چلے گا وانیہ ضیاء؟ یہ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ شکوہ کررہا تھا۔ تبھی فون بجا اور وانیہ ضیا کی ساری توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔

"ایکسکیوزمی ......" اس نے کہہ کر فون اٹھایا اور دور ہٹ گئی تھی دوسری طرف زوباریہ تھی۔

"آپی کیسی ہیں آپ' بابا آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔ مگر اس سے پہلے مجھ سے بات کرلیں پلیز' بہت ضروری بات ہے۔ آپ ان دنوں اٹلی میں ہیں اور مجھے آپ کو بتانا تھا میرے منگیتر بھی وہیں ہوتے ہیں۔ آپ وہیں ہیں تو پلیز ایک بار جا کر ان سے مل لیں۔ میں ان کی تصویر اور ایڈریس آپ کو میل کررہی ہوں۔ ممی بھی یہی چاہتی ہیں آپ جا کر ان سے ملیں کئی سال سے وہ وہاں ہیں بچپن کی منگنی ہے زیادہ تذکرہ بھی نہیں ہوتا اب' ممی کی بہن کا بیٹا ہے۔ اس طرف وہاں جا کر انہوں جانے کیا سوچ کر رکھا ہے۔ کئی سالوں سے پلٹ کر خبر نہیں لی۔ وہ یہاں تھا تو خالہ باقاعدگی سے عیدی دینے آیا کرتی تھیں جب وہ گیا تو یہ سب متروک ہوگیا مجھے ڈر ہے کہیں وہ مائنڈ نہ بدل لے۔ کسی کو نہیں بتایا آپ کو بتارہی ہوں مجھے وہ بہت پسند ہیں۔ ممی بھی چاہتی ہیں بات آگے بڑھے۔ مگر ایک طویل چپ ہے اور کچھ بھی ہو اب وہ چپ ٹوٹنا چاہیے۔ ممی نے خالہ سے بات کی تھی مگر وہ کچھ زیادہ کلیئر نہیں تھیں۔ کیا پتا وہاں کسی گوری سے شادی کر کے بیٹھ گئے ہوں اور یہاں میں ان کا انتظار کررہی ہوں۔ مجھے بچپن کی ان رسموں سے سخت الجھن ہوتی ہے۔ والدین کو سوچنا چاہیے بڑے ہو کر بچوں کا رجحان بدل بھی سکتا ہے اور اگر واقعی ایسا ہوجاتا ہے تو سوچیں نقصان کس کا ہوگا؟"

"اوہ...... مجھے اس بارے میں پتا نہیں تھا کہ تم انگیجڈ ہو بھی اس کا ذکر سنا بھی نہیں۔ شاید دو تین سال میں تم لوگوں کے اتنے قریب نہیں آسکی۔ اینی وے تم مجھے تصویر اور ایڈریس بھیج دو میں دیکھتی ہوں اور سنو بابا سے کہو رات بہت ہوگئی ہے وہ آرام کریں۔ میں صبح بات کرلوں گی۔" وانیہ نے کہا۔

"اوکے ٹھیک ہے میں بابا سے کہہ دیتی ہوں آپ پلیز بھول مت جایئے گا آپ کو یہ کام ضرور کرنا ہے۔" زوباریہ نے یقین دہانی چاہی تھی۔ اس نے اس کو اطمینان دلایا اور عالیان مرزا کی طرف آگئی۔

"کیا ہوا...... کوئی مسئلہ ہے؟" وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"سب ٹھیک ہے' میری چھوٹی بہن تھی' اس کا منگیتر یہیں کہیں ہے بچپن کی منگنی ہے شاید وہ یہاں چند سالوں پہلے آیا تھا وہ چاہتی ہے میں اس کے منگیتر سے ملوں تم پلیز مجھے ہوٹل چھوڑ دو صبح میری ضروری میٹنگ ہے میرے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے کچھ شاپنگ بھی کرنا ہے۔ کل کا دن بہت مصروف ہوگا۔" وہ کہہ کر گاڑی میں بیٹھی تھی۔ تبھی یکدم بارش شروع ہوگئی تھی۔

"یہ اچانک سے بارش۔" وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

"مجھے بارش پسند ہے۔" وہ مدہم لہجے میں بولی۔ "تم کچھ لمحوں کو گاڑی روکو گے مجھے بارش کو محسوس کرنا ہے اس کی آواز خاموشی میں سننا ہے۔" اس کی درخواست پر عالیان مرزا نے گاڑی روک دی۔

وانیہ ضیا نے کھڑکی کا شیشہ اتارا اور کتنی دیر تک خاموشی سے بارش کی آواز کو سنتی رہی پھر ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر بارش کی ان بوندوں کو اپنی ہتھیلی پر لیا۔ عالیان مرزا اسے چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔ وہ کوئی چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔ اچانک وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

"وانیہ! پاگل ہوگیا، یہاں کی بارش پاکستان جیسی نہیں ہے یوں بھی یہ سردی کی بارش ہے۔" اس نے سنی ان سنی کردی اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر چہرے پر بارش کی بوندوں کو گرتے ہوئے محسوس کرنے لگی تھی۔ اسٹریٹ لائٹس کی روشنی میں وہ بارش میں بھیگتی بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ بارش کی بوندیں جگنوؤں کی طرح ٹمٹما رہی تھیں۔ وہ اپنی طرف سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آیا اور وہ اسے اپنے پیچھے دیکھ کر چونکی تھی کچھ دیر تک یونہی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر جانے کیا ہوا تھا کہ اس نے آگے بڑھ کر اپنا سر عالیان مرزا کے شانے پر رکھ دیا تھا۔

"میں نہیں چاہتی تم سمندروں کے سفر پر جاؤ اور کہیں کسی گمنام جزیرے پر قیام کرو اور کبھی لوٹ کر واپس نہ آنا چاہو۔" مدہم سرگوشی کی تھی۔ "میں چاہتی ہوں اگر تم سمندروں کے سفر پر جاؤ نگر نگر پھرو یا کسی جزیرے پر قیام کا سوچو تو تمہاری ہم قدم میں ہوں۔ تم وہ سفر میرے ساتھ کرو اور وہ ایک نا ختم ہونے والا سفر ہو۔" اس کی مدہم سرگوشیوں میں اقرار تھا۔ عالیان مرزا اس کا چہرہ تکنے لگا تھا۔

"میں واقعی چاہتی ہوں تم میرے ساتھ چلو ایک پل کے لیے نہیں دو لمحوں کے لیے نہیں تمام عمر کے لیے میں اپنے اندر کے ڈر سے باہر آنا چاہتی ہوں اور یقین کرنا چاہتی ہوں کہ میرے گمان سے آگے کی حد پر میری منزل ہے جو فریب نہیں۔ ابھی کچھ دنوں میں میں لوٹ جاؤں گی۔ اس سے پہلے میں تمہیں بتانا چاہتی تھی میں نے بہت سوچا اور مجھے قائل ہونا پڑا میں اپنے آپ کے خلاف نہیں کھڑی ہوسکی۔" وہ اعتراف کررہی تھی اور وہ بارش میں بھیگتے ہوئے اس کے چہرے پر بارش کی برستی ہوئی بوندوں کو گرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کی شفاف آنکھوں کی روشنی اسے وہ بھی کہہ رہی تھی جو وانیہ ضیا کے لب نہیں کہہ رہے تھے اور شاید اسے مزید سننے کی حسرت نہیں رہی تھی۔ وہ واضح لفظوں میں اپنا عندیہ دے رہی تھی۔

"تم نے بہت دیر کردی یہ سب کہنے میں۔" وہ بولا اور وانیہ چونک کر دیکھنے لگی تھی۔

"مطلب؟" وانیہ کو ایک پل میں سب دور جاتا لگا تھا۔

"مطلب ابھی کوئی شاپ نہیں کھلی، میں اس وقت انگوٹھی خرید کر تمہاری انگلی میں نہیں پہنا سکتا تم نے پورا دن گزار کر یہ سب کہا نا؟" وہ مسکراتا ہوا بولا۔

"اب صبح تک ویٹ کرنا پڑے گا جب تک کہ شاپس اوپن ہوجائیں۔" وانیہ ضیاء نے ایک ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے شانے پر مارا تو وہ مسکرا دیا۔

❀ .... ❀ .... ❀
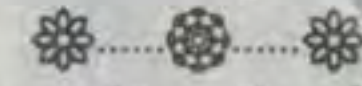
سب کچھ اتنا دلکش اور دلفریب تھا کہ وہ جب اپنے بیڈ پر آئی تو مسکرا رہی تھی پھر آنکھیں بند کرکے وہ سونے کی کوشش کررہی تھی۔ مگر آنکھوں میں اتنے جگنو تھے کہ اسے ان کی روشنی سونے ہی نہیں دے رہی تھی۔ اس کا فون بجا تھا۔ شاید زوباریہ نے کال کی تھی اسے یاد دلانے کے لیے اس نے فون اٹھا کر دیکھا اور کال بیک کرنے ہی والی تھی جب موبائل پر میسیجز دکھائی دیے۔ اس نے اوپن کیا تھا کوئی ایڈریس تھا اور تصویر زوباریہ اپنے فیانسی کے لیے بے قرار تھی۔ شاید نیٹ ورک خراب یا سگنلز کچھ کم آرہے تھے جبھی تصویر دکھائی دینے میں وقت لیا تھا وہ بے دل ہوکر موبائل رکھنے والی تھی جب تصویر صاف ہوکر دکھائی دی اور وہ ساکت رہ گئی۔ اس کے اردگرد جتنے جگنو تھے سب نے اپنے پر ایک ساتھ سمیٹے تھے۔ دل کی دھڑکنوں میں شام سے جو ایک شور تھا وہ یکدم سناٹے میں آگیا تھا۔ وہ زوباریہ کے فیانسی کی تصویر بغور دیکھ رہی تھی وہ کوئی اور نہیں عالیان مرزا تھا۔ وہ عالیان مرزا جو پچھلے کچھ دنوں سے اسے اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ عالیان مرزا جس کی محبت کا یقین اس نے کر بھی لیا تھا۔ وہ عالیان مرزا جس کی محبت کے بنا اسے جینا گوارا نہیں تھا جس کے بنا اسے اپنا آپ ادھورا لگا تھا۔ وہی عالیان مرزا جسے برستی بارش میں شام اس نے اپنا اقرار سونپا تھا وہ ساکت سی تھی۔ وہ اس کا نہیں تھا کوئی واسطہ نہیں تھا اس سے وہ پہلے سے انگیجڈ تھا اور اسے...... ساری رات وہ سو نہیں سکی تھی اور اگلے دن جب اسے ملی تھی تو اس نے اپنا فون اس کے سامنے کردیا تھا۔

"یہ زوباریہ کا منگیتر ہے، میری بہن کا منگیتر، تم جانتے ہو اسے؟" وہ تصویر اسے دکھاتے ہوئی پوچھ رہی تھی عالیان مرزا حیران تھا۔

"مجھے نہیں پتا تم اس بارے میں کیا کہہ رہی ہو، مگر میں نے زوباریہ سے کبھی نہیں کہا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اگر کوئی رشتہ تھا تو وہ بچپن میں میری مرضی پوچھے بنا باندھا گیا تھا میں نے کبھی اس رشتے کو بڑھاوا نہیں دیا کوئی وعدہ نہیں کیا نا کوئی اقرار سونپا۔ میں نے تم سے کوئی کھیل نہیں کھیلا نا ہی تمہیں کوئی دھوکہ دیا میرے نزدیک وہ کوئی رشتہ تھا ہی نہیں تو میں کیوں بتاتا؟ میں انگیجڈ تھا اور نہ ہوں مگر ہونا چاہتا ہوں تمہارے ساتھ۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا مگر وہ پلٹ کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

"وانیہ...... وانیہ ضیاء تم پاگل ہو بات سمجھ نہیں آتی تمہاری؟" وہ اس کے سامنے آرکا تھا۔ وہ بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی میرا راستہ چھوڑو۔"

"تم مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو، ہاں یا نا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں......" وہ واضح انداز میں کہہ کر آگے بڑھ آ گئی تھی۔ اس کے بعد وہ اس سے کبھی نہیں ملی اس سے ملے بنا واپس آ گئی تھی۔ وہ اس قصے کو وہیں ختم کردینا چاہتی تھی مگر اگلے ہی ہفتے وہ پاکستان پہنچ گیا اور باقاعدہ اس کا رشتہ لے کر گھر آ گیا تھا۔ اس رشتے میں اس کی فیملی کی رضامندی بھی شامل تھی۔ وضاحتیں دی گئی تھیں معذرت کی گئی تھی زوباریہ کے رشتے کو توڑنے میں جواز دیے گئے تھے مگر اس کے باوجود الزام وانیہ ضیا کے سر آیا تھا۔

"وانیہ ضیاء میں نے تمہیں اپنے گھر میں جگہ دی اور تم نے کیا کیا تم نے میری ہی بیٹی کا منگیتر چرا لیا؟" تھیں اور وہ اس الزام کی کوئی صفائی نہیں دے سکی تھی عالیان مرزا نے اسے دنیا کے سامنے بے عزت کردیا تھا۔ گھر میں اس بات کو لے کر بحث ہوئی تھی ہر فرد اس کے خلاف ہوگیا تھا وہ بابا کی طرف دیکھ رہی تھی وہ بات کرنے کے لیے بابا کے پاس آئی تھی۔

"بابا کوئی اس گھر میں میری نہیں سن رہا میں نے زوباریہ سے بھی بات کرنا چاہی مگر ہر طرف سے بس الزامات آرہے ہیں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ زوباریہ کی منگنی کبھی ہوئی تھی یا پھر یہ کہ اس کا منگیتر وہاں اٹلی میں ہے۔ میں جس شخص سے وہاں ملی اس نے نہیں بتایا کہ وہ زوباریہ کا منگیتر ہے آپ تو میرا اعتبار کریں۔ میں نے جب یہ جانا کہ وہ زوباریہ کا منگیتر ہے میں نے تبھی سے اس شخص سے کنارہ کشی کرلی۔ میں نہیں جانتی وہ کب پاکستان آیا اور کیوں رشتہ لے کر اس گھر میں آیا۔ زوباریہ میری بہن ہے میں اس کا حق کیسے چھین سکتی ہوں؟ اس شخص نے کیوں زوباریہ سے اپنا رشتہ ختم کیا یا کیوں اس گھر میں میرے لیے رشتہ بھیجا میں اس سے یکسر بے خبر ہوں۔ پلیز آپ تو سمجھنے کی کوشش کریں کہ میں نے کسی کا کوئی حق نہیں چھینا۔ وہ بابا پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئی پوچھ رہی تھی تبھی وہ بولے۔

"وانیہ تم نے ہمارے لیے اور اس گھر کے لیے بہت کچھ کیا۔ مگر بیٹا جو غلط ہے سو غلط ہے میں اتنی ساری آوازوں پر کان بند نہیں کرسکتا اور اتنے سارے لوگ ایک ہی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔ کچھ نہ کچھ کہیں نہ کہیں غلط ضرور ہوا ہے۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئے اور تب اس کا وہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں رہا تھا۔ اس نے ہادیہ ماسو کے پاس جانے کے لیے اپلائی کردیا تھا اور جب تک اس کا ویزا نہیں آ گیا تھا وہ ہوٹل میں ہی رہی تھی۔ اس نے اپنوں پر اعتماد و بھروسہ کیا تھا اور وہ بھروسہ وہیں ٹوٹ گیا تھا۔ مجرم وہ قرار پائی تھی اور اتنے لوگوں کو الگ الگ وضاحتیں اور جواز وہ نہیں دے سکتی تھی۔ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا مگر اسے الزام دیا گیا تھا بابا نے مصلحتاً اس کی طرف انگلی اٹھائی تھی وہ اپنے گھر کا سکون خراب نہیں کرنا چاہتے تھے اور وہ پھر سے الگ کھڑی تھی۔ لندن آ کر اس نے کسی سے کوئی رابطہ نہیں کیا تا کسی سے

کوئی رشتہ رکھا تھا۔ سب جو جہاں تھا اسے وہیں اس طرح چھوڑ دیا تھا باقیات میں سے اس کا کچھ باقی نہیں بچتا تھا اور اگر کچھ تھا بھی تو وہ بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

❀ ......❀...... ❀

ہادیہ ماسو نے صبح ناشتے کی ٹیبل پر اس کے سامنے ایک لفافہ رکھا۔ جسے اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کھول کر دیکھنے لگی۔ بابا نے اس کا بزنس اس کے نام کردیا تھا جو اس کا تھا وہ لوٹا دیا تھا ساتھ ایک مختصر تحریر تھی۔

"میں تمہارے ساتھ مزید زیادتی نہیں کرسکتا تم اپنے بابا کی اب بھی سب سے پیاری بیٹی ہو میں معذرت خواہ ہوں مجھے افسوس ہے میں تمہارے لیے تمہارے حق کے لیے اس گھر میں رہنے والوں کے مقابل ڈٹ کر کھڑا نہیں ہوسکا۔ شاید میں بہت کمزور ہوں یا مصلحت پسند۔ مگر میں تمہارے ساتھ مزید کوئی ناانصافی نہیں کرسکتا۔ یہ بزنس تم نے شروع کیا تھا انویسٹمنٹ تمہاری تھی سوائے تمہیں سونپ رہا ہوں جب تک زندہ ہوں اس کمپنی کا کیئر ٹیکر ہوں جو منافع ہوگا اسے تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرتا رہوں گا اور اگر ہوسکے تو اپنے بابا کو معاف کردینا۔" وانیہ نے پڑھ کر سب واپس لفافہ میں ڈال رکھ دیا۔

"کیا ہوا؟" ہادیہ نے پوچھا اس نے لفافہ ان کی طرف بڑھا دیا۔

"چلو انہیں اپنے کیے کا احساس تو ہوا انہوں نے آپا کے ساتھ بہت ناانصافیاں کیں ان کی زندگی میں انہیں بہت دکھ دیا اور وہ تمہیں بھی کوئی کریڈٹ نہیں دے سکے۔ کچھ لوگ بہت کمزور ہوتے ہیں۔ شاید وہ اپنے لیے بھی کھڑے نہیں ہوسکتے۔ اس کا اعتراف انہوں نے کیا ہے۔" وہ چپ چاپ بیٹھی آنسو بہانے لگی۔

"وہ اپنی فیملی کے ساتھ کھڑے ہوئے ان کے لیے کھڑے ہوئے اور میں؟ میں جو ان کے ساتھ رہی کبھی ان کا حصہ نہیں بن پائی؟ میں کس فیملی کا حصہ ہوں؟ میں نے ایک فیملی کو اپنایا انہیں سپورٹ کیا اور انہوں نے بدلے میں مجھے کیا دیا' چور کہا' حق چھیننے والی' سب نے مجھ پر انگلیاں اٹھائیں کہ میں نے زوباریہ کے منگیتر کو چھینا اور بابا نے بھی ان کی تقلید کی۔" وہ بھیگتی آنکھوں سے پوچھ رہی تھی ہادیہ نے اس کو تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

"مجھے نفرت ہے سب سے' سب اپنے مطلب کے ہیں اور اس سے بھی' جس نے مجھے سب کی نظروں میں گرا دیا۔ اس کی وجہ سے سب نے مجھ پر انگلیاں اٹھائیں۔ مجھے چور بلایا میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ عالیان مرزا کے لیے کہہ رہی تھی ہادیہ اسے تسلی دیے بنا اسے کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ کر چلی گئیں۔

❀ ......❀...... ❀

وہ سنہری روشن صبح تھی جب وہ اپنی جاب کے لیے نکل رہی تھی۔ وہ لیٹ ہوچکی تھی اور اس کی کوشش تھی کہ ٹرین مس نہ ہوجائے مگر تبھی اس کے سامنے کسی کار آن رکی تھی۔ وہ حیرت سے دیکھ رہی تھی جب عالیان مرزا نے گاڑی کا شیشہ اتار کر اسے دیکھا اور وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ وہ اسی قدر اطمینان سے بولا۔

"آؤ بیٹھو۔" اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا۔ وہ چند ثانیوں تک اسے دیکھتی رہی۔

"یہ کوئی خواب یا خیال نہیں نہ تمہارا وہم میں حقیقت میں تمہارے سامنے ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔ شاید وہ پلٹ وہاں سے چلی جاتی مگر عالیان مرزا نے سرعت سے گاڑی سے نکل کر اس کی کلائی تھامی اور اسے گاڑی میں بٹھا لیا' وہ سب اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی اور وہ دوسری طرف سے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا اور اسے ایک نظر دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"تم سے کہا تھا کہ تم سے دور نہیں جاسکوں گا۔ سو نہیں جاسکا۔ تمہیں احساس دلائے بنا تمہارے آس پاس ہی رہا تمہارے ساتھ ساتھ چلتا رہا مگر تمہیں اس کی خبر نہیں ہونے دی۔ وانیہ ضیاء تم مجھ سے دور گئیں مگر محبت مجھ سے دور نہیں گئی۔ تمہاری محبت میرے اردگرد گھومتی رہی اور مجھے تم سے جوڑتی گئی حتیٰ کہ جب تم دور بھی گئیں محبت نے یہ سفر ترک نہیں کیا میں تمہاری دی ہوئی سزاؤں کو بھگت رہا تھا وہ سزا اگرچہ بے جواز تھی مگر میں تم سے شکوہ نہیں کرسکا۔ تم عجیب ہو وانیہ ضیاء۔" وہ تھک کر رہ گیا جیسے وہ صرف سن رہی تھی اس کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز کررہی تھی۔

"وانیہ دنیا تمہاری مرضی سے' تمہارے اشاروں پر نہیں چل سکتی۔ میں کوئی کھلونا نہیں تھا جو تم مجھے اس زوباریہ کے حوالے کرکے خود وہاں سے چلی آئی تھیں۔ اگر زوباریہ کو میں نے تمہاری موجودگی میں تم سے ملنے سے پہلے نہیں چنا تو تم سے ملنے کے بعد کیسے اس کے ساتھ چل سکتا تھا؟ تمہیں سمجھنے کی ضرورت ہے وانیہ ضیاء' محبت ہر ایک سے نہیں ہوتی تم جب میری زندگی میں نہیں تھیں تب بھی مجھے زوباریہ سے محبت نہیں تھی کیونکہ وہ میرے لیے نہیں بنی۔ محبت کے لیے ہم خود کسی کو نہیں چنتے وانیہ ضیاء' محبت خود اپنے فریق کو چنتی ہے۔ یہ انتخاب جبری نہیں فطری ہوتا ہے۔ یہ محبت طے کرتی ہے وہ کسے اپنے لیے چنتی ہے۔ اس میں کوئی پلاننگ نہیں ہوتی۔ زوباریہ بچپن سے مجھ سے منسوب تھی میری مرضی کے بنا مجھے اس سے جوڑا گیا تھا۔ جب مجھے شعور تھا نہ عقل۔ میں نے پہلی بار اس منگنی کی مخالفت تب کی تھی جب میں نے شعور کی دنیا میں قدم رکھا تھا اور تب تم میرے ساتھ نہیں تھیں میں نے اپنی فیملی کو بتا دیا تھا کہ میں زوباریہ سے شادی نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد میں اٹلی چلا گیا' اس عرصے میں' میں نے زوباریہ سے کوئی رابطہ نہیں رکھا۔ کیونکہ میں اس رشتے کو آگے بڑھانا نہیں چاہتا تھا اور تب میں تم سے ملا یہ کوئی منصوبہ بندی نہیں تھی کوئی پری پلانڈ گیم نہیں تھا ہم اتفاقاً ملے تھے میں نہیں جانتا تم خود کو مجرم سمجھنے پر کیوں تلی ہوئی ہو دوسروں کو مجرم کیوں نہیں بنا رہی ہو۔ میں نے کوئی گناہ یا جرم نہیں کیا اپنے پیرنٹس کو تمہارے گھر اس لیے بھجوایا کہ تم مجھے غلط نہ جانو۔ رشتے کی بات اس لیے چلائی کہ میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ میں نے زوباریہ کو تمہارے لیے نہیں چھوڑا وہ رشتہ تمہاری وجہ سے ختم نہیں ہوا وہ رشتہ کبھی جڑا ہی نہیں تھا اور جس سے میں جوڑنے کی کوشش کررہا تھا اسے تم نے جڑنے نہیں دیا۔ یہ خود ساختہ سزائیں ہیں وانیہ ضیاء تم خود کو اور مجھے بے مطلب کی سزائیں دے رہی ہو۔ تم غلط تھیں اور غلط ہو تمہارے وہاں آنے کے بعد کیا ہوا؟ کیا میں نے اس رشتے کو جوڑا؟ نہیں میں ایسا نہیں کرپایا کیونکہ میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔ زوباریہ کی شادی ایک اچھے انسان سے ہوگئی وہ اس کے ساتھ خوش ہے وہ جان گئے تم نے کوئی جال نہیں بچھایا نا اس کے منگیتر کو چھینا۔ تمہارے بابا اور دوسری ممی تمہیں انہی سب کی فکر تھی نا؟ تم دوسروں کے لیے جیتی آئی ہو ان دوسروں کے لیے تم نے خود پر زندگی کے دروازے بند کردیے اور ان دوسروں کو تمہاری کتنی پروا تھی؟" وہ جتا رہا تھا۔

"میں نے کسی کے لیے اپنی زندگی بند نہیں کی مجھے اپنے امیج کی فکر تھی اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ...۔" وہ بولتے بولتے رکی پھر گھڑی دیکھ کر بولی۔

"تم گاڑی روکو مجھے دیر ہورہی ہے۔ ورنہ مجھے شام میں ایک گھنٹہ ایکسٹرا کام کے لیے رکنا پڑے گا اور میں ایسا نہیں کرسکتی مجھے ہادیہ ماسو کے ساتھ ضروری کام سے جانا ہے۔ پلیز تم اپنا اور میرا ٹائم ویسٹ کرنا بند کرو' سب وضاحتیں بے کار ہیں کیونکہ مجھے اب اس کی پروا نہیں ہے۔ میرے لیے کل گزر چکا ہے جو گزر جاتا ہے وہ پیچھے چھوٹ جاتا ہے۔ بالخصوص تب جب آگے دیکھنا اور آگے بڑھنا ہو۔ آگے بڑھنے کے لیے پیچھے نہیں دیکھنا پڑتا۔ سو میں پیچھے دیکھنا متروک کرچکی ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔ وہ جیسے اسے اس طرح جانے دینا نہیں چاہتا تھا تبھی بولا۔

"وانیہ ضیاء' تم دنیا کی سب سے بے وقوف ترین لڑکی ہو تم چاہتی کیا ہو؟ تم خود کو کیوں ٹھیک سمجھتی ہو اور باقی تمام دنیا کو غلط؟" اس نے اکتا کر پوچھا۔

"میں کسی کو غلط نہیں سمجھتی۔ میں تم سے دستبردار ہوئی کیونکہ میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔" وہ پرسکون انداز میں کہہ رہی تھی۔

"مگر تم سے دور جانے کی یہ سب وجوہات نہیں شاید یہ

بھی ایک وجہ تھی مگر میں تم سے جڑنا نہیں چاہتی تھی مگر مجھے تم سے دور لے جانے کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ تم جس رشتے سے وابستہ تھے اس نے میری ممی کو سب سے زیادہ دکھ دیا۔ میں فیئر نہیں ہوتی اگر میں تمہارے ساتھ بسر کرنے کے بارے میں سوچتی۔ تم میرے بابا کی دوسری بیوی کے بھانجے ہو۔ وہ دوسری عورت جسے بابا نے چنا اور جس سے میرے بابا کو محبت تھی اور میں اس عورت کی بیٹی تھی جس سے میرے بابا کو محبت کبھی نہیں ہوئی اس محبت نہ ہونے کی سزا بہت کٹھن تھی۔ اس کا اندازہ انہیں نہیں ہوا کیونکہ وہ اس سزا کو محسوس کرنے کے لیے میرے ممی کے ساتھ نہیں تھے۔ مگر میں ان کے ساتھ ہر پل تھی۔ میں بابا کو معاف نہیں کرسکتی تھی۔ میں نے اس درد کو محسوس کیا اور جانا تھا تبھی میں ایک ایسے انسان سے رشتہ جوڑنا نہیں چاہتی تھی جس کے باعث میری ماں کو تکلیف پہنچی تم میرے بابا کی زندگی سے جڑے ہو اور میں یہ بات بھول نہیں سکتی۔" وہ حیران ہو رہا تھا اس نے گاڑی اس کے آفس کے سامنے روکی اور وہ اتر گئی تھی۔ وہ تادیر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا وہ لڑکی سچ مچ بہت عجیب تھی۔

❀......❀......❀

"بابا کا فون آیا تھا اتنے عرصہ میں وہ ان کی کالز کو مسلسل نظر انداز کرتی آئی تھی مگر آج جانے کیا سوچ کر اس نے کال اٹھائی بابا بے قراری سے پوچھنے لگے۔

"میری بچی! کیسی ہو تم' اپنے بابا سے اتنی ناراض تھیں؟"

"آپ نے فون کیوں کیا؟" اس نے اپنے تمام جذبات کو ایک طرف رکھ کر پوچھا۔ بابا سمجھتے تھے وہ ایسے کیوں ہو رہی ہے تبھی بولے۔

"بیٹا غلطیوں سے انسان سیکھتا ہے اور غلطیاں صرف چھوٹوں سے نہیں بڑوں سے بھی ہوتی ہیں اور بڑوں سے غلطیاں ہو جائیں تو وہ چھوٹوں سے معافی مانگ سکتے ہیں۔ تم اپنے بابا کو معاف نہیں کرسکتیں؟ میں نے فون عالیان مرزا کی وجہ سے کیا ہے۔ وہ بہت اچھا لڑکا ہے ان کی طرف سے پھر ایک بار رشتے کی بات شروع ہوئی ہے اور میں چاہتا ہوں تم ہم سب کے کیے کی سزا خود کو اور اسے مت دو۔ تم نے کسی کا حق نہیں چھینا وہ شاید زوباریہ کے لیے نہیں بنا تھا سو وہ رشتہ نہیں جڑ سکا۔ مگر میں جانتا ہوں وہ تمہارے لیے بنا ہے۔ میں تمہاری ماں سے کبھی اپنے کیے کی معافی نہیں مانگ سکا تم میرے کیے کی سزا خود کو مت دو عالیان ایک بہترین انتخاب ہے اسے انکار مت کرو جو کوتاہیاں میں نے تمہاری ماں سے اپنے رشتے کو نباہنے میں برتیں میں نہیں چاہتا وہ تمہارے ساتھ بھی ہوں میں ازالہ کرنا چاہتا ہوں اور اگر تمہیں اپنے بابا پر تھوڑا بہت بھی اعتبار ہے تو اسے معاف کردو اور عالیان مرزا سے شادی کا پروپوزل قبول کرلو۔ اس کے حوالوں پر غور مت کرو۔ وہ جس سے جڑا ہے یہ سوچ کر اپنے در بند مت کرو وہ تم سے محبت کرتا ہے اور تمہارے لیے سب کچھ کرسکتا ہے۔"

"محبت رشتے کے لیے بہت اہم ہوتی ہے بابا اس حقیقت کو مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟" وہ بابا کی بات کاٹ کر بولی۔

"وانیہ بیٹا! مجھے اور شرمندہ مت کرو میں نہیں جانتا مجھے تمہاری ماں سے محبت کیوں نہیں ہوسکی۔ وہ بہت سمجھدار عورت تھی شاید میں نے زیادہ وقت اس کے ساتھ نہیں گزارا۔ عالیان مرزا میرے جیسا نہیں ہے اس نے کوئی جبر اور زبردستی کا رشتہ نہیں جوڑا کیونکہ وہ جانتا ہے یہ کسی دوسرے کے ساتھ ناانصافی ہوگی جس سے وہ محبت نہیں کرتا اس سے وفادار بھی نہیں رہ سکتا۔ یہ بات وہ سمجھ پایا اس نے زوباریہ سے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرکے بہت سمجھداری کا ثبوت دیا اس نے زوباریہ کی زندگی خراب نہیں کی۔ جیسے میں نے تمہاری ماں کی زندگی خراب کی۔ عالیان سمجھدار ہے وہ اپنی وفاداری نہیں بدل سکا۔ وہ تم سے وفادار ہے۔ وہ تمہارا بہت خیال رکھے گا اس پر اپنے در بند کرنا عقلمندی نہیں ہوگی۔ میں نہیں چاہتا تم میرے کیے کی سزا خود کو یا کسی اور کو دو۔" بابا سمجھا رہے تھے وانیہ ضیاء فون کا سلسلہ منقطع کرکے باہر آ گئی۔

❀......❀......❀
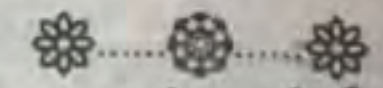
بوا کے آنے سے گھر کی خاموش فضا میں بہت فرق پڑا تھا جیسے ٹھہرے ہوئے پانی میں کسی نے کوئی کنکر پھینک دیا ہو۔ ہادیہ ماسو نے ٹھیک کہا تھا وہ رشتوں کی پٹاری لے کر آئیں گی اور ان کے پاس واقعی بہت سے رشتے تھے۔

"یہ بوا ہیں یا رشتہ بنانے کی مشین؟ مجھے تو یہ رشتے بنانے میں خود کفیل لگتی ہیں۔" زوار شاہ بولے تو وہ اپنی ہنسی پر قابو نہیں کر پائی دیر تک اس کی ہنسی کی آواز گونجتی رہی اور اسے خود حیرت ہوئی تھی وہ تو شاید ہنسنا ہی بھول گئی تھی۔ اسے ہنستے دیکھ کر ہادیہ ماسو بھی مسکرائیں۔

"میں نے کہا تھا نا رشتوں کی کمی نہیں؟ ایک بار میری بوا کو آنے دو پاکستان سے۔ رشتوں کی بڑی کھیپ ہوگی ان کے پاس۔" ہادیہ مسکرا کر بولی۔

"ماشاء اللہ ایک بڑی کھیپ واقعی ہے ان کے پاس۔" زوار نے ایک اور چٹکلا چھوڑا اور بوا نے اسے چشمے کے پیچھے سے گھورا۔

"میاں تمہارے لیے بھی کئی لڑکیوں کے رشتے مل سکتے ہیں کئی اچھی لڑکیاں ہیں میری نظر میں تم کہو تو بات چلاؤں؟ ویسے کماتے تو ٹھیک ٹھاک ہی ہوں گے نا تم؟ کرتے کیا ہو کوئی ڈھنگ کی نوکری ہے کہ نہیں؟" بوا زوار شاہ سے ضروری سوالات کرنے لگیں تو وہ مسکرا دیا۔

"کوئی فارم فل کرنا ہے تو بتا دیں میں اپنا مکمل بائیو ڈیٹا آپ کو دینے کو تیار ہوں تھوڑا بہت کما ہی لیتا ہوں روکھی سوکھی چل ہی جاتی ہے۔" وہ غیر سنجیدہ تھا مگر بوا مکمل انٹرسٹ لے رہی تھیں۔

"بوا...... آپ تو میرا رشتہ کروانے آئی تھیں اور اب کسی اور کا لے کر بیٹھ گئیں؟" ہادیہ نے گھورا۔

"مجھے لگتا ہے زوار شاہ حسد محسوس کر رہے ہیں۔" وانیہ ضیاء نے مسکراتے ہوئے کہا تو ہادیہ مسکرا دی۔ زوار شاہ ہادیہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھے حسد کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ہادیہ کو کوئی اچھا رشتہ ملتا ہے تو مجھے خوشی ہوگی میں تو یہ کہنا چاہتا تھا کہ میری آس میں مت رہنا کہیں دیر نہ ہو جائے۔" وہ مسکرائے۔

"آہ...... جیسے آپ اکیلے ہی ہیں نا اس دنیا میں' میں کیوں رہنے لگی کسی آس میں؟ میرے پاس بوا ہیں اور مت بھولو بوا رشتوں میں خود کفیل ہیں۔" اب کے ہادیہ بھی مسکرائیں۔

"زوار شاہ...... آپ جلدی سے ہاں کہہ دیں یہ نا ہو آپ کو ہادیہ ماسو سے ہاتھ دھونا پڑیں۔ میری ماسو جیسی لڑکی آپ کو کہیں نہیں ملنے والی اس بات کی گارنٹی ہے۔" وانیہ نے کہا اور زوار مسکرا دیا۔

"رکو میں بھی اپنی طرف داری کے لیے اپنے بھتیجے کو بلاتا ہوں۔ یہ صحیح نہیں تمہاری طرف سے تو تمہاری بھانجی حمایتی بنی کھڑی ہے اور اس طرف میں تنہا کھڑا ہوں۔" زوار شاہ نے کہہ کر کان سے فون لگایا اور کسی کو مطلع کیا۔

"یار بات سنو وقت ہے تو اس طرف آجاؤ' مردوں کی قوم پر سوال آن ٹھہرا ہے بات عزت کی ہے عورتوں کی قوم بھاری پڑ رہی ہے۔ تم نہیں آئے تو مردوں کی قوم شکست خوردہ کہلائے گی۔" زوار شاہ کا مزاح کمال کا تھا وانیہ مسکرا دی۔

"میں کافی لے کر آتی ہوں۔" وانیہ کہہ کر کچن میں آ گئی اور اسے گمان نہیں تھا جب وہ واپس لوٹے گی تو وہاں زوار شاہ کا بھانجا یا بھتیجا آچکا ہوگا وہ حیران رہ گئی تھی۔ کیونکہ وہ کوئی اور نہیں عالیان مرزا تھا۔ وہاں اچھی خاصی محفل جمی ہوئی تھی بوا اور اس کے رشتوں کو لے کر وہ دونوں اچھی خاصی محفل لگائے ہوئے تھے۔

"بوا میرے لیے بھی کوئی اچھی سی لڑکی دیکھیں۔" اسے دیکھتے ہوئے عالیان مرزا بولا۔ اس نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھایا۔ جسے اس نے مسکراتے ہوئے تھاما۔

"اے بیٹا ایک بار بول تو سہی کیسی لڑکی چاہیے تجھے۔ صدقے جاؤں ایک سے ایک لڑکی مل جائے گی خیر سے اتنے پر وجاہت ہو تم' یہ لمبا اونچا قد اوپر سے قابلیت۔"

"بوا آپ نے تو خوش کردیا۔ چلو اس بات پر بتا دیتا

ہوں کس طرح کی لڑکی چاہیے۔ اس کی ناک لمبی ہونی چاہیے' چھوٹی ناک والی لڑکیاں مجھے پسند نہیں۔ چھوٹی ناک پر غصہ ہو تو اور بھی برا لگتا ہے سو اس بات کا خیال رہے کہ غصے والی بالکل نہ ہو۔ ایٹی ٹیوڈ زیادہ ہو تو بتا دیجیے گا گھر رکھ کر آئے لڑکے کے پاس اپنا خود کا پرسنل کافی سارا ایٹی ٹیوڈ ہے اور کیا؟" باقی کے لیے اپنے انکل کی طرف دیکھا زوار شاہ مسکرایا۔

"ہائٹ لمبی؟" انکل نے بھرپور مدد کی۔

"اوہ ہاں ہائٹ اتنی لمبی نہ ہو اس کی عقل ٹخنوں میں ہو اور یہ مجھے قبول نہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔ وانیہ نے اسے گھورا وہ مسکراتے ہوئے بنا پروا کیے بولے جا رہا تھا۔

"ایک بات اور اتنی دبلی پتلی نہ ہو تھوڑی جان میں ہو یہ نا ہو کہ ہوا چلے اور اپنے ساتھ اڑا لے جائے۔" وہ کہہ کر ہنسا تو انکل بھی ہنسنے لگے۔

"یار تم اس کے دوپٹے سے ایک کنکر باندھ دینا۔ اُڑنے کی خواہش حسرت بن کر رہ جائے گی۔" چاچا نے کہا اور دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگے۔ دونوں لڑکیاں اور بوا ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"بوا ان لوگوں کو بتا دیں یہاں آپ کس کے لیے آئی ہیں۔ ہم نے آپ کو بلایا ہے اتنی دور پاکستان سے سو پہلے اگر کوئی رشتہ طے ہوگا تو ہماری ہادیہ ماسو کا۔ ان سے کہہ دیں کوئی اور میرج بیورو دیکھ لیں۔" وانیہ ضیاء نے عالیان مرزا کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"بوا آپ ان کو بتا دیجیے آپ کے سارے کلائنٹ آپ کے لیے برابر ہیں اور آپ اس میں کوئی بھید بھاؤ نہیں کرتیں۔" عالیان مرزا نے کہا۔ زوار شاہ نے پرزور حمایت کی۔ وہ گھورتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر ٹیرس پر آ گئی۔ جانے کب وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے آ گیا تھا۔

"زوار انکل میرے ڈیڈی کے کزن ہیں مگر تم یہ مت سمجھو کہ میں تمہارے لیے یہاں آیا ہوں یہ محض اتفاق ہے کہ ایک تعلق نکل آیا۔" وہ اس کے پیچھے کھڑا کہہ رہا تھا۔ وہ پلٹے بنا اکتا کر بولی۔

"پلیز اسٹاپ اٹ' کس رشتے کی بات کر رہے ہو تم' میں تمہیں کہہ چکی ہوں یہ ممکن نہیں ہے۔ اپنا بچپنا بند کرو' میں ساری زندگی کسی احساس جرم میں مبتلا نہیں رہ سکتی۔" وہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر رخ اپنی طرف پھیر لیا تھا۔ یہ اتنا اچانک تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کا سر اس کے سینے سے آن ٹکرایا تھا۔

یکدم اتنی قربت' اس کی خوشبو...... اس کی گرم سانسیں وہ کتنے لمحوں تک سنبھل نہیں سکی تھی۔ سنبھلی تھی تو خود کی دھڑکنوں کی آواز پر وہ خود حیران رہ گئی تھی۔ سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا وہ اس کے بازوؤں کے حصار میں تھی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ انداز بے بسی لیے ہوئے تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ کناروں میں نمی آن ٹھہری تھی۔ وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا وہ جیسے انتشار کے کسی عمل سے گزر رہی تھی۔ اس کا وجود اس کے بازوؤں میں کانپ رہا تھا۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر اسے اس لمحے اس سے کچھ کہنا مناسب نہیں لگا تھا۔ بہت آہستگی سے اس نے وانیہ ضیاء کو اپنے بازوؤں کے حصار سے آزاد کیا اور پلٹ کر وہاں سے چلا گیا۔

وانیہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکی اور آنکھوں سے بندھ توڑ کر ایک نمکین سمندر بہہ نکلا تھا۔

ہزار زاویوں میں اسے دیکھنا
ہر راہ پر اسے ڈھونڈنا
وہ ملے تو اسے نہ دیکھنا
اسے خلوتوں میں سوچنا
اسے پالینے کی خواہش
اسے سوچ لو تو جاں سلگ اٹھے
اور چھولوں تو پل میں ہو دھواں
وہ شخص خواب وخیال سا
وہ سراب کی سی مثال سا
اسے دعاؤں میں مانگ لوں
نام اس کے متاع جاں کروں
اسے اپنے اپنے آپ سے باندھ لوں
یا کوئی وصف ڈھونڈ لوں
اسے خود سے کروں خود بدگماں
ہیں عجیب میری محبتیں
اور اس سے عجیب اس کی شدتیں

کیا وہ غلط کر رہی تھی اس پر اعتبار نہ کر کے...... اس کی آزمائشیں لے کر؟ اس شام وہ بہت ڈاؤن فیل کر رہی تھی سوا نے کمرے میں بند رہی۔ ڈنر بھی نہیں کیا پرانے البمز نکال کر تصویریں دیکھتی رہی۔ اپنی اور ممی کی بہت سی یادیں بچپن کے دن بہت سے لمحوں کو اس نے اپنے سامنے دوڑتے بھاگتے محسوس کیا تھا۔ وہ ممی کو بہت مس کر رہی تھی۔ البمز دیکھتے دیکھتے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ نجانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ یکدم کھلی تھی۔ بہت عجیب سا خواب دیکھا تھا اس نے۔ اس نے ممی کو دیکھا تھا وہ دور سفید لباس میں کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ اس نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا تھا مگر ممی نے اس کا ہاتھ نہیں تھاما تھا۔ وہ افسردہ ہوئی اور ممی کے ساتھ آن کھڑی ہوئی تھی۔ ان کا ہاتھ تھامنا چاہا تھا۔ مگر ممی نے اسے خود سے پرے دھکیل دیا تھا ایک سرد وجود کے احساس سے چھو کر وہ ایک پرحدت بستر پر آن گری تھی۔ وہ پھولوں سے بھرا کوئی بڑا سا ٹوکرا تھا۔ اس نے بہت حیرت سے ممی کی طرف دیکھا تھا۔ اسے لگا تھا ممی نے اس کا ہاتھ نہیں تھاما اور اسے پاس نہیں آنے دیا۔ وہ حیرت سے تکتی ہوئی ممی کی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی مسکرا دی تھیں اور پھر وہ بادلوں میں کہیں کھو گئی تھیں۔ وہ آنکھ کھلنے پر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی تھی۔ تبھی کھٹکا ہوا تھا اس نے چونک کر دیکھا تھا ہادیہ ماسو وہاں کھڑی تھیں۔ اسے اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ قریب آ گئیں۔

"کیا ہوا تم نیند سے جاگ گئیں؟ بوا تہجد کے لیے اٹھیں تھیں تو انہوں نے مجھے بھی جگا دیا۔ کہتی ہیں دنیاوی راحتوں کو عزیز مت جانو کچھ خدا سے قریب ہونے کے راستے بھی بناؤ خیر کہتی تو ٹھیک ہیں سو میں بستر سے باہر نکل آئی کبھی کبھی خدا کو خوش کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ یوں بھی کل تو آپا کی برتھ ڈے ہے سو میں ان کی روح کے ثواب کے لیے بھی بطور خاص دعا کرنا چاہتی ہوں۔" مجھے آپا کی یاد بھی آ رہی تھی۔

"میں نے ممی کو خواب میں دیکھا ہے۔" وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔ "ابھی کچھ دیر پہلے وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ میں نے دو بار ان کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر انہوں نے میرا ہاتھ نہیں تھاما اور جب تیسری بار کوشش کر کے ان کے قریب گئی انہیں تھامنا چاہا تو انہوں نے زور سے دھکا دے کر مجھے دور گرا دیا۔ مگر وہ جگہ پھولوں سے بھری تھی مجھے چوٹ نہیں لگی نا درد ہوا۔ میں نے ممی کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا دیں اور پھر دھوئیں میں تحلیل ہو گئیں۔ کچھ عجیب سا خواب ہے نا ماسو؟ انہوں نے مجھے قریب کیوں نہیں آنے دیا' دور کیوں پھینک دیا؟"

"زندگی اور موت کے درمیان ایک لکیر ہوتی ہے' بہت سرد قسم کی کوئی دیوار۔ ایک طرف سب سرد لگتا ہے اور اس سے جڑی لکیر کے ساتھ اس بھرپور انداز کی حدت ہوتی ہے۔ وہ زندگی کا حصہ نہیں ہیں مگر وہ چاہتی ہیں تم اس زندگی میں رہو۔ اس حدت کو اور جیو انہوں نے تمہارا ہاتھ جھٹکا کیونکہ وہ تمہیں خوش وخرم جیتا ہوا اور زندگی گزارتا ہوا دیکھنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے تمہیں پھولوں کا نرم بستر دیا۔ جہاں گر کر تمہیں چوٹ نہیں لگی اور جو حدت سے اور زندگی سے پر ہے وہ تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہیں وانیہ۔ ماں زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی اپنے بچوں کے آس پاس رہتی ہے۔ وہ ان کا بھلا چاہتی ہے آپا تمہیں اس طرح رونا دھوتا اور پریشان حال دیکھنا نہیں چاہتی۔ تم نے آپا کی اچھی تربیت کا ثبوت دیا۔ سب کو ان کے حصے کی خوشیاں اور آرام دیا۔ مگر تم نے اپنے حصے کی خوشیوں کے لیے دروازے بند کر لیے۔ آپا کو شاید وہ پسند نہیں۔" ہادیہ ماسو نے کہا تو وہ حیران رہ گئی تھی۔

"آپ کو لگتا ہے ہادیہ ماسو ایسا ہے؟" وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

”تمہیں نہیں لگتا‘ تم بے جواز بھاگ رہی ہو‘ اب جب کہ سب الزامات بھی صاف ہوچکے ہیں تمہارے بابا بھی تم سے معافی مانگ چکے ہیں اور زوباریہ کی شادی بھی ہوچکی ہے پھر اس طرح خود کو سزا دینے کا مقصد؟“ ہادیہ ماسو نے اسے جتایا تو اس نے گہری سانس لی تھی۔

”آپ جانتی ہیں عالیان مرزا اس عورت کا بھانجا ہے جس نے میری ماں سے میرے بابا کو دور کیا۔ تو کیا ممی خوش ہوں گی اگر میں شخص سے کوئی تعلق جوڑ لوں؟ میں نے بہت سوچا ہادیہ ماسو ہر اینگل سے سوچا اور اگر میں ایسا کرتی تو شاید خود کو بہت خود غرض قرار دیتی۔ ممی نے اپنی زندگی میں کوئی خوشی نہیں دیکھی میں انہیں ان کے بعد بھی دکھ دوں؟ ان کی روح سکون میں رہے گی؟“ وہ اپنے جواز دے رہی تھی۔ ہادیہ نے ایک گہری سانس لی۔

”ایک بات بتاؤں وانیہ؟ تم اطمینان سے آگے بھاگ رہی ہو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کوئی پیچھے ہے اگر کوئی پیچھے نہیں ہوگا تو تمہارا یہ سفر وہیں رک جائے گا۔ تم خود سے بھاگنا نہیں چاہو گی اور وہ زندگی بہت جمود سے پر ہوگی۔ ایک خاص عمر تک اچھے رشتے ملتے ہیں۔ اس کے بعد بس کمپرومائز ہوتا ہے‘ مجھے دیکھو میں بتیس سال کی ہو رہی ہوں پچھلے پانچ سال سے جس شخص کو پسند کرتی ہوں اس نے مجھے ایک بار بھی پروپوز نہیں کیا اور آگے کیا کروں گی میں...... اور یہ صحیح غلط کیا ہوتا ہے ہم خود سب صحیح اور غلط بناتے ہیں عالیان مرزا ہر طرح سے ایک اچھا لڑکا ہے تمہارے قابل ہے اور کیا چاہتی ہو تم؟ اور جہاں تک آپا کی روح کو دکھ پہنچانے والی بات ہے تو چندہ اب کون سا سکون دے رہی ہو انہیں؟ اس طرح اکیلے جی کر اس طرح کی بنجر زندگی گزار کر؟ سوچو اگر عالیان مرزا کل اکتا کر راہ بدل لیتا ہے تو؟ تم کیوں اسے خطرناک حد تک آزما رہی ہو اور کیوں چاہتی ہو کہ وہ تمہاری ہر آزمائش پر پورا بھی اترے کل اگر اس نے راہ بدل لی تو تم رووں کی خود کو الزام دینے سے زیادہ اسے کوسو گی کہ دیکھو اکلا نا وہی عام ٹیپکل مرد تم اپنی غلطیاں شمار نہیں کرو گی نہیں سوچو گی کہ تم نے اسے بہت زیادہ آزمایا اس کی استطاعت اور برداشت سے زیادہ۔ اس بے چارے نے تمہارے لیے اپنا بزنس تک یہاں سیٹ کرلیا اپنا گھر چھوڑا۔ یہاں آن بسا اور کیا چاہتی ہو تم؟ تمہاری جگہ میں ہوتی تو پہلی فرصت میں اسے ہاں کہتی‘ تم پاگل ہو۔“ ہادیہ کہہ کر اٹھی اور وہاں سے نکل گئی مگر اس کے بعد وہ سو نہیں پائی تھی۔

❁......❁......❁

کچھ دن تک وہ اسے بالکل دکھائی نہیں دیا تھا۔ وہ جو پرچھائی کی طرح اس کا پیچھا کرتا تھا تو اب اگر وہ ارادتاً پلٹ کر دیکھتی بھی تو وہاں وہ نہیں تھا یا پھر وہ چاہتی تھی کہ وہ پلٹ کر دیکھے تو وہ وہاں کھڑا دکھائی دے؟ تو کیا اس نے راہ بدل لی؟ کیا وہ تھک گیا...... بقول ہادیہ ماسو کہ یہ سوچ اس کے اندر سناٹوں کو جنم دے رہی تھی اور شاید وہ ایسا سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ بوا کئی لڑکوں کی تصاویر دکھا چکی تھیں۔ ہادیہ ماسو کو شاید کوئی معقول نہیں لگا تھا۔ یا کچھ اور تھا مگر اس شام وہ گھر لوٹی تو ایک اچھی خبر اس کی منتظر تھی۔ زوار شاہ نے ہادیہ ماسو کو بالآخر پروپوز کردیا تھا اور اسی شام ڈنر پر لے جا کر خوشی سے ان کے ہاتھ میں ایک قیمتی رنگ بھی پہنا دی تھی۔ ہادیہ ماسو خوش تھیں زوار شاہ بھی مسکرا رہے تھے مگر وہ خوش نہیں تھی۔

”یہ کیا منگنی بھی کرلی اور کوئی دعوت تک نہیں‘ ٹریٹ تو بنتی تھی نا‘ کم از کم شکر کھلا کر منہ ہی میٹھا کروا دیتے دونوں مہا کنجوس واقع ہوئے ہو آپ۔“ وہ شکوہ کررہی تھی اور ہادیہ مسکرا دیں۔ زوار شاہ نے دو تین کو کیز اٹھا کر اس کے منہ میں ڈال دیں۔

”فی الحال اس سے منہ میٹھا کرو باقی کی ٹریٹ اور مٹھائی شادی پر۔“

”اوہ...... وہ...... ہ...... تو شادی کی تاریخ بھی طے ہوگئی۔ ہادیہ ماسو آپ سے یہ توقع نہیں تھی۔ چلو زوار شاہ تو پرائے ہیں آپ کا خون کیوں سفید ہوگیا؟“ اس کے شکوہ کرنے پر ہادیہ بھی مسکرائیں پھر اسے ساتھ لگا لیا۔

”میں نے کہا تھا دھوم دھام سے منگنی کرتے ہیں مگر زوار نے ہی کہا شادی دھوم دھام سے کرلیں گے سب کو بلا کر گلے شکوے بھی دور کرلیں گے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں لیکن شادی کی ڈیٹ فی الحال فکسڈ نہیں ہوئی اس کے لیے تم زوار سے پوچھ لو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی‘ زوار بتاؤ اس کو۔“ ہادیہ نے زوار کو گھسیٹا۔

”ہادیہ ٹھیک کہہ رہی ہے ہم جلد ڈیٹ اناؤنس کریں گے۔ ویسے تمہیں ٹریٹ چاہیے تو تیار ہو جاؤ ہم ڈنر پر جا رہے ہیں تم ڈنر ہمارے ساتھ کرسکتی ہو۔“ وہ مسکرائے۔

”رہنے دیں‘ کباب میں ہڈی بننے کا کوئی شوق نہیں مجھے‘ شادی کی ڈیٹ فکسڈ کر کے بتا دیجیے گا میں تیار ہو کر پہنچ جاؤں گی۔“ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

”کہاں جارہی ہو تم؟“ ہادیہ ماسو نے پوچھا۔

”واک کا موڈ ہو رہا ہے پھر ملتے ہیں۔“ مسکراتے ہوئے وہ کہہ کر باہر نکل آئی۔ اسے پہلی بار اپنا آپ بہت ادھورا اور تنہا لگ رہا تھا۔ یخ ہوائیں اسے چھو کر گزر رہی تھیں۔ اسے یہ یخ بستگی پہلی بار بہت ناگوار گزری تھی۔ وہ بہت کچھ سوچ رہی تھی آج ہر شے کو نئے ڈھنگ سے نئے سرے سے اور جانے کیوں اسے وہ دن یاد آئے تھے جو اس نے روم میں اس شخص کے ساتھ گزارے تھے۔

”عالیان مرزا! میں نہیں چاہتی تم سمندروں کے سفر پر جاؤ اور کہیں گمنام جزیرے پر قیام کرو اور کبھی لوٹ کر واپس نہ آنا چاہو۔ میں چاہتی ہوں اگر تم سمندروں کے سفر پر جاؤ‘ نگر نگر پھرو یا کسی جزیرے پر قیام کا سوچو تو تمہاری ہم قدم میں ہوں۔ تم وہ سفر میرے ساتھ کرو اور وہ سفر ایک نا ختم ہونے والا سفر ہو۔ میں واقعی چاہتی ہوں تم میرے ساتھ چلو ایک پل کے لیے نہیں‘ دو لمحوں کے لیے نہیں تمام عمر کے لیے۔“ اس کی اپنی آواز اس کے اندر بازگشت بن رہی تھی۔ اس کا سر اس کے شانے پر تھا۔ وہ منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہ خیالوں میں اتنی مگن تھی کہ سامنے سے آتی ہوئی گاڑی دکھائی نہیں دی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ تیز رفتار کار اسے ٹکراتی ہوئی کچل کر نکل جاتی کسی نے اسے تھام کر ایک طرف کھینچ لیا تھا۔ وہ حیران رہ گئی۔ ایک حدت کا احساس ہوا تھا۔ دھڑکنوں کا کچھ شور سنائی دیا تھا ایک مخصوص خوشبو اس کے نتھنوں میں گھسی تھی۔ اس کے لب ہولے سے وا ہوئے تھے اور صرف ایک نام پکارا تھا۔

”عالیان مرزا۔“ سر اٹھا کر دیکھا تھا شاید یہ وہم ہو یا اس کا خیال مگر وہ اس حدت سے پہلی بار رہائی نہیں چاہتی تھی۔

”وانیہ ضیاء۔“ عالیان مرزا نے اس کا نام پکارا۔ مگر وانیہ نے اپنی شہادت کی انگلی اس کے لبوں پر رکھ دی تھی۔ پھر چہرہ اس کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے مدہم لہجے میں بولی۔

”میں نہیں چاہتی تم نگر نگر گھوموں اور نئے جزیروں کے سفر پر جاؤ اور اگر جانے کی ٹھان ہی لی ہے تو تم جہاں بھی جاؤ میرے نام کو مت بھولو‘ میرا چہرہ یاد رکھو مجھے ہر جگہ ڈھونڈو مجھے ہر جگہ پاؤ اور اگر میں نا ملوں تو؟ کیا تم میرے بنا وہ سفر کرنا چاہو گے؟ اپنے اس بازوؤں کے گھیرے کو میرے گرد اور تنگ کردو مجھے اپنی دنیا کا حصہ کرلو اگر میں دنیا کو تمہاری نظروں سے دیکھنا چاہوں تو تم اپنی آنکھیں میری آنکھوں پر رکھ دو‘ یا جب میں کچھ بولنا چاہوں تو تم اپنے لب بند کیے بس مجھے سنتے جاؤ میں پاس آؤں تم سے جیتوں یا ہار جاؤں تمہیں اس سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو؟ یا میں تم سے تمہیں چرا لوں تو تمہیں اس پر کوئی تعرض نہ ہو تم گلہ کرو نا کوئی شکوہ‘ تمہارے لب میرے لب ہوں تمہاری آنکھیں میری آنکھیں تمہاری دھڑکنیں میری دھڑکنوں میں مدغم ہوں اور تمہاری حدتیں میری رگوں میں جمی تمام برف پگھلا دیں۔“ وہ اپنی آنکھیں کھولے اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

”عالیان مرزا! تم سے نہیں بھاگ سکتی‘ میں تھک گئی ہوں میں نے محسوس کیا ہے‘ میں تمہارے وجود کے بنا بہت ادھوری ہوں‘ مجھے بے سمت راستوں کا سفر نہیں کرنا۔ تم میرے ساتھ رہو میں اپنی زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔“ وہ مدہم لہجے میں کہہ رہی تھی۔ عالیان مرزا نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور بغور دیکھا تھا اس کی پلکوں کے

کنارے نمکین پانیوں سے تر تھے۔ عالیان مرزا نے تمام نمی اپنے لبوں سے چن لی تھی۔ پھر اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے بولا تھا۔

"وانیہ ضیاء میں نے وہ اقرار تو بہت پہلے تمہیں سونپ دیا تھا۔ بہت پہلے سب کچھ تمہارے نام کردیا تھا مگر میں دور تھا تو تمہارے باعث میں دور نہیں رہ پا رہا تھا مگر میں چاہتا تھا تم اپنے اوپر مسلط کیے گئے فیصلوں کے علاوہ کوئی ایک فیصلہ لو۔ جس میں تمہاری اپنی مرضی شامل ہو۔ جس میں تمہاری خوشی ہو میں کسی فیصلے کے لیے دباؤ ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ میں دور تھا مگر تم سے غافل نا تھا۔ تم چاہو تو مجھے اور آزما سکتی ہو کچھ اور امتحان لے سکتی ہو۔ میں تیار ہوں، یوں بھی ابھی تو صرف دو ہی برس گزرے ہیں۔ مگر تم جب بھی کسی موڑ پر پلٹ کر دیکھو گی تو مجھے اپنا منتظر پاؤ گی اور......!" وہ بول رہا تھا جب وانیہ نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"میں مزید آزمائش لینا نہیں چاہتی۔ محبت بازگشت ہے یا نہیں میں اس کا یقین کرنے کے لیے کوئی تجربہ نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے دو سال گنوائے اور مزید نہیں گنوانا چاہتی۔ میں نہیں چاہتی میرے بے وقوفی اور غلطیوں کی سزا تم بھگتو یا ہم دونوں بھگتیں۔"

"مجھے لندن کی بارشیں اور ٹھنڈ کبھی بھلی نہیں لگی مگر آج اس کی دلکشی میں صاف محسوس کر رہا ہوں شاید میں نے برستی بارش اور بلا کی اس ٹھنڈ میں دہکتے سورج کو پہلی بار دیکھا ہے۔" اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے وہ مسکرایا۔

"تم نے اس موسم کو اپنے چہرے کی سنہری سنہری کرنوں سے بھر دیا ہے شاید کوئی اور ایسا خوش قسمت نہیں ہوگا۔ جس نے اتنی ٹھنڈ میں برستی تیز بارش میں اس آفتاب کو دیکھنے کا تجربہ کیا ہو۔" وہ اس کے غصے پر مذاق کر رہا تھا۔ مگر وہ متواتر گھورتی ہوئی بولی۔

"دوبارہ ایسی بات کی تو......!"

"تو......" وہ مسکرایا اور اس کی چھوٹی سی ناک دبائی۔ وہ خفا سی بہت پیاری لگی۔

"اچھا سنو اپنا یہ خالص دیسی قسم کا ایٹی ٹیوڈ اپنے بیگ میں رکھو فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے کچھ ضروری ڈسکس کرنا ہے اور بہت سی پلاننگ کرنی ہے۔"

"کیسی پلاننگ۔" وہ چونکی۔

"شادی نہیں کرنا یا پھر شادی کے بغیر؟" وہ آنکھوں میں شرارت لیے بولا تو اس نے مکا بنا کر اسے دے مارا۔ وہ ہنس دیا پھر اسے خود سے قریب کرتے ہوئے بولا۔

"مجھ سے شادی کرو گی؟ میرا نام عالیان مرزا ہے تمہارے ساتھ سائے کی طرح چلتا ہوں تمہاری ڈھیر ساری پروا کرتا ہوں اسمارٹ ہوں جینیس ہوں اور نائس بھی اور ہاں میں انگیجڈ نہیں ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔ اس کے لبوں کی مسکراہٹ، شرارت وہ صاف دیکھ رہی تھی۔ تبھی اسے گھورتے ہوئے اس کے شانے پر سر رکھا۔

"اچھا مزید ڈرامہ نہیں، مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ جلدی سے گھر لے کر چلو اور اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر پلاؤ اس کے بعد سب ڈسکس کریں گے۔ فی الحال یہ ایٹی ٹیوڈ بیگ میں نہیں رکھ سکتی۔ کیونکہ میں جانتی ہوں تمہیں میں اسی ایٹی ٹیوڈ کے ساتھ اچھی لگتی ہوں۔" وہ یقین سے مسکرائی۔

"ہاں اور میں تمہیں اس طرح ہمیشہ مسکراتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں تم اپنے اندر کے باقی ماندہ خوف بھی باہر نکال پھینکو۔ اس کی جگہ میں تمہیں یقین دوں گا۔ وہ یقین جو ہماری آنے والی زندگی کی سمت طے کرے گا اور ہمارے راستوں کو نئی راہ دے گا۔"

"میرے اندر اب کوئی ڈر باقی نہیں رہا عالیان مرزا۔ میں تمہارے یقین کے ساتھ تمہیں اپنی زندگی میں اپنا رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے آئندہ دنوں میں ہم اس یقین کو مزید پختہ کریں گے۔" وہ مدھم لہجے میں بولی اور ایک پرسکون سانس کے ساتھ اس کے شانے پر سر رکھ دیا تھا بارش، یخ بستہ ہوائیں اور وہ سرد موسم انہیں ٹھہرے ہوئے لمحوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔

برسوں کے انتظار کا انجام لکھ دیا
کاغذ پہ شام کاٹ کر پھر شام لکھ دیا
بکھری پڑی تھیں ٹوٹ کر کلیاں زمین پر
ترتیب دے کر میں نے تیرا نام لکھ دیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

دادی جان کی بیماری پری اور طغرل کو ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہے۔ پری کی حالت زار دیکھ کر آصفہ اور عامرہ بھی اسے دلاسہ دیتی ہیں دوسری طرف احمر غفران ہاجرہ کو اس کی بے پروائی پر مار مار کر ادھ موا کر دیتا ہے۔ جبکہ ماہ رخ عجیب کشمکش کا شکار ہے کہ وہ اعوان کی بات مان لے احمد غفران کا خوف اسے ہولائے رکھتا ہے۔ اسے لگتا ہے کہ وہ کبھی احمد غفران کی قید سے آزادی حاصل نہ کر پائے گی۔ عادلہ اور شیری کی حد سے بڑھی ہوئی قربت کے نتیجے میں عادلہ امید سے ہو جاتی ہے ایسے حالات میں اپنی ماں کے کہنے پر وہ شیری کو مجبور کرتی ہے کہ اب وہ ہر صورت اس سے شادی کرے جبکہ شیری اس کی بات پر کوئی خاص توجہ دیے بغیر اسے جھٹک دیتا ہے اور عادلہ غصے میں پری کو ان تمام حالات سے آگاہ کرنے کی دھمکی دیتی ہے۔ دادی پری کے رشتے کے حوالے سے فکر مند رہتی ہیں۔

طغرل خود کو گھر کی تعمیر میں مصروف کر لیتا ہے شیری کا پری کی طرف التفات دیکھ کر دادی طغرل کے سامنے اس کا ذکر کرتی ہیں۔ جبکہ طغرل دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک آخری کوشش کے طور پر پری سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

ایک لمحے کے لیے وہ ساکت ہوگئی۔

آنکھیں پھٹ گئیں' طغرل کے بائیں بازو سے تیزی سے خون نکل رہا تھا اور وہ جنونی انداز میں ابھی دوسرا فائر بھی کرنے والا ہی تھا کہ وہ چیختی ہوئی اس کے دائیں ہاتھ سے لپٹ گئی اور پستول چھیننے کی کوشش کرنے لگی۔ فائر کی آواز سن کر کچن کی سمت جاتی ہوئی عائزہ بھی بھاگ کر آئی تھی اور اندر کی صورت حال دیکھ کر بدحواسی کے انداز سے وہ بھی پری کی مدد کرنے لگی اب وہ دونوں اس کے بازو کو جکڑنے کی سعی کر رہی تھیں۔

"خدا کے واسطے طغرل بھائی چھوڑیں پستول کو یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ خون دیکھیں کتنی تیزی سے بہہ رہا ہے آپ کا۔" طغرل کا جنونی انداز ہنوز برقرار تھا وہ ان کی گرفت سے اپنا بازو چھڑانے کی سعی کر رہا تھا اسی کشمکش میں پستول اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔ پری نے پھرتی سے پیر مار کر پستول صوفے کے نیچے کر دیا' طغرل کو اٹھانے کی مہلت نہ ملی تھی۔ لمحوں میں یہ سب ہوا تھا۔

"تم کو ہر بات مذاق محسوس ہوتی ہے تو اب مجھے کیوں روکا؟ مذاق کرنے دیتیں' جذباتیت میں نشانہ چوک گیا میرا وگرنہ یہ مذاق تم کو ہمیشہ ہمیشہ یاد رہنے والا مذاق تھا۔" گرین کلر کی شرٹ کی آستین سرخ ہو رہی تھی مگر اسے اس کی کوئی فکر نہیں تھی وہ پری کو گھورتے ہوئے کہہ رہا تھا جو سخت پریشان ہو رہی تھی۔

"گھر میں کوئی بھی نہیں ہے عائزہ! تم پاپا کو کال کرو پلیز۔" طغرل کے بازو سے نکلنے والا خون کارپٹ پر گرنے لگا تھا

لائٹ پنک کلر کا کارپٹ سرخ ہوتا جا رہا تھا جبکہ وہ بے پروا انداز میں کھڑا تھا۔

"رہنے دو عائزہ! مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیسی بات کر رہے ہیں آپ؟ کیوں سزا دے رہے ہیں خود کو' ذرا دیکھیے تو کس قدر بلیڈنگ ہو رہی ہے۔" عائزہ رونے لگی۔

"ہونے دو۔" وہ اپنے بازو کو دیکھتے ہوئے کٹھور پن سے بولا۔

"اس طرح تو آپ کی جان جا سکتی ہے طغرل بھائی۔"

"جانے دو' اس طرح کسی کو قرار تو آئے گا۔" اس کا لہجہ ضدی تھا' پری کو معلوم تھا وہ اس کو سنا رہا ہے اور جو کہہ رہا ہے وہ کر کے بھی دکھائے گا وہ وہاں سے نکل کر اپنے روم میں آئی اور معید کو کال کرنے لگی۔

❀……❀……❀
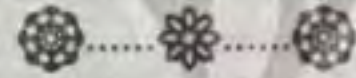
سہ پہر کا وقت تھا موسم میں خنکی رچی تھی' وہ ساحل کنارے ایک اونچے پتھر پر براجمان تھے' سنہری دھوپ کی نرم حدت ان کو سرد فضاؤں میں خوش گوار لگ رہی تھی۔ سمندر خاصے جوش میں تھا اس کے نیلگوں پانی کی لہروں میں سرکشی تھی از حد غصہ و جنون راستے میں آنے والی ہر شے کو نیست و نابود کرنے کو تیار تھا' عادلہ کی نگاہیں ان سرکش موجوں پر ہی جمی تھیں۔

"اب معاف بھی کر دو مجھے یار!" برابر میں بیٹھا شیری جھک کر مخاطب ہوا۔

"ہوگئی غلطی مجھ سے اور غصے میں نہ جانے تم سے کیا کیا کہہ گیا تھا میں جس کا احساس مجھے تمہارے جانے کے بعد ہوا اور میں اس پر شرمندہ ہوں۔"

"آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے؟" عادلہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی پُراعتماد لہجے میں استفسار کرنے لگی۔

"یس سوئٹ ہارٹ! تب ہی تو میں تم کو یہاں لے کر آیا ہوں۔ تم غصہ تھوک دو' معاف کر دو مجھ خطا کار کو۔" اس نے بڑی محبت سے اس کے سرد ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھاما اور عادلہ نے اس سے بے لچک انداز میں کہا۔

"پھر آپ کو مجھے یہاں لانے کے بجائے اپنے والدین کو میرے گھر بھیجنا چاہیے تھا میرے ممی پپا سے میرا پرپوزل مانگنے کے لیے۔"

"اوہ شٹ!" اس نے عادلہ کے ہاتھ چھوڑ کر بے زاری سے کہا۔

"تم یہ ایک بات ہی کیوں کرتی ہو؟ مجھے چڑ ہے ایسی باتوں سے ابھی میں لائف انجوائے کرنا چاہتا ہوں' پرندوں کی طرح آزادی سے رہنا میری خواہش ہے۔ میرڈ لائف مجھے گلے میں ڈالے گئے رسّی کے پھندے کی مانند لگتی ہے کہ ذرا سی چوک ہوئی اور زندگی ختم۔"

"پرندوں کی مانند نہیں شیری! حیوانوں کی مانند زندگی گزارنا چاہتے ہو تم' شادی کر کے پابند ہونے کی تمہاری استطاعت نہیں ہے۔ جانوروں جیسی زندگی کو تم مزے دار زندگی کہہ رہے ہو؟" عادلہ کے لہجے میں بلا کا طنز تھا۔

"مجھے قصوروار کہنے سے پہلے اپنا چہرہ بھی آئینہ میں دیکھ لو' تم بھی میرے ساتھ شریک رہی ہو۔" وہ ہونٹ بھینچ کر گویا ہوا۔

"اسی کا خمیازہ بھگت رہی ہوں۔"

"میری بات مان لو' جان چھڑاؤ اس مصیبت سے۔" اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شیری کے لہجے میں نرمی در آئی۔

"ابھی ہمیں ان پرابلمز کو فیس کرنے کی ضرورت نہیں ہے' ابھی موج مستی کے دن ہیں ان بیوٹی فل ڈیز کے حسن کو کیوں ان باتوں میں پڑ کر گزارنا چاہتی ہو۔"

"یہ تمہاری سوچ ہے میری نہیں' تم میرا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر میرے لیے ان دنوں کو خوب صورت بنا سکتے ہو' ماں کا رشتہ دنیا کے ہر رشتے سے بڑا رشتہ ہے شیری! تم مجھے اس قابل بنادو کہ میں سب کو فخر سے بتاسکوں کہ میں ماں بننے والی ہوں۔" وہ اس کے شانے پر سر رکھ کر ملتجی لہجے میں گویا ہوئی۔

"اوہ شٹ اپ اسٹوپڈ! یہ کیا تم نے رٹ لگائی ہوئی ہے شادی شادی..... شادی' میں نے تم سے کہا ہے میں ابھی شادی کے حق میں نہیں ہوں' شادی نہیں کروں گا ابھی' تم کو سمجھ نہیں آتی ہے۔" شدید غصے میں اس نے عادلہ کو خود سے دور کیا اور چیخ کر کہنے لگا۔ اس ماحول میں سمندر کی ادھم مچاتی لہروں اور شائیں شائیں چلتی ہواؤں میں اس کا دھاڑتا ہوا لہجہ دور دور تک گونج اٹھا تھا۔

عادلہ نے اس کے اس طرح بے دردی سے خود سے دور کرنے پر خود کو سنبھالتے ہوئے سراسیمہ انداز میں ادھر اُدھر دیکھا تھا لیکن یہ سرد دن تھا وہاں آنے والے لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی' خاصے خاصے فاصلوں پر ان جیسے سر پھرے چند جوڑے ہی بیٹھے نظر آرہے تھے۔

"دماغ درست نہیں ہے تمہارا' اس طرح کی باتیں یوں چیخ چیخ کر کی جاتی ہیں؟ شکر ہے یہاں قریب میں کوئی موجود نہیں ہے۔"

"کوئی موجود ہوتا بھی تو کیا کر لیتا میرا؟"

"تم کو تو اپنی عزت کی پروا نہیں ہے مگر مجھے فکر ہے اپنی عزت کی۔"

"ہونہہ! میرے سامنے اپنی پارسائی کی باتیں مت کیا کرو' ہنسی آتی ہے مجھے۔"

"اور مجھے رونا آتا ہے تم پر' تمہاری گندی ذہنیت پر۔" وہ بے خوف انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"میرے سامنے کچھ زیادہ ہی زبان نہیں چلنے لگی ہے تمہاری؟" وہ اس کا چہرہ ہاتھ سے پکڑتے ہوئے غرایا۔

"اپنی زبان بند رکھو گر نہ بولنے کو ترسو گی۔"

"میری زبان تم بند نہیں کرسکتے مسٹر شہریار!" وہ ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتی ہوئی اسی کے انداز میں غرائی۔

"کل تک میں کمزور تھی یا دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کھلونا بن گئی تھی تمہارے لیے لیکن اب میں تم کو بھاگنے نہیں دوں گی' ایک غلطی میں کر چکی ہوں' دوسری غلطی ہرگز نہیں کروں گی ابارشن کروا کر تمہارے گناہ پر پردہ نہیں ڈالوں گی' تمہارا مکروہ کردار سب کے سامنے لاؤں گی۔"

"میں تمہاری پکڑ میں نہیں آؤں گا بے وقوف لڑکی! میں صاف انکار کردوں گا یہ کہہ کر کہ تم جھوٹ کہہ رہی ہو' یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ لوگ میری بات کو سچ مانیں گے یا تمہاری بات کو؟" اس نے مسکراتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"اچھا..... ایک بات بتاؤ؟" وہ بھی اس کے انداز میں مسکرا کر بولی۔

"تم نے سچ مچ ہارڈ ورڈ سے ڈگری حاصل کی ہے یا ہمارے یہاں کے بڑے لوگوں کی طرح جعلی ڈگری خرید کر لائے ہو؟"

"شٹ اپ! میری ڈگری رئیل ہے وہاں ایسے کام نہیں ہوتے۔"

"یہاں وہاں کہیں بھی فرشتے نہیں بستے ہیں ہر جگہ انسان ہیں اور پیسہ ہر انسان کی کمزوری ہے کرپشن ہر جگہ ہی ہوتی ہے۔"

"اوہو کیوں وقت ضائع کر رہی ہو عادلہ! میری بات مان لو پھر جو کہو گی وہ میں کرنے کے لیے تیار ہوں پلیز میری بات سمجھو۔"

"تم پڑھے لکھے ہو اور یہ نہیں جانتے' ڈی این اے ٹیسٹ سے تم کس طرح انکار کر پاؤ گے؟ میں اگر ڈوبوں گی تو ساحل پر تماشہ دیکھنے کے لیے تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی' یہ یاد رکھنا تم۔" وہ شاکڈ سا اس کا منہ تکتا رہ گیا۔

"اوہ رئیلی اس طرف تو میرا دماغ ہی نہیں گیا تھا۔"

"جاتا بھی کیسے؟ تم دل استعمال کرنے والے بندے ہو۔" پھر دونوں خاموش ہو کر بیٹھے رہے چند لمحے بعد وہ اٹھ کر اندر ہٹ میں چلا گیا عادلہ گیلی ریت پر اس کے پاؤں کے ابھرے ہوئے نشان دیکھنے لگی اس کو لگا یہ بھیگی ریت اس کا دل بن گئی ہے جس پر وہ بے رحمی سے چلتا ہوا گزر گیا تھا' لہر آئی اور اس کے قدموں کے نشانات مدھم کر گئی۔ ایک دو' تین لہروں نے ان سنگدل قدموں کے نشانات مٹا دیئے تھے۔ اب ریت پر کوئی نشان باقی نہ رہا اس کا دل بھی اسی طرح جذبوں سے خالی ہو گیا تھا۔ وہ دور پہاڑوں کے اس پار سورج کی سرخ تھالی کو دیکھ رہی تھی۔

وہ چند دنوں سے زینب خالہ کے گھر مقیم تھی صباحت نے ساس کی جہاں دیدہ نگاہوں کے خوف سے اس وقت تک کے لیے اس کو وہاں چھوڑا دیا تھا تب تک وہ کسی قابل بھروسہ ڈاکٹر کا بندوبست نہ کرلیں۔ وہ ابارشن کے حق میں نہ تھی وہ جانتی تھی اس بچے کے ذریعے ہی وہ شہریار کو حاصل کرسکے گی۔ آج شہریار نے اس کو بلایا تو زینب کو بغیر اطلاع دیئے اس کے ساتھ آ گئی تھی' بہت ساری خوش گمانیوں کے ساتھ شاید شیری کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور وہ مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنے کے لیے اپنی پسندیدہ جگہ پر اس کو لے کر آیا تھا مگر خوش گمانی..... خوش گمانی ثابت ہوئی' اس کا پتھر دل پتھر ہی رہا تھا' وہ بے آواز آنسو بہانے لگی۔

"گرما گرم کافی حاضر ہے۔" کچھ دیر بعد وہ مسکراتا ہوا ہشاش بشاش انداز میں وہاں آیا اور بھاپ اڑاتا مگ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"ناراضی چھوڑو ڈیئر! یہ کافی پیو' ریلیکس ہو جاؤ گی۔"

"نہیں چاہیے کافی' مجھے گھر ڈراپ کردو بس۔"

"کافی تو پیو ابھی چلتے ہیں۔ تم مجھے کچھ سوچنے کے لیے ٹائم تو دو!"

"رئیلی تم کو میری بات سمجھ آ گئی ہے نا؟" اس نے مگ لیتے ہوئے کہا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁
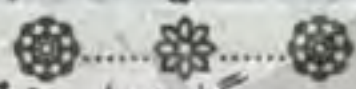
رات بے حد گہری تھی صحرا کی جیسی آلود فضا میں شدید گھٹن پھیلی ہوئی تھی' ماہ رخ اپنے ائیر کنڈیشن کمرے میں کھڑکی کے شفاف شیشوں کے قریب کھڑی باہر برستی چاندنی کو دیکھ رہی تھی۔ آسمان پر ڈھیروں ستاروں کے جھرمٹ میں چاند اپنی بے داغ چاندنی نچھاور کر رہا تھا جس سے ذرہ ذرہ روشن تھا' منور تھا مگر پھر بھی ایسا سکوت پھیلا تھا کہ وہ اس ٹھنڈے کمرے میں بھی ایک گہرے اضطراب و دکھ میں مبتلا تھی' دل کو عجیب سی ہوک لگی تھی' دل کو ہر گھڑی یہ دھڑکا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔ اعوان اس کے بغیر جانے کو تیار نہ تھا۔

ہاجرہ کو ایک دن بھوکا' پیاسا تہہ خانے میں پڑے ہو چکا تھا' مستزاد وہ زخمی بھی تھی' احمر غفران نے محبت کا دعویٰ تو بہت کیا تھا مگر وہ اس کی محبت میں اپنے اصول توڑنے کو تیار نہ تھا بہت اس کی محبت والتفات کے جواب میں اس نے اسے

ہاجرہ سے ملنے کی اجازت دی تھی۔ وہ بھی مشروط کہ وہ ہاجرہ کو وہاں سے نکالنے کی کوشش نہیں کرے گی اس وقت وہ ذاکرہ کا انتظار کررہی تھی۔

"ذاکرہ! کہاں تھیں اتنی دیر لگادی تم نے؟ جانتی ہو ہاجرہ سے ملنے کے لیے کتنی بے کل ہورہی ہوں ایک ایک پل بھاری لگ رہا ہے۔" خاصی دیر بعد ذاکرہ کو وہاں آتے دیکھ کر وہ غصے سے گویا ہوئی۔

"معافی چاہتی ہوں رانی صاحبہ! بات ہی ایسی تھی کہ وہ میں فوراً نہ آسکی۔" وہ ماہ رخ کو غصے میں دیکھ کر گھبرا کر بولی۔

"خیریت کیا بات تھی؟ غفران کو خبر تو نہیں ہوگئی اعوان کے ارادوں کی جلدی بتاؤ؟" وہ ہر لمحہ اسی خوف میں مبتلا رہتی تھی۔

"نہیں نہیں رانی صاحبہ! یہ بات بالکل بھی نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟" اس کی مرتعش دھڑکنوں کو قرار ملا۔

"چند دنوں سے دلربا کی حرکتیں بہت عجیب و پُراسراری ہوگئی ہیں اس نے جب سے آپ کے اور رئیس کے نکاح کی خبر سنی ہے تب سے ہی وہ بے چین و بے سکون رہنے لگی وہ کچھ گڑبڑ کرنے والی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے وہ پہلے دن سے ہی مجھے پسند نہیں کرتی اب اس کا رویہ بدل گیا ہے مگر اس کی آنکھوں میں چھپی نفرت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے وہ ان دنوں بھی اسی تگ و دو میں لگی ہے کہ کسی طرح وہ اعوان اور میرے تعلق کی خبر احمر غفران تک پہنچا کر مجھے عبرت ناک سزا دلوا سکتے۔"

"پھر آپ نے خاموشی کیوں اختیار کی؟ پہلی فرصت میں کوئی بھی الزام لگا کر اس فتنہ پرور عورت کو موت کی سزا دلواتیں رئیس آپ کی بات کبھی نہیں ٹالتے افسوس آپ نے اسے زندہ رہنے دیا اور وہ آپ کو مارنے کی سازشوں میں غرق رہنے لگی ہے آج کل۔" ذاکرہ کے لہجے میں از حد ملال و تاسف ابھر آیا تھا۔

"میں پہلے ہی بہت گناہ گار ہوں دلربا کو مار کر اپنے اعمال نامہ کو مزید سیاہ کرنا نہیں چاہتی۔ کبھی موقع ملا تو اس جذباتی عورت کو سمجھاؤں گی رئیس جیسے ہرجائی صفت مرد کبھی بھی ایک عورت کے نہیں ہوسکتے یہ لوگ بھنورے جیسی فطرت رکھتے ہیں وہ کل تک مجھے اپنے فائدے کے لیے استعمال کررہا تھا نکاح کے چند دنوں بعد ہی اس کا دل بھر جائے گا وہ اپنے جذبات پر لعنت بھیجنے کے ساتھ ہی مجھے بھی کسی ایسے مرد کے حوالے کردے گا جس سے اس کا کوئی کام اٹکا ہوا ہو۔" وہ دھیمی آواز میں اس سے کہہ رہی تھی۔

"میں آپ کو مشورہ دینے کی اہل تو ہرگز نہیں ہوں رانی صاحبہ لیکن یہ ضرور کہوں گی دلربا سے آپ بہت ہوشیار رہیں میں ہر ممکن اس کی نگرانی کرتی ہوں لیکن اس کو رئیس نے سارے اختیارات سونپ رکھے ہیں کچھ معاملات میں چاہ کر بھی مداخلت نہیں کرسکتی ہوں۔"

"دلربا کی کن پراسرار حرکتوں نے تم کو پریشان کیا ہوا ہے ذاکرہ؟" اس کو سخت متوحش دیکھ کر ماہ رخ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"وہ آج محل سے باہر گئی تھی چند گھنٹوں بعد لوٹی تو خاصی چوکنا انداز میں تیز تیز چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور وہ ابھی تک اپنے کمرے سے نہیں نکلی اور کمرہ بھی اندر سے بند کررکھا ہے۔"

"وہ کس سے ملنے گئی ہوگی؟"

"یہاں اس کا کوئی نہیں ہے رانی صاحبہ! وہ کس سے ملنے جائے گی؟"

"شاید تم نہ جانتی ہو اس نے باہر کسی سے دوستی کررکھی ہو خیر چھوڑو وہ کہاں گئی کیوں گئی؟ اس سے مجھے سروکار نہیں

ہے تم مجھے فوراً ہاجرہ کے پاس لے چلو مجھ سے اس کی جدائی برداشت نہیں ہورہی ہے۔"

"رانی صاحبہ! آپ نے رئیس سے اجازت لے لی ہے کہیں میرا بھی انجام ہاجرہ سے بدتر نہ ہو؟" وہ خوف زدہ لہجے میں گویا ہوئی۔

❁……❁……❁
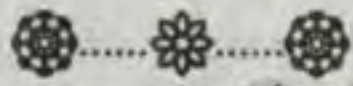
گولی اس کے بازو کو چھو کر گزر گئی تھی۔ معید پری کی کال کرتے ہی آگیا تھا اور اس نے طغرل کو ایک لمحہ بھی من مانی کرنے کا نہیں دیا اور سیدھا قریب ہی واقع پرائیوٹ اسپتال لے گیا جہاں فوری اس کی ٹریٹمنٹ کی گئی تھی پھر ڈریسنگ کر کے کچھ دیر بعد وہ گھر آگئے تھے معید دیکھ رہا تھا طغرل اسٹریس میں ہے۔ گہرے زخم اور خون بہنے کی وجہ سے اس پر نقاہت طاری تھی۔ اس کی اس حرکت پر دل میں بھرے غصے پر وہ قابو پائے نرمی سے پیش آرہا اور پھر اس کے سونے کے بعد وہ اس پر کمبل ڈالتا ہوا بیڈ روم سے باہر آگیا۔

"معید بھائی! طبیعت کیسی ہے اب طغرل بھائی کی؟ کوئی خطرے کی بات تو نہیں ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟" لاؤنج میں عائزہ اور پری بیٹھی تھیں عائزہ کھڑی ہوکر فکرمندی سے بولی۔

"کچھ لیا دیا آگے آگیا جو بلٹ اس کے بازو کو چھو کرتی گزر گئی ہے ورنہ بہت بُرا ہوتا بلٹ سینے یا گردن میں بھی لگ سکتی تھی۔" وہ صوفے پر بیٹھتا ہوا سنجیدگی سے بتانے لگا۔

"اللہ کا بہت شکر و احسان ہے جو ایسا کچھ نہیں ہوا۔"

"سب سے زیادہ اللہ نے یہ مہربانی کی کہ دادی جان گھر میں نہیں تھیں اور نہ ہی پاپا اور ممی اگر ان میں سے کوئی گھر میں ہوتا تو مسئلہ بن جاتا۔" خاموش گم صم بیٹھی پری نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

"نانی جان ماموں و ممانی کو حقیقت مت بتانا کہہ دینا وہ گھر میں آیا تو چوٹ لگی ہوئی تھی طغرل خود ہی کوئی بہانہ بنادے گا۔"

"جی ٹھیک ہے معید بھائی! کھانا لگاؤں آپ کے لیے رات ہوگئی ہے۔"

"نہیں عائزہ! بھوک نہیں لگ رہی ہاں کافی لے آؤ۔"

"جی ابھی لاتی ہوں۔" وہ آگے بڑھی۔

"ارے عائزہ! تم دونوں نے بھی کھانا نہیں کھایا ہوگا تم دونوں کھالو۔" وہ چونک کر دونوں کو دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

"بھوک تو ہم دونوں کو بھی نہیں لگ رہی ہے میں ایسا کرتی ہوں کافی کے ساتھ بسکٹ اور ڈرائی فروٹ لے آتی ہوں۔" عائزہ نے پری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پری نے بھی کھانے سے انکاری انداز میں گردن ہلادی تھی عائزہ وہاں سے چلی گئی۔

"شروع سے بتاؤ مجھے کیا ہوا تھا کیوں طغرل نے ایسی جان لیوا حرکت کی؟ تم دونوں کا پھر جھگڑا ہوا تھا؟" معید کے لہجے میں دبیز بے چینی و پریشانی چھپی ہوئی تھی وہ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"جھگڑا…… ایسی کوئی بات نہیں ہوئی بلکہ کوئی بھی بات نہیں ہوئی تھی میری ان سے میں یہاں بیٹھی عائزہ سے باتیں کررہی تھی تب ہی وہ آکر بھونڈا مذاق کرنے لگے تھے۔" وہ تفصیل بتاتی ہوئی بولی۔

"وہ سیریس ہے پری! تم اس کے جذبات کو کب سمجھو گی؟" معید نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے رنجیدگی سے کہا۔ پری کے چہرے کی رنگت اڑی ہوئی تھی ایک عجیب سا ہراس اس کی چمک دار براؤن آنکھوں میں پھیلا ہوا تھا طغرل کی اس درجہ کی انتہا پسندی نے اس کو نئے اضطراب میں مبتلا کردیا تھا۔

''پلیز معید! میری مشکل زندگی کو مزید کٹھن راہوں پر مت ڈالو‘ یہ سب تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہے۔''

''میری وجہ سے...... کیوں؟'' وہ متعجب ہوا۔

''تم نے ہی کچھ عرصہ قبل ان کو مجھ پر ترس کھانے کا مشورہ دیا تھا۔''

''ترس کھانے کا نہیں شادی کرنے کا۔'' وہ جز بز ہوا۔

''ایک ہی بات ہے کوئی مجھ سے ترس کھا کر ہی شادی کر سکتا ہے۔'' اس کے لہجے میں سفاکی آمیز طنز در آیا تھا۔

''یہ تمہاری سوچ ہے صرف‘ تم اپنا اعتماد کھو بیٹھی ہو ورنہ تم میں ایسی کوئی کمی نہیں ہے جو تم پر ترس کھایا جائے۔''

''ان باتوں کو تم نہیں سمجھ سکتے؟''

''ان بے معنی باتوں کو میں سمجھنا بھی نہیں چاہتا‘ تم صرف اپنے بارے میں سوچو کب تک اس گھر میں بیٹھی رہو گی نانی جان آج کل اسی فکر میں ہیں کہ جلد از جلد کوئی رشتہ آئے تو وہ تم کو رخصت کریں۔''

''مجھے کسی سے بھی شادی نہیں کرنی۔ ہزار بار کہہ چکی ہوں میں یہ بات۔'' اس کا دل پہلے ہی بھرے بادلوں کی طرح تیار تھا معید کی باتوں سے وہ صبر و برداشت کھو بیٹھی اور رونے لگی۔

''اس طرح رو رو کر تم حقیقت سے فرار حاصل نہیں کر سکتی ہو پری! حقیقت کو تم کھلے دل و دماغ سے مانو۔ میں تمہارا بھائی ہوں‘ دوست ہوں‘ تمہاری بہتری و خیر خواہی چاہتا ہوں۔'' وہ اس کے قریب بیٹھ کر سر پر ہاتھ رکھتا ہوا شفقت بھرے انداز میں بولا۔

''طغرل کے جذبوں میں کھوٹ نہیں ہے بے حد پرکھا ہے میں نے وہ تم کو دل و جان سے چاہتا ہے‘ تمہارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کرتا وہ۔ پہلے تو میں بھی اس کے احساسات و جذبات کو وقتی لگاؤ ہی سمجھتا تھا لیکن اب اس کے جذبوں کی سچائی سے انحراف نہیں کرتا۔''

''میری بات سمجھنے کی سعی کرو معید! یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا دکھائی دے رہا ہے۔'' وہ آنسو صاف کرتی آہستگی سے گویا ہوئی۔

''میں جانتا ہوں اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ مذنہ آنٹی ہیں‘ وہ اس رشتے کی سب سے بڑی مخالف ہیں لیکن طغرل ان کے دباؤ میں آنے والا بندہ نہیں ہے وہ تمہاری خاطر ان کو چھوڑ دے گا۔'' وہ پری کو راضی کرنے کے چکر میں خاصا جذباتی ہو گیا تھا۔

''اور پھر کچھ عرصہ بعد ان کی خاطر مجھ کو بھی...... ہے نا؟''

''ہرگز نہیں وہ طغرل ہے...... مضبوط اعصاب و ذہن کا مالک وہ تم کو حاصل کرنے کے لیے مرا جا رہا ہے تو پھر تم کو چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ پورے انہماک سے اس کو سمجھانے کی سعی کرنے لگا۔

❁......❁......❁
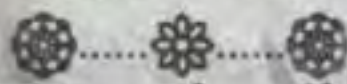
''کتنا ٹائم لو گے؟'' وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

''زیادہ نہیں۔'' کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے عادلہ کی طرف دیکھا۔

''ہوں‘ بات ہی ایسی ہے شیری! ہم اس معاملے کو ٹائم بھی نہیں دے سکتے جتنا ٹائم ضائع ہوگا اتنا ہی پرابلم کری ایٹ ہوگا۔''

''تم فکر نہیں کرو‘ ایسا کچھ نہیں ہوگا اب تم جلدی سے اپنے بیڈ روم میں جا کر سو جاؤ‘ تمہاری ٹینشن بہت جلد دور ہو جائے گی۔'' اس نے گیٹ کے سامنے کار روکتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"اس طرح باتوں سے دور نہیں ہوگی۔" اس نے پرس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میری باتوں پر یقین کرو سب ٹھیک ہوجائے گا...... اوکے۔ بائے اینڈ ٹیک کیئر سویٹی!" اس نے گہری نگاہوں سے اس کو ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

عادلہ اندر جاتی ہوئی بے حد مسرور تھی شیری نے آج کچھ زیادہ ہی اس پر التفات برتا تھا چند سرد و کڑوے جملوں کا تبادلہ ان کے درمیان ضرور ہوا تھا اور جن پر اس نے بعد میں معافی بھی مانگ لی تھی۔

وہ لاؤنج سے گزری تو اندر صوفوں پر آرام دہ انداز میں بیٹھی آنٹی اور ممی نظر آرہی تھیں وہ خود کو بے حد تھکا ہوا محسوس کررہی تھی اس نے نگاہ بچا کر وہاں سے گزر جانا چاہا تھا مگر گلاس ڈور سے صباحت اس کو دیکھ چکی تھیں انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو اندر بلایا۔

"یہ کیا طریقہ ہے عادلہ! تم سارا دن غائب رہیں اور اب شام ڈھلے آئی ہو تو ہمارے پاس بیٹھنا بھی گوارا نہیں ہے تم کو۔" انہوں نے سخت لہجے میں سرزنش کی۔

"سوری ممی! میں بہت تھک گئی ہوں بیٹھنے کی ہمت نہیں ہے آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس کی عجیب سی کیفیت ہورہی تھی۔

"کیا ہوا ہے طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" زینب نے متفکر انداز میں کہا۔

"جی! بس میں آرام کرنا چاہتی ہوں بہت تھکن محسوس ہورہی ہے۔" وہ کہتی ہوئی عجلت میں وہاں سے نکل گئی۔

"دیکھا تم نے عادلہ کی ہٹ دھرمی چوری اور سینہ زوری۔ اس بدکار شیری سے ملنے گئی تھی کچھ بتاتی تو سہی وہ شادی کے لیے راضی ہوا یا نہیں؟" صباحت غصے سے بڑبڑانے لگی تھیں۔

"وہ خود بہت ڈپریسڈ ہے آپی! اس کا چہرہ بتارہا ہے وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہے شاید شیری نے تعاون نہیں کیا۔"

"جو لڑکیاں اپنی نسوانیت کی حفاظت نہیں کرتیں وہ اسی طرح سے ذلیل و خوار ہوتی ہے وقت پر ہوش کے ناخن نہیں لیے اس نے اب خود بھی انگاروں پر لوٹ رہی ہے اور ساتھ مجھے بھی گھسیٹ لیا۔"

"سمجھ نہیں آتی مجھے آپ کو کس طرح دلاسہ دوں آپی! بہت پریشانیوں میں گھر گئی ہوں ایک طرف عائزہ شادی کے چند دنوں بعد ہی میکے آبیٹھی ہے تو دوسری پریشانی عادلہ کی اس حرکت نے پیدا کردی ہے۔"

"دن بہت تیزی سے گزر رہے ہیں شیری اپنی غلطی کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ پھر کوئی ایسی لیڈی ڈاکٹر بھی نہیں مل رہی جس پر اعتماد کیا جائے۔"

"اتنا ڈپریسڈ مت ہو آپی! میں کوشش میں ہوں یہ معاملہ آگے نہیں بڑھے میری میڈ گاؤں سے آجائے وہ ایک تجربہ کار مڈوائف کو جانتی ہے۔"

"ارے تو بلواؤ نا اس کو کب آئے گی وہ؟" صباحت ایک دم ہی پرجوش انداز میں گویا ہوئیں۔

"دو چار دن میں آجائے گی فون آیا تھا اس کا۔"

"ہوں...... تم اس لاڈ صاحب سے تو میری بات کراؤ میں معلوم تو کروں اس سے میری عائزہ کو اس نے سچ بولنے کی سزا سوکن کے روپ میں دی ہے کوئی ایسا بھی کرتا ہے کیا؟" ان کی دوسری دکھتی رگ بھڑک اٹھی۔

"فاخر کال ریسیو نہیں کررہا شادی کی اطلاع دینے کے بعد اس نے پھر سے کوئی رابطہ نہیں کیا وہ ہم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔"

"اپنی نئی نویلی دلہن کے ناز نخروں سے فرصت کہاں مل رہی ہوگی اسے ہاہا...... سوکن کا جلاپا میری عائزہ کے نصیب

میں بھی لکھا تھا؟" انہوں نے بے حد درد بھرے انداز میں آہ بھری۔

"بھائی اور بھابی کو دیکھو ذرا کس طرح لندن جا کر بیٹھ گئے ہیں جیسے شادی کو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہوں اس طرح گم ہیں اپنی خوشیوں میں جیسے پیچھے کسی کو چھوڑ کر ہی نہ گئے ہوں۔" صباحت کے جھنجلاہٹ بھرے انداز پر زینب مسکرا کر بولی۔

"گئے بھی تو شادی کے طویل عرصہ کے بعد پہلی مرتبہ ہیں اس حساب سے تو یہ ان کا ہنی مون پریڈ ہی ہے۔"

"تم میرا دل مت جلاؤ زینی!"

"میں مذاق نہیں کررہی سچ ہی تو کہہ رہی ہوں آپ میرے بیڈروم میں جا کر ریسٹ کریں میں دیکھتی ہوں ملازمہ ڈنر میں کیا بنارہی ہے۔"

"ارے بیٹھ جاؤ میں کھانا کھا کر نہیں جاؤں گی گھر پر اماں جان نہیں ہیں وہ کل تک کے لیے آصفہ آپا کے ہاں گئی ہیں عائزہ گھر میں ہے۔"

"اچھا...... پری نہیں ہے کیا گھر میں؟" وہ بیٹھتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔

"وہ کہاں جائے گی منحوس گھر میں ہی ہے وہ۔" قبل اس کے کہ زینب کچھ کہتی بدحواسی انداز میں عادلہ وہاں آئی اور صباحت سے لپٹتی ہوئی درد بھرے لہجے میں بولی۔

"ممی...... ممی مجھے بچالیں...... میں مر رہی ہوں۔"

"عادلہ...... کیا ہوا ہے میری جان۔" وہ دونوں ہی اس کو سنبھالنے کی سعی میں لگی تھی وہ سرد موسم میں پسینہ پسینہ ہورہی تھی اور شدید ترین درد سے مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ صباحت نے اس کو چیختے چلاتے درد سے دیکھ کر آگے بڑھ کر گلاس ڈور بند کر کے پردے ڈال دیئے تھے۔

"اے میرے اللہ! میری عزت اب صرف تیرے اختیار میں ہے تُو چاہے وہ کام بھی ممکن ہوجائے جو ہمارے لیے ناممکن بنا ہوا ہے۔"

❀......❀......❀

"یہ کیا حرکت تھی یار! ایک بے کار سی محبت کے لیے تم ایسی ناقابل یقین حرکت کرو گی میں یقین نہیں دلا پا رہا ہوں میں خود کو۔" اس کے جاگنے کے بعد لائٹ ساؤنڈز کروا کر معید اس کے قریب ہی بیٹھتا ہوا خفگی بھرے انداز میں گویا ہوا وہ خاموش رہا تھا۔

"جب تم کو سمجھا دیا اس بے فیض محبت سے کچھ بھی حاصل نہ کرپاؤ گے تو پھر کیوں دیوانے ہوئے جارہے ہو اور آج تم نے اس دیوانگی کی حد ہی کردی ہے سوچو ذرا اگر گولی دل میں پیوست ہوجاتی تو کیا ہوتا؟"

"مر جاتا......" وہ اس کی طرف دیکھ کر زخمی لہجے میں بولا۔ معید اس کے بکھرے لہجے سے اس کی طرف چونک کر متوجہ ہوا اس کے وجیہہ چہرے پر عجیب حزن و سوز پھیلا ہوا تھا۔

"مر جانے کا تم کو رنج نہیں ہے؟" اس کی جنوں خیزی دیکھ کر معید کی آواز کانپ رہی تھی اور اندر کافی لانے والی پری کمرے کی دہلیز پر آگے نہ بڑھ سکی۔ ایک غیر محسوس احساس اس کے دل میں سرائیت کرتا جارہا تھا اس کی سماعتیں ادھ کھلے دروازے پر گرے پردے کے پار سے آنے والی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔

"اس کے بنا بھی تو زندگی موت جیسی ہی ہوگی یار۔"

"او مائی گاڈ! تم اتنا اس کے عشق میں آگے نکل گئے ہو تم کو زندگی اور موت میں کوئی فرق محسوس نہیں ہورہا ہے؟"

"ہاں وہ مل جائے مجھے اور کوئی تمنا نہیں ہوگی پھر زندگی سے۔" پری سے مزید وہاں کھڑا نہیں ہوا گیا وہ واپس لوٹ گئی۔

"تم نے فیاض ماموں سے بات کی تھی اپنے اور پری کے رشتے کی۔"

"ہوں...... میں نے ان سے بات کی تھی۔"

"تم نے ان کو یہ بتایا کہ ممانی صاحبہ پری کو نہیں اپنی بھتیجی وانیہ کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔" وہ حیرانی سے اس کی طرف دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"معلوم ہے ان کو دادی جان پہلے ہی بتا چکی ہیں۔" وہ زخم سے اٹھتی ٹیسوں کو برداشت کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"نانی جان ماموں کو بتا چکی ہیں...... پھر بھی وہ مان گئے اس بات کو؟" وہ سخت حیران ہو رہا تھا۔

"ہوں...... بعد میں بتاؤں گا ابھی سونا چاہتا ہوں۔" وہ غنودگی بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

❀......❀......❀

اس کے دل کی دھڑکنیں بُری طرح منتشر تھیں رگ وپے میں عجیب سی سنسناہٹ دوڑ رہی تھی طغرل کے لہجے میں نہ جانے کیسا درد تھا؟ کیسی بے بسی وحسرت تھی کہ اس کے حساس دل پر گہری چوٹ کی مانند لگی پھر اس سے وہاں کھڑا نہ ہوا گیا وہ دبے قدموں واپس آ گئی۔ اس کے جذبوں کو وہ شدت سے ٹھکراتی رہی تھی' طغرل کے ساتھ رشتہ ہی ہمیشہ لڑاتے جھگڑتے کا ہی رہا آج تک۔ وہ بچپن سے اسے تنگ کرتے' مذاق اڑاتے آیا تھا پھر پاکستان آ کر بھی وہ اس کو ہنسی و تضحیک کا نشانہ بناتی رہی' وہ اس کے روم کے ساتھ دادی پر بھی قبضہ کر چکا تھا۔

"وہ مجھ سے محبت کر سکتے ہیں؟" وہ لاؤنج میں بیٹھی خود سے پوچھ رہی تھی۔

"میں بھلا اس قابل کہاں ہوں' کوئی مجھ سے محبت کرے' میں تو وہ فرماں نصیب ہوں جو ماں باپ کی محبت اس وقت نہ پا سکی تھی جب مجھے صرف وصرف ان کی خالص محبت کی ضرورت تھی۔"

"اب تو تم کو ان دونوں کی محبت وچاہت حاصل ہے پری۔" اس کے اندر کوئی گویا ہوا۔

"محبت نہیں ندامت یا وہ دونوں اپنی زیادتیوں کا ازالہ کر رہے ہیں' وہ ازالہ اب کبھی بھی نہیں ہو سکتا ہے' بچپن کی وہ محرومیاں' وہ ننھی ننھی خوشیاں' چھوٹی چھوٹی خواہشیں جن کو پانے کے لیے میں نے وہ دن ترستے تڑپتے گزار دیئے۔ وہ گزرے دن اب لوٹ کر نہیں آئیں گے میرے اندر اپنوں کی دی گئی محرومیوں وبے اعتنائیوں نے بڑا گہرا خلا پیدا کر دیا ہے' میں محبت پر کبھی اعتبار نہیں کر پاؤں گی' کبھی نہیں۔" اس نے سسکتے ہوئے سوچا معاً طغرل کی تکلیف دہ آواز ذہن میں گونجی اور وہ انجانے سے اضطراب میں دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گئی۔

"میں کیسے یقین کر لوں طغرل کی محبت پر...... مجھے یقین نہیں آتا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" وہ اعتبار و نا اعتباری کے بھنور میں پھنسی تھی۔

"ارے پری! تم تو طغرل بھائی اور معید بھائی کے لیے کافی بنا کر لائی تھیں' کافی یہاں رکھے رکھے ٹھنڈی ہو گئی ہے تم دینے نہیں گئیں؟" عائزہ وہاں آئی تو ٹرے میں کافی کے مگ دیکھ کر حیرت سے بولی۔

"تم گرم کر کے دے آؤ میرا دل نہیں چاہ رہا وہاں جانے کو۔"

"تمہارا دل نہیں چاہ رہا ہے وہاں جانے کو؟" وہ ہنوز حیران تھی۔

"ہوں...... یہی کہا ہے میں نے۔" وہ اپنے بھیگے لہجے میں قابو پاتے ہوئے بولی۔

"صاف انداز میں کہو تم' طغرل بھائی کا سامنا ہی کرنا نہیں چاہتی ہو۔"

"میں سامنا کیوں نہیں کروں گی ان کا' میں نے ایسا کیا کیا ہے؟" وہ خاصے چڑچڑے پن سے جھنجلا کر گویا ہوئی تھی۔

جواباً عائزہ نے اس کی طرف تاسف بھرے انداز میں دیکھا اور کچھ ترش بات کہنے والی تھی کہ اس کی بھیگی پلکیں و پریشان کن انداز دیکھ کر وہ اس کے قریب بیٹھ گئی اور شانوں پر ہاتھ رکھ کر محبت سے گویا ہوئی۔

"پری! یہ سب وہ تمہاری خاطر' تمہیں پانے کی چاہ میں کر رہے ہیں۔ تم کتنی خوش نصیب ہو جو طغرل بھائی جیسا بندہ تم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ ان کو اپنی زندگی کی بھی پروا نہیں رہی۔" پری نے کچھ نہیں کہا وہ خاموشی سے روتی رہی۔

"کیا کمی ہے ان میں...... کیا کچھ نہیں ہے ان کے پاس؟"

"میرے پاس کیا ہے؟ کوئی کیوں کرے گا مجھ سے محبت' ارے مجھ سے ان لوگوں نے محبت نہیں کی جو مجھے اس دنیا میں لانے کے ذمہ دار ہیں۔ طغرل ہر طرف سے مالا مال ہے تو میرے دامن میں خسارے کے سوا اور کچھ موجود نہیں ہے' خامیوں اور ادھورے پن کے علاوہ۔" وہ عائزہ سے لپٹ کر بڑی شدت سے رو پڑی۔

"پری! محبت کوئی کاروبار نہیں ہے جہاں لین دین کا حساب برابر ہو' محبت تو خود اختیاری جذبہ ہے' جو ہوتا ہے تو ہو تا ہی جاتا ہے محبت کے اس جذبے کو لگام نہیں لگائی جا سکتی یہ بے لگام ہوتا ہے۔"

"تم نے اپنی محبت کا انجام دیکھا ہے پھر بھی محبت کی سائیڈ لے رہی ہو؟" وہ ٹشو سے آنسو صاف کرتے ہوئے گویا ہوئی۔

"وہ محبت نہیں تھی اسی لیے وقت سے پہلے دم توڑ گئی اور طغرل بھائی کی محبت کو راحیل کی ہوس سے کمپیئر مت کرو پلیز۔"

"چھوڑو اس قصے کو تم کافی دے کر آؤ ان کو میں ذرا کھڑکیاں دروازے چیک کر لوں' آج گھر میں دادی اور ممی کے علاوہ پاپا بھی نہیں ہوں گے۔"

"پاپا ایک ہفتے کے لیے بزنس ٹور پر گئے ہیں یہ ممی کو معلوم تھا اور یہ بھی کہ دادی بھی آصف پھوپو کے ہاں گئی ہوئی ہیں پھر بھی زینب آنٹی کے ہاں رک گئی۔" عائزہ اٹھتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔

"تم کو بتایا تو ہے ممی نے زینب آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" پری بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوتے ہوئے گویا ہوئی۔

"عادلہ پہلے ہی وہاں موجود ہے پھر زینب آنٹی کوئی چھوئی موئی عورت نہیں ہے جو معمولی سے فلو میں کسی کا سہارا لیں' وہ تو بڑی سے بڑی بیماری میں کسی کو تنگ نہیں کرتیں کچھ عرصہ قبل ٹائیفائڈ ہو گیا تھا ان کو اور ساتھ میں جوائنڈس بھی' مگر مجال ہے انہوں نے ممی کو بھی خبر لگنے دی ہو۔ تنہا ہی بیماری سے لڑ کر تندرست ہونے کے بعد ہی سب کو اطلاع دی تھی وہ باہمت وحوصلہ مند خاتون ہیں۔"

"اوفوہ! کیوں اس قدر من من کر رہی ہو شاید کوئی وجہ ہو ممی کی وہاں رکنے کی' اس لیے رک گئی ہو۔ تم کیوں فیل کر رہی ہو اتنا۔"

"ہوں مجھے بھی یہی لگ رہا ہے اور وہ نکمی عادلہ سے تو کسی کام کی توقع رکھنا ہی بڑی بے وقوفی ہے کام چور ہے ایک نمبر کی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی ٹرے اٹھانے لگی تھی۔

"فاخر کا غصہ تم عادلہ پر نکال رہی ہو۔" پری مسکرائی۔

”وہ مجھے اپنا نام دے کر بھول گئے ہیں پری! ان کا کٹھور پن دیکھ رہی ہو دوسری شادی کے بعد مڑ کر بھی میری طرف دیکھنا گوارا نہیں ہے انہیں۔“

❁......❁......❁
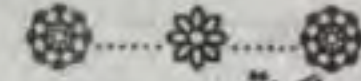
ہاجرہ زخموں کی تاب نہ لاسکی تھی اور اسی رات کو مرگئی تھی۔ حسب روایت خاموشی سے رات کو ہی غفران کے ملازم اس کو دفن کرچکے تھے وہاں موجود ماہ رخ کو اس کی خبر نہ مل سکی تھی۔ اس نے ذاکرہ کے کہنے پر احمر غفران سے اجازت طلب کی تو وہ بڑے اطمینان سے گویا ہوا کہ اس نے ذاکرہ کو اسپتال میں ایڈمٹ کروادیا ہے اور وہ شادی سے پہلے گھر سے باہر نہیں جاسکتی اور ویسے بھی وہ اس کی بیوی بننے والی ہے اور وہ ہرگز پسند نہیں کرے گا اس کی بیوی ہونے والی ملکہ ایک ادنیٰ ملازمہ کی عیادت کو جائے وہ میٹھے میٹھے لہجے میں اس کو جتا کر چلا گیا اور ساتھ یہ بھی کہ کل رات میں وہ شادی کے بندھن میں بندھ رہے ہیں وہ ان باتوں کو بھلا کر شادی کی تیاریاں کرے۔

وہ ابھی کچھ سوچ ہی نہ سکی تھی تب ہی ذاکرہ نے آکر اسے ہاجرہ کے مرنے کی خبر سنائی اور دکھ و رنج کا ایک پہاڑ سا اس پر ٹوٹ گیا تھا وہ رونے لگی ہاجرہ کی عبرت ناک موت پر۔ پُرخلوص و باوفا ہاجرہ نے ہر قدم پر اس کا ساتھ دیا تھا اور اس کی سلامتی کی خاطر ہی اس نے ایک لفظ اس کے خلاف کہے بنا مار سہتے سہتے بنا مرگئی تھی۔

”خدارا! آپ یہ آنسو پونچھ لیجیے رانی صاحبہ! اگر رئیس یہاں آگئے تو میری خیر نہیں ہوگی اور وہ بھی اس بات کا زیادہ بُرا منائیں گے کہ ایک ادنیٰ سی ملازمہ کی خاطر آپ رو رہی ہیں۔“ ذاکرہ اس کے آنسو صاف کرتی ہوئی رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

”ملازمہ مت کہو اس کو وہ سراپا وفا و ایثار تھی اتنی پُرخلوص کے صرف دوستی کو زندہ رکھنے کی خاطر جان کی بازی ہارنا قبول کیا اس نے۔“

”رانی صاحبہ! آپ ہاجرہ کو بھول کر اپنی فکر کریں رئیس مہمانوں کو دعوت نامے بھیج چکے ہیں کل صبح سے ہی مہمانوں کی آمد شروع ہوجائے گی آپ اعوان صاحب سے مل لیں وہ ساری تیاری کرچکے ہیں آپ کو یہاں سے لے جانے کی..... آپ ان سے ملاقات کرلیں۔“

”تم کیا سمجھتی ہو ذاکرہ! احمر غفران ہمیں یہاں سے نکلنے دے گا؟“

”میں نکلواؤں گی آپ کو یہاں سے بس آپ یہاں سے نکل جانے کے لیے تیار ہوجائیں میں اپنی تیاری مکمل کرنے والی ہوں۔“ اس کا لہجہ معنی خیزی لیے ہوئے تھا۔ ماہ رخ چونک کر استفسار کرنے لگی۔

”کیا تیاری کی ہے تم نے ذاکرہ! مجھے نہیں بتاؤ گی؟“

”بتاؤں گی ضرور بتاؤں گی پہلے آپ یہاں سے جانے کی تیاری کریں۔ میرا مطلب ہے ایک بار اعوان صاحب سے مل لیں وہ اس وقت محل کے عقبی حصہ میں ہیں وہاں کوئی نہیں جاتا ان دنوں پھر بھی آپ زیادہ ٹائم نہ لگائیے گا دلربا کس ٹائم کیا کرگزرے کچھ معلوم نہیں ہے۔“

”دلربا کو شک ہوگیا اور وہ وہاں آگئی تو پھر کیا ہوگا؟“ وہ اندیشوں در اندیشوں کا شکار بنی ہوئی تھی۔

”میں اس کو وہاں آنے نہیں دوں گی آپ بے فکر ہوکر جائیں رئیس بھی اپنے کمرے میں قیلولہ کررہے ہیں ایک گھنٹے سے قبل وہ بیدار ہونے والے نہیں ہیں یہ ان کی پرانی عادت ہے۔“ ہاجرہ کی موت نے اس کے اندر بغاوت کو ابھارا تھا وہ پل بھر میں یہاں سے جانے کا فیصلہ کر بیٹھی۔ ذاکرہ اس کو پیغام دے کر جاچکی تھی ذاکرہ اس محل کے تمام ان چور راستوں سے واقف تھی جن سے احمر غفران خفیہ لوگوں کو محل میں لاتا تھا جو اس کی عیاشیوں کے لیے سامان مہیا کیا کرتے تھے اور ان میں کچھ راستے ایسے بھی تھے جو اس علاقے سے باہر جاکر ختم ہوتے تھے ایسے راستوں کی خبر شاید ہی دلربا کو بھی نہیں تھی۔

❁......❁......❁
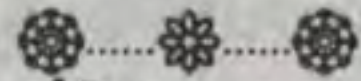
دوسرے دن دادی جان گھر آگئی تھیں۔ طغرل نے ان دونوں کو سختی سے منع کردیا تھا کہ اس کے زخم کے بارے میں دادی کو بالکل نہ بتایا جائے اور اس نے بازو کو بھی بہت خوب صورتی سے جیکٹ پہن کر کور کرلیا تھا وہ دادی سے محو گفتگو تھا۔

”ثمرین کا رشتہ پسند آیا آپ کو دادی جان! کیسے لوگ ہیں وہ؟“

”بڑے اچھے لوگ ہیں لڑکا سرکاری نوکری کرتا ہے پڑھا لکھا سلجھا ہوا نیک فطرت بچہ ہے۔ میں نے آصفہ سے پہلے ہی ہاں کردی تھی۔“

”اسی لیے تو آصفہ پھوپو نے آپ کو بلایا تھا آپ سے بڑھ کر لوگوں کو جانچنے و سمجھنے کی صلاحیت کسی اور میں کہاں ہے دادی جان۔“

”ہوں بیٹا! اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے یہ سب تجربے عمر سے آتے ہیں تم آج آفس بھی نہیں گئے پھر مجھے کچھ پژمردہ و نڈھال سے بھی نظر آرہے ہو کیا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟“ وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

”میں ٹھیک ہوں دادی جان! موسم چینج ہوا ہے تو بدلتے موسم کے وائرل کا معمولی شکار ہوگیا ہوں آپ فکر مت کریں میں ویسے بالکل ٹھیک ہوں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے ان کی تشویش کو کسی حد تک کم کرنے کی سعی کی۔

”یہ بدلتے موسم کا اثر تم پر کل اس وقت تک نہیں تھا جب میں یہاں موجود تھی میرے جاتے ہی تم پر اس وائرل نے حملہ کردیا بیٹے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں پھیلی اداسی کو دیکھ رہی تھیں اس کی بجھی بجھی سی آنکھیں اس کے مسکراتے لبوں کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں وہ خاصا بکھرا بکھرا سا لگ رہا تھا اور کچھ کمزور بھی اپنے آپ کو چھپاتا ہوا سا۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہیں دادی جان! کوئی گستاخی ہوگئی ہے مجھ سے؟“ دادی کو اپنی جانب یک ٹک دیکھتے ہوئے وہ سراسیمگی سے بولا۔

”مجھے سچ سچ بتاؤ کل میرے جانے کے بعد کیا ہوا ہے؟ ایک دن میں تم کمزور و بیمار کس طرح ہوگئے ہو کیا ہوا ہے تم کو؟“

”یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے نہ آپ مجھے چھوڑ کر جاتیں اور نہ میں بیمار پڑتا نہ جایا کریں مجھے چھوڑ کر آپ دادی جان!“ اس نے بڑھ کر ان کے شانے پر سر رکھ دیا۔

”اہم کام ہوں تو جانا پڑتا ہے بیٹا پھر اب تم کوئی ایسے ننھے نونہال بھی نہیں ہو جو تم اپنا خیال نہ رکھ سکو۔“

”میں تو آپ کا ننھا نونہال ہی ہوں دادی جان! آپ مانیں یا نہ مانیں مجھے آپ کی جدائی برداشت نہیں ہوتی اور بنگلے کی کنسٹرکشن مکمل ہونے تک آپ یہاں رہ لیں پھر میں آپ کو اپنے ساتھ ہی لے کر یہاں سے جاؤں گا۔“

”ہاں چلوں گی تمہارے ساتھ بھی دونوں گھر ہی میرے بچوں کے ہیں فراز ہو یا فیاض یا تم ہو یا طلحہ مجھے دل سے عزیز ہو۔“ اس کی کوششوں سے وہ اس پر سے توجہ ہٹانے میں بھول چکی تھیں کہ بات کس موضوع پر ہورہی ہے وہ دل ہی دل میں شکر ادا کررہا تھا۔

”عائزہ! یہ تمہاری ماں کبھی عقل پکڑے گی یا اسی طرح بے عقلی و بے پروائی کے مظاہرے کرتی رہے گی جب اس کو معلوم تھا میں آصفہ کے گھر رات رکوں گی تو پھر وہ وہاں کیوں ٹھہری؟“ اماں آتی ہوئی عائزہ سے مخاطب ہوئیں۔

"محسوس ہوتا ہے ممی کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتی ہیں حالاں کہ کہہ کر ہی گئی تھیں شام آنٹی کے گھر سے آجائیں گی وہاں سے کال کردی نہ آنے کی بابا بھی کل ہی ایک ہفتے کے ٹور پر گئے ہیں اگر طغرل بھائی اور معید بھائی گھر پر نہیں ہوتے تو نامعلوم میرا اور پری کا مارے ڈر کے رات بھر کیا حال ہوتا؟" وہ بھی ان کے ہم خیال تھی۔

"صباحت آنٹی نے مجھے کال کر کے کہا تھا گھر کا خیال رکھوں وہ کسی کلوز فرینڈز کے اچانک آنے کی وجہ سے مجبوراً وہاں رک رہی ہیں میں نے کہہ دیا تھا وہ فکر نہ کریں میرے ساتھ معید بھی موجود ہے۔" طغرل کو یاد آیا وہ اسپتال سے ڈریسنگ کروا کر گھر آیا ہی تھا اور تب ہی صباحت کی کال آئی تھی وہ اپنی تکلیف میں ان کی کال کو بھی بھول گیا تھا۔

"کھانا لگ گیا ہے دادی جان۔" عائزہ نے کہا۔

"ہوں چلو اپنی ماں کو فون کر کے پوچھو اس کا ارادہ آج بھی گھر آنے کا ہے یا وہیں رکے گی؟ عادلہ کو پہلے ہی وہاں چھوڑا ہوا ہے خود بھی وہاں جا کر پڑ گئی ہے نہ گھر کی پروا ہے اور نہ گھر والوں کا خیال۔" وہ اٹھتے ہوئے طغرل کے بڑھے ہوئے بازو کا سہارا لینا چاہتی تھیں کہ عائزہ نے سرعت سے آگے بڑھ کر ان کو سہارا دیا اور طغرل کو اشارہ کیا اپنے زخم کا خیال رکھے اس کو عائزہ کی یہ محبت بالکل بہن جیسی لگی اسی نے آگے بڑھ کر دادی کو اپنے بائیں بازو کے حصار میں لیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا بھائی اس بیماری میں اتنا بھی کمزور نہیں ہوا ہے کہ دادی کو بھی سہارا نہ دے سکے۔" اس کے لہجے میں شفقت تھی پہلی بار وہ اس سے اچھے لہجے میں پیش آیا تھا ورنہ وہ اس کی گزشتہ لغزشوں کے باعث ناپسند کرتا تھا آج پہلی بار اس کو اپنے رویے کی بدصورتی کا ادراک ہوا۔

❁......❁......❁
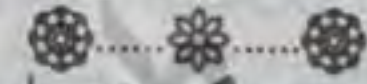
"ارے رو کیوں رہی ہو؟ یہ تو خوش ہونے کا مقام ہے گھر بیٹھے پرابلم سولو ہوگئی ہے اس مصیبت سے جان چھڑانے کے لیے میں اور زینب کتنے خوار ہوئے ہیں کل بھی سارا دن، ہم دونوں بہنیں لیڈی ڈاکٹرز کو دیکھتے پھر رہے تھے مگر مجال ہے ایک بھی ایسی ملی ہو جو ہمارے خاندان سے واقف نہ ہو کوئی ایک مڈوائف تک ایسی نہ ملی جو ہمارا شجرہ نسب نہ جانتی ہو۔" وہ کمبل میں منہ چھپائے روتی ہوئی عادلہ سے مخاطب ہوئیں جو حقیقت جاننے کے بعد روئے جارہی تھی کل رات سے آج دوسرے دن تک اس کے سوگ میں کمی نہ آئی تھی صباحت نے زچ ہو کر زینب سے کہا۔

"بھئی زینی! تم ہی سمجھاؤ اس ضدی لڑکی کو میرا دماغ خراب ہوگیا ہے یہ سمجھ کر نہیں دے رہی ہے عجیب کوڑھ مغز لڑکی ہے یہ۔"

"عادلہ کیا بی ہیویئر ہے رات کس قدر پریشانی میں گزاری ہے ہم نے کچھ اس کا ہی احساس کرو کیوں ہمارے لیے پرابلمز کری ایٹ کر رہی ہو؟" زینب کے سرد انداز پر عادلہ نے کمبل سے چہرہ باہر نکالا اور بولی۔

"اس بچے کے قطرو میں شیری کو شادی کرنے پر راضی کر سکتی تھی۔ کس طرح وہ مجھ سے شادی پر راضی ہوگا؟"

"میری بات غور سے سنو عادلہ!" زینب بے حد سنجیدگی سے اس کے قریب بیٹھ کر گویا ہوئی صباحت بھی قریب ہی موجود تھیں۔

"شیری کو تم سے شادی کرنا ہوتی تو وہ شادی سے پہلے تم سے ایسے تعلقات قائم نہ کرتا تم کو اس حال میں تنہا نہ چھوڑتا پھر تم اب کن خوش فہمیوں کی دنیا میں گم ہو؟"

"یہ بات نہیں ہے آنٹی! شیری سیریس ہو رہا ہے اس نے سوچنے کے لیے ٹائم مانگا ہے اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے۔"

"یہ یقین تو تمہارے اپنے لہجے میں نہیں ہے تم ہم کو کس طرح یقین دلاؤ گی؟ جس نے یہ سب کرنے سے پہلے نہیں سوچا وہ اب سوچے گا۔"

"یہی سمجھ تو مجھے نہیں آتی ہے اوپر سے یہ لڑکی میرا دماغ خراب کر رہی ہے وہاں اماں جان کو شک نہ ہو جائے۔ پہلے اس کی گھر سے دوری اب میں بھی کل سے یہاں رکی ہوں وہ سوچ تو ضرور رہی ہوں گی ایسی کیا بات ہے؟" صباحت عادلہ کو گھورتی ہوئی کھڑی ہوگئیں۔

"یہ بات تو ہے آپ جائیں کہیں ایسا نہ ہو وہ صورت حال جاننے کے لیے یہاں پہنچ جائیں اور......!" زینب دانستہ چپ ہوگئیں۔

"جب تک عادلہ مکمل تندرست نہیں ہوتی ہے تب تک تم اس کو کراچی سے باہر لے جاؤ۔ مجھے اماں جان اور فیاض سے بے حد خطرہ ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں آپی! عادلہ کا میرے گھر رہنا خطرناک ہے۔ اماں جان کی نیچر کو میں بھی جانتی ہوں وہ چند دن مزید عادلہ کو گھر سے دور دیکھ کر برداشت نہیں کریں گی اور یہاں آجائیں گی اور پھر ان کو فیس کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہوگا۔"

"تم مری جانا چاہتی تھیں نا ایسا کرو مری چلی جاؤ عادلہ کو لے کر میں کہہ دوں گی تم سنو فال دیکھنے کے لیے مری گئی ہو ساتھ عادلہ کو بھی لے گئی۔" صباحت نے جھٹ پٹ پروگرام ترتیب دے دیا تھا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی مجھے کہیں نہیں جانا ہے۔"

"دیکھتی ہوں کیسے نہیں جاؤ گی؟ زیادہ میرا دماغ خراب کیا تو تمہارے سارے کرتوت اماں جان اور فیاض کو بتا دوں گی پھر دیکھتی ہوں؟"

❁......❁......❁

مسز عابدی نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے قریب کھڑے رجب سے کہا۔

"رجب بابا شیری کو جگائیں جا کر وہ ابھی تک اٹھے نہیں ہیں۔ آفس سے لیٹ ہو رہے ہیں وہ یہ ان سے ضرور پوچھیے گا ناشتے میں کیا لیں گے۔"

"جی بیگم صاحبہ ابھی جگاتا ہوں۔ بابا صاحب کو۔" وہ کہہ کر چلا گیا پہلی ہی دستک پر اس کو اندر آنے کی اجازت مل گئی۔

"بابا صاحب! بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں آفس جانے کی دیر ہو رہی ہے۔" وہ شیری کی طرف دیکھنے سے گریز ہی کرتا تھا اور جب سے اس نے تھپڑ کھایا تھا تب سے کچھ زیادہ احتیاط سے اس سے مخاطب ہوتا تھا۔

"ان سے کہہ دو آفس ہمارے ڈیڈ کا ہے ہم کبھی بھی جائیں مرضی ہے ہماری کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا مجھ کو۔" اس کا لہجہ شوخ تھا مگر بے چارہ ملازم اس حد تک اس کے رعب میں رہتا تھا کہ شوخی تو کیا محسوس کرتا الٹا کانپتے لہجے میں بولا۔

"جی...... جی...... صاحب میں کہہ دیتا ہوں آپ...... آپ ناشتے میں کیا لیں گے بیگم صاحبہ پوچھ رہی ہیں؟"

"کافی...... کافی لیں گے...... صرف کافی۔"

"جی بابا صاحب میں ابھی تیار کرتا ہوں۔" وہ واپس چلا گیا۔ وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس ابھی بھی بستر پر نیم دراز تھا۔ اس کی خمار آلود آنکھوں میں عجیب سی شکاریوں والی چمک تھی۔ وہ وحشی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

کل کا سارا منظر اس کے ذہن کی اسکرین پر روشن تھا اس نے ہی عادلہ کو سی سائیڈ پر بلایا تھا وہاں اس کا ذاتی ہٹ تھا

وہ پہلے بھی وہاں کئی دفعہ ٹائم اسپینڈ کر چکے تھے مگر کل وہ الجھے معاملے کو سنبھالنے کے لیے عادلہ کو لے گیا تھا لیکن عادلہ اس کی توقع سے بڑھ کر چالاک ثابت ہوئی تھی وہ کسی بھی طرح بھی اس معاملے کو کلین کرنے پر راضی نہ ہوئی تھی وہ اپنی پریگنینسی کو بلینک چیک کی طرح اپنی مرضی سے کیش کرانے کی پلاننگ کیے بیٹھی تھی۔ شیری اس سے کسی قیمت پر بھی شادی کرنے پر تیار نہ تھا اور سچائی تو یہ تھی کہ وہ بھی ان لمحات سے شرمسار نہ تھا جو اس کو جذبات کی اس انتہاؤں پر لے گئے جہاں سے واپسی کٹھن ہوتی ہے یہ راہیں اس کے لیے اجنبی نہیں تھیں مگر عادلہ اس کا ہدف ہرگز نہ تھی مگر یہاں قصور عادلہ کی پیش قدمی کا تھا اس کی رضامندی کا تھا۔

''میں نے بہت ٹرائی کی تم کسی طرح راضی ہو جاؤ لیکن عادلہ! تم تو ایک پلاننگ کر کے میرے پاس آئی تھیں۔ تم نے الٹی چال چلی لوگ بچے کے لیے شادی کرتے ہیں اور تم نے شادی کے لیے بچہ کا سپورٹ لینا چاہا اور دیکھو میں نے وہ سہارا ختم کر دیا تمہارا۔'' اس کی کاٹ دار مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی وہ تصور میں عادلہ سے مخاطب تھا اس کی آواز برتری و کامیابی کے غرور سے بلند ہو گئی تھی۔

''اوہ مائی پور گرل! تمہاری ہٹ دھرمی اور مکاری دیکھ کر میں سمجھ گیا تم میری بات نہیں مانو گی تم ٹیبلٹس نہیں کھاؤ گی سو مائی ڈیئر! تمہیں بتائے بغیر وہ ٹیبلٹس میں نے تمہاری کافی میں ایڈ کر دی تھیں ہاہاہا...... اب تک تم کو معلوم ہو گیا ہوگا میری ڈگری جعلی نہیں ہے۔'' وہ اپنی جیت کے جشن میں ہنس رہا تھا۔

اس کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ مسز عابدی جو اس سے ناشتا کا پوچھنے آئی تھیں۔ اس کی ایک ایک بات سن چکی تھیں اور سکتے کے عالم میں بے ہوش ہو کر کارپٹ پر ڈھیر ہو گئیں۔

❁......❁......❁
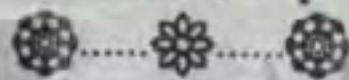
''پری محبت بار بار دستک نہیں دیتی تم تو بہت خوش نصیب ہو جو طغرل بھائی تمہاری ہر زیادتی کے بعد بھی تم سے بددل نہیں ہیں وہ اب بھی تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ہو ایک نمبر کی کٹھور ان کی طبیعت پوچھنا تو درکنار بات تک نہیں کر رہی ان سے۔'' عائزہ نے موقع پاتے ہی اس کو سمجھانے کی سعی کی۔

''بات کر تو رہی ہوں اور کس طرح بات کروں ان سے؟''

''وہ تو دادی کے سامنے اِکا دُکا بات کر لیتی ہو۔''

''میں اسی طرح بات کرتی ہوں خیر اس ٹاپک کو چھوڑو یہ بتاؤ تم کب تک اس طرح یہاں رہو گی؟ فاخر بھائی کو تم نے بالکل چھوٹ دے دی ہے اگر ان کو تم سے تمہاری نادانیوں کا بدلہ ہی لینا تھا تو وہ دوسری شادی کر کے لے چکے ہیں۔ اب ان کو تمہارا قصور معاف کر دینا چاہیے۔ تم کو اسلام آباد بلا لینا چاہیے۔''

''کیوں...... کیا تم لوگ میرا بوجھ برداشت نہیں کر پا رہے ہو؟ کسی نے کچھ کہا ہے میرے بارے میں؟'' وہ ڈسٹرب ہو گئی تھی۔

''کسی نے زبان سے کچھ نہیں کہا لیکن میں محسوس کر رہی ہوں پاپا تم سے بات نہیں کرتے مگر میں ان کی آنکھوں میں فکر دیکھتی ہوں دادی تو اکثر یہی کہتی ہیں اللہ جانے کیا معاملہ ہے جو فاخر لینے نہیں آیا۔'' عائزہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا تھا۔

''وہ کسی کی کال ہی ریسیو نہیں کر رہے...... وہ بات ہی نہیں کرنا چاہتے۔''

''ہوں ڈونٹ وری میں بھی کیا بات لے کر بیٹھ گئی ہوں پلیز تم اداس مت ہو کبھی نہ کبھی فاخر بھائی کو اپنی زیادتیوں کا احساس ہو جائے گا۔'' عائزہ کو اداس دیکھ کر پری کو شدید دکھ کا احساس ہوا تھا۔

"معلوم نہیں مگر میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے میرا رب جو فیصلہ کرے گا وہ مجھے قبول ہوگا۔" وہ دھیمے سے مسکرا کر بولی۔

"اور اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔"

"ارے ہاں پری! تمہاری نانو اور مما کب آ رہی ہیں عمرے سے؟" وہ یاد آنے پر چونک کر گویا ہوئی تھی۔

"اسی ہفتہ میں آ جائیں گی رات کو مما کی کال آئی تھی۔"

"تم شاپنگ پر جانے کا کہہ رہی تھیں پھر چلتے ہیں نا۔"

"اوہو...... ابھی نہیں کل چلیں گے دادی سے اجازت نہیں لی نا۔"

"دادی سے اجازت لینے میں کیا ٹائم لگتا ہے پری! میں پوچھ کر آتی ہوں۔ تم اسی طرح بہانے بناتی رہنا شاپنگ کا شوق نہیں ہے تمہیں۔"

"اور تم کو گریز ہے شاپنگ کا صرف موقع ملنا چاہیے۔"

"کون جا رہا ہے شاپنگ پر؟" کوریڈور سے نمودار ہوتے رسٹ واچ باندھتے ہوئے طغرل نے پوچھا۔

"ان میڈم کو جانا ہے مگر ان کو شاپنگ کرنا اچھا نہیں لگتا۔" وہ پری کی طرف دیکھ کر گویا ہوئی جبکہ پری طغرل کو دیکھ کر کنفیوژ ہوگئی تھی وہ ہنی کلر پینٹ کوٹ میں خوشبوؤں میں بسا خاصا اسمارٹ لگ رہا تھا وہ کنکھیوں سے پری کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"کچھ لوگوں کو اچھی چیزوں کی عادت نہیں ہوتی ہے نا۔"

"ارے طغرل بھائی! آپ یہ ان ڈائریکٹ بات کیوں کر رہے ہیں؟ ڈائریکٹلی بات کریں کیا خوفزدہ ہیں آپ پری سے؟" عائزہ قدرے سر جھکائے بیٹھی گھبرائی گھبرائی سی پری کی طرف دیکھ کر گویا ہوئی۔

"خوفزدہ لوگوں سے...... بھلا میں کیوں خوفزدہ ہونے لگا؟" اس نے مسکراتے ہوئے شانے اچکائے۔

"یہ طغرل بھائی کے آتے ہی تم کہاں جا رہی ہو؟" وہ ہاتھ پکڑ کر بولی۔

"دادی جان کی میڈیسن کا ٹائم ہوگیا ہے ہاتھ چھوڑو میرا۔" وہ اس سے ہاتھ چھڑاتی ہوئی گویا ہوئی۔

"میں دے دیتی ہوں دادی کو میڈیسن تم یہاں بیٹھ کر طغرل بھائی سے باتیں کرو دادی کی خدمت کا موقع ہم کو بھی دیا کرو کبھی۔"

"تم کو نہیں معلوم کونسی میڈیسن اس ٹائم دینی ہے۔" وہ طغرل کی تپتی نگاہوں کی حدت اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔ وہ کوشش کے باوجود اس کی موجودگی میں خود کو سنبھال نہ پا رہی تھی۔

"میں نے بھی تمہاری طرح ماسٹر کیا ہے کچھ انگلش مجھے بھی آتی ہے میں دیکھ لوں گی۔ اس ٹائم دادی جان کو کون سی میڈیسن دینی ہے۔" وہ کہہ کر سرعت سے وہاں سے چلی گئی۔

"عائزہ...... عائزہ...... میری بات سنو...... پلیز۔" وہ اسے پکارتی رہ گئی اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ وہ جاتے جاتے رک گئی راستے میں طغرل ایستادہ تھا۔ دونوں بازوؤں کو سینے پر باندھے بے حد سنجیدگی سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا چاہتی ہو تم...... کتنا مجھے میری نگاہوں سے گراؤ گی؟ شاید تم مجھے زندہ دیکھنا ہی نہیں چاہتی ہو پارس۔" وہ اسے دیکھتا ہوا سنجیدگی سے بھاری لہجے میں بولا۔

"میں...... میں نے کیا کہا ہے آپ کو اب؟"

"ہر بات زبان سے بھی نہیں کہی جاتی۔ ہمارا رویہ اور برتاؤ ہماری محبت، ہماری نفرت و بیگانگی کو ظاہر کر دیتا ہے۔"

"آپ کیوں میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں طغرل بھائی! میں وہ لڑکی نہیں ہوں، جو آپ کی زندگی میں شامل ہو کر آپ کو بہترین زندگی کا سکون دے۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا رو دی تھی۔

"میں تم سے صرف اقرار چاہتا ہوں پارس، تم کو صرف میری بننا ہے کسی دوسرے کا نام بھی میں تمہارے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا یہ سن لو تم۔" اس کے چہرے پر غصے کی حدت سرخی بن کر چھانے لگی تھی پری نے لمحے بھر کو اس کی تپتی نگاہوں میں دیکھا تھا۔ اس کی روشن براؤن آنکھوں میں اسے اپنا عکس بہت واضح و مکمل دکھائی دیا تھا۔

"ایک بار میری محبت پر بھروسا کر لو پارس، تمہیں زندگی سے عشق کرنا سکھا دوں گا تمہارے تمام گلے شکوے جو زندگی سے ہیں وہ سب بھلا دوں گا۔" وہ اس کے قریب آ گیا تھا اس کی آواز میں کانوں میں رس گھولنے والی گمبھیرتا تھی۔ ایک درد تھا ایک سوز تھا۔ پری کے دل کی دھڑکنیں ایک نئے وانوکھے سروں میں دھڑکنے لگی تھیں۔ ایک البیلا سا سرور تھا جو کسی نشے کی طرح اس کی رگ رگ میں اترنے لگا تھا۔

"تم خاموش کیوں ہو پارس، کچھ تو کہو کوئی بات کرو مگر کوئی ایسی بات نہیں کرنا جو میں برداشت نہ کر پاؤں پلیز ٹیل می؟" وہ جذبات کی رو میں بہت آگے نکل گیا تھا پری کی مستقل خاموشی نے اس کو چونک کر واپس آنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں، ہواؤں سے نہیں یار۔"

"یہ اچھی زبردستی ہے کوئی محبت کا اقرار بھی اس طرح کرواتا ہے۔" وہ دھیمے سے مسکرا کر گویا ہوئی طغرل نے اس کے بدلتے ہوئے لب و لہجے پر چونک کر اس کی طرف دیکھا اس کے خوب صورت چہرے پر اقرار محبت کی لالی پھیلی ہوئی اس کے سندر مکھڑے کو مزید دلکش کر گئی تھی، طغرل اس کا ہاتھ تھامنا ہی چاہتا تھا کہ وہ تیزی سے اندر کی طرف بھاگ گئی اور پیچھے طغرل کا بڑا جاندار قہقہہ گونجتا سنا۔

❁......❁......❁

رات کا سیاہ اندھیرا ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ ہوائیں بگولوں کی صورت میں صحرا میں ریت کو اڑا رہی تھیں۔ احمر غفران بیڈ پر دراز کل آنے والے حسین لمحوں کے تصور میں گم تھا اس کے مہمانوں کو کل آنا تھا۔ دلربا کے چہرے پر بڑا بادبا جوش تھا وہ کچن میں موجود تنہا تھی تمام ملازماؤں کو وہ مختلف کاموں میں مصروف کر چکی تھی۔ اب اس کے سامنے کھانوں کی ڈشیں تھیں اس نے احتیاطاً ادھر اُدھر دیکھا اور گریبان سے ایک درمیانی بوتل نکالی اور اس میں بھرا سبز رنگ کا سفوف ہر کھانے میں چھڑکا بوتل کو واپس گریبان میں منتقل کر کے جلدی جلدی چمچ سے سفوف کو کھانے میں ملا دیا۔

"ہاہا رانی صاحبہ کل تو عروسی جوڑا نہیں کفن پہنے گی کل تو سیج پر نہیں قبر میں سوئے گی میرے ہوتے ہوئے احمر غفران کسی کا نہیں ہو سکتا۔" کھانے میں زہر ملاتے ہوئے وہ دل ہی دل میں خوشی سے قہقہے لگا رہی تھی۔ اس تمام کارروائی کو ذاکرہ کھڑکی سے چھپ کر دیکھ رہی تھی اس کا شک بالکل سچ ثابت ہوا تھا دلربا جو چند دنوں قبل محل سے باہر گئی تھی۔ وہ یہ زہر ہی لینے گئی تھی وہ ایک عرصے سے ماہ رخ کو مارنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔

"ذاکرہ...... ذاکرہ کہاں ہو کچن میں رانی صاحبہ کے لیے کھانا تیار ہو چکا ہے جلدی سے لے جاؤ۔" ذاکرہ وہاں سے بھاگ کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

"کیا بات ہے بہت جلدی ہو رہی ہے آج تم کو رانی صاحبہ کو کھانا کھلانے کی؟" وہ دلربا کو وہاں دیکھ کر مسکرا کر گویا ہوئی۔

"ارے...... کوئی بات نہیں ہے ایسی تو، وہ صبح ہی بیوٹیشن آ جائے گی۔ اس لیے رئیس کا حکم ہے رانی کو کھانا کھا کر جلد سو جانا چاہیے۔" وہ متغیر ہوتی رنگت چھپاتی دانت نکال کر بولی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو میں لے جاتی ہوں کھانا رانی صاحبہ کو کھلا کر ہی آؤں گی۔" وہ کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ دلربا نے مسکراتے ہوئے اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھا پھر مسکراتی، گنگناتی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

ذاکرہ کھانا ٹرالی میں رکھ کر سیدھی ماہ رخ کے کمرے کی سمت آئی تھی۔ چند لمحے وہاں رک کر واپس اس پورشن کی طرف گئی تھی اور وہاں حسب توقع دلربا کو موجود نہ دیکھ کر ایک گہری مسکراہٹ اس کے لبوں پر آئی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ ٹرالی لے کر احمر غفران کی طرف جا رہی تھی۔

"رئیس! کھانا تناول فرما لیجیے۔" وہ کھانا ٹیبل پر لگا کر بولی۔

❀ .... ❀ .... ❀

ہلکے سے شور کی آواز پر شہریار نے مڑ کر دیکھا تو اس کے مسکراتے لب کھلے کے کھلے رہ گئے تھے اپنی مما کو بے ترتیب انداز میں کارپٹ پر گرے دیکھ کر وہ بدحواسی سے ان کی طرف بڑھا تھا۔ بہت شدید تکلیف تھی ان کے چہرے پر اس نے ان کو اٹھا کر اپنے بیڈ پر لٹایا اور ایمبولینس کو فون کر کے اٹیچڈ باتھ روم کی طرف بھاگا۔

مسز عابدی سیکنڈ ہارٹ اٹیک کی زد میں تھیں تین دن موت و زیست کی اذیت میں مبتلا رہی تھیں۔ مسٹر عابدی اور فیاض ملک سے باہر ٹور پر تھے اور شیری نے ان کو اطلاع نہیں دی وہ دن رات اسپتال میں ان کی تیمارداری کرتا رہا۔ ایک ہفتہ بعد مسز عابدی کی طبیعت بہتر ہونے میں لگا۔

"مما کیسا فیل کر رہی ہیں آپ؟" وہ گھر آنے کے بعد ان سے مخاطب ہوا تھا۔

"میں شام کو فیاض بھائی کے گھر جاؤں گی شیری۔" وہ بند آنکھوں سے کمزور لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔ وہ ان کے احساسات سے بے خبر بولا۔

"آف کورس مما، بٹ پہلے آپ بہتر تو ہو جائیں پھر چلتے ہیں۔"

"بہتر ہوں میں، ٹھیک ہے میری طبیعت مجھے آج ہی وہاں جانا ہے۔"

"اوہ...... پری کی یاد ستا رہی ہے آپ کو آئم شور۔" وہ شوخ لہجے میں ان سے مخاطب ہوا تھا پری کے تصور میں ڈوبا ہوا۔

"پری سے نہیں...... عادلہ سے آپ کی بات پکی کرنے جا رہی ہوں میں۔" وہ آنکھیں کھول کر اس کو سرد انداز میں دیکھتی ہوئی بولیں۔

"عادلہ سے......؟ میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا ممی!" وہ ان کی طرف دیکھ کر قطعیت بھرے لہجے میں گویا ہوا اس کے چہرے پر الجھن و تذبذب پھیلا ہوا تھا وہ ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ممی! ابھی آپ ریسٹ کریں ڈیڈی بھی جلد آنے والے ہیں اور ان کے آنے سے پہلے آپ کو بالکل تندرست ہونا ہے ابھی تو مجھے ان سے غصہ و ڈانٹ کھانی پڑے گی آپ کی بیماری کا جو ان کو انفارم نہیں کیا۔" اس نے باتوں کا رخ موڑنا چاہا تھا۔

"عابدی کی فکر مت کرو، میں خود سمجھا لوں گی ان کو لیکن آپ یہ بات کان کھول کر سن لو میں شام میں عادلہ کے لیے آپ کا پرپوزل لے کر جاؤں گی اور یہ تو آپ بھی سمجھتے ہوں گے وہ انکار بھی نہیں کریں گے۔" ان کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"میری طرف اس طرح مت دیکھو میں سب جان چکی ہوں۔"

❀ .... ❀ .... ❀

عشرت جہاں اور غنی صفدر جمال کے ساتھ کل رات عمرے کی ادائیگی کے بعد واپس آ چکی تھیں۔ پری بھی ان سے ملنے کے لیے بے چین تھی ان کی ڈیڑھ ماہ کی جدائی کو اس نے شدت سے محسوس کیا تھا وہ ان کو ائرپورٹ ریسیو کرنے جانا چاہتی تھی مگر دادی کی طبیعت کچھ بہتر نہ تھی وہ اپنی خواہش کو دل میں ہی دبا کر رہ گئی تھی۔ دادی کی طبیعت صبح خاصی سنبھلی تو انہوں نے اس سے کہا کہ وہ ان سے ملنے کے لیے جائے وہ اس کو یاد کر رہی ہوں گی۔

"میں نے رات ان سے فون پر بات کر لی تھی دادی جان! آپ کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو چند دنوں بعد چلی جاؤں گی۔" اس نے ان کی چوٹی باندھتے ہوئے اپنائیت سے کہا۔

"ارے میری بیماری کی فکر مت کیا کرو بیٹی! بڑھاپا ہے میرا، تم جانے کی تیاری کرو کچھ دن ٹھہر جانا اتنے دنوں بعد تمہاری ماں آئی ہے وہ بھی تم کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوگی۔" وہ محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"میں نے طغرل سے کہہ دیا ہے وہ راستے سے پھول اور مٹھائی لے لے گا ایسے موقع پر مٹھائی اور پھولوں کا لے جانا اچھا لگتا ہے۔"

"وہ تو آفس جا چکے ہیں۔" اس کا دل عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔

"وہ آئے گا ابھی صبح میں نے کہہ دیا تھا وہ کہہ رہا تھا میٹنگ کے بعد آ کر لے جائے گا تم کو وہ آنے ہی والا ہوگا تم تیار ہو جاؤ۔"

"جی دادی جان! میں عائزہ کو کہہ دیتی ہوں وہ آپ کی میڈیسن کا خیال رکھے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"ذرا صباحت کو یہاں بھیجتی جاؤ۔" وہ لیٹتی ہوئی گویا ہوئیں۔

"جی اماں! آپ نے مجھے بلایا ہے؟" کچھ لمحوں بعد صباحت وہاں آ کر بولیں۔

"ہوں...... اب تم بلانے سے ہی آتی ہو بہو! آخر ماجرا کیا ہے تم کیوں مجھ سے اتنا بھاگنے لگی ہو...... میں کیا بہت ڈراؤنی ہو گئی ہوں؟"

"نہیں نہیں اماں جان! میں آپ سے کیوں بھاگوں گی اور نہ ہی آپ کو ایسا کچھ ہوا ہے۔" وہ نرمی سے کہتی ہوئیں ان کے قریب بیٹھ گئیں۔

"کوئی نہ کوئی تو ایسی بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہی ہو۔"

"ایسی کیا بات ہو سکتی ہے اماں جان! پھر میں بھلا آپ سے کیوں چھپاؤں گی آپ تو بڑی ہیں ہماری۔" وہ پُراعتماد لہجے میں محبت سے گویا ہوئیں۔

"تم نے مجھے بڑا سمجھا ہی کب ہے صباحت! تم نے ہمیشہ مجھ سے فاصلہ رکھا، میرا تم سے کتنا قریبی تعلق ہے اور تم نے مجھے اتنا ہی غیر سمجھا ہمیشہ ہی تم مجھ سے کچھ نہ کچھ چھپاتی آئی ہو اب بھی مجھے ایسا ہی کچھ محسوس ہو رہا ہے۔" ان کے لہجے میں انجانے اندیشے لرز رہے تھے چند لمحے صباحت بھی گنگ سی رہ گئی تھیں مگر پھر وہی ان کی فطری بے حسی و تنفر عود کر آیا تھا۔

"آپ بھی نا معلوم کیا کیا تنہائی میں سوچ لیتی ہیں شاید آپ عادلہ کی وجہ سے مجھ سے خفا ہیں کہ میں نے اس کو زینی کے ساتھ کیوں مری بھیجا؟"

"میں کہتی ہوں جوان جہان لڑکی کو ایک ماہ سے اس کی خالہ کے گھر چھوڑنا کہاں کی عقل مندی ہے اور پھر اٹھا کر اسے مری بھی بھیج دیا۔ اِدھر عائزہ مہینوں سے میکہ بسائے بیٹھی ہے اور تم ہو کہ کوئی پروا ہی نہیں ہے۔"

"زینب تو زیادہ گھر میں تنہا ہوتی ہے سراج کو اپنے بزنس کے دوروں سے فرصت نہیں ہوتی اب وہ عادلہ اور دو

ملازماؤں کو مری ساتھ لے کر گئی ہے۔ فاخر کو بھی ابھی اسلام آباد میں ایڈجسٹ ہونے میں وقت لگ رہا ہے وہ بہت جلد ہی عائزہ کو بھی لے جائے گا فکر نہ کریں آپ آصفہ آپا کی شرمن کی بات پکی ہوئی یا نہیں؟"

❁......❁......❁

ہم نے ہر سانس محبت پر فدا کی ہے
ہر دعا میں تیری چاہت کی التجا کی ہے
تم کیا کرو گے محبت کی انتہا
ہم نے تو ابتدا ہی انتہا سے کی ہے

وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے گنگنایا تھا برابر میں بیٹھی پری سمٹ کر رہ گئی۔ فیروزی کلر کے دوپٹے کے ہالے میں اس کے شفاف چہرے پر سرخی بہت نمایاں تھی' طغرل کی پرحدت نگاہیں اسے پزل کر رہی تھیں۔

"پلیز سامنے دیکھ کر گاڑی چلائیں وگرنہ کوئی حادثہ ہو جائے گا۔" وہ بار بار اس کو اپنی طرف دیکھتا پا کر آہستگی سے گویا ہوئی۔

"ہو جانے دو جانم! اب تم ساتھ ہو میرے کسی حادثے کا خوف نہیں ہے۔" اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہا تھا پری نے سرعت سے دور کر لیا۔

"ناٹ چیٹنگ......" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"آپ بھی اپنی حد میں رہیں تو اچھا ہے۔"

"میں نے کیا کر دیا ہے ایسا' صرف ہاتھ ہی تو پکڑا ہے۔"

"میں یہ سب پسند نہیں کرتی' یہ معلوم ہونا چاہیے آپ کو۔"

"اس میں خفا ہونے والی کیا بات ہے یار! تم جو اس پورے ہفتے مجھ سے دور بھاگتی رہی ہو چھپتی رہی ہو...... وہ کیا ہے؟" اس کے لہجے میں شوخی و شرارت تھی وہ بہت سلو ڈرائیو کر رہا تھا۔

"میں ممی کو کسی قسم کا شبہ نہیں ہونے دینا چاہتی' ویسے بھی ان دنوں ان کا موڈ کچھ زیادہ ہی آف ہے' بات بے بات ان کو غصہ آنے لگا ہے اور آپ کو کسی کی بھی پروا نہیں ہے طغرل بھا......"

"شش......" اس نے اس کی بات قطع کر کے تیز لہجے میں کہا۔

"میں تمہارا بھائی نہیں ہوں سمجھی تم...... بے وقوف۔" اس کا موڈ بُری طرح آف ہو گیا تھا پری بے ساختہ ہنس دی۔

"اب ہنس کر میرا مزید دل جلانے کی ضرورت نہیں ہے رات کو لینے آؤں گا...... ریڈی رہنا۔" وہ ایک دم ہی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"میں رات کو نہیں آؤں گی' مجھے وہاں رکنا ہے۔"

"میں نے مما کو کال کر دی ہے کہ میں تم سے شادی کر رہا ہوں۔"

"یہ...... یہ کیا کیا آپ نے؟" وہ بُری طرح سراسیمہ ہو گئی۔

"اب تم کو میرا ساتھ دینا ہو گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

اب تو آنکھوں کے کنارے بھی سوکھ گئے
خزاں کا موسم بھی آیا اور پتے جھڑ گئے
پرانا سال نیا اور انوکھا نشان چھوڑ گیا
بچھڑنے والے ایک اور کسک دے گئے

جوں جوں رات کی تیرہ انگیزیوں میں اضافہ ہو رہا تھا میرے زخم پر لگے ٹانکوں میں درد کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ایک ایک ٹانکا ناسور بن کر ڈس رہا ہو حالانکہ ابھی رات کے کھانے کے بعد فواد اپنے ہاتھوں سے مجھے دوا کھلا کر گئے تھے جس کے زیر اثر درد کی شدت میں کچھ کمی واقع ہو گئی تھی اور کچھ نیند کی گولیوں کا بھی اثر تھا کہ مجھے نیند بھی آ گئی تھی لیکن جسم کی تکلیف پُرسکون کر دینے والی گولیوں پر بھی اثر انداز ہو کر اپنا رنگ دکھانے لگی تھی۔ اس رات کے آخری پہر میں زخم کو چیر دینے والے احساس نے مجھے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پیٹ پر ہاتھ رکھے بے بسی سے میں کسی کو مدد کے لیے پکارنا چاہ رہی تھی لیکن یاد آیا فواد تو نائٹ ڈیوٹی پر جا چکے تھے۔ کتنا میں نے انہیں روکنا چاہا تھا کہ آج وہ رک جائیں لیکن وہ بھی مجبور تھے۔

"تمہارے آپریشن کے سلسلے میں بہت چھٹیاں پہلے ہی ہوگئی ہیں، تمہیں پتا ہے پرائیویٹ جاب کو سنبھالے رکھنے کے لیے بہت قربانی اور استقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ میری نوکری خطرے میں پڑگئی ہے بے تحاشا چھٹیوں کی وجہ سے۔ اس لیے میرا جانا بہت ضروری ہے، میں نے تمہیں میڈیسن دے دی ہیں تاکہ تمہیں صبح تک سنبھالے رکھیں گی پھر تو میں آ ہی جاؤں گا، صبر سے کام لو۔"

"فواد! مجھے اٹھنے کی ضرورت پڑگئی تو کیا کروں گی۔ ٹانکوں میں پس نہ پڑتا تو اب تک میں خود کو سنبھال چکی ہوتی لیکن ابھی تو...... درد شروع ہوجائے تو مجھ سے ہلنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔" بے بسی کے احساس سے میری آنکھوں میں آنسو بھرآئے تھے، میں ان کا ہاتھ پکڑے رو دی۔

"دیکھو تم اس طرح روؤ گی تو میں بھی ٹینشن میں رہوں گا اور تمہارے زخم میں بھی کھچاؤ پڑا گا۔ کچھ صبر اور برداشت سے کام لو صبح نو بجے تک میں آجاؤں گا کیونکہ جاب پر تو مجھے جانا ہی پڑے گا۔ ایم ڈی کے فون پر فون آرہے ہیں، ورکرز کی کمی نہیں وہ حکم عدولی پر مجھے ہٹانے میں ایک پل کا تامل نہیں کریں گے، اس لیے پلیز کنٹرول کرو خود پر۔ مجھے شوق نہیں تمہیں اس حال میں چھوڑ کر جانے کا لیکن یہی ایک رات میری زندگی پر بھاری نہ ہوجائے ڈیئر! میں یہ رسک لینا نہیں چاہتا۔" اپنے ہاتھوں سے میرے آنسو صاف کرتے ہوئے انہوں نے احتیاط سے میرا سر تکیے پر رکھا۔

"مہرو کی بھی شادی ہوگئی ورنہ وہ ان دنوں تمہارے پاس رہ لیتی، مجھے کسی قسم کی ٹینشن نہیں ہوتی۔"

"ہاں......" میں آہ بھر کے رہ گئی۔ "یہ تنہائی کا عذاب مجھے اکیلے ہی اس حالت میں بھگتنا تھا، جسم و جاں تندرستی کی حالت میں تھے تو سب ساتھ تھے امی بھی حیات تھیں۔ مہرو کی بھی شادی نہیں ہوئی تھی تو کئی کئی دن وہ رہنے میرے پاس آجایا کرتی تھی۔ ہنسی مذاق کا ایک سلسلہ نہ ختم ہونے والا چل پڑتا اور وہ میری عافیہ بھابی، میری رازدار میری جٹھانی اور میری مسکراہٹوں میں پھول کھلانے والی میری دوست، وہ بھی تو اس لمحہ میرے پاس نہیں تھیں ان کی کزن کی آج مایوں تھی۔ ان کا جانا بے حد ضروری تھا، جاتے وقت انہیں تبھی میں نے بے چارگی سے دیکھا تھا وہ حسب معمول بہت خوب صورتی سے مسکرائی تھیں۔

"خاندان کا مسئلہ ہے رمشا! گھریلو مجبوری کوئی نہیں جانے گا بس بات بناتے دیر نہیں لگے گی ویسے بھی رات کا فنکشن اٹینڈ کرکے میں لوٹ آؤں گی تمہاری خاطر۔ جب تم سنبھل جاؤ گی تب رہنے جاؤں گی ویسے بھی بارات چار روز بعد ہی ہے بس آج کی بات ہے۔"

"نہیں...... کوئی بات نہیں بھابی! آپ جائیں۔" میں نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری، انہوں نے پیار سے میرے گالوں پر تھپکی دی۔

"اُف......" ٹانکوں میں ایک چیر دینے والا احساس دماغ کے کئی تار پھر سے ہلا گیا تو خیالات کی دنیا سے مجھے پھر سے لوٹ آنا پڑا میں اپنے بیڈ پر کروٹ بھی بدل نہ پارہی تھی۔ میرا اٹھنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں کھسک نہ پارہی تھی تو بیڈ سے اٹھ کیسے پاتی؟ جہاں جسم پر دباؤ ڈال رہی تھی تو لگ رہا تھا کہ ٹانکے ٹوٹ جائیں گے درد ہی ایسا جان لیوا تھا۔ درد جسمانی ہی نہیں تھا اس کی جڑیں تو میرے دل میں پیوستہ تھیں، اس تکلیف کا تعلق میری ذہنی سکون کو جھنجوڑ دینے سے تھا۔ جو آٹھ سال بعد خدا نے اپنے ہونے کا احساس مجھے دلا کر کیا تھا۔ میں سمجھتی تھی خدا مجھ پر مہربان ہونے جارہا ہے میری بنجر کھیتی میں پھول کھلانے کے درپے ہے، اسی احساس نے میری چال میں وہ رعونت پیدا کردی تھی کہ مجھے اپنے آگے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ بے حسی تو کچھ میرے ضمیر میں رچی بسی تھی اور اب ان آٹھ سالوں کے بعد مجھے ماں بننے کی نوید ملی تو میں اپنے قدموں تلے زمین ہی نہیں محسوس کررہی تھی۔ ایک احساس تکبر سے میں اسے دیکھا کرتی تھی جس نے پلٹ کر کبھی میری بات کا جواب بھی نہ دیا تھا۔

"اُف...... درد......" آنکھیں بھینچ کر میں تکیے پر سر کو دائیں بائیں پٹخ رہی تھی اور یہ اذیت تو آج مجھے خیالوں کی رو میں بھی بھٹکنے نہیں دے رہی تھی۔ درد سہتے سہتے میرا ہاتھ ٹانکوں والی جگہ پر لگ گیا تو خوف کی لہر پورے وجود میں سرایت کرگئی۔ خون سے میرا ہاتھ بھیگ گیا تھا، اپنی خون آلود انگلیاں دیکھ کر میں بے بسی سے رو دی۔

اے کاش اس وقت وہ موجود ہوتیں، میرے زخموں کا مداوا بن کر ساتھ رہتیں وہ تو اتنی اچھی اور مسیحا صفت تھیں کہ بُرا بھلا سن کر بھی زخم پر پھائے رکھنے سے باز نہ آتیں۔ ہم یعنی میں اور میری جٹھانی دونوں ان کا مذاق بھی جی بھر کر اڑاتیں۔

"آپ کوئی ٹرسٹ کیوں نہیں جوائن کرلیتیں زینب آپی! بیٹھے بٹھائے کی شہرت الگ، ثواب الگ۔" جواباً ہلکی سی مسکراہٹ وہ اپنے کالے بھدے ہونٹوں پر بکھیر کر بڑے دسان سے گویا ہوتیں۔

"ثواب کو کسی شہرت کی ضرورت نہیں اور شہرت کے لیے نیک عمل ثواب نہیں بن پاتا۔" بول کر اٹھ جاتیں۔

"ہونہہ......" ہم ان کی طرف دیکھ کر پھر ایک دوسرے کی طرف ایک استہزائیہ ہنسی سمیت دیکھتے۔

"ویلفیئر جوائن کریں گی تو سب لوگ شکل دیکھ کر ہی بھاگ کھڑے ہوں گے۔" میں دل کھول کر ہنستی۔

"استغفار...... استغفار......" آج ہم نیم مردہ بے چارگی کا اشتہار بنے وجود کے ساتھ میرے لبوں پر ورد ہوگیا۔

"استغفر اللہ! بے شک تُو معاف کرنے والا ہے، قادر مطلق ہے، دلوں پر راج کرنے کے ہنر سے واقف ہے۔ میرے دل سے بھی کدورت ہٹادے جس پر میں نے ڈھٹائی سے اپنے غرور تکبر سے حکمرانی کرنا چاہی تھی مالک۔"

"میں ان سے معافی مانگوں گی بھی تو کیسے؟ وہ اب میری دسترس میں نہیں تو کیا اللہ تُو بھی مجھے معاف نہیں کرے گا؟" وہ مضبوط ڈھال اپنے ہاتھوں سے گرادی جو بغیر بلائے سب کے دکھوں کا مداوا بن جاتا تھا۔

"جایئے آپی! دنیا بھر کے لاچار وجود آپ ہی کے منتظر ہیں کیا اور خدانخواستہ میں مجبور و لاچار نہیں، سب ہیں میرے پاس۔" ایک شان انبساط سے میں نے فواد اور عافیہ بھابی کو دیکھا جو میرے بالوں میں اس وقت انگلیاں پھیر رہی تھیں۔

"نہیں رمشا! خدانخواستہ میں ایسا نہیں کہہ رہی میرا مطلب تھا کہ کاش اس خوشی کے ٹائم میں بھی تمہارے پاس ہوتی لیکن نورالحسن کا اسلام آباد کا ٹور......"

"او جائیں بھئی، جب گھومنے پھرنے کے لیے قدرت آپ کو موقع فراہم کررہی ہے تو اسے گنوائیں نہیں۔ بہت دنوں بعد تقدیر بھی تو پلٹی ہے آپ کی۔" نورالحسن کے نام سے جلن و حسد نے ناگ کی طرح سرسراہٹ پیدا کی۔ انہی جملوں اور ایک ایک لفظ کی سزا تھی یہ کہ آج میں اس حال میں ہوں۔ لب بھینچ کر آنسو روکتے روکتے میں بلک بلک کر رو رہی تھی۔

"اللہ مجھے معاف کردے۔" بہت شدید ٹینشن، لاچارگی اور ذہنی کرب نے مجھ پر غنودگی کی کیفیت طاری کردی تھی۔

کب...... کس لمحہ میری سزا میں تخفیف ہوئی پتا ہی نہ چلا جب اپنی زبان کے گناہ کا بوجھ بھی اٹھائے اٹھائے تھک گئی تو اپنے آپ کو خدا کے حوالے کردیا۔ زینب آپی میری نند تھیں میرے جیٹھ سے چھوٹی اور میرے شوہر سے بڑی بیوہ بہن۔ ہر وقت ہر چیز میں ٹانگ اڑا کر خود کو منوانے کی شوقین کم سے کم مجھے تو ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔ اپنی کولتار جیسی رنگت لیے وہ ہر ٹائم ہمارے سروں پر سوار رہتی تھیں۔ اوپر سے ان کے موٹے، بھدے نقوش، موٹے موٹے کالے ہونٹ حبشیوں جیسے گھنگھریالے بال کہیں سے بھی وہ اپنے بھائیوں سے میل نہیں کھاتی تھیں۔

کہاں سرخ و سفید جواد بھائی اور ہیرو کی سی آن بان لیے فواد، یہ کہاں سے ان کی بہن ہوگئیں۔ اس پر مستزاد بھائیوں کے لیے قابل احترام اور دلاری تھیں کیونکہ پہلی ہی

شب فواد نے ان کی اہمیت بڑے شان سے یہ کہہ کر جتادی تھی۔

"میری بہن کی دل آزاری میری دل آزاری ہوگی۔ وہ بیوہ بھی ہیں اس لیے ان کے دل کا خاص خیال رکھنا تم۔" بس گمبھیر اور تنبیہی لہجے میں بولا ہوا یہ فقرہ مجھے وقتی چڑ سے روشناس کرا گیا بمشکل میں نے خود کو سنبھالا۔ دوسرے دن بارہ بجے انہی کی دستک سے میری آنکھ کھلی تھی۔

"یہ صبح صبح جگانا کس قسم کا طریقہ ہے۔" بڑی مشکل سے میں نے آنکھیں نیم وا کی تھیں جو بوجھل ہوئی جارہی تھیں۔

"زینب آپی ہوں گی' آج میں نے نماز نہیں پڑھی نا اس لیے وہ یاد دہانی کرانے آئی ہوں گی۔" فواد سراسیمہ ہوکر اٹھے گویا کوئی آسمانی حکم آیا ہو اور میرے اٹھنے کا خیال کیے بغیر دروازہ کھول دیا۔ میں نے بھی دوپٹہ ڈھونڈا آخر تھی نویلی دلہن بھی کچھ تو احساس لازمی تھا۔ فواد کا اندازہ درست تھا' دروازے پر وہ ریڈ کلر کا سوٹ پہنے' بنارسی شیفون دوپٹے کو سر پر سجائے چہرے پر مسکان لیے کھڑی تھیں' فواد نے دروازے سے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"آیئے آپی..... آیئے۔"

"نہیں بیٹا میں بس جگانے آئی تھی' گھر میں مہمان بھی ہیں عافیہ بھابی بھی سو رہی ہیں کیونکہ رات بھر عینی بخار میں بے چین رہی ہے اور ابھی بے چاری کی آنکھ لگی ہے اس لیے سوچا رمشا کو ہی تیار ہونے کا کہہ دوں۔"

"ہاں آپی! بہت اچھا کیا آپ نے۔" نگاہوں اور لہجے میں عقیدت سمو کر انہوں نے تائید میں سر ہلایا۔

"دوپہر بھی تو ہوگئی ہے' کیا اب بھی ہم نہ اٹھتے۔"

"جیتے رہو' خوش رہو۔ رمشا کو اٹھادو کہ کمرہ وغیرہ سیٹ کرکے فریش ہوجائے' میں ناشتا بھجواتی ہوں۔" فواد سے چار سال بڑی زینب آپی یوں ٹریٹ کر رہی تھیں گویا ان کی بزرگ ہوں اور وہ خود کو ایسے ان کے آگے پوز کر رہے تھے جیسے ننھے بچے۔ وہ مسکراتی جاچکی تھیں اور میں نے سر جھٹک کر اپنے بال بن اپ کرنے چاہے۔

"آپی تمہیں جگانے آئی تھیں۔" وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے مسکرائے۔

"ہاں تو اندر آجاتیں۔" میرے لہجے میں کچھ زہر بھیگنے لگا تھا۔

"نہیں وہ بہت رکھ رکھاؤ والی عورت ہیں' سر پر مسلط ہونا نہیں چاہتیں۔ ان کے لیے ہمارا اتنا خیال ہی بہت ہے۔" ایک اور کریڈٹ میرے طنز کے جواب میں انہیں مل گیا تھا۔

"چلو اٹھو تم بھی' مہمان آہستہ آہستہ جاگ رہے ہیں۔" باہر غیر معمولی رونق سے احساس ہو رہا تھا لیکن وہ تو ایسے کہہ رہے تھے جیسے خدا کی طرف سے کوئی حکم مل گیا ہو۔

وقت ہی ایسا تھا کہ میں چاہ کر بھی کچھ نہ کہہ پارہی تھی نہ پوچھ سکتی تھی' بس دور سے ہی انہیں ہنستا مسکراتا مہمانوں کو کمپنی دیتا دیکھ رہی تھی۔ کس قدر شان بے نیازی تھی ان کی ہنسی میں اوپر سے تیز رنگ' یہاں تک کہ انہیں خود کو والہانہ انداز میں دیکھتا پاکر زبان پر کنٹرول نہ رکھ پائی۔

"بہت شارپ کلر پہنا ہے آپی آپ نے تو بالکل دلہن لگ رہی ہیں۔" بظاہر میں مسکرائی تھی لیکن ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ ایک دم سے بے رنگ ہوگیا تھا جیسے قوس وقزح سے کسی نے سب رنگ کھینچ لیے ہوں۔ ایک عجیب سی مسکراہٹ لبوں پر در آئی تھی۔

"اب دلہن کیا بنوں گی......" ان کی زبان سے ٹوٹے پھوٹے فقرے ادا ہو رہے تھے۔ "جب تقدیر کو ہی میرا دلہن بننا پسند نہ آیا' یہ فواد کی شادی نے مجھے ڈھب بدلنے پر مجبور کردیا اسی نے کہا تھا کہ اگر میری شادی پر مردار کلر پہنا تو اچھا نہیں ہوگا۔ اتنا چاہتا ہے مجھے وہ پگلا جانتا بھی ہے کہ اب یہ عمر اور موقع نہیں میرے یوں تیار ہونے کا۔" مجھے ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوئی' ان کے لہجے میں بھائی کا مان تھا۔

"کون کہتا ہے کہ آپ کی عمر اور موقع محل نہیں' اتنی کم عمری میں خدا نے آپ کو آزمائش سے ہمکنار کردیا تو کیا

مطلب ہے۔ آپ اسی گردشِ دوراں کا شکار رہتیں۔"
جانے کب فواد اندر آ گئے تھے میں ان کی شکل ہی دیکھتی رہ گئی تھی جس پر بے پناہ سنجیدگی بکھری ہوئی تھی۔

"کم از کم میں آپ کو اس مایوسی اور اداسی کے جنگل میں بھٹکنے نہیں دوں گا اب اس قسم کی باتیں کیں نا آپی تو اچھا نہیں ہوگا جو کچھ ہوا وہ حکم ربی تھا اور آپ تو خدا کی بہت پیاری بندی ہیں۔" وہ دوزانو ہو گئے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ میں ان کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر بھی کلسنے سے باز نہیں آئی۔

"بالکل پگلا ہے میرا بھائی!" انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا۔

"کیوں رو رہی ہیں آپ؟ میں نے کہا نا ایک آنسو بھی آپ کی آنکھوں میں میں برداشت نہیں کروں گا۔ بتائیں کیوں آئے آپ کی آنکھوں میں آنسو؟" بے حد جذباتی سین چل رہا تھا میں نے رخ ہی پھیر لیا۔

"پاگل تمہاری محبت مجھے سرشاری میں مبتلا کردیتی ہے۔ یہ تو خوشی کے آنسو ہیں، کتنی خوش نصیب ہوں میں کہ تم جیسے بھائی کی بہن ہوں میں۔"

"اور سنو رمشا......" وہ میری طرف مڑے تھے میں نے سٹپٹا کے انہیں دیکھا۔ "آپی کوئی سا بھی کلر پہنیں، کسی طرح بھی رہیں تم انہیں آئندہ سے ٹوکو گی نہیں، بھلے سے یہ جس طرح بھی زندگی گزاریں۔" ایک انگلی اٹھا کر تنبیہی لہجے میں ایک رات کی دلہن کے ساتھ بولتے وہ عجیب طرح کے تناؤ میں مجھے مبتلا کررہے تھے لیکن وقت جذباتیت کا نہیں بہت برداشت اور حوصلے کا تھا۔

"میں نے تو ان کی تعریف کی تھی قسم لے لیں میرے دل میں کسی قسم کا فتور نہیں تھا۔" مجھے ان کے لہجے پر سچ مچ کا رونا آنے لگا تھا۔ زینب آپی گھبرا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"فواد! یہ کس طرح بات کررہے ہو تم بچی ہے۔ دیکھو تو، رونے لگی۔" وہ میری طرف بڑھیں اور میرا سر اپنے ساتھ لگا لیا۔

"تمہیں واقعی بات کرنے کا طریقہ نہیں فواد! رمشا نے واقعی میری تعریف کی، مجھے دلہن کہا، بیوہ تو نہیں کہا نا جس پر مجھے گلٹی فیل ہوتا۔ تم خوامخواہ اتنا تماشا لگا بیٹھے۔" وہ یہ سب کہتیں مجھے بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھیں یہ بھی نہ سوچا کہ اپنے بھائی کو بُرا بنا کر وہ میرا ساتھ دے رہی تھیں۔ میری اندرونی کمینگی کو بھی انہوں نے محسوس نہیں کیا تھا۔

فواد کو شاید احساس ہوا تھا جبھی کمرے سے باہر نکل گئے تھے وہ بہت دیر تک مجھے تھپکتی رہی تھیں اور باتیں کرتی رہیں۔

"بہت جذباتی لڑکا ہے تم ذرا سدھارنا اسے، سنا ہے پیار محبت سے ٹیڑھی کھیر بھی سیدھی ہو جاتی ہے، ذرا آہستہ آہستہ اس کے کان کھینچنا تم۔"

"ہونہہ...... ڈرامے بازی۔" میرا سر درد سے پھٹا جارہا تھا۔

"آپی مجھے بہت نیند آرہی ہے، سر میں بھی درد ہے کیا آپ کمرہ لاک کردیں گی۔" واضح اشارہ تھا کہ اب آپ بھی جائیں۔

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ تم آرام کرو پھر شام ہوتے ہی لوگ آنے لگیں گے تو آرام بھی نہیں کرپاؤ گی میں تمہارے لیے گولیاں اور دودھ بھجواتی ہوں، بالکل ریلیکس ہو کر تم سو جاؤ۔" یہ پہلا معرکہ تھا میرے دل میں ان کے پیار اور اپنے دل کی کدورت کی جنگ کا۔ فواد کے رات کے برعکس رویئے نے میرے دل میں زینب آپی کے خلاف محاذ کھڑے کرنے شروع کردیئے تھے۔ میں نے ولیمہ سے قبل ہی عافیہ بھابی سے ڈھکے چھپے لہجے میں استفسار کرنا شروع کردیا تھا۔

"یہ زینب آپی کب سے اس گھر میں ہیں، میرا مطلب ہے کب شادی ہوئی اور کب بیوہ ہوئیں؟"

"تین سال قبل شادی ہوئی تھی اور ایک ہی مہینے میں شوہر پلین کریش میں جاں بحق ہو گئے اسلام آباد جارہے تھے تب یہ دوبارہ واپس آ گئیں اس گھر میں۔" میں نے محسوس کیا تھا کہ عافیہ بھابی کے لہجے میں بھی ان کے لیے کوئی لچک نہ تھی اس لیے اپنی باتوں کو مزید آگے بڑھانے لگی۔

"بہت بے نیاز رہتی ہیں یہ اپنی ذات سے۔"

"ظاہری بات ہے جنہیں پیار کی برتری حاصل ہو جائے ان کے آگے اپنی شکل و صورت کی کم تری کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بھائیوں کا لازوال پیار سمیٹے بیٹھی ہیں محترمہ اور انہیں چاہیے بھی کیا؟ اسی لیے تو اپنی زندگی کے اتنے بڑے حادثے کو بھی محسوس نہیں کرتیں خیر تم چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ بیوٹی پارلر کی کتنے بجے کی اپائنٹمنٹ ہے۔" انہوں نے موضوع بدلا شاید اتنی جلدی بہت کچھ وہ بتانا نہیں چاہ رہی تھیں لیکن آج میرے لیے یہ بہت ہی کچھ تھا ایک اطمینان تھا کہ میرے احساسات لیے اور بھی کوئی میرے سنگ ہے۔

فواد کا نرم رویہ مجھے بہت کچھ وقتی طور پر بھلا دیتا لیکن اس گھر میں اور ہر دم نگاہوں کے سامنے رہنے والا زینب آپی کا وجود میرے لیے باعثِ طمانیت نہیں تھا ہر لمحہ وہ ہر کام میں ٹانگ اڑانا اپنا فرض اولین سمجھتی تھیں۔ جس روز مجھے میٹھے میں ہاتھ ڈالنا تھا اس دن تو گویا صبح سے وہ ایسے تیاری کررہی تھیں گویا انہی کی ہانڈی چھلائی ہو سارے گھر کو از سر نو ترتیب دیا، ساتھ عافیہ بھابی بھی مدد کو تھیں لیکن بہت بے زاری اور خاموشی کے ساتھ۔

"دیکھیں نا بھابی مہمان آئیں گے گھر چمکتا اور مہکتا ہونا چاہیے تاکہ مہمانوں کا دل بڑھ جائے۔" ان کی آنکھوں میں عجیب ہی جوت تھی۔

"صحیح کہہ رہی ہو لیکن ابھی شادی کے سلسلے میں نئی سیٹنگ اور جھاڑ پونچھ ہوئی تھی، اس اہتمام کی خاص ضرورت نہیں تھی بس ہمیں مینو پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔"

"ہاں! میں نے چاول بھگو دیئے ہیں، کھانا تو ویسے بھی باہر سے آئے گا بس رمشا نے کھیر میں چمچ چلانا ہے، پوریوں کا آٹا میں ابھی کچھ دیر بعد گوندھ لوں گی، نئی نئی دلہن سے اتنا کام تھوڑی کراتے ہیں، بس فارمیلٹی پوری کرتے ہیں پھر تو وہ کرتی دھرتی ہی رہے گی، اپنا گھر جو ہے اس کا۔"

"نہیں رہنے دو، میں آٹا گوندھ لوں گی، تم اپنے آپ کو تھوڑا سیٹ کرو، کپڑے وغیرہ نکالو۔" وہ نخوت سے ان کی طرف دیکھتی گویا ہوئیں۔

"میں نے کیا سیٹ کرنا ہے خود کو، سب ٹھیک ہے بس کپڑے پریس کروں گی اور سب ٹھیک ہی ہے۔" وہ اسی طرح خود سے بے پروا رہتیں۔ پتا جو تھا کہ خود پر توجہ دے کر بھی ایسے ہی لگنا ہے اس لیے محنت کی کیا ضرورت تھی؟ شام کو کچن میں گھسی ساری پوریاں وہ خود تل رہی تھیں، عافیہ بھابی کو انہوں نے کہا بھی کہ میرے ساتھ وہ لگیں لیکن انہوں نے سر جھٹک کر انکار کردیا۔

"اب میں تیار ہوں یا باورچی کا روپ دھار لوں، اگر بھنگن بنی رہی تو مہمانوں کو کون اٹینڈ کرے گا۔" بہت سختی سے کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

"صحیح کہہ رہی ہیں مہمانوں کو اس حلیے میں کمپنی دیتی اچھی تو نہیں لگیں گی نا۔ میں بھی جلدی کرلیتی ہوں، رمشا تم بھی اچھے سے تیار ہو جاؤ، ماشاء اللہ اتنی پیاری ہو سادہ حلیے میں بھی دلہن ہی لگتی ہو۔" ان پر تو جیسے کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا تھا، عجیب ہی مٹی کی بنی ہوئی تھیں وہ ہر مسئلے کو وہ اپنے اوپر سوار کرلیتیں، ہر غلطی کو وہ اپنی غلطی تسلیم کرتی تھیں۔

اور رات کو ان کی محنت کی وصولی اس طرح ہوئی کہ کسی رشتہ دار خاتون کی تعریف کے جواب میں جواد بھائی نے سینہ چوڑا کیا۔ سارا اہتمام زینی کا ہے اس کی محنت اسی طرح ہر کام کو پرفیکٹ کردیتی ہے۔

"واقعی! تمہاری بہن ہے کمال کی لڑکی! اس کی چال ڈھال سے پرفیکشن جھلکتی ہے۔" انہوں نے بھی دل کھول کر تعریف کی، میں اور عافیہ بھابی ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ وہ اتنی دور کھڑی زینب آپی کو محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی تھیں جو سی گرین کپڑوں میں اپنی رنگت اور بدہیئت نقوش کی بنا پر سب میں نمایاں نظر آرہی تھیں اس پر مستزاد میک اپ جو واٹر پروف نہ ہونے کی بنا پر اب بہہ کر کہیں سے ان کے چہرے کو براؤن اور کہیں سے بلیک

بنا رہا تھا۔ تمسخرانہ مسکراہٹ ہم دونوں کے چہروں پر بھی ہوئی تھی۔

"پارٹی تمہاری تھی کریڈٹ زینب لے گئی۔" اسی رات عافیہ بھابی نے جلے دل کا پھپھولا پھوڑنا شروع کیا گویا وہ موقع کی تلاش میں تھیں۔

"اسی لیے تو ہر کام میں وہ جان بوجھ کر آگے آگے رہتی ہیں تاکہ عین ٹائم پر ان کی تعریف کا علم سب سے بلند رہے۔ یہ سب چالاکی ہے بھابی جسے آپ ابھی تک سمجھ نہیں سکیں۔ اب خدا نے شکل تو دی نہیں سوچتی ہیں کام ہی دکھا دکھا کر لوگوں کو چاروں شانے چت کرتی رہیں۔" میں تو جیسے موقع کی تلاش میں تھی۔

"صحیح کہہ رہی ہو اور حد تو یہ ہے کہ دونوں بھائی بھی اپنی بیویوں کو نظر انداز کرکے بہن کی شان میں رطب اللسان رہتے ہیں اور ان کی تعریف کو اپنے کاندھے پر لگا کر کوئی اعزازی بیج سمجھتے ہیں۔" وہ گاؤ تکیے سے کمر ٹکا چکی تھیں اور میں نے تو ان کے خلاف سوچوں کی بارود بھری گاڑی تیار کی تھی اسے زبان کے ذریعے باہر نکالنا تھا۔

"مجھے تو فواد کی سنگت پر اتنی خوشی محسوس نہیں ہوئی جتنے بڑے کڑھن میں مجھے زینب آپی کا وجود مبتلا کرتا ہے۔" یہ حقیقت تھی کہ وہ بہت گھڑ تھیں ایک مکمل گھریلو عورت جس کی رگ وپے میں محبت سرایت کرتی تھی لیکن اس بات کا احساس مجھے کہاں ہوتا ہے ہر بات میں ہر کام میں ان کا نام پکارا جاتا تھا یہ ان کی خوبیوں پر پانی پھیرنے کے لیے کافی تھا۔ کھانے کا ذائقہ دیکھنا ہو تو زینب آپی کی ڈش کی خوشبو رنگ اور ذائقہ دیکھا جاتا۔

"تم لوگ تو بس ڈیوٹیاں پوری کرتی ہو لگن سے کھانا کیسے پکایا جاتا ہے یہ ڈش خود گواہی دے گی۔" جواد بھائی ڈش آگے کرتے عافیہ بھابی کے دل میں بھانبڑ سلگ رہے ہوتے وہ بھی بھلی عورت تھیں کہ اپنے اندر کی نفرت کو بخوبی چھپا کر بہت سیاست سے مسکراتیں، بچوں کے اچھے رزلٹ بھی زینب آپی کی محنت کے ہی مرہون منت تھے۔ عافیہ بھابی نے سر توڑ کوشش کی کہ انہیں کوئی باہر کی ٹیوشن لگوا دی جائے لیکن جواد بھائی اور فواد نے ان کی لگن کو دیکھتے ہوئے سختی سے منع کردیا کہ جب "گھر پر ہی تندہی سے محنت کرانے والا موجود ہے تو کیا ضرورت ہے بچوں کو باہر بھیجنے کی کون سا تم محنت کررہی ہو زینب بچوں کو اچھا گائیڈ کررہی ہے۔ بچوں کا رزلٹ تم سے پوشیدہ نہیں، بچے اچھے رینک پر لاتے ہیں اور ہمیں کیا چاہیے۔"

"نہیں، میں تو زینب کے آرام کے خیال سے کہہ رہی ہوں کہ پوری دوپہر وہ ذرا سا لیٹ بھی نہیں پاتی ہے۔" عافیہ بھابی منمنائیں اس وقت زینب آپی منظر سے آؤٹ تھیں۔

"اس نے بخوشی یہ ذمہ داری سنبھالی ہے عافی! کسی نے اس پر مسلط نہیں کیا اس طرح اس کی تنہائی کا کچھ ازالہ بھی ہوجاتا ہے اور ہمارے بچے بھی گڈ پرا گریس حاصل کرلیتے ہیں۔" غرض کہ کریڈٹ کا ایک انبار تھا ان کے لیے، عافیہ بھابی شروع سے ہی ان سے کھنچی کھنچی رہتیں اور مجھے تو گویا ان سے ازلی بیر نے بہت پیچھے کردیا تھا ان سے پھر بھی وہ یوں ملیں جیسے ہم ان کے بہت بڑے خیر خواہ ہیں۔

میری شادی کے دو سال بعد عافیہ بھابی کے ہاں پھر سے تیسرے بچے کی آمد ہوئی اور وہ تو یوں آگے پیچھے پھر رہی تھیں جیسے ان کی ساس یہ ہوں، کبھی بچے کو تیل مالش کرتیں کبھی عافیہ بھابی کی کنگھی چوٹی کررہی ہوتیں، کبھی پانی بوائل کرکے کمرے میں پہنچاتیں تو کبھی سوپ اور دودھ لیے حاضر رہتیں، عافیہ بھابی بھی چڑتیں۔

"کبھی مجھے جی بھر کے آرام نہیں کرنے دیتی یہ ہر وقت کوئی نہ کوئی خیر خواہی لیے میرے اعصاب پر سوار رہتی ہیں، قسم سے رمشا میں بہت پریشان ہوجاتی ہوں ان کی اس ہمدردی والی عادت سے۔ اب ایسا بھی کیا ہے کہ انسان کو اس کی مرضی سے جینے نہ دیا جائے۔" بے چارگی اور جھنجلاہٹ سے بولتی وہ یہ بھول گئیں کہ قدم قدم پر انتہائی نجی کام کے لیے بھی پیش پیش زینب نہ ہوتیں تو کون ہوتا۔ عافیہ بھابی کی امی جو صرف ڈیلیوری کے وقت اسپتال تک تھیں نواسے کو دیکھنے اس کے بعد وہ صرف مہمان کی طرح ایک مرتبہ آئیں یا ان کی بھابی جو انہیں دیکھتے ہی یوں نارمل ہوجاتیں کہ وہ جیسے کوئی غیر ہوں اور بہن تو کوئی تھی نہیں اور میں...... میں تو بھئی ابھی تک نئی نویلی دلہن تھی اور ویسے بھی شادی کے دو سال بعد بھی ان سب کاموں کا تجربہ مجھے ابھی کہاں ہوا تھا؟ ہاں جی بھر کے ہم دونوں باتیں خوب کیا کرتے یہی ہماری بہت اچھی دوستی تھی ایک دیورانی جٹھانی کی مثالی محبت اور ہماری گفتگو کا بنیادی موضوع زینب آپی کی ذات تھی۔

"آپ اپنے منہ سے منع کریں کہ وہ آپ کے کمرے میں نہ آیا کریں۔" میں نے سفاکی کی انتہا کرتے ہوئے کہا۔

"ایسے میں مجھے جواد کی ناراضگی مول لینا ہوگی، تمہیں اب تک خبر نہیں ہوئی کہ دونوں بھائی اس معاملے میں کس قدر حساس ہیں۔ زینب آپی کے خلاف کچھ بولنا ان کے نزدیک کسی معتبر ہستی کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔"

"آپ کی شادی کو تو بارہ سال ہوگئے آپ تو ان کے کنوارپن میں ہی بیاہ کر آئی ہوں گی تو کیا یہ شروع سے ہی ایسی ہیں۔"

"ہاں آگے پیچھے کرنے کی عادت تو شروع سے ہی ہے، شروع میں تو میں سمجھتی تھی کہ نئی نئی بھابی دیکھ کر ایسا کررہی ہے لیکن یہیں چاپلوسی کی عادت تو ان کے ضمیر میں رچی بسی ہے۔ حتیٰ کہ شادی کے بعد بھی دن بھر میں ہزاروں بار فون کرکے سب کی خیریت دریافت کرتی تھیں شاید اسی محبت کو دیکھتے ہوئے خدا نے بھی ہمیشہ کے لیے انہیں اسی گھر کا کردیا۔" طنزیہ انداز میں وہ بولتی رہیں اور جانے کب زینب آپی ان کے لیے فریش جوس کمرے میں رکھ کر گئیں ہمیں پتہ بھی نہ چلا۔ یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ ہمارے کتنے ہی کڑوے جملے ان کی سماعت میں زہر بن کر اتر گئے ہیں جن میں ایک گفتگو یہ بھی تھی کہ......

"پہلا رشتہ ہی اتنی مشکل سے آیا تھا اب تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں ورنہ لڑ بھڑ کے دوبارہ اس کا گھر بسا دیتی کم از کم آزادی سے جی تو لیتے ہم۔" وہ اس روز بہت خاموش رہی تھیں جیسے حبس زدہ موسم میں سایہ دار پیڑ بھی تن تنہا کھڑا رہتا ہے، بہت مضمحل بہت پژمردہ ایک روز ایسے ہی کسی بات پر ان کی آنکھوں میں بہت ساری نمی بھی اتر آئی تھی۔

"علیم بہت اچھے انسان تھے رمشا!" انہوں نے اپنے مرحوم شوہر کا نام لیا۔ "میں نے ایک دن میں ان کی اچھائی کو نوٹ کرلیا تھا ایک مہینہ تو انہیں سمجھنے کے لیے بہت زیادہ تھا ایک ہفتہ میں انہوں نے مجھے اتنی شاپنگ کرائی تھی کہ ابھی تک ان چیزوں کو میں استعمال کرتی ہوں۔"

"ایک مہینے میں اتنی محبت دی مجھے انہوں نے کہ ساری عمر کے لیے کافی ہوگئی۔" انہوں نے اپنے سانولے رخسار سے آنسو صاف کیے۔

"حالانکہ کیا ہے مجھ میں رمشا...... نہ صورت نہ شکل نہ کوئل جیسی مترنم آواز۔" پھیکی مسکراہٹ بھی نم ہونٹوں پر پھیل گئی۔

"اور وہ...... وہ تو بہت خوب صورت تھے یہ دیکھو تصویر ان کی۔" وہ آج بہت کچھ بتانے کا منصوبہ لے کر میرے کمرے میں آئی تھیں۔ میں حیرت سے پھٹ پڑی، گندمی رنگت والے اس وجیہہ انسان کو دیکھ کر، گہری گہری سیاہ آنکھیں، سلیقے سے بنے بال۔ تراشیدہ مونچھیں غرض کہ ہر طرح سے کاملیت تھی اس ذات میں اور یہ زینب آپی...... کیسی لگتی ہوں گی ان کے پہلو میں؟

"حیرت ہوئی نا تمہیں علیم کی تصویر دیکھ کر۔" ایک فخر سے انہوں نے تصویر میرے ہاتھ سے لے کر پھر اپنی آنکھوں کے آگے کرلی۔

"خدا نے میری صورت ہی کالی بنائی ہے نصیب نہیں۔" سرگوشی اور شرارت سے بولتی میرے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ بکھیر گئیں۔

"کیا ہی اچھا ہوتا زینب آپی کہ وہ آپ کے سر پر تاحیات سایہ دار شجر کی طرح رہتے ہے نا۔" اپنے اندر کی کمینگی سے میں ان کے اجلے نصیب کی خوش فہمی کو کالا کرنے کی تگ ودو میں لگ گئی۔

"وہ تو میری خوش بختی کا عروج ہوتا لیکن خدا کی اس رضا کو بھی میں نے اپنی جھولی میں متاع جاں کی طرح سمیٹا ہے کہ نصیب کی تیرگی اور سحر سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔" گھنے بادل کی طرح برستی اور کبھی سورج کی طرح چمکتی وہ اپنے اندر کے سب دکھ سکھ چھپاتی اس روز میرے پاس سے اٹھی تھیں۔ اس روز عافیہ بھابی سے رات کو میں نے ان کے متعلق بات کی تھی۔

"پھر سے کوئی رشتہ آ جائے تو انہیں اپنے گھر کا کر دیا جائے آخر ان کے بچے بھی اب بڑے ہو رہے تھے دو دو کمروں میں کیسے سٹیل ہو پائیں گے۔"

"میں تو کسی طرح گزارہ کر لوں گی ابھی تو ہم دو ہی ہیں آپ کے بچے تو جوانی کی دہلیز کو چھو رہے ہیں نا بھابی۔ ضروریات کے مطابق تو دو کمرے ناکافی ہو جائیں گے۔" میں نے نئی راہ دکھائی۔

"ہو جائیں گے کا کیا مطلب ہے ناکافی ہو چکے ہیں بچوں کے لیے الگ فرنیچر بھی سیٹ کرنے کا سوچتی ہوں تو جگہ کی کمی آڑے آ جاتی ہے اب اگر یہ اپنے گھر آباد رہتیں تو دو کمروں کی سہولت ایسے ہی مل جاتی' ایک اکیلی نے دو کمرے دیز رو کیے ہوئے ہیں۔"

"ہم دونوں ان کے متعلق سنجیدگی سے سوچتے اور رشتہ تلاش کرتے ہیں یہ کوئی بُری بات تو نہیں کہ ان کا گھر پھر سے آباد کر دیا جائے۔ شریعت بھی اس کی اجازت دیتی ہے اور یوں ہمارا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔"

"لیکن ان سے شادی کرے گا کون؟ پہلے ہی بڑی تگ و دو کے بعد ان کا گھر بسا تھا' اب تو خیر بیوگی کا داغ بھی لگ گیا ہے اور کتنے لوگ تو ان کے قدم کو بھی بُرا سمجھتے ہیں کہ شادی ہوتے ہی شوہر کو کھا گئی۔"

"یہ تو ہے عافیہ بھابی! اب کہنے والوں کی زبان کو تو کوئی نہیں روک سکتا' کوئی نارمل رشتہ بھی ہوتا تو ہم یہ بوجھ ہٹائیں۔" میرے لہجے میں قطعیت دیکھ کر وہ بھی خاموش ہو گئیں۔

"اب ہم دونوں کا بنیادی مقصد ان کے لیے رشتہ تلاش کرنا تھا جس کی خبر دونوں بھائیوں کو ہو چکی تھی۔ جواد بھائی نے تو نہ جانے کس طرح عافیہ بھابی سے استفسار کیا ہاں فواد تو مجھے یوں دیکھنے لگے جیسے کوئی اچنبھے والی بات میں نے کہہ دی ہو۔

"یہ کوئی حیرانی والی بات نہیں فواد! ہمارا مذہب بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی بیوہ کو تاحیات تنہا زندگی گزارنے دی جائے اور ویسے بھی شادی کے ایک مہینہ میں انہوں نے دیکھا ہی کیا ہوگا۔ بے چاری کو خوشیوں کو سمیٹنے کا موقع بھی تو نہ ملا ہوگا۔" اس وقت ان کے لیے مجھ سے بڑا ہمدرد اور غمگسار کوئی نہ ہوگا۔

"تنہا تو خیر وہ اب بھی نہیں ہے' میں تاحیات انہیں تنہا ہونے نہیں دوں گا۔ یہ نیا خیال اچانک تمہارے ذہن میں کیسے آ گیا؟" فواد متذبذب ہوئے۔

"صحیح کہہ رہے ہیں آپ' یہ نیا ہی خیال ہے کیونکہ آپ دونوں بھائی اپنی بہن کی محبت میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ ان کے دلی سکون اور روح میں چھپی تنہائی آپ لوگوں کو نظر نہیں آتی ہے۔ اصل بات تو یہ ہے ایک ہم سفر جو کمی پوری کر سکتا ہے کسی کی وہ سارے رشتے بھی مل کر نہیں پورے کر سکتے' اس بات کا خیال تو آپ بھائیوں کو آنا چاہیے تھا جواب تک آیا نہیں خیر میرا کام ایک حقیقت سے آگاہی تھا آگے آپ کا کام ہے۔"

"زینب راضی ہو جائے گی اس سلسلے کے لیے؟" بہت دیر بعد فواد کے منہ سے جملہ نکلا تھا لوہا گرم تھا ضرب لگانے کی دیر تھی۔

"دوسری شادی بے شک عورت کے لیے ایک خاردار جھاڑی سے گزرنے کے مترادف ہوتی ہے لیکن اس کے آگے سکون اور آسودگی کا در بھی کھلا ہوتا ہے آپ کو تو انہیں راضی کرنا ہوگا کیونکہ عورت کی معراج بھائی' باپ کا گھر نہیں بلکہ شوہر کے گھر کا سکون ہے۔" اس وقت تو میرے پاس الفاظ کا ڈھیر تھا۔

وہ بالکل خاموش ہو چکے تھے کوئی اور موقع ہوتا تو مجھے ہی رام کر چکے ہوتے لیکن شاید یہ بات ان کے دل کو لگی

تھی۔ پتا نہیں انہوں نے اس رات زینب آپی کے کمرے میں جا کر کیا کہا' کیسے انہیں قائل کیا باہر نکلے تو ان کی آنکھیں بھی سرخ ہو رہی تھیں۔ دوسری صبح زینب آپی ناشتے کی میز پر نظر نہیں آئیں جب دونوں بھائیوں نے اعلان کر دیا کہ وہ بھی ناشتا نہیں کریں گے ان کے بغیر تو وہ آتی دکھائی دیں ہمارے سینوں پر تو جیسے سانپ ہی لوٹ گئے۔

"ہونہہ محترمہ! قدر کروانے کے فن سے بھی خوب واقف ہیں۔" میں نے چیئر پر ہی پہلو بدلا' ان کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہی تھیں اور موٹی سی ناک سوج کر اور بھی بُری لگ رہی تھی۔ وہ چیئر کھینچ کر بیٹھیں تو دونوں بھائیوں نے ناشتے کو ہاتھ لگایا اور اپنے ہاتھوں سے پلیٹ میں رکھ کر یوں پیش کر رہے تھے جیسے کسی عالی مرتبت کو پیش کیا جاتا ہے۔

"چلو' عارضی اور بناوٹی اداکاری کا بھی جلد خاتمہ ہو جائے گا' ایک کڑے امتحان کے بعد منزل آسان ہو جائے گی۔" یہ سوچ کر کچھ ٹھنڈ پڑی تھی دل میں۔ عافیہ بھابی نے بھی نگاہوں ہی نگاہوں میں میری جرأت مندی کو داد دی میری کمر پر گویا تھپکی پڑی اور میں اندر تک سرشار ہو گئی۔

اب ہر جاننے والے کو' رشتہ داروں یہاں تک کہ رشتہ لگوانے والیوں تک کو ان کے رشتہ کے لیے کہہ دیا گیا آخر ایک معرکہ سر کرنے کے برابر تھا ان کا رشتہ کروانا۔ وہ اب بہت چپ سی ہو گئی تھیں' اب زیادہ کسی مسئلے میں دخل اندازی بھی نہیں کرتیں جیسے حالات سے انہوں نے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ ان کے اندر کے طوفان کی کس کو خبر تھی ویسے بھی ہم دلوں کے حالات سے بے خبر صرف بیرونی تبدیلیوں کا حظ لوٹنے والوں میں سے ہیں سو یہ سوچنا اپنے وقت کو ضائع کرنے کے برابر تھا۔

لیکن حیرت تو اس وقت ہوئی جب اپنے ہی علاقے کی مسز شمس اپنے بڑے بیٹے کا رشتہ لیے ہمارے گھر آن پہنچیں' حیرت سے ہم دیورانی جٹھانی نے انگلیاں دانتوں تلے دبالیں یہ نہیں کہ ان کا بیٹا کنوارا چھڑا چھانٹ تھا' ایک بچی کا باپ تھا بیوی شادی کے ایک سال کے اندر ہی بچی کو جنم دے کر داغ مفارقت دے چکی تھی' بچی اب چار سال کی تھی۔ ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والی بات نورالحسن کی خوب صورتی' اس کی وجاہت اور اچھی پوسٹ تھی۔ وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ان کا بنگلہ تھا وہ ایسے ٹائم ہی آئی تھیں جب دونوں بھائی گھر پر موجود تھے ورنہ حسد و جلن کی ایسی لہر دل میں اٹھی تھی کہ اس رشتے کی کایا پلٹ سکتی تھی آخر میری کنواری بہن بھی میرے میکے میں موجود تھی۔ وہ ہمارے دلوں میں اٹھتی بے سکونی کی لہر سے بے خبر اپنا مدعا بیان کرنے کے لیے الفاظ استعمال کر رہی تھیں۔

"نورالحسن کی شادی آپ کے سامنے ہی ہوئی تھی' بس خدا نے میری بہو کی اتنی ہی زندگی لکھی تھی۔ ایک تحفہ دے کر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں تب سے اب تک وہ شادی کے لیے ذہنی طور پر تیار ہی نہیں ہوئے پھر جب میں نے زینی کے متعلق ان سے اصرار کیا تو وہ رضامند ہو گئے۔ انہیں بھی ساری زندگی گزارنے کے لیے ایک ساتھی کی ضرورت ہے اور ان کی بڑھتی ہوئی بچی کو ایک ماں کی۔ اب میری زندگی تو کم عرصہ کی ہے لیکن میرا بیٹا اور پوتی تنہا رہ جائیں گے اس لیے میں نے زینب کا انتخاب کیا ہے' ان کا حسن سلوک مجھے بُری طرح متاثر کر گیا ہے۔ آپ لوگوں نے ان کی شادی کے بارے میں اب سوچا ہے دوبارہ گھر آباد کرنے کا تو وہ گھر میرا ہی کیوں نہ ہو جہاں آپ کی بہن اور میرا بیٹا دونوں آباد ہو جائیں۔" بے حد نفاست سے بولتیں وہ خاتون کسی بڑے گھرانے اور اچھے خاندان کی فرد ہونے کی نشاندہی کر رہی تھیں۔

"جی ہم ڈھونڈ رہے ہیں اپنی بہن کا رشتہ۔" جواد بھائی تو سٹپٹا ہی گئے تھے "اور نورالحسن کا رشتہ ہمارے لیے خوش قسمتی ہی ہے لیکن سوچنے کے لیے کچھ ٹائم تو دیں۔" انہیں تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا زینب کے نصیب پر۔

"خدا نے میری صورت کالی بنائی ہے نصیب نہیں۔" سرگوشی میں کہا گیا جملہ اب میری سماعت میں گونج رہا تھا۔

"جی آنٹی! ہم جلد ہی آپ کو جواب دیں گے' زیادہ انتظار نہیں کروائیں گے بس کچھ مہلت کہ ہم اکٹھے اتفاق رائے سے آپ کو جواب دیں گے۔" فواد تو مسرت اور غم کی ملی جلی کیفیت میں بول رہے تھے وہ شاندار خاتون' عاجزانہ مسکراہٹ لیے وہاں سے رخصت ہوئیں۔ میں اور عافیہ بھابی تو بس حیرت سے گنگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور نگاہوں کا پیغام واضح تھا کہ یہ سب کیسے ہوگیا۔

"ارے چھوڑو' سر پر ہمہ وقت سوار رہنے والی بلا تو ٹلے گی۔" عافیہ بھابی نے زچ آ کر سرگوشی کی اور سر جھٹک دیا۔

فیصلہ اسی رات طے پا گیا کہ مسز شمس کو اقرار کہلوا دیا جائے اور زینب آپی وہ تو غالباً ہر فیصلے کے لیے تیار ہو چکی تھیں' ایک کٹھ پتلی کی مانند وہ ہر تماشا کرنے کو تیار تھیں۔ سارے معاملات نمٹ گئے' زینب آپی کو مسز شمس بڑے چاؤ سے بیاہ کر لے گئیں۔ جواد بھائی اور فواد اس روز ایسے تھک ہار کر بیٹھے تھے جیسے کنواری اور کم عمر بہن کی ڈولی وداع کر کے ملول ہوں۔ "ہونہہ" میں نے سر جھٹکا اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"آج تو نیند بھی خوب آئے گی۔" مسرت سے میرا روم روم گنگنا رہا تھا۔

"کیسی لگ رہی تھیں وجیہہ سے نور الحسن کے پہلو میں کالی کلوٹی دلہن!" میں نے تصور ہی میں نور الحسن کی قسمت پر ماتم کیا۔

"خیر ہمیں کیا' جس نے زندگی بتانی ہے اب وہ روئے۔ میری بلا سے۔" میں کروٹ بدل کر محظوظ ہوئی اور جلد ہی نیند کی اتھاہ گہرائی میں اتر گئی۔

❀......❀......❀

ایک روز چھوڑ کر مسز شمس نے ولیمے کا ہلکا پھلکا سا اہتمام رکھا تھا' جس میں خاص خاص لوگ شریک تھے لیکن تقریب ہال میں تھی۔ ایک خاص بات میں نے نوٹ کی تھی کہ جب سے رشتے کی بات چلی تھی زینب آپی کی آنکھوں میں ایک اداسی سی آ کر ٹھہر گئی تھی لیکن آج ایک ہی دن کے فرق سے وہ اداسی غائب ہو چکی تھی اور ایک تشکر' امید اور محبت کا سا سماں پورے چہرے پر تھا۔ روایت کے مطابق اس رات وہ ہمارے گھر آ گئی تھیں۔ ان کے چہرے پر سکھ' اطمینان اور خوشی کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔ ہونٹوں کی دھیمی مسکان میرے اندر کے خدشات کو مٹانے کے لیے کافی تھی اور ان کا یہ اطمینان میرے اندر کی بے اطمینانی کو ہوا دے رہا تھا۔ جانے کیوں اول روز سے ایک جلن' حسد کی کیفیت میں ان سے میں مبتلا تھی۔

"نور الحسن رکے نہیں آج کی رات۔" عافیہ بھابی انہیں دیکھ کر مسکرائیں جب وہ سونے کی تیاری کر رہی تھیں۔

"نہیں! ان کے ہاں رواج نہیں کہ شوہر بیوی کے میکے رات گزارے' غیر مہذب انداز بالکل پسند نہیں کرتے۔ ہاں مجھے لینے آئیں گے اس وقت آپ لوگ ساری باتیں کر لیجیے گا۔"

"ہونہہ! ایک ہی دن میں ساری خوبیاں تم پر آشکار ہو گئیں' واہ بھئی اسے کہتے ہیں انڈر اسٹینڈنگ۔"

"جاننے کے لیے تو ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے بھابی! بس آپ لوگ دعا کیجیے گا جس سکون کا ہاتھ میں نے تھاما ہے وہ کبھی چھوٹے نہیں' جس کے خدشے میں' میں ان راہوں پر قدم ہی نہیں رکھنا چاہ رہی تھی۔" وہ افسردہ ہو رہی تھیں' سکھ کا لفظ ہی مجھے بے چین کرنے کے لیے کافی تھا۔

"آپ کی بیٹی ساتھ نہیں آئی زینب آپی! اسے ساتھ لے آتیں۔" میں نے سکھ کے سمندر میں اضطراب کا کنکر پھینکنا چاہا جواباً وہ یک دم مسکرا دیں۔

"وہ دادی سے بہت اٹیچ ہے ان کا دامن نہیں چھوڑتی حالانکہ میں نے کوشش کہ وہ میرے ساتھ آئے لیکن نہیں آئی پھر امی نے بھی منع کر دیا کہ آہستہ آہستہ سیٹ ہو جائے گی ویسے بھی نئی ماں کا پیار دوں گی تو وہ بیٹی میری الٰہی بنے گی۔" کیا مان تھا لہجے میں یہ جانے بغیر کہ وہ تو خود محبت کی مٹی سے گندی عورت ہیں کیسے کوئی ان کے آگے رام نہ ہوگا بس اندر ہی اندر سلگتی رہی۔

نور الحسن دوسرے روز اپنے تمام تر شان و وقار کے ساتھ آئے' ہم لوگوں سے کچھ دیر کھانے کے دوران باتیں کیں اور زینب آپی کو لے کر چلے گئے۔ بے حد ریز رو اور دھیما لہجہ تھا ان کا جوان کی خوب صورتی اور وجاہت میں اور بھی اضافہ کرتا۔ انہی دنوں میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوش خبری سنی' شادی کے آٹھ سال بعد میں ماں کے درجے پر فائز ہونے جا رہی تھی' اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا جب ڈاکٹر نے میرے ہاتھ میں رپورٹ پکڑائی' مجھے کیا کسی کو بھی یقین نہیں آیا۔ ایک مسرت تھی جو سب نے بڑے اعزاز کے ساتھ وصول کی تھی' میری شان میں کچھ اور اضافہ ہو گیا اور ذات کا غرور بڑھ گیا تھا۔

"جب سے یہ کالا پتھر میرے راستے سے ہٹا زندگی کی نحوست دور ہوئی۔" نجانے کہاں سے یہ خیال ناگ بن کر میرے وجود میں سرسرایا تھا۔

"آخر ان کا وجود پہلے شوہر کے لیے بھی تو مبارک نہ ہو سکا تھا اب تو نور الحسن کی خدا خیر کرے۔" میں نے اپنی بہترین رازدار جٹھانی سے اپنا خیال شیئر کیا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے اسی کی کارروائی ہو۔" عافیہ بھابی کچھ اور میرے قریب ہوئیں۔

"نندیں اسی طرح کی ہوتی ہیں' بغل میں چھری منہ میں رام رام۔ بھائی کو دوسرے کا ہوتا نہیں دیکھ سکتیں۔ اولاد کا نہ ہونا تعویز' گنڈے کا اثر بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے بڑی فکر مندی سے سر ہلایا تھا اور دل ہی دل میں ان کی دور اندیشی پر داد دی تھی۔

"بھابی اب تو مجھ پر بڑا احسان ہو گیا ہے۔ بس اب اس بات کا خیال رکھیے گا کہ زینب آپی آئیں تو مجھ سے ذرا دور رکھیے گا' میں اس انمول خوشی کو برباد ہوتا نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"ہاں صحیح ہے تم بھی ذرا احتیاط کرنا' جتنا چوکنا رہو گی اتنا اپنی خوشی کی حفاظت کر سکو گی۔" میں نے سر ہلایا۔

اور وہ جو دن رات میں تین چار بار فون کر کے ہم لوگوں کی خیریت دریافت کرنا فرض اولین سمجھتی تھیں' یہ کیسے ممکن تھا کہ اتنی بڑی خبر پا کر وہ دوڑی نہ چلی آتیں حالانکہ ہر ممکن میں نے چاہا تھا کہ اولین ماہ کی خبر انہیں نہ ہو پائے' ٹوک سے ڈر لگتا تھا نا۔ لیکن ان کے دونوں بھائی جو اپنی آتی جاتی سانسوں کی خبر بھی انہیں دیتے تھے تو اتنی بڑی خبر سے انہیں محروم رکھ کر جنت سے نکالے نہ جاتے۔ انہیں لدا پھندا آتا دیکھ کر ہی ناگواری کی لہر پورے وجود میں سرایت کر گئی۔

"کیا سن رہی ہوں بھئی مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا۔" مسرت سے ان کا چہرہ ٹمٹما رہا تھا۔ ہاتھوں میں فروٹس' مٹھائیاں اور تو اور کھلونے بھی تھے۔

"میرے بھائی کے گھر خوشی آ رہی ہے جب سے یہ خبر سنی میرے تو پاؤں ہی زمین پر نہیں ٹک رہے دل چاہ رہا تھا اسی وقت دوڑی آؤں پر رات بہت ہو چکی تھی خیر سے کتنے دن ہوئے۔" وہ جوش و خروش سے بولتی میرے گلے لگ گئیں میں جو لاؤنج میں کسلمندی سے لیٹی ٹی وی دیکھ رہی تھی اچانک افتاد پر سراسیمہ ہو کر اٹھ بیٹھی۔

"آہستہ...... آہستہ بولیں زینب آپی!" میں نے کچھ ناگواری سے انہیں ہٹایا۔ "ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں جو میں ڈنکا پیٹنا شروع کر دوں۔" مجھے محسوس ہوا تھا ان کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"دیر سے ہی صحیح اللہ نے مبارک گھڑی تو دکھائی ہے نا پھر خوشی کے اظہار میں کوتاہی کیوں......؟ تم نے شکرانے کے نفل ادا کر لیے نا' اس کے بعد بے انتہا خوشی مناؤ اللہ نے نصیب سے یہ دن دکھایا ہے۔" ان پر تو ناگوار لہجے کا' ناگوار باتوں کا اثر نہیں ہوتا تھا بس اپنی رو میں کہتے گئیں۔

"اللہ نے ہی یہ دن دکھایا ہے ورنہ بندہ تو کسی کا بھلا نہ چاہے۔" میرے اوپر عافیہ بھابی کے پلائے زہر کا خوب اثر تھا۔

"اللہ نہ کرے بندہ بھی دوسروں کی خوشی میں خوش ہے ہر ایک کو اس کی مقدور بھر خوشی ضرور ملتی ہے خیر تم زیادہ سے زیادہ آرام کرو' پھل' جوس' دودھ......"

"آپی میں نے ڈاکٹر سے فوڈ چارٹ بنوا لیا ہے آپ فکر نہ کریں۔" میں نے ان کی بات کاٹنا اپنا فرض اولین

سمجھا۔

"بہت اچھا کیا جو ابھی سے ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ لینی شروع کردی تاکہ تم شروع سے ہی ذہنی طور پر ریلیکس رہو اور احتیاط کرو۔ میری مانو تو گائنا کالوجسٹ امبر رشید سے رابطہ کرو۔"

"اُف......" میرا تو سر ہی گھوم گیا تھا ان کی بکواس سن کر ایک سیکنڈ کو جو وہ خاموش ہوئی ہوں۔

"آپی میں کوئی بچی نہیں جو ایسے کرو اور ایسے نہ کرو کی ضرورت مجھے پیش آئے پلیز میں نے کس کے پاس جانا ہے کس طرح یہ دن گزارنے ہیں اچھی طرح جانتی ہوں اور سب سے بڑھ کر عافیہ بھابی میرے ساتھ ہیں جو خود تین بچوں کی ماں ہیں ان سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے کہ یہ ایام کس طرح گزارنے چاہئیں۔" میرے لہجے میں غرور چڑھ کر بول رہا تھا یہ محبت اور عزت سے دل اکتا جو گیا تھا۔ اس لہجے پچ مچ ان کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا ایک تذلیل کا احساس ان کے گہرے سانولے چہرے پر گہن بن کر چھا گیا تھا۔ میں نے عافیہ بھابی کی طرف دیکھ کر نا گواری سے سانس بھری۔

"صحیح کہہ رہی ہو۔" وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئیں چادر اوڑھنے لگیں۔

"ارے بیٹھو زینب! تمہارے لیے جوس لے کر آ رہی ہوں۔" عافیہ بھابی ہمیشہ اپنے دل کی کدورت چھپا کر رشتہ داری نبھانے کی کوشش کرتیں جو میرے لیے کم از کم ناممکن تھا۔

"نہیں بھابی! عروہ کو بخار ہے وہ آج اسکول بھی نہیں گئی اب تو وہ مجھ سے اٹیچ ہونے کی کوشش کر رہی ہے اور میں ماں بننے کا یہ موقع کھونا نہیں چاہتی۔" وہ پرس اٹھا کر چلتی بنیں ان کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔

"سو واٹ......" بے پروائی سے میں اپنے کمرے میں چلی گئی۔

دن گزرتے گئے اب ان کا آنا جانا ہمارے گھر بہت کم ہو گیا تھا ہر ویک اینڈ پر دونوں بھائی بڑی شان و محبت سے اب بھی انہیں لینے جاتے پہلے کی طرح لیکن وہ بڑی سہولت سے انکار کر دیتیں۔

"ابھی نہیں بھائی! جب میرا دل کرے گا میں آ جاؤں گی ابھی عروہ کے پیپر چل رہے ہیں۔ نور الحسن گھر پر نہیں ہوتے امی اکیلی ہو جاتی ہیں اس لیے اب بار بار نہیں آ سکتی۔" ہاں فون روز کرتیں اور گھر بھر کی خیریت پوچھتیں وہ خوش بھی تھیں اور مگن بھی جس کا واضح اظہار مسز شمس کی تعریفوں سے ہو جاتا۔ ہاں آخری پندرہ دنوں میں وہ بہت پریشان ہمارے گھر آئی تھیں وجہ پوچھنے پر وہ گویا ہوئیں۔

"رمشا کے آخری دن ہیں اور نور الحسن اپنے ساتھ ٹور پر اسلام آباد لے جانا چاہ رہے ہیں۔ امی اور عروہ بھی جا رہے ہیں بتاؤ اس خوشی کے وقت میں میں نہ رہوں گی ایک مہینہ کا ٹور ہے وہاں بھی کتنی پریشان رہوں گی میں اپنے بھتیجا بھتیجی کو دیکھنے کے لیے۔" فواد نے سانس بھر کر دونوں ہاتھوں میں ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"اپنے گھر والوں کی خوشی میں خوش رہیں آپ نہیں ہوں گی تو کیا آپ کی دعائیں تو ساتھ ہوں گی نا۔ واپس آ کر دیکھ لیجیے گا اپنے لاڈلے یا لاڈلی کو۔" بہت چاؤ چونچلوں سے وہ رخصت ہوئی تھیں۔ میں نے سکون کا سانس لیا کہ اس گھڑی ذہن پر ان کی فضول باتوں کا بار تو نہیں رہے گا نا۔

ان کی اسلام آباد روانگی کے ایک ہفتہ بعد ہی میرا بی پی شوٹ کر گیا سب ہی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور مجھے تو لگ رہا تھا زمین آسمان ایک ہو رہے ہوں۔ آئی سی یو میں میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی جانے کب نرس نے فواد سے اجازت نامے پر سائن کرائے تھے کہ ماں یا بچہ...... مجھے کچھ خبر نہیں تھی آخر سارا غرور میرا اس لمحے خدا کے ہاتھ میں چلا گیا جس نے میری زبان کی رسی بہت ڈھیلی کر رکھی تھی۔ میں اپنی آٹھ سالوں بعد ملنے والی خوشی کو بچا نہیں سکی۔

"کارروائی...... جادو...... تعویز گنڈہ......" کا الزام دیتے وقت ایک لمحہ کو بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ سب سے

بڑی طاقت اس ذاتِ واحد کی ہے جس کے ہاتھ میں پورے جہاں کا کنٹرول ہے جو سب کچھ معاف کر سکتا ہے شرک نہیں۔ جو اپنے حق میں کوتاہی تو معاف کر دے گا کسی کی دل آزاری نہیں۔ خدا کی طاقت سے ہٹ کر کسی اور طاقت کو تسلیم کرنا شرک نہیں تو کیا ہے۔

آپریشن کے بعد تو میں ذہنی اور جسمانی طور پر نیم مردہ ہو چکی تھی۔ فواد کا چہرہ دیکھا نہیں جا رہا تھا مجھ سے اور اپنی حالت سنبھالی نہیں جا رہی تھی۔ آخر ایسا کیوں ہو گیا تھا جب کسی کا منحوس وجود بھی میرے قریب نہیں تھا۔ اپنے الفاظ خود پر ہی ہنستے مجھے محسوس ہوئے تھے میں نے بے چینی سے سر تکیے میں پھینکا انہی دنوں کئی بار میری طبیعت موت کے منہ میں جاتی محسوس ہوئی کئی بار وارڈ سے آئی سی یو گئی ڈاکٹر نے واضح کہہ دیا۔

"خود کو یہ سنبھالیں گی نہیں تو ان کا بچنا بھی محال ہو جائے گا۔ ٹینشن اور کمزوری کی وجہ سے ٹانکوں پر بھی زور پڑ رہا ہے اور خون میں بھی کمی نہیں آ رہی ہے۔ دو بار ٹانکے ٹوٹ چکے ہیں اب اس جگہ میں پس پڑ رہا ہے۔" پھر اس کے بعد فواد نے خود کو مضبوط کیا مجھے سنبھالنے کے لیے بہت دلاسے دیئے بہت تسلیاں دیں۔ عافیہ بھابی اور جواد بھائی بھی الفاظ کا سہارا لیے میرے پاس تھے۔

میرا رونا دھونا بند ہوا تو کچھ ٹریٹمنٹ کے بعد مجھے ڈسچارج کر دیا گیا۔ گھر آ کر بھی میں خلاؤں میں ہی دیکھتی رہتی اپنے بیڈ کے قریب پڑے بے بی کاٹ کو دیکھ کر جو حالت ہوئی تو عافیہ بھابی نے جلدی سے اسے اٹھوا دیا۔

"غلط بات ہے رمشا! تم تو اپنی جان کی بھی دشمن بن گئی ہو دنیا میں ایسے کیسز چلتے رہتے ہیں اور خدا کی رضا میں ہی سر جھکانا عافیت ہے۔"

"مجھے کس جرم کی سزا ملی ہے بھابی! پتا نہیں میں نے کیا ایسا کیا کہ جو خدا کو ناگوار گزرا اور میری گود خالی کی خالی رہ گئی۔" میں بلک اٹھی۔

"سب خدا کی مصلحت ہے اس کی مرضی کے آگے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ گود پھر سے بھر جائے گی۔ سنبھالو خود کو ایسے نہیں چلے گا تمہاری حالت دیکھ کر فواد بھی بہت اداس ہے جاب سے اتنی چھٹیاں کر بیٹھا ہے۔ میری فیملی میں بھی شادی ہے جس میں شرکت کرنا بہت ضروری ہے ورنہ میری فیملی والے باتیں بنائیں گے اور تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر بھی میں بے سکون رہوں گی۔" انہوں نے وضع داری نبھائی۔

"میں آپ کو روکوں گی نہیں اب اپنے وجود سے کسی کو بے اطمینان نہیں ہونے دوں گی بھابی! فواد میرے پاس ہیں نا پھر تنہائی میں مجھے کچھ اپنا احتساب کرنے کا موقع ملے گا۔" جانے کب میں خود پرستی سے خدا پرستی کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ بڑی مشکلوں سے خود کو تسلی دی تھی میں نے۔ بڑے جتنوں سے دل کو سنبھالا تھا زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے ٹیسیں ابھی بھی اٹھ رہی تھیں کہ عافیہ بھابی کزن کی شادی اٹینڈ کرنے بوریا بستر سمیٹ کر چلی گئیں تسلی کے چند حرف دے کر جواد بھائی بھی ہمراہ تھے۔

ایسی تنہائی میں مجھے وہ گہرا سانولا چہرہ بہت یاد آ رہا تھا جس پر نرمی محبت اپنائیت ہمدردی کا عکس پوری آب و تاب کے ساتھ جھلملاتا رہتا۔ جس کے پورے وجود میں مسیحائی خون کے بہاؤ کے ساتھ دوڑتی تھی۔ کیا تھا جو میں انہیں روک لیتی تو وہ اس لمحہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے رک بھی جاتیں۔

میرے گھمنڈ سے بڑھ کر خدا کی طاقت تھی جس نے مجھے احساس دلایا تھا کہ تنہائی کس مرض کا نام ہے۔ شاید میری استغفار قبول ہو گئی تھی مجھے یہ خبر نہیں ہوئی کس نے میرے ٹوٹے بکھرے زخمی وجود کو اسپتال تک پہنچایا تھا۔ ہوش میں آئی تھی ڈاکٹر کو اپنے اوپر جھکا پایا نرس دوڑتی ہوئی باہر نکلی تھی شاید میرے گھر والوں کو اطلاع دینے کے لیے اور اطلاع پاتے ہی دو نفوس کمرے میں داخل ہوئے تھے ایک فواد اور دوسرے چہرے کی موجودگی شاک لگنے کی حد تک حیران کن تھی وہ ملاحت بھرا چہرہ اسی مسیحا کا تھا جسے آخری حواسوں تک دل نے سوچا تھا اور نگاہوں نے ڈھونڈا تھا۔

دل تو چاہ رہا تھا خود کو سب مشینوں سے آزاد کر کے ان

کے گلے لگ جاؤں بس بے بسی محسوس کرکے آنکھوں کے گوشے گیلے ہونے لگے تھے۔ دونوں تیزی سے قریب آئے تھے لیڈی ڈاکٹر نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

"کوئی ایسی بات ان سے مت کیجیے گا کہ ان کے دماغ پر پریشر پڑے ایسی حالت میں نروس بریک ڈاؤن کا ہوجانا کوئی معمولی بات نہیں۔" بول کر وہ کمرے سے جاچکی تھیں۔ فواد میرے ہاتھ پکڑ کر رو دیے۔

"سوری...... ویری سوری...... میں اس حال میں تمہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا جاب کو انسانی جان پر فوقیت دی' ویری سوری ڈیئر۔"

"مت روئیں' آپ واپس تو آگئے تھے نا' مجھے یہاں تک لانے کے لیے بس میرے لیے یہی کافی ہے کہ موت کے منہ میں جاتے جاتے بچی۔"

"ارے میں کہاں آیا تھا' میں تو صبح آیا ہوں اپنی ڈیوٹی پوری کرکے یہ تو زینب آپی تمہیں اسپتال لے کر آئی ہیں میں نے کل صبح ہی تمہاری نازک حالت کی خبر فون پر دی تھی۔"

"ہاں رمشا...... میری جان میں اور جلدی آتی بس نور الحسن کو کچھ ضروری کام نمٹانے تھے اور صبح جب کال آئی فواد کی تو میں پہلی فلائٹ سے آئی' گھر پہنچتے ہی تمہیں جس حالت میں دیکھا تو جلدی سے میں اور نور تمہیں لے کر اسپتال آئے۔"

"یہ عورت نہیں فرشتہ بن کر پہنچیں رمشا! ورنہ دیر ہوجاتی تو میں تمہیں کھو دیتا حالانکہ ابھی ان کا پندرہ دن اور گھومنے پھرنے کا پروگرام تھا پر انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا بس خدا نے وسیلہ بنانا تھا تمہاری جان بچانے کا۔" میں بے بسی سے اپنی محسن کو دیکھتی رہ گئی نہ اس کے گلے لگ کے رو سکتی تھی نہ اس کی گرم آغوش میں سر چھپا کر اپنے دل کا ہر زخم کھول سکتی تھی۔

"بہت بڑے بول بول کر آپ کو نیچا دکھانا مجھے راس نہیں آیا زینب آپی! خدا نے ثابت کردیا برتر کون ہے اور بدتر کون؟" وہ تیزی سے قریب آئی تھیں میرے آنسو اپنی ملائم انگلیوں سے سمیٹے' مجھے اس وقت وہ کالا ہاتھ بہترین پناہ گاہ لگ رہا تھا۔

"ڈاکٹر نے تمہیں اسٹریس لینے سے منع کیا ہے اور برتر کے معنی میں تمہیں سمجھاؤں گی پر ابھی نہیں تم ٹھیک ہوجاؤ پہلے۔ شاباش میری خوشی اگر چاہتی ہو تو اب کچھ نہیں' ہنس کے دکھاؤ شاباش!" اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی تھی کیونکہ مجھے اب ان کی خوشی بہت عزیز تھی۔

ٹھیک ایک ہفتے بعد اپنے لان میں دسمبر کی زرد بھری دھوپ کے بھرپور مزے لیتے ہوئے زینب آپی کی گود میں سر رکھ کر بہت پرسکون محسوس کررہی تھی۔ انہوں نے حسب عادت کچھ ایسا سحر اپنی محبت کا مجھ پر پھونکا تھا کہ میں سب بھول گئی تھی۔ زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی یوں لگ رہا تھا اپنی ماں کی آغوش میں ہوں۔

"برتر صرف خدائے واحد کی ذات ہے رمشا! ہم تو بندے ہیں ہاں خدا کا قرب چاہو تو اپنی زندگی کے ہر عمل میں خدا کی برتری کی جھلک ضرور دکھائی دے گی۔ شاید اسی لیے انسان کا کوئی روپ بالکل خدائی روپ لگتا ہے کیونکہ وہ قرب خدا حاصل کرلیتا ہے۔ مجھے دیکھو نا اتنی کم صورتی لے کر نور الحسن کے دل میں جگہ بنا بیٹھی ہوں' عروہ مجھے کہنے لگی ہے یہ خدا کی برتری ہے کہ نہیں ورنہ میں کس قابل؟"

"خدا کی برتری اور آپ کی محبت کا سحر زینب آپی!" پوری طمانیت کے ساتھ مسکرا دیں ساتھ ساتھ میں بھی۔

کل نئے سال کے دن کا آغاز ہونا تھا اور مجھے بھی خود کو ایک نئے روپ میں ڈھلنا تھا سراپا محبت کے روپ میں کہ میں کسی سے دور بھی ہوجاؤں تو وہ میری کمی محسوس کرے بالکل زینب آپی کی طرح۔

جنوری کا سورج میرے دل سے بدگمانی' تکبر اور بد زبانی کے سارے عیب دھو دے گا اور ایک نئی رمشا کا جنم ہوگا بالکل میری مسیحا زینب کی طرح۔

مثالِ برگِ خزاں رنگ کیوں ہے زرد تیرا
سمجھ سکا نہ میرے چاند کوئی درد تیرا
جتا رہا ہے مجھے کئی محبتوں کا فراق
بجھا بجھا پُر بدن ہاتھ سرد سرد تیرا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

کچھ دیر بعد شہوار کو ہوش آتا ہے تو سب لڑکیاں اسے سلامی کی خاطر باہر لے جاتی ہیں جہاں سب کے سامنے مصطفیٰ کے ہمراہ وہ عجیب خفت محسوس کرتی ہے۔ تصویریں بنوانے کی غرض سے عائشہ مصطفیٰ کو اندر کمرے میں بلا لیتی اور اس دوران مصطفیٰ شہوار کے درمیان اس رشتے کو لے کر خاصی تلخ کلامی ہوجاتی ہے جس پر مصطفیٰ بھی اسے خاصی سخت سنا ہے اور اس کی ذہنیت پر افسوس کرتا ہوا باہر آجاتا ہے۔ ضیاء صاحب کی طبیعت اچانک خراب ہوجانے پر انا واپس گھر جانے کے لیے ولید سے رابطہ کرتی ہے۔ اس دوران ولید کے نمبر پر کیتھی کی کال آتی ہے جسے انا غائب دماغی سے ریسیو کرتی ہے کیتھی کا احتقاق بھرا انداز اسے شدید دکھ سے دوچار کردیتا ہے۔ ولید اور کیتھی کی تصاویر دیکھ کر وہ حیران رہ جاتی ہے۔ واپسی پر بھی اس کا موڈ آف رہتا ہے۔ جس پر ولید تمام حالات سے بے خبر انا کے رویے کو سمجھ نہیں پاتا اور اس کی لاتعلقی پر افسوس کرتا ہے۔

تابندہ بی شہوار کی لاتعلقی اور خاموشی کو لے کر خاصی پریشانی ہوجاتی ہیں۔ ان کا ماضی انہیں عجیب احساسات سے دوچار کردیتا ہے لیکن وہ آنے والے حالات سے خوفزدہ ہوکر شہوار کو حقیقت بتانے سے گریز کرتی ہیں لیکن اندر ہی اندر شہوار کو لے کر نڈھال ہوجاتی ہیں۔ بابا صاحب ولید کو دیکھ کر اس میں کسی اور چہرے کو تلاشتے رہ جاتے ہیں۔ ماضی کی غلطیاں از سر نو ان کا احاطہ کرلیتی ہیں جس پر وہ شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔

ولید روشانے اور انا کو دیکھ کر ضیاء صاحب کی طبیعت بہل جاتی ہے۔ لیکن وہ اپنی اس بیماری سے پریشان ہونے ولید کو انا کے حوالے سے حتمی فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں۔ جس پر ولید خاموش ہوجاتا ہے جبکہ انا ساری بات سے بے خبر رہتی ہے۔ ولید ضیاء صاحب کی رپورٹس لینے اسپتال آتا ہے وہیں کاشفہ سے اس کی ملاقات ہوتی ہے اور وہ کانٹیکٹ میں رہنے کے لیے ولید کا نمبر لے لیتی ہے۔

شہوار حویلی جانے سے انکار کردیتی ہے اور تابندہ بی سے صاف لفظوں میں اپنی پڑھائی چھوڑ دینے کا کہتی ہے جس پر تابندہ بی اسے سمجھاتی ہیں مگر وہ اپنی ذات کے بکھرنے پر کچھ اس طرح ٹوٹ جاتی ہے کہ ان کی بات پر صاف انکار کردیتی ہے اور ان سے اپنے باپ اور اپنے خاندان کے بارے میں سوالات کرتی ہے۔ تابندہ شہوار کے اس رویے پر خاموشی اختیار کرلیتی ہیں کیونکہ فی الحال وہ شہوار کو ان سب باتوں سے دور رکھنا چاہتی ہیں۔

اب آگے پڑھیے

❁……❁❁……❁
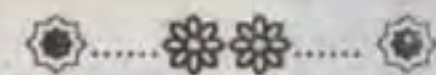
مصطفیٰ آفس میں تھا جب اس کے نمبر پر حویلی کے نمبر سے کال آئی تھی۔ مصطفیٰ نمبر دیکھ کر الجھ کر رہ گیا۔ اس کا پہلا خیال شہوار کی ہی طرف گیا تھا۔

مگر نہیں وہ کبھی کال کرنے والی نہ تھی۔ واپس آئے دو دن گزر رہے تھے گھر سے کوئی کال کرتا تھا یا نہیں اسے علم نہیں تھا مگر اس نے حویلی دوبارہ رابطہ نہیں کیا تھا۔

"السلام علیکم……" مصطفیٰ نے کال ریسیو کرلی۔

"وعلیکم السلام…… کیسے ہو بیٹا!" دوسری طرف تابندہ بی تھیں مصطفیٰ نے گہرا سانس خارج کرتے کرسی کی بیک سے کمر ٹکا دی۔

"میں ٹھیک ہوں…… آپ سنائیں…… طبیعت ٹھیک ہے اب…… بخار اترا……؟"

"اللہ کا شکر ہے۔ بخار تو اگلے دن ہی اتر گیا تھا۔"

"اور بابا صاحب کیسے ہیں؟"

"وہ بھی ٹھیک ہیں۔" اب کے مصطفیٰ خاموش رہا کہ مزید کیا پوچھتا؟

"تم سے ایک بات کرنی تھی مصطفیٰ بیٹا!" کچھ سوچتا انداز تھا مصطفیٰ چونکا۔

"جی کہیے۔"

"دیکھو بیٹا! تم سے میں نے نہ پہلے کچھ چھپایا اور نہ ہی اب چھپاؤں گی۔ میں شہوار کی وجہ سے سخت پریشان ہوں مجھے یہ اندازہ تھا کہ شاید نکاح کے بعد وہ سنبھل جائے مگر وہ اب اور بھی جذباتی ہوگئی ہے۔" ان کا انداز رنجیدہ تھا۔ مصطفیٰ نے لب بھینچ لیے۔ شہوار کی وجہ سے یہاں بھلا کون پریشان نہیں تھا۔

"اب کیا ہوا ہے؟" اس نے بہت سنجیدگی سے پوچھا۔ جانتا تھا دوسری طرف محترمہ کی نئی تازہ ترین کوئی حماقت ہی سننے کو ملے گی۔

"وہ واپس نہیں آنا چاہ رہی؟" انہوں نے بتایا تو چند ثانیے مصطفیٰ بھی گم صم ہوگیا تھا۔

"مطلب؟"

"وہ اپنی اسٹڈی بھی چھوڑ رہی ہے۔ وہ واپس آنے پر راضی ہی نہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ ہم واپس چلیں اپنے خاندان میں……" انہوں نے مزید بتایا تو مصطفیٰ کا ٹمپرامنٹ ایک دم لوز ہوا۔

"واٹ نان سینس……" وہ ایک دم غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس کا دماغ تو ٹھیک ہے نا؟" وہ شدید بھڑک اٹھا۔

"میں بہت پریشان ہوں مصطفیٰ! نجانے اسے کیا ہوگیا ہے؟ اب تک اس نے مجھے اتنا سکھ دیا تھا کہ کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ کبھی اس کی وجہ سے میں پریشان بھی ہوں گی۔ وہ تو کبھی اونچی آواز میں نگاہ اٹھا کر مجھ سے بات تک نہ کرتی تھی۔ ادب لحاظ تو اب بھی کررہی ہے مگر لگتا ہے جیسے اس نکاح والے فیصلے نے اسے اس قدر پریشان کیا ہے کہ وہ بہت چڑچڑی ہوکر رہ گئی ہے۔ اس کے رویوں سے میں پریشان ہوکر رہ گئی ہوں۔ نجانے اسے کیا ہوگیا ہے وہ ایسی تو کبھی بھی نہ تھی۔" تابندہ بی ذکر کرتے کرتے رو دیں تو مصطفیٰ تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔

"مصطفیٰ! کسی بھی طرح اسے اس نقصان سے روکو بیٹا! وہ ضدی نہیں مگر اس وقت ضد پر اتری ہوئی ہے۔ میڈیکل کے اتنے اہم ایئر میں آکر وہ تعلیم چھوڑ رہی ہے۔ جبکہ ڈاکٹر بننے کی خواہش تو اس کی اپنی ہی تھی۔"

"جب کوئی انسان اپنے نقصان پر خود ہی اتر آئے تو کوئی دوسرا انسان کیا کرسکتا ہے؟ وہ کوئی کم فہم بھی نہیں ہے کہ

غلطی کررہی ہے اور میں اسے اس کی غلطی سے روکنے کے لیے انگلی سے پکڑ کر ایک طرف کردوں گا تو وہ باز آجائے گی؟ بوا جی غلطی انجانے سے ہورہی ہو تو سمجھانا آسان ہوتا ہے اور سمجھنے والا فوراً اصلاح قبول کرلیتا ہے اور جب کوئی جان بوجھ کر خود غلطی کرنے پر تلا ہوا ہو تو ایسے بندے کو کوئی کیا سمجھائے؟ وہ ماشاء اللہ پڑھی لکھی باشعور خاتون ہیں اپنے نفع و نقصان کی تمیز ہے انہیں۔ ایسے میں بھلا میں کیا کرسکتا ہوں؟'' مصطفیٰ نے کچھ خفگی اور بہت زیادہ سنجیدگی سے کہا تو دوسری طرف بوا جی چند پل کو لاجواب ہوگئی تھیں۔

''تم لوگوں کا اب رشتہ ایسا ہے کہ سمجھانے' آمادہ کرنے کی بہت سی گنجائش نکل آتی ہے۔ کسی اور سے ذکر نہیں کررہی کہ اس کی غلطیاں سب کے سامنے آتی ہیں' تم سے بیان کررہی ہوں تو اس لیے کہ وہ تمہاری عزت ہے' اب تمہاری زندگی کی ساتھی ہے تم اسے پیار سے' محبت سے' قائل کرسکتے ہو۔ ایسے رشتے میں تو بہت سی گنجائش نکل آتی ہے بیٹا۔'' انہوں نے قائل کرنا چاہا۔

''آپ کی تمام باتیں بالکل بجا ہیں مگر میں معذرت خواہ ہوں...... وہ سرے سے اس رشتے پر آمادہ ہی نہیں...... قبول کرنا تو دور کی بات ہے...... بہر حال وہ جو بھی کرنا چاہتی ہے اسے کرنے دیں۔ ایسے ضدی لوگ ٹھوکر کھا کر سیکھتے ہیں اسے دیکھنے دیں۔ کوئی بھلا کب تک انگلی سے پکڑ کر اس کی رہنمائی کرے؟'' مصطفیٰ اس قدر خفا اور متنفر تھا کہ اس نے بوا جی کی پریشانی کا خیال کیے بغیر صاف اور دوٹوک انکار کردیا۔

''مصطفیٰ پلیز...... میں نے بہت امید سے تمہیں کال کی ہے۔ ایک تم ہی تو ہو جو اسے اس انتہائی قدم سے روک سکتے ہو۔'' دوسری طرف تابندہ بوا پھر سسکنے لگیں تو ان کی سسکیاں مصطفیٰ کے دل پر عجیب سا بوجھ بڑھانے لگیں۔

''بوا جی وہ تو شاید میری شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں...... پھر سمجھنے سمجھانے کی گنجائش کہاں سے نکلے؟ بہر حال میں گھر جا کر بات کرتا ہوں ماں جی یا بابا کو کہتا ہوں اسے واپس بلوائیں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ ماں جی اور بابا کے علاوہ دوسروں کی کم ہی سنتی ہے۔ اگر بابا بات کریں گے تو وہ یقیناً آجائے گی۔ ان کی بات نہیں ٹالتی۔'' مصطفیٰ نے ہامی بھرلی تھی۔

''تم کسی سے ذکر نہیں کرنا کہ وہ کالج چھوڑنے کا فیصلہ کیے ہوئے ہے۔ بھائی صاحب اور بھابی سے بھی نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت وہ ضد پہ اتری ہوئی ہے اور جب غصہ اترے گا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوجائے گا' وہ شرمندہ ہوگی۔ خوامخواہ سب کے سامنے ایشو نہ بن جائے تم بہانے سے کسی اور طریقے سے بات کرلینا۔ دیکھو آج کی تاریخ میں ضرور بات کرنا۔'' تابندہ بی کے لہجے میں ہزارہا خوف تھے۔

ایسے خوف جو اکثر بیٹیوں کی ماؤں کے لہجوں میں ہوتے ہیں۔ مصطفیٰ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

''آپ بے فکر رہیں۔ اب جیسی بھی ہے جو بھی ہے عمر بھر کا ساتھ نبھانا تو ہے نا۔'' اس نے پتا نہیں بوا کو تسلی دی تھی یا خود کو مگر تابندہ کے لیے یہ بات خوش آئند تھی۔

''شکریہ بیٹا!'' دوسری طرف بوا جی فوراً مشکور ہوئی تھیں۔

''اور ایک اور یقین دہانی کہ شہوار کو علم نہ ہو کہ ہماری بات ہوئی تھی ورنہ وہ پہلے والی بات کو بھی لے کر خاصی خفا ہے اب علم ہوا تو پھر عمر بھر بات کرنا چھوڑ دے گی۔''

''اف...... اس قدر ضدی ہیں خاتون...... مگر دیکھنے میں تو بڑی سیدھی سادھی نرم خو اور رحم دل سی لگتی تھیں۔'' مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو بوا جی مسکرادیں۔

''وہ دل کی بری نہیں ہے بس حالات نے تلخی بھر دی ہے اس میں۔ وہ تو کبھی نگاہ اٹھا کر کسی سے بات تک نہ کرتی

تھی۔ میں نے جو کہہ دیا کبھی پلٹ کر انکار نہیں کیا مگر اب بیٹا! یہ عادلہ اور اس کے خاندان کی وجہ سے بدل گئی ہے۔ اب تو اتنی تلخی بھر گئی ہے کہ مجھے تو اس سے بات کرتے خوف آنے لگتا ہے۔'' تابندہ بی نے بڑے دلگرفتہ انداز میں بتایا۔

''بوا جی میں صرف آپ کی وجہ سے اس معاملے میں پڑ رہا ہوں...... ورنہ میں بھی انسان ہوں اور عام انسان کی طرح مجھے بھی اپنی سیلف ریسپیکٹ بہت عزیز ہے۔ شہوار کے بی ہیویئر کی بھلے جو بھی وجہ ہو مگر ہم وہی لوگ تھے نہ ہمارا اس سے سلوک بدلا تھا اور نہ ہی رویئے پھر اس کا ہم سے اس طرح بی ہیو کرنا کم از کم میں اس سچویشن کو نارمل لوگوں میں کاؤنٹ نہیں کرتا...... دنیا میں کبھی کچھ ہوتا ہے' ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں' کیا دوسروں کے کہنے پر ہم زندہ رہنا چھوڑ دیں گے؟ عادلہ بھابی اور ان کی فیملی جیسے کم ظرفوں کے لیے کوئی پاگل ہی ہوگا جو اپنی زندگی برباد کرنے کا سوچے؟'' اس نے تلخی سے کہا۔

''وہ ٹھیک ہوجائے گی بیٹا! تمہیں نہیں پتا کہ اسے عادلہ اور اس کی فیملی کی طرف سے کن کن رویوں کا سامنا کرنا پڑا ہے......؟'' مصطفیٰ ٹھٹکا۔

تو کیا شہوار نے بوا جی کو سب کچھ بتادیا تھا ہوٹل میں ایاز کی اس حرکت سمیت سب کچھ؟

''میں اتنا بھی بے خبر نہیں ہوں بوا جی! بہر حال مجھے نہیں علم کہ آپ کے علم کی حد کیا ہے اور شہوار نے کیا کچھ ڈسکس کیا ہے؟ مگر اب جب ہم معاملہ سنبھال رہے تھے' نکاح بھی ہوچکا تھا تو مجھے شہوار کے اس انتہائی ردعمل نے بہت اذیت دی ہے۔ وہ بھلے اس رشتے کو قبول نہ کرتی' نہ مانتی مگر اچھے اور نارمل انسانوں کی طرح کم از کم ری ایکٹ تو ضرور کرتی۔ بہت سے طریقے ہوتے ہیں مخالف پارٹی کے سامنے اپنی ناپسندیدگی شو کرنے کے۔ ضروری نہیں کہ کوئی انسان برا لگ رہا ہے تو اس کے منہ پر کہہ دیا جائے کہ تم مجھے برے لگتے ہو۔ آئندہ میری نظروں کے سامنے نہیں آنا...... یہ تو نری جہالت ہے...... ایسے رویوں کی توقع تو کسی ان پڑھ اور کم فہم انسان سے بھی نہیں کی جاتی' وہ بھی شعور رکھتا ہے کہ اپنے اندر کی ناپسندیدگی کو سلجھے ہوئے انداز میں کس طرح مخالف انسان کے سامنے لایا جائے؟'' وہ کافی بھرا بیٹھا تھا سو سب کہتا گیا۔

''مجھے اتنا تو شہوار نے بتایا تھا کہ عادلہ اور اس کی ماں ایاز کا پروپوزل لے کر تو آئی تھیں مگر بھابی نے صاف جواب

دے دیا۔ اس کے بعد دونوں نے کافی کچھ سنا بھی ڈالا۔ بیٹا! بعض معاملوں میں انسان بہت بے بس ہوتا ہے تم سے یہ اس لیے ڈسکس کررہی ہوں کہ تم اس معاملے کو جانتے ہوئے شہوار کو غلط نہ سمجھو۔ بعض لوگ عزت کے معاملے میں بہت حساس ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا اوڑھنا' بچھونا' کھانا پینا ہر چیز عزت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے حساس کے آئینے کو اگر ایک بار چوٹ لگ جائے تو بڑی شدید ہوتی ہے۔ عادلہ شہوار اور اس کی ذات کے حوالے سے جو چوٹ اسے لگا کر گئی تھی وہ تو کوئی بھی ذی ہوش لڑکی برداشت نہ کرتی۔ شہوار نے مجھے حرف بہ حرف ساری سچویشن بتائی تھی اتفاقاً اس نے لاؤنج میں ہونے والی بھابی' عائشہ صبا اور دیگر لوگوں کی باتیں سن لی تھیں۔ وہ ٹوٹ کر نہ بکھرتی تو اور کیا کرتی؟ ہاں اس کے بعد بابا صاحب بیمار ہوئے تو وہ حویلی چلی آئی تھی واپسی پر اس نے مجھ سے ساری بات کی اور کہا تھا کہ اسے اس معاملے میں اب مجبور نہ کیا جائے اگر ایسا ہوا تو وہ اپنی تعلیم چھوڑ کر حویلی آجائے گی۔ میں سمجھی کہ یہ سب عادلہ کی وجہ سے کہہ رہی ہے ٹھیک ہوجائے گی اس کے بعد وہ واپس چلی گئی۔ وہاں جاکر کیا ہوا مجھے نہیں علم؟ ہاں بھائی اور بھائی صاحب کے سامنے میں نے اس رشتے سے انکار کردیا تھا۔ پھر دو دن بعد اچانک بھائی صاحب کی کال آئی کہ وہ نکاح کررہے ہیں تم دونوں کا اور مجھے سختی سے تاکید کی کہ شہوار مجھ سے رابطہ بھی کرے تو میں بات نہ کروں...... انہوں نے یہ فیصلہ کیوں کیا مجھے نہیں علم نہ انہوں نے بتایا' بس یہ ہوا کہ میں نے ان کی تاکید پر عمل کیا' اگلے دن شہوار واپس آگئی' لائبہ ساتھ تھی' میں براہ راست شہوار سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ دوسروں کے ساتھ ساتھ میری ذات سے بھی بدگمان ہوجائے گی اور انتہائی حد یہ ہوگی کہ کبھی واپس نہ جانے کا فیصلہ کرلے گی۔'' تابندہ بی نے دھیرے دھیرے ساری سچویشن سنا ڈالی تھی اور مصطفیٰ خاموشی سے اپنی جگہ جم کر رہ گیا تھا۔

تو کیا شہوار کا یہ رویہ محض ان کے اس اچانک فیصلے کا ردعمل تھا؟ شہوار ایاز کے پرپوزل سے باخبر تھی یہ انکشاف حیران کن تھا' اس کے بعد ایاز کی حرکت اور ان کے اپنے اقدامات شہوار جیسی لڑکی جس کے لیے عزت نفس ہی سب کچھ تھا وہ ایساری ایکشن شو نہ کرتی کیا ناممکن تھا؟ مصطفیٰ کی سوچ بس اسی ایک نقطے پر جم کر رہ گئی اور وہ شدید اضطراب کا شکار ہونے لگا۔ بعض معاملوں میں انسان ماحول اور واقعات کے تابع ہوجاتا ہے' اس کی ساری سوچیں اور ساری صلاحیتیں بکھر کر رہ جاتی ہیں اور پھر وہ وہی کرتا ہے جو حالات وواقعات نے اسے دیا ہوتا ہے۔ جو حالات وواقعات کے تحت اسے مناسب لگ رہا ہوتا ہے شہوار بھی تو وہی کررہی تھی' پھر اس میں غلط کیا تھا؟

تو کیا شہوار کا یہ سارا عمل محض ایک ردعمل ہے...... صرف ردعمل......؟

مصطفیٰ کے ذہن ودل میں اپنی ذات کی بھرپور نفی کرتا شہوار کا انداز جگمگایا تو اس نے لب دانتوں تلے دبالیے۔

''تو شہوار بی بی! یہ کہاں کا اصول ہے کہ کسی کی سونپی اذیت ساری کی ساری تم مجھ پر انڈیل دیتیں...... میں نے تو بہت فیئر ہوکر یہ رشتہ باندھا تھا۔ ہر غرض واحساس سے بالاتر ہوکر محض خلوص کی بنیاد پر...... اور تم نے کیا کیا؟ میرے دل میں ابھرتے صاف شفاف جذبات کو دھندلا دیا۔ سر نکالتے احساسات کو کچل ڈالا...... مگر اب سوچتا ہوں کیا واقعی تم غلط ہو یا بقول بواجی کہ یہ حالات وواقعات کی سونپی ہوئی تلخی ہے محض یا پھر ردعمل؟

''مصطفیٰ......!'' وہ سوچ کی دنیا میں نجانے کہاں سے کہاں جا پہنچا تھا جب بواجی کی پکار پر فوراً چونکا۔

''جی بواجی!''

''تو پھر میں امید رکھوں نا کہ تم کچھ کروگے؟ بیٹا کوشش کرنا کہ کسی کو علم نہ ہو اور وہ واپس بھی آجائے۔'' بواجی خاصی پریشان اور فکر مند تھیں۔ مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔

''جی...... بواجی' بے فکر رہیں۔ یہ اب میرا مسئلہ ہے میں کس طرح ہینڈل کرتا ہوں مجھ پر چھوڑ دیں۔'' مصطفیٰ نے

نہایت پرسکون اور مضبوط لہجے میں کہا تو بواجی نے ایک اطمینان سانس لیا۔

''جیتے رہو...... خوش رہو......'' انہوں نے دعاؤں سے نوازتے کال بند کردی۔

مصطفیٰ کال بند ہونے کے بعد کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا تھا پھر کال ملا کر کسی سے بات کی اور شہوار کے کالج کے چیئرمین صاحب کا نمبر پتا کرکے اطلاع کرنے کی ہدایت کی۔ لینے کو تو وہ شاہزیب صاحب سے بھی نمبر لے سکتا تھا مگر بواجی کی ہدایت تھی کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ شہوار کیا کم عقلی دکھا رہی ہے؟ کچھ دیر بعد اسے نمبر لکھوا دیا گیا۔

مصطفیٰ نے اس بار چیئرمین صاحب کے ذاتی نمبر پر کال کی تھی۔ سلام دعا کے بعد چیئرمین صاحب اسے پہچان کر کہنے لگے۔

''شاہزیب کی کال آئی تھی کہ آپ کا اور اس بچی کا جو ہمارے کالج میں زیر تعلیم ہے نکاح ہورہا ہے۔ وہ چھٹیوں کی بات کررہے تھے ساتھ میں نکاح میں شرکت کی بھی دعوت دی تھی چونکہ اتوار والے روز میں فارغ نہیں تھا تو معذرت کرلی۔''

''جی انکل اتوار کو فنکشن تھا...... شہوار کی گزشتہ ماہ اور اس ماہ دونوں میں کافی چھٹیاں ہورہی ہیں۔ ان کی کالج پروگریس میں پرابلم تو نہیں ہوگی...... کیونکہ شہوار آج کل بھی کالج سے آف ہیں۔''

''فرق تو ظاہر ہے پڑتا ہے...... ریگولر اسٹوڈنٹ جو کچھ سیکھتا ہے وہ پروگریس تو ختم ہوجاتی ہے۔ چونکہ آپ کا پرابلم تھا سو ہمیں ایڈجسٹ کرنا پڑ رہا ہے۔ مگر اب فنکشن کے بعد آپ انہیں کالج بھیجیں۔''

''اسی سلسلے میں آپ کی فیور درکار ہے۔ بات یہ ہے کہ محترمہ فی الحال کالج نہیں آنا چاہ رہیں۔ دراصل یہ سب ذاتی قسم کا ٹاپک ہے اس لیے آپ سے کھل کر بات نہیں کررہا...... مگر وہ اس نکاح کے بعد اسٹڈی جاری نہیں رکھنا چاہتیں چونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی میڈیکل کی ایجوکیشن مکمل ہو اسی لیے آپ سے بات کررہا ہوں...... آپ پلیز یہ فیور کردیں کہ اپنی طرف سے بابا سے رابطہ کرکے شہوار کو کالج بھیجنے کے لیے کہیں...... کیونکہ وہ بابا کی بات کبھی نہیں ٹالتیں اور نہ ہی انہیں انکار کرے گی' آپ سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ یہ معاملہ میرے اور آپ کے درمیان ہی رہے...... بابا یا کسی دوسرے کے علم میں نہ ہو۔'' اس نے بہت سہولت سے کہا تو دوسری طرف چیئرمین صاحب فوراً سمجھ گئے تھے۔

''یہ تو کوئی مسئلہ نہیں میں شاہزیب سے رابطہ کرلوں گا۔''

''آپ چونکہ ادارے کے سربراہ ہیں تو ادارے کے سربراہ کے طور پر ہی بات کیجیے گا۔ اس کی اسٹڈی رپورٹ کو بہانہ بنالیں یا اٹینڈنس شیٹ کو لے کر بات کریں' آپ بہتر سمجھتے ہیں کہ کس طرح بات کو ہینڈل کرنا ہے۔ بابا ایجوکیشن کے معاملے میں بہت کانشس ہیں فوراً ایکشن لیں گے۔'' اس نے کہا تو دوسری طرف چیئرمین صاحب ہنس دیئے۔

''تو بیٹا یہ سارا کچھ آپ خود ہی اپنی وائف سے ڈسکس کرلیں نا؟'' انہوں نے بڑے لطیف سے انداز میں مذاق کیا تھا وہ بھی مسکرا دیا۔

''جی ضرور ڈسکس کرتا اگر یقین ہوتا کہ وہ محترمہ تھوڑی بہت عقل استعمال کرکے اپنے نقصان پر نظر ثانی کریں گی۔ بابا سے اس لیے نہیں کہہ سکتا کہ میں نہیں چاہتا کہ بابا یا کسی اور پرسن کے سامنے یہ مسئلہ آئے کہ شہوار میڈیکل اسٹڈی چھوڑ رہی ہیں۔ اب لے دے کے آپ ہی رہتے ہیں آپ سے ہی فیور لینے پر مجبور ہوں۔''

''اوکے ٹھیک ہے میں آج ہی شاہزیب کو کال کرکے شہوار بیٹی کو کالج بھیجنے کے لیے کہتا ہوں۔'' انہوں نے فوراً ہامی بھری۔

''کوشش کیجیے گا کہ بابا سے اس طرح بات کریں کہ بابا پہلی فرصت میں شہوار کو واپس بلوائیں اور کالج بھیجیں۔'' اس

نے ایک دفعہ پھر تاکید کی۔

تابندہ بوا نے اس پر اعتماد کرتے اس معاملے کو سلجھانے کو کہا تھا سو وہ اب مکمل طور پر اس معاملے کو حل کرنا چاہتا تھا۔ چند اور باتوں کے بعد چیئرمین صاحب نے کال بند کردی اور مصطفیٰ نے بھی کسی حد تک اس مسئلے کو حل ہوتے دیکھ کر پرسکون ہوتے اپنے آفس ورک کی طرف توجہ مبذول کرلی تھی۔

❁ .... ❀❀ .... ❁
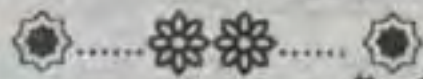
شہوار کالج نہیں آ رہی تھی انا اب فکر مند ہوگئی تھی۔ اس نے کئی بار اس کے نمبر پر رابطہ کرنا چاہا مگر ہر بار نمبر آف ملا اور یہ انا کی کم عقلی تھی کہ حویلی جانے کے باوجود وہاں کا نمبر لے کر نہ آئی اور نہ ہی کسی دوسرے فرد کا نمبر لے سکی تھی۔ اب تو اسے یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ شہوار شہر آچکی ہے یا ابھی تک حویلی میں ہی ہے۔ گھر آنے کے بعد مغرب تک انا نے ولید کا انتظار کیا تھا۔ وہ گھر آیا تو انا نے سوچا کہ ولید سے مصطفیٰ کا نمبر لے کر وہ آج شہوار سے ضرور بات کرے گی یا پھر شہوار کے متعلق اسے کوئی نہ کوئی اطلاع تو مل ہی جائے گی۔

وہ ولید کے کمرے میں آئی تو وہ باتھ روم میں تھا۔ گھر آتے ہی وہ باتھ لیتا تھا۔ اس کا موبائل، کی چین، گلاسز اور لیپ ٹاپ بستر پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ کیتھی والے واقعے کے بعد ولید سے لاکھ خفا سہی مگر ولید سے پہلو تہی بھی برتنا ممکن نہ تھا۔ وہ اب بہت بے تکلف ہو کر بات نہیں کر رہی تھی خود بخود سنجیدہ ہوگئی تھی مگر اس دل کا کیا کرتی جو اسے دیکھتے ہی اس کی طرف ہمکنے لگتا تھا۔ اس وقت بھی بستر کے کنارے ٹک کر لیپ ٹاپ کے کور پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ ولید باتھ لے کر باہر نکلا تو انا کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ وہ اس کی طرف پشت کیے بستر کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی۔ حویلی سے واپسی کے بعد دونوں میں گفتگو بالکل بند تھی۔ آج اسے کمرے میں دیکھ کر چونکا تھا۔

''ہیلو......!'' ولید نے کہا۔

انا نے پلٹ کر دیکھا وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ٹاول سے اپنے سر کے بالوں کو رگڑ رہا تھا۔ وہ اس وقت سادہ شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔ عام طور پر وہ شلوار قمیص نہیں پہنتا تھا مگر آج اسے اس لباس میں دیکھ کر انا کو اچھا لگا۔ یہ لباس بھی اس کے وجود پر بہت جچ رہا تھا۔ وہ بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مجھے مصطفیٰ بھائی کا نمبر چاہیے؟'' اس نے سنجیدگی سے کہا تو ولید ٹاول اسٹینڈ پر لٹکا کر اس کے قریب آیا۔

''طبیعت ٹھیک ہے؟'' قریب آ کر پوچھا تو اس نے سنجیدگی سے دیکھا۔

''کیوں میری طبیعت کو کیا ہوا ہے؟'' انا نے ناراضی سے کہا تو وہ ہلکا سا طنزیہ مسکرایا۔

''سیم یہی بات تو میں بھی سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں کہ اچانک حویلی میں گزرے وقت میں ایسی کیا بات ہوئی کہ محترمہ کا اس کے بعد موڈ بالکل ہی چینج ہے۔ کسی سے بات کرنا تو ایک طرف ہنس کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں۔'' ولید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے طنز سے کہا تو وہ آنکھیں جھکا گئی۔

''وہم ہے آپ کا؟''

''اور وہم کا کوئی علاج نہیں ہوتا...... یہ بھی تو سنا ہوگا تم نے۔'' واپس آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں میں برش کرتے ولید نے کہا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

''مجھے مصطفیٰ بھائی کا نمبر دے دیں۔'' ولید نے آئینے میں سے اسے دیکھا اس کی سنجیدگی برقرار تھی۔

''کوئی کام ہے مصطفیٰ سے؟''

''جی شہوار کالج نہیں آرہی اس کا نمبر بھی بند ہے بس اسی کے بارے میں کنفرم کرنا تھا۔''

"مگر مصطفیٰ تو اگلے دن ہی شہر واپس آ گیا تھا۔ اس کی فیملی کے باقی ممبر بھی آ چکے ہیں یا نہیں، کنفرم نہیں۔" ولید نے بتایا تو اس نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"آپ نمبر لکھوا دیں میں کال کر لیتی ہوں۔" ولید نے بستر پر رکھا موبائل اٹھا کر مصطفیٰ کا نمبر نکالا۔

"لکھو!" ولید نے کہا تو انا نے فوراً اپنا موبائل سیدھا کرتے اس کا لاک کھولا۔

"لکھوائیں۔" اس نے کہا مگر تبھی ولید کا موبائل بجنے لگا تھا۔

ولید اپنے موبائل کو دیکھ رہا تھا۔ انجانا نمبر تھا۔ صبح سے کئی کال آ چکی تھیں مگر مصروفیت کی وجہ سے وہ اٹینڈ نہ کر پایا تھا۔ اس نے ایک نظر منتظر سی انا کو دیکھا اور پھر اسے رکنے کا اشارہ کرتے اس نے کال پک کر لی۔

"ہیلو......" اجنبی آواز تھی۔

"السلام علیکم...... جی کون۔"

"وعلیکم السلام! آپ نے پہچانا نہیں۔ جبکہ میں آپ کی آواز سنتے ہی پہچان گئی ہوں۔ صبح سے کئی بار کال کی تھی مگر آپ نے پک ہی نہیں کی۔ ولید صاحب ایسے نہیں کرتے کسی کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔" موبائل سے گونجتی کھنکتی زنانہ آواز نے ولید کو اچھا خاصا چونکا دیا تھا۔ ولید نے بے اختیار انا کو دیکھا وہ بھی متوجہ تھی۔ ولید نے محسوس کیا کہ موبائل میں سے دھیمی آواز نکل کر انا کے کانوں کو بھی فیض یاب کر گئی تھیں۔

"ایم سوری میں پہچان کے معاملے میں ایسا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ آپ صاف بتائیں کون ہیں آپ؟" نجانے انا کی آنکھوں میں ایسا کیا تاثر تھا کہ وہ جھنجلا کر پلٹا تھا اور انا سے قدرے دور ہٹ کر کھڑکی کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

"کاشفہ بات کر رہی ہوں۔ وہی جس کو آپ ہاسپٹل لے کر گئے تھے۔"

"اوہ......" ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میرا دل چاہ رہا تھا کہ آپ سے بات کروں...... یقین کریں پہلے ہاسپٹل اور اب گھر کے قیام کو بھگت کر میں بہت بور ہو گئی ہوں۔ کوئی انٹرٹینمنٹ نہیں۔ کوئی تھرل نہیں، لائف بالکل بور ہو چکی ہے۔ میں بہت اداس ہو رہی تھی تو سوچا آپ سے ہی بات کر لی جائے۔" ولید نے موبائل کو گھورا۔ اس لڑکی سے بھلا ایسی شناسائی کب تھی کہ وہ اس قدر بے تکلفی پر اتر آئی؟ ٹھیک تھا کہ اس نے اس کے ساتھ ایک نیکی کی تھی۔ مگر اب نیکی گلے پڑتی محسوس ہو رہی تھی اور وہ اتنا کم فہم تو تھا نہیں کہ اس لڑکی کے لگاوٹ بھرے بے تکلف انداز کو محسوس نہ کر پاتا۔

"سوری میڈم...... بات یہ ہے کہ اس وقت میں اپنی فیملی کے ساتھ ہوں اور بہت بزی ہوں...... پھر کبھی بات ہو گی اوکے۔" اس نے جلدی سے جان چھڑوانا چاہی۔

"آپ میریڈ ہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی وہ مسکرا دیا۔ عجیب سا بے تکلف سوال تھا اس لڑکی کا۔

"میڈم! فیملی صرف میریڈ لوگوں کی ہی نہیں ہوتی...... بیچلر لوگوں کی بھی ایک فیملی ہوتی ہے اس کے ماں باپ، بہن بھائی باقی رشتہ دار بھی ہوتے ہیں۔"

"پھر کب بات کریں گے مجھ سے؟" وہ لڑکی آس سے پوچھ رہی تھی۔

"دیکھیں وقت کب ملتا ہے؟" اس نے ٹالا۔

"ٹھیک ہے پھر میں رات میں کال کروں گی۔ ناؤ انجوائے وِد یور فیملی۔ ٹیک کیئر۔ سی یو۔" وہ کال بند کر گئی تھی۔ ولید گہرا سانس لیے پلٹا تو چونکا۔ انا کمرے میں نہیں تھی۔

پتا نہیں وہ کس پل کمرے سے نکلی تھی اپنے اردگرد سے باخبر رہنے والے ولید کو پتا بھی نہیں وہ ایک دم جھنجلایا۔ کال

ڈراپ ہونے کے بعد مصطفیٰ کا نمبر اب پھر سامنے تھا۔ وہ کال آنے سے پہلے انا کو لکھوانے والا تھا۔

"کم از کم نمبر تو لکھ لیتی؟" وہ موبائل بستر پر ڈالتے پھر آئینے کے سامنے کھڑا ہوا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁
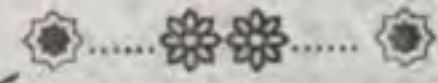
مصطفیٰ کو شاہزیب صاحب نے بلوایا تھا، وہ ان کے پاس آیا تو وہ فون پر کسی سے گفتگو میں مصروف تھے۔

"آپ شہوار سے بات کروائیں میں خود اس سے بات کرتا ہوں۔" وہ شاید تابندہ بوا سے کہہ رہے تھے۔ مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔ اس کی توقع کے مطابق وہ حویلی بات کر رہے تھے۔ یقیناً چیئرمین صاحب ان سے بات کر چکے تھے۔ مصطفیٰ نے کرسی پر بیٹھ کر میگزین اٹھا لیا۔ یہ بزنس میگزین تھا وہ ورق گردانی کرنے لگا مگر ساری توجہ پاپا کی ہی طرف تھی۔

"وعلیکم السلام! طبیعت ٹھیک ہے بیٹا!" دوسری طرف شہوار لائن پر تھی۔

"بات یہ ہے بیٹا کہ پچھلے دنوں اور اس سے پہلے آپ کی کالج سے بہت ساری چھٹیاں ہو چکی ہیں۔ لاسٹ منتھ اور اس ماہ کی کل ملا کر اچھی خاصی چھٹیاں ہو جاتی ہیں۔ آج آپ کے کالج سے کال آئی تھی آپ کی پروگریس رپورٹ کے بارے میں بتا رہے تھے کہ اگر اٹینڈنس شیٹ کی کارکردگی اسی طرح رہی تو یقیناً آپ کی اسٹڈی بھی متاثر ہو گی۔ سارا ایئر تباہ ہو سکتا ہے۔ مجھے تو سن کر خاصی ٹینشن ہونے لگی ہے۔ آپ تو ماشاءاللہ خاصی ذہین بچی ہو، تعلیمی کارکردگی بھی ہمیشہ سے بہت اچھی رہی ہے۔ میری بہت خواہش تھی کہ میری اپنی اولاد میں سے کوئی میڈیکل میں جائے مگر کسی کی کارکردگی اتنی اچھی نہ تھی اگر تھی تو انٹرسٹ نہ تھا۔ آپ میڈیکل میں آئیں تو مجھے روحانی خوشی ہوئی تھی مگر آج کالج سے کمپلین سن کر دکھ ہوا کہ اچھی خاصی بچی ضائع ہو رہی ہے۔" انہوں نے کچھ توقف کیا اور پھر مسکرائے۔

"بہت چھٹیاں کر لیں، اب مزید چھٹیاں نہیں ہونی چاہئیں آپ واپس آئیں اور کلاسز اٹینڈ کریں۔ جتنا حرج ہوا ہے وہ کور کریں...... میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی وجہ سے آپ کا یہ سال ضائع ہو۔" بابا نے کہا تو دوسری طرف شہوار الجھ گئی۔

"مگر انکل ابھی میں واپس نہیں آنا چاہتی۔ ادھر رکنا چاہتی ہوں۔" وہ چاہنے کے باوجود نہ کہہ سکی کہ میں تعلیم چھوڑ رہی ہوں۔

"ساری عمر ہی کام تو کرنا ہے۔ ابھی اپنی اسٹڈی کی طرف بھرپور توجہ دیں۔"

"مگر ابھی واپس آنے کو میرا دل نہیں چاہ رہا۔ میں وہاں ایکدم ایڈجسٹ نہیں ہو پاؤں گی، پہلے کی بات اور تھی مگر اب......" وہ ہچکچائی تو وہ مسکرا دیئے اس کی بات کا مطلب سمجھ رہے تھے۔ وہ شاید نکاح کے بعد مصطفیٰ کی وجہ سے یہاں آنے سے پہلو تہی کر رہی تھی۔

"بیٹا! یہ کوئی نئی بات تو نہ تھی۔ پھر مصطفیٰ کونسا آپ کے لیے انجان ہے جو پرابلم فیس ہو۔ بہرحال ابھی صرف نکاح ہوا ہے رخصتی تو تب ہی ہو گی جب آپ کا میڈیکل کمپلیٹ ہو جائے گا یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔" مصطفیٰ نے میگزین ہٹا کر باپ کو دیکھا وہ مسکرا کر کہہ رہے تھے۔

"میں بہت ٹینشن میں ہوں انکل...... میں وہاں آ کر پہلے کی طرح نہیں پڑھ پاؤں گی۔" اس نے ایک اور بہانہ بنایا۔

"ایاز تھانے میں ہے، اول تو ہماری کوشش ہو گی کہ وہ باہر نہیں آئے اگر ضمانت ہو بھی گئی تو بھی آپ ہماری ذمہ داری ہیں۔ بالکل ٹینشن فری رہیں۔" وہ سمجھے تھے کہ وہ ایاز کی بات کر رہی ہے انہوں نے ریلیکس انداز میں کہا۔

"رہ گئی پہلے کی طرح نہ پڑھ پانے کی بات تو بیٹا ہم ٹیوٹر کا بندوبست کر لیں گے۔ آپ بس کلاسز اٹینڈ کر لیں۔

اٹینڈنس مکمل کروائیں اور محنت کریں' میڈیکل کلیئر کروانا ہماری ذمہ داری ہے۔" ان کے پاس اس کے تمام بہانوں کا ایک سے ایک سلوشن موجود تھا۔ دوسری طرف شہوار نے لب بھینچ لیے تو اس طرف مصطفیٰ نے اپنی مسکراہٹ منہ کے آگے میگزین کرلیا۔ وہ تصور میں شہوار کا ضبط سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔

"میں نے آپ کے کالج وعدہ کیا ہے کہ آپ کل سے کلاسز اٹینڈ کریں گی تو پھر آپ آج واپسی آرہی ہیں نا؟ میں یہاں کسی لڑکے کو آپ کو لینے بھیج رہا ہوں۔ آپ تیاری رکھیں۔ صبح فجر کے قریب آپ نکلیں گی تو کالج ٹائم پر یہاں موجود ہوں گی۔" انہوں نے مزید پروگرام بتایا تو وہ روہانسی ہوگئی۔

"مگر انکل جی! میں کالج میں لڑکیوں کو کیسے فیس کروں گی؟"

"کیا آپ نے پہلے کسی سے ذکر کیا تھا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے؟"

"نہیں۔"

"تو کوئی بات نہیں...... کسی کو بتانے کی ضرورت بھی نہیں۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے کسی دوسرے سے کیوں ڈسکس کریں۔ ابھی آٹھ بجے ہیں یہاں سے کسی لڑکے کو بھیج رہا ہوں۔ بارہ ایک بجے وہ حویلی پہنچ جائے گا صبح فجر کے قریب دوبارہ نکلیں گے تو آٹھ بجے تک ادھر ہوں گے۔ پھر آپ کالج چلی جایئے گا۔" انہوں نے اب کے دوٹوک انداز میں کہا اور پھر چند ایک اور ہدایات کے بعد کال بند کردی تھی۔

"آپ نے بلوایا تھا؟" کال بند کرکے وہ کچھ سوچ رہے تھے مصطفیٰ نے کہا تو انہوں نے سر ہلادیا۔

"ہاں بلوایا تو ہے...... ایسا کرو تم اس وقت حویلی چلے جاؤ۔ شہوار کی اچھی خاصی چھٹیاں ہو رہی ہیں کالج سے...... وہاں سے فون آیا تھا اس کی دو ماہ میں خراب پروگریس کی نشاندہی کر رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ اگر یہی کارکردگی رہی تو اس کا سال ضائع ہوسکتا ہے۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کل کلاسز اٹینڈ کرے گی۔ شہوار کو میں نے فون کردیا ہے۔ وہ تیار رہے گی' تم اب چلے جاؤ فجر کے قریب واپسی کے لیے نکل آنا...... وقت پر پہنچ جاؤ گے تم دونوں' تم آفس چلے جانا تو شہوار کالج......" انہوں نے پرسکون انداز میں تمام پروگرام بتایا۔

"اس وقت؟ آج تو میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ آپ عباس بھائی یا سجاد میں سے کسی کو بھیج دیں۔" اس نے انکار کیا تو بابا نے اسے گھورا۔

"اس کا نکاح عباس یا سجاد سے نہیں تم سے کیا ہے ہم نے اور تمہاری مرضی سے ہوا ہے یہ سب وہ عباس یا سجاد کی ذمہ داری نہیں کہ وہ جائیں تمہاری ذمہ داری ہے تم جاؤ گے۔" انہوں نے غصے سے کہا۔

"میں آج سارا دن بہت بزی رہا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔" وہ فی الحال شہوار کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا سو بہانہ بنایا تو بابا نے سنجیدگی سے دیکھا۔

"تھکن تو کسی اور وقت بھی اتر سکتی ہے مگر وہ ہماری بہو ہے...... وہ پہلے ہی کئی باتوں کو لے کر عدم تحفظ کا شکار ہے میں چاہتا ہوں کہ تم خود اسے لینے جاؤ...... ویسے بھی اب شہوار کی ذمہ داری تم پر ہے۔"

"مگر یہ ذمہ داری تو تب قبول کروں جب رخصتی جیسا پروگرام طے پاچکا ہو...... ابھی تو محض نکاح ہوا ہے وہ میری اوور آل ذمہ داری کیسے بن گئی؟" وہ بابا سے کبھی بحث نہیں کرتا تھا مگر اس وقت وہ شہوار کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا سو انکار کرگیا تو بابا نے بہت سنجیدگی و برہمی سے اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ ادھر تم اس نکاح سے نالاں ہو تو ادھر شہوار...... کہیں تم نے شہوار سے کچھ کہہ تو نہیں دیا؟" بابا کا مشکوک تفتیشی انداز تھا اور کیا تشخیصی رپورٹ تھی۔

مصطفیٰ کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔ نیکی بدنام گناہ لازم...... محترمہ کے رویوں کی بھی ساری ذمہ داری اس کے کندھوں پہ آپڑی تھی۔

"بابا بھی نا...... بعض اوقات حد کر جاتے تھے" وہ کلسا۔

"ایسی کوئی بات نہیں...... میں اس نکاح سے قطعی نالاں نہیں...... ہاں دوسری طرف کیا صورتحال ہے مجھے نہیں علم؟ میں تو محض تھکن کی وجہ سے انکار کر رہا تھا۔ اب آپ اصرار کر رہے ہیں تو چلا جاتا ہوں مگر آپ وہاں خود اطلاع کردیجیے گا۔ پھر یہ نہ ہو کہ وہاں جاؤں تو صاف انکار ہوجائے......" مصطفیٰ نے بابا کے سوال پر خاصا خفا ہوکر کہا تو وہ مسکرائے۔

"میں نے کہہ دیا ہے وہاں...... تم جاؤ تیاری کرلو...... ابھی نکلو...... بارہ بجے پہنچ جاؤ گے۔ ایک دو گھنٹے ریسٹ کرنا پھر واپس آجانا۔"

"جی اچھا۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بس یہی کہنا تھا...... اب تم جاؤ تیار ہولو۔" انہوں نے کہا تو وہ گہری سانس بھرتا باہر نکل آ گیا۔

❁......❁❁......❁

"انا......!" وہ لاؤنج کے قریب سے گزری تو ماما نے پکارا۔

"جی ماما......!"

"ادھر آؤ......" وہ ان کے پاس آ بیٹھی روشی بھی پاس ہی تھی۔ ماما کئی طرح کے کپڑے پھیلائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ مرد اس وقت بھی اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ ماما اور روشی شادی کے سلسلے میں ڈھیروں سامان بکھیرے جائزہ لے رہی تھیں۔

"آپ نے تو ادھر دکان ہی کھول رکھی ہے......" اس نے ہنس کر کہا۔

"تمہیں تو کسی چیز کی پرواہ ہی نہیں۔ شادی کے دن ہیں...... سو کام ہیں گھر میں کرنے کو' میرا تو سارا دن بوتیک میں گزر جاتا ہے۔ پیچھے روشی ہی سارا کچھ دیکھتی ہے' کچن کے کام بھی' کھانا پکانا بھی اور باقی مصروفیات بھی۔" ماما نے اس کے ہنسنے پر برا مان کر کہا اس نے روشی کو دیکھا' وہ مسکرا رہی تھی۔

"یہ دن اب روشی کے آرام کے ہیں۔ تم اسٹڈی کے ساتھ ساتھ آج کل کچن دیکھو...... خیر مہمان ہم نے کچھ خاص بلائے نہیں...... دو دن فنکشن ہوگا تو میرج ہال میں ہی سب نے پہنچنا ہوگا۔ گھر میں مہمانوں کو سنبھالنے کی ٹینشن تو نہیں ہوگی مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ تو ہنگامہ ہوگا ہی نا۔ روشانے کو فارغ کرو اور تم خود ساری ذمہ داریاں دیکھو...... گھر کے کام صغراں دیکھ لیتی ہے آج کل اس کی ماں اور بہن کو بھی بلوا رہی ہوں۔ چند دن وہ بھی ہوں گی تم خود اب سب جانب دھیان دو میں نے بوتیک کی لڑکیوں کو کہہ دیا ہے کہ ان دنوں وہ خود دیکھ لیں۔ مگر روزانہ دو تین گھنٹے چکر تو ضرور لگے گا نا میرا......" ماما نے کہا تو اس نے محض سر ہلادیا۔

"تم بہت ڈل اور آدم بیزار ہوتی جارہی ہو...... کسی بھی معاملے میں کوئی انٹرسٹ شو ہی نہیں کر رہی ہو...... خیر سے تمہارے اکلوتے بھائی کی شادی ہے۔ تم تو سو ارمان نکالنے کے دعوے کرتی رہی ہو اب موقع آیا ہے تو بالکل ایک طرف موڈ بنائے پھرتی رہتی ہو۔ آخر وجہ کیا ہے ہوا کیا ہے تمہیں؟" ماما کو آج موقع ملا تھا اس کی گوشمالی کرنے کا اس نے بے چارگی سے روشانے کو دیکھا وہ مسکرادی۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے......" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"تم ڈھولک منگوانے کا کہہ رہی تھیں پھر صغراں سے کہہ کر کیوں منگوائی نہیں۔" اس کی کلاس لینے کے بعد ماما نے

ایک اور نکتہ اٹھایا تھا۔

"کیا فائدہ منگوانے کا...... یہاں کونسا مہمانوں اور ساتھ نبھانے والوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ جب خود تنہا ہی سب کرنا ہے تو پھر فائدہ؟" اس کا انداز ایکدم بڑا بےزار ہوا تو ماما نے بغور دیکھا۔

"ہم کونسا جنگل میں آباد ہیں؟ خیر سے اچھی خاصی سلام دعا ہے...... اتنی آنٹیز ہیں تمہاری ان کے گھروں میں کال کرو...... آس پڑوس کو بلوالو...... رونق ہی لگانی ہے نا۔" ماما نے کہا تو اس نے سر جھٹکا۔

"کیا فائدہ پرائی خوشیوں سے دل کو آباد کرنے کا...... شہوار کا محض نکاح تھا مگر وہاں ان لوگوں کے جتنے بھی رشتہ دار موجود تھے۔ نہ ڈھولک بجی نہ گیت گائے مگر وہاں سب نے مل بانٹ کر جو رونق لگائی اس کو بھول ہی نہیں سکتی میں۔ سب لڑکیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ بالکل روایتی سا ماحول تھا۔ زنانہ مردانہ الگ الگ...... اور گھر کی بڑی خواتین نے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کی...... اور سب نے بھی اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے اتنی رونق لگائی کہ حد نہیں...... پوچھ لیں روشی سے کتنا انجوائے کیا تھا ہم نے؟" ماما نے حیرت سے اسے دیکھا۔

انا دن بدن عجیب سی قنوطیت پسند ہوتی جارہی تھی اور یہ کمپلیکسز...... بھلا دوسروں سے اپنی خوشیوں کا موازنہ کرنے کا کیا مطلب ہوسکتا تھا؟

"یہ کیا بات ہوئی! ہم کونسا چھپ چھپا کر سب کررہے ہیں اب تمہاری توقع کے مطابق رشتہ داروں کی ایک لمبی لائن اکھٹی کرنے سے تو رہی...... صغراں کو کہہ دوں گی وہ ڈھولک لادے گی آس پڑوس میں پیغام بھی دے آئے گی رونق ہی لگانا ہے لگالینا۔" ماما نے کہا تو وہ چپ رہی۔

"احسن کے کمرے کا فرنیچر کل آجائے گا...... مختلف ورکرز کو کہا ہوا ہے وہی لوگ آ کر سیٹنگ کرجائیں گے۔ جس طرح کا بھی سجانا ہے تم روشی کے ساتھ مل کر ڈیسائڈ کرلو...... احسن سے بھی مشورہ لے لو ایک دو دن میں یہ کام مکمل ہوجائے باقی باہر بازار کی تیاری تو مکمل ہے نا؟" انہوں نے اسے کہتے کہتے روشانے سے بھی پوچھا۔

"جی...... ہر چیز ریڈی ہے...... اب چکر لگانے کی ضرورت تو نہیں ہاں مرد حضرات نے کوئی اسپیشل قسم کی شاپنگ کرنی ہے تو ان کا مسئلہ ہے ہمارا سارا کام مکمل ہے۔ بس چیزوں کو ایک مکمل لسٹ بنانی ہے اور ارینجمنٹ کا کام ہے۔" روشانے نے تفصیل بتائی۔

"چلو اب کل سے میں کچھ ٹائم گھر پر ہی ہوا کروں گی...... پھر ورکرز بھی ہوں گے ایک دو دن میں ہوجائے گا سب باقی بس فنکشن کے دنوں کا ہی کام ہوگا۔"

"جی......" روشانے نے تائید کی۔

"مہندی وغیرہ کا کیا فائنل کیا ہے آپ لوگوں نے؟" انا نے پوچھا۔

"یہ تم اپنے ماموں اور پاپا سے پوچھ لینا وہ اجازت دیں گے تو کرلیں گے شادی سے ایک دن پہلے محض رسم ہی تو کرنا ہے۔ گھر کے لان میں ارینج کروالیں گے یا پھر جیسا تم کہو......؟" ماما نے اس پر چھوڑا۔

"میں سوچ رہی تھی کہ یہ فنکشن بھی ہوٹل میں ہی ہو...... گھر میں کروانے والی ٹینشن ختم کریں۔" انا نے مشورہ دیا تو ماما نے سر ہلادیا۔

"اپنے پاپا سے ڈسکس کرلو...... میں بھی اس حق میں ہوں کہ اس طرح ایک بہت بڑی ذمہ داری سے ریلیکسیشن مل جائے گی۔ کھانا پینا ارینجمنٹ ہر چیز ہوٹل کی ہوگی پھر تو......" انا نے سر ہلادیا۔

"تم نے کچھ لینا دینا تو نہیں نا اب؟ کسی بھی قسم کی کوئی شاپنگ کرنی ہے تو ابھی بتادو پھر عین وقت پر کسی نے بھی

بازار کا چکر نہیں لگانا......" ماما نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں مجھے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں...... پہلے ہی میرے پاس ہر چیز بڑی وافر مقدار میں موجود ہے۔" اس نے کہا تو ماما مختلف شاپنگ بیگز اور سامان سمیٹ کر وہاں سے چلی گئیں۔

"شہوار دلہن بن کر خاصی خوبصورت لگ رہی تھی۔" روشانے نے کہا تو اس نے سر ہلادیا۔

"شہوار سے دوبارہ بات ہوئی اب کیا ردعمل ہے اس کا؟" روشی نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔

"نہیں میری واپس آ کر بات ہی نہیں ہوئی۔ اس کا نمبر ہنوز بند ہے اور کم عقلی دیکھو میں نے بھی کسی اور کا نمبر نہیں لیا...... نہ وہ کالج آرہی ہے پتا نہیں واپس بھی لوٹی ہے یا ابھی تک حویلی میں ہی ہے۔ میں اس کی طرف سے خاصی فکرمند ہورہی ہوں۔ اس سارے واقعے کو لے کر اس کی اسٹڈی خاصی متاثر ہورہی ہے اوپر سے مسلسل لیو پر ہے۔" وہ شہوار کو لے کر واقعی خاصی پریشان تھی۔

"اس کے شہر والے گھر کا بھی نمبر نہیں ہے تمہارے پاس؟"

"کہاں؟" اس نے بے چارگی سے کہا۔

"مصطفیٰ بھائی سے رابطہ کرلو۔" روشانے نے سلوشن دیا تو اسے شام کا واقعہ یاد آ گیا۔

"ہوں......" اس نے بس ہنکارا ابھرا۔

"ان کا نمبر تو ولید بھائی کے پاس ہوگا۔ ان سے نمبر لے لو۔" وہ جواباً چپ رہی۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ کل کالج سے واپسی پر شہوار کے ہاں چکر لگالوں...... مجھے لگ رہا ہے کہ جیسے شہوار جان بوجھ کر کالج نہیں آرہی...... وہاں جاکر صورتحال کا جائزہ لوں گی۔ پتا نہیں نمبر کیوں بند کردیا ہے؟ عائشہ نے بتایا تھا کہ موبائل ٹوٹ گیا تھا نیا خرید کردیا ہے تو آن کرتی نا۔"

"ویسے کتنی عجیب سی سچویشن تھی نا گے ہم مصطفیٰ بھائی کے نکاح میں تھے اور آگے شہوار سے ملاقات ہوگئی۔ پتا نہیں گذشتہ حالات میں شہوار کے ساتھ اچھا ہوا یا برا مگر مصطفیٰ بھائی کے ساتھ نکاح ہوجانا اس کی ذات ایک دم مضبوط پناہ میں آ گئی ہے۔ مصطفیٰ بھائی اپنے سے متعلق تمام رشتوں کے بارے میں بے حد ٹچی ہیں۔ بہت کیئر کرتے ہیں۔ میں نے ان کو اس قدر قریب سے اتنا زیادہ جان سمجھ اور پرکھ لیا ہے کہ وہ جس لڑکی کی طرف بھی نگاہ کریں گے وہ لڑکی خود کو معتبر محسوس کرے گی۔ بے شک مصطفیٰ بھائی میں بلا کی خوبیاں ہیں شہوار بہت خوش قسمت ہے کہ اسے مصطفیٰ بھائی جیسا انسان ملا...... وہ اب کبھی اس کو ایاز جیسے لوگوں کے سامنے ڈی گریڈ نہیں ہونے دیں گے یہ مجھے یقین ہے۔" روشانے کا انداز بہت زیادہ پریقین تھا۔

"اور تمہارا اپنے بھائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" روشانے چونکی۔

"ولید بھائی!" اس نے پوچھا انا نے سر ہلادیا۔

"ولید میرے بھائی ہیں اور اپنے بھائی تو سبھی کو اچھے لگتے ہیں۔ جیسے تمہیں اپنا بھائی احسن......" روشانے نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اس دن جب ہم حویلی میں تھے واپسی آنے سے پہلے ولید کے نمبر پر ایک کال آئی تھی۔ "کیتھی" نام کی کوئی لڑکی تھی یہ کون ہے؟" انا تصویر کا معاملہ گول کرکے سرسری سے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"کیتھی......؟" روشانے مسکرادی۔ اس کا انداز بڑا محظوظ کن تھا۔

"تمہیں علم تو ہوگا کہ ولید بھائی وہاں جاب کرتے تھے اور پاکستان آنے سے پہلے انہوں نے وہ جاب چھوڑ دی

تھی۔“ انا نے سر ہلا دیا۔ اس کے علم میں یہ بات تھی۔

”کیتھی وہاں جاب کے دوران ہی ان کو لیگ تھی۔ بہت ہی پیاری اور خوبصورت لڑکی ہے یہ۔ ہمارے گھر اکثر آنا جانا تھا کچھ ماڈرن تھی۔ بابا کو پسند نہ تھی' ولی بھائی اور مصطفیٰ دونوں سے اس کی خاصی دوستی ہوگئی تھی۔ بہت بے تکلف لڑکی تھی۔ ولید بھائی کو بہت لائک کرتی تھی' اگر کہوں کہ ولی بھائی کے ایک اشارے پر جان دینے کو تیار رہتی تھی تو غلط نہ تھا۔“ روشانے بتا رہی تھی اور انا کی نگاہوں میں وہ تصویر آ ٹھہری جس میں ولید اس لڑکی کو کوئی چیز پہنا رہا تھا۔

”ولید بھی اسے پسند کرتا تھا کیا؟“ اس نے پوچھا۔

”ولی بھائی کی بہت دوستی تھی کیتھی سے' کرسچن تھی' مگر بابا کو پسند نہ تھی۔ خاصی بے تکلف اور ماڈ بھی اور جب ہم لوگ واپس آ رہے تھے تو بہت روئی تھی۔ ولید بھائی کو روکنے کے لیے اس نے اپنی کلائی تک کاٹ لی تھی۔ وہ تو خیر ہوئی کہ وہ بچ گئی۔ بعد میں اپنی اس حرکت پر ولید بھائی سے بہت شرمندہ بھی تھی۔ ولید بھائی اس پر اتنے خفا ہوئے تھے کہ حد نہیں۔ اس کی فیملی کو اس کی خودکشی کے اقدام کی وجہ نہیں معلوم تھی ورنہ یقین جانو ہم پر تو کیس بن جانا تھا۔ بابا تو پہلے ہی آ چکے تھے اور جب انہیں کیتھی کی اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً ہمیں پاکستان پہنچنے کو کہا۔ کیتھی آخری لمحے تک بڑی کوشش کرتی رہی کہ ہمیں روک لے۔ مگر بابا کے احکام بہت سخت تھے اور ہمیں واپس بہر حال آنا ہی تھا۔“ روشانے نے تفصیلاً بتایا تو انا کو لگا کہ اس کے اندر بہت کچھ ٹوٹ گیا ہے۔

”تو یہ وجہ تھی ولید ضیاء احمد جو تمہیں میں نظر ہی نہیں آتی تھی۔ تم اپنے جذبے پہلے ہی کہیں گروی رکھے ہوئے تھے اور میں کتنی پاگل تھی اب بھی ایک آس لگائے بیٹھی تھی۔ تمہارے ذرا سے التفات سے پگھل جاتی تھی اور ایک ذرا سی نگاہ تم پر ڈال کر بے بس ہونے لگتی تھی۔ یوں کہ مجھے خود پر ذرا سا کنٹرول تک نہ رہتا۔ میں سب کچھ بھول کر پھر سے تمہاری طرف توجہ مبذول کر لیتی تھی کہ کسی نہ کسی دن تمہیں میرے وجود میرے جذبات کا احساس ہوگا ہی نا اور میں کیسی احمق' کم فہم تھی کہ ہر بار ایک نئی امید لے کر تمہارے پاس آ کھڑی ہوتی تھی؟“ انا کو لگا وہ روشانے کے منہ سے کیتھی کا ذکر سن کر ایکدم ٹوٹ کر بکھر گئی ہے۔ مگر وہ روشانے کے سامنے خود کو بمشکل سنبھالے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”چلتی ہوں...... نیند آ رہی ہے۔“ اس نے کہا تو روشانے بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ہاں مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔“ وہ بغیر کچھ کہے اپنے کمرے کی طرف چلی آئی۔

اور پھر کمرے میں بند ہو کر دروازہ لاک کر کے جب وہ بستر پر گری تو اسے لگا کہ اس کا ضبط ایکدم چھلک پڑا ہو اور پھر وہ خود کو بکھرنے سے نہ روک پائی تھی۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁
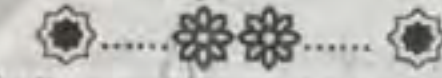
مصطفیٰ نو بجے گھر سے نکلا گھر والی گاڑی میں تھا' گاؤں کا ساڑھے تین گھنٹے کا سفر اس نے بڑے رلیش انداز میں صرف اڑھائی گھنٹے میں طے کیا اور وہ جب حویلی پہنچا تو ساری حویلی گھپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی' چوکیدار گیٹ پر تالا ڈالے اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ اس نے ہارن دیا تو وہ باہر نکلا تھا۔ مصطفیٰ کو دیکھ کر اس نے گیٹ کھولا۔ وہ گاڑی اندر لے آیا تھا۔

”اندر سب سو گئے ہیں کیا؟“ اس نے چوکیدار سے پوچھا۔

”پتا نہیں......“ وہ اسے وہیں چھوڑ کر اندر آ گیا۔

”تابندہ بوا کو اس نے فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع کی تھی مگر انتظار کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اندر بھی کمروں کی روشنیاں بند تھیں سوائے بابا صاحب کے کمرے کے۔ گاؤں میں سرِ شام ہی رات اتر آتی تھی اور اس وقت ساڑھے

گیارہ بجے رہے تھے گویا آدھی رات ہوگئی جبکہ شہر میں اس وقت رات شروع ہوتی تھی۔ وہ بابا صاحب کے کمرے کی طرف آ کر دستک دی۔

”آ جاؤ......“ بابا صاحب نے کہا تو وہ اندر داخل ہوا۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام۔“ بابا صاحب کوئی کتاب پڑھ رہے تھے اسے دیکھ کر خوش ہوئے۔

”میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ تابندہ نے تمہارے آنے کا بتایا تھا۔ آؤ ادھر آ جاؤ میرے پاس ہی۔“ صوفے پر بخشو سویا ہوا تھا' بابا صاحب نے کہا تو وہ ان کے بستر پر ہی بیٹھ گیا انہوں نے اس کے سر اور کندھوں پر ہاتھ پھیرا۔

”شاہزیب نے فون کیا تھا کہ وہ کسی لڑکے کو بھیج رہے ہیں شہوار کو لینے...... تابندہ انتظار ہی کر رہی تھی' کچھ دیر قبل اپنے کمرے میں گئی ہے۔ بتاؤ کیا کھاؤ پیو گے؟“ انہوں نے پوچھا۔

”کھانا کھا کر آیا ہوں...... اس وقت چائے کی طلب ہو رہی ہے۔ میں سیدھا ادھر ہی آیا ہوں آپ کے کمرے کی لائٹ روشن تھی تو اندر آ گیا۔“ مصطفیٰ نے کہا۔

”ہاں...... اندر سبھی سو گئے ہوں گے...... ایسا کرو تم منہ ہاتھ دھو لو میں بخشو کو کہتا ہوں وہ چائے بنا لیتا ہے۔“ بابا صاحب نے کہا تو وہ سر ہلاتا ان کے کمرے کے واش روم میں چلا گیا تھا۔

بابا صاحب نے بخشو کو اٹھا کر چائے بنانے کا کہا تھا۔ مصطفیٰ منہ ہاتھ دھو کر آیا تو بابا صاحب منتظر تھے۔ وہ ان کے پاس ہی بستر پر دوبارہ آ بیٹھا۔

کچھ دیر بعد بخشو چائے بنا لایا تھا۔ بخشو ٹرے رکھ کر باہر نکل گیا مصطفیٰ نے اور بابا صاحب نے مل کر چائے پی۔

”شہر سے جو لڑکے تمہارے دوست آئے تھے ان میں ایک لڑکا تھا ولید' کب سے ہے تمہاری دوستی اس سے؟“ بابا صاحب نے اچانک باتوں کے دوران پوچھا۔

”میں جب امریکا گیا تھا تو جن لڑکوں کے ساتھ اپارٹمنٹ شیئر کیا تھا ان کے ساتھ والا گھر ولید اور اس کی فیملی کا تھا۔ جتنا عرصہ میں باہر رہا ہوں ان ہی لوگوں کے ساتھ ہی ملتا جلتا رہا ہوں یوں کہہ لیں کہ ان کی فیملی کا ہی ایک حصہ بن کر رہا ہوں...... مجھے کبھی ان لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے اکیلے پن کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔“

”اچھا تو وہ لوگ باہر ہی رہے ہیں...... کب سے وہ امریکہ میں آباد تھے؟“

”میرا خیال ہے وہ لوگ کئی سالوں سے وہاں رہ رہے ہیں۔ ولید وغیرہ ابھی واپس لوٹے ہیں۔ ولید کے والد اور ان کی بہن دو ہی بہن بھائی تھے ساری زندگی دونوں خاندان ایک ساتھ ہی رہے ہیں۔ اب ان کا ارادہ اپنے بچوں کی شادیاں بھی آپس میں ہی کرنے کا ہے۔ ولید کی پھوپی کی فیملی کچھ سال پہلے واپس لوٹی تھی یہاں آ کر انہوں نے اپنا کاروبار شروع کیا تھا' اب وہ کچھ حد تک اسٹیبلش ہو چکے ہیں۔“

”ولید کے باپ کا کیا نام ہے؟“ انہوں نے مزید پوچھا۔ ”اور اس کے والد حیات ہیں کیا؟“

”ضیاء احمد...... جی ہاں وہ ابھی حیات ہیں۔ بس بیمار رہتے ہیں' ہائی بلڈ پریشر کے سبب۔“

”اور والدہ کا نام؟“

”مجھے نہیں علم...... کبھی پوچھا ہی نہیں۔“ مصطفیٰ نے کہا تو بابا صاحب نے بڑی مایوسانہ نگاہ ڈالی تھی۔

”کوئی خاص بات تھی بابا صاحب؟“ بابا صاحب کا اس قدر دلچسپی سے یہ سب پوچھنا اسے حیرت سے دوچار کر رہا تھا اس نے کہا تو وہ چونکے۔ پھر فوراً سنبھلے۔

"نہیں بس یونہی لگا کہ اس بچے کو کہیں دیکھا ہے۔ خیر تم آرام کرو...... دوسرے کمرے میں چلے جاؤ...... میں بخشو کو کہتا ہوں وہ کمرا کھول دیتا ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ کھڑا ہوگیا۔

"صاحب کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟" بخشو نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

دروازہ بند کر کے قمیص کے بٹن کھولتے ایک پل کو دل چاہا کہ وہ شہوار کے روم میں جائے مگر اس کی آخری ملاقات کے تیور یاد آئے تو وہ سر جھٹکتا بیگ سے اپنا ساتھ لایا سوٹ نکال کر واش روم میں گھس گیا۔ کپڑے چینج کر کے موبائل پر صبح اٹھنے کی ٹائمنگ سیٹ کر کے وہ لیٹ گیا تھا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁
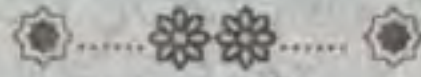
وہ ساری رات نہیں سو پائی تھی۔ شاہزیب صاحب کی کال کے بعد وہ ایک دم سخت طیش میں آ گئی تھی۔ وہ اپنا غصہ کسی پر نہیں نکال سکتی تھی۔ تابندہ بی اس سے اس دن کی گفتگو کے بعد بات نہیں کر رہی تھیں۔ شہوار کے اندر ان کے بات نہ کرنے سے شدید پشیمانی کا احساس جاگا تھا۔ اس نے چند بار ان سے مخاطب ہونے کی کوشش بھی کی تھی مگر انہوں نے 'ہوں، ہاں' سے زیادہ جواب نہیں دیا تھا۔ وہ واپس نہیں جانا چاہتی تھی، بے شک یہ فیصلہ وہ انتہائی جذبات میں آ کر کر رہی تھی مگر اپنے اس فیصلے سے وہ خود بھی سخت اذیت میں تھی۔ ایسے میں شاہزیب صاحب کا حکم اسے اور جھنجلاہٹ سے دوچار کر گیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا وہ کسی لڑکے کو بھیجیں گے۔

"کس کو بھیج رہے تھے؟" انہوں نے نام نہیں لیا تھا۔

اور نہ اسے جاننے کی جستجو تھی۔ مصطفیٰ کا تو اسے کنفرم تھا کہ جس طرح کا اس کا رویہ رہا تھا تو وہ اب کبھی پلٹ کر بھی اس کو لینے نہیں آئے گا اب رہ جاتے تھے عباس بھائی یا سجاد نجانے کون آیا تھا؟ جس وقت ہارن بجا تھا اور گیٹ کھلا تھا وہ جاگ رہی تھی جی چاہا کہ کمرے سے باہر نکل کر تو دیکھے کہ کون آیا ہے مگر پھر خیال آیا کہ امی بھی آنے والے کو خوش آمدید کہنے باہر آئیں گی اسے دیکھ کر وہ سمجھیں گی کہ وہ جانے پر راضی ہے جبکہ وہ راضی نہ تھی۔ شاہزیب صاحب کی بات وہ ٹال نہیں سکتی تھی ان کے سامنے اس نے اتنے بہانے بنائے تھے مگر انہوں نے تمام اعتراضات کو رد کر دیا تھا۔ مجبوراً اسے ماننا پڑا اور گاڑی کی آواز سننے کے بعد وہ مسلسل بس یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ واپس جا کر وہ مصطفیٰ شاہزیب کا سامنا بھلا کیسے کرے گی؟

اس کے اندر عجیب سا طوفان برپا تھا مگر وہ کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی۔ فجر کا وقت ہوا تو قریبی مسجد کی اذان گونجنے لگی اور حویلی کے اندر چہل پہل شروع ہوگئی تھی۔ اب بستر پر پڑے رہنے کا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ اس نے اٹھ کر بیگ نکال کر آنسو بہاتے پیکنگ کی تھی۔

وہ کون سا شہر سے بہت سا مال اسباب لے کر آئی تھی پیکنگ مکمل کر کے اور وضو کر کے اس نے فجر کی نماز پڑھی تھی۔ ابھی دعا مانگ رہی تھی کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اس نے اٹھ کر دیکھا تو تاج (ملازمہ) کھڑی تھی۔

"بوا جی کہہ رہی ہیں کہ آ کر ناشتا کر لیں...... پھر شہر کے لیے روانہ ہونا ہے۔"

"انہیں کہہ دو مجھے نہیں کرنا ناشتا اور کون لینے آیا ہے؟" غصے سے انکار کر کے پوچھا۔ تاج نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے نہیں پتا...... میں نے نہیں دیکھا کسی کو ابھی...... مجھے تو بوا جی نے اٹھا کر آپ کے پاس بھیجا ہے۔" اس کے جواب پر اس کے اندر آگ سی لگی۔

"تمہیں بھیجنا یاد تھا خود نہیں آسکتی تھیں کیا؟" تاج نے حیرت سے دیکھا تو شہوار کو اپنے رویے کا احساس ہوا۔

"یہ بیگ لے کر گاڑی میں رکھو میں ابھی آتی ہوں۔" بیگ بستر سے اٹھا کر اسے تھمایا۔
"اور ناشتا؟" تاج نے پوچھا۔
"کھانا نہیں کرنا مجھے؟" اس کا انداز پھاڑ کھانے والا تھا۔ تاج تو دم دبا کر بھاگی اور وہ غصے سے بستر پر آ بیٹھی اور دو منٹ بعد باہر نکلی تو تاج اسی کو بلانے پھر سے آ رہی تھی۔
"صاحب کہہ رہے ہیں کہ جلد آئیں...... انہیں دیر ہو رہی ہے۔" وہ ہونٹ کچلتے سر جھٹکتے لاؤنج میں آئی تو بابا صاحب اور تابندہ بوا موجود تھے۔ بابا صاحب شاید اسے ہی اللہ حافظ کہنے کو کمرے سے باہر آئے تھے۔ تیسرا کوئی وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر خصوصاً تابندہ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر خفگی چھا گئی تھی۔
"اللہ حافظ۔" اس نے بابا صاحب کے آگے سر جھکایا تو انہوں نے نہایت شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
"جیتی رہو۔" اس نے ماں کو دیکھا تو تابندہ بوا نے خود ہی آگے بڑھ کر ساتھ لگا لیا۔ ان کا انداز بہت زیادہ شفقت بھرا تھا۔ اس کا دل بھر آیا۔
"اپنا خیال رکھنا...... اللہ حافظ۔" وہ بغیر ایک لفظ بھی کہے ماں سے علیحدہ ہوتے باہر نکل آئی۔ تابندہ بوا نے اس کی اس خفگی پر بڑی نم آلود نگاہوں سے دیکھا تھا۔
وہ خفا ہو کر جا رہی تھی تو بھی دل کو تکلیف ہو رہی تھی اور نہیں جا رہی تھی تو بھی۔ تاج اس کے ہمراہ تھی باہر اندھیرا تھا مگر صحن کی روشنی آن تھی باہر انکل کی گاڑی کھڑی تھی۔ تاج نے اس کے لیے اگلا دروازہ کھولا تو وہ بیٹھ گئی۔
"مجھے بلوا کر بٹھا دیا ہے ادھر ڈرائیور صاحب تو موجود نہیں......" اس نے ڈرائیونگ سیٹ خالی پا کر تلخی سے سوچا اور کھڑکی سے باہر اندھیرے میں گھورنے لگی۔ دو منٹ بعد مصطفیٰ دروازہ کھول کر بیٹھا تو وہ پلٹی۔
"آ...... آ...... آپ؟" مصطفیٰ کو ڈرائیونگ سیٹ پر دیکھ کر وہ گویا جم سی گئی تھی۔ انکل کی گاڑی دیکھ کر بھی وہ اندازہ نہ کر سکی تھی کہ اسے لینے یہ شخص بھی آ سکتا تھا۔
"السلام علیکم!" مصطفیٰ نے مسکرا کر کہتے گاڑی کو حرکت دی تو وہ اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھی رہ گئی۔
چوکیدار پہلے ہی گیٹ کھولے کھڑا تھا۔ مصطفیٰ نے زن سے گاڑی باہر نکالی تھی اور شہوار ایک دم حیرت سے باہر نکلی۔
"آپ کیوں آئے؟ مجھے نہیں جانا واپس...... روکیں گاڑی......" گاڑی باہر نکلی تو اسے ایک دم ہوش آیا۔ انتہائی غصے سے کہا تو مصطفیٰ نے بہت سکون سے اسے دیکھا تھا۔ گاڑی کی ملگجی روشنی میں شہوار کا خوبصورت سحر طراز سراپا بہت دلفریب لگا...... ایک پل کو دل بڑے خوشگوار انداز میں دھڑکا تھا۔ آنکھوں میں خوشنما سا تاثر ابھرا۔
"مجھے تو بابا جان نے بھیجا تھا...... تم نے اگر واپس نہیں جانا تو فون پر ان سے بات کر لو۔ میں تمہیں ادھر ہی اتار دیتا ہوں۔" مصطفیٰ نے بڑے سکون سے کہتے ہوئے شہوار کے اندر گویا آگ ہی تو بھڑکا دی تھی۔ احساس توہین سے اس کا چہرہ ایکدم جلنے لگا۔
"زیادہ جتانے کی ضرورت نہیں، مجھے بھی رات انکل نے کال کر کے آنے کو کہا تھا۔ مجھے نہیں علم تھا وہ لینے کے لیے آپ کو بھیج رہے ہیں ورنہ میں کبھی نہ آتی......" شہوار نے بہت غصے سے کہا تو مصطفیٰ نے بغور دیکھا۔
وہ پہلے ہی سخت جھنجلاہٹ کا شکار تھی اوپر سے مصطفیٰ کے ساتھ جانے کے احساس سے سخت قسم کے غصے کے جذبات بھی پیدا ہو گئے تھے۔ اس کا چہرہ دو آتشہ بنا ہوا تھا۔
"اوہ......" مصطفیٰ کو اس کی کیفیت پر ہنسی آ گئی۔ جسے بمشکل دانتوں تلے ہونٹ دبا کر روکا۔
"اب تو آ گئی ہیں۔ غلطی کر ہی چکی ہیں...... ویسے بائی دا وے آپ محترمہ میرے علاوہ اور کس کا تصور کر کے اس

گاڑی میں آ کر بیٹھی تھیں؟"
"شٹ اپ......" مصطفیٰ ہلکا سا مسکرا دیا جبکہ وہ غصے سے پھٹ پڑی تھی۔ وہ ہنس دیا۔ پچھلے دنوں سے اس کے رویے کی وجہ سے وہ ایسے ہی جل رہا تھا اب اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی جلا کر قدرے سکون حاصل ہوا۔
"مجھے انکل سے ایسی توقع نہ تھی؟" وہ بے چارگی سے کہہ رہی تھی۔
"کہ وہ مجھے بھیجے؟" وہ زچ کر رہا تھا اس نے خفگی سے دیکھا اور پھر باہر اندھیرے کو گھورتے ہوئے اپنے اندر اٹھتے شدید قسم کے اشتعال پر قابو پانے لگی۔
"تمہارے بابا بہت روشن خیال ہیں۔ انہیں پتا تھا کہ ایک بگڑی ہوئی ضدی اور خودسر بہو کو قابو کرنے کے لیے ان کا بیٹا ہی موزوں رہے گا۔ پھر وہ کسی اور کو بھیجنے کا رسک کیونکر لیتے؟" اس نے اسے جلا کر راکھ کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اور وہ واقعی جل کر راکھ ہو گئی تھی۔
"آپ ابھی گاڑی روکیں...... مجھے نہیں آپ کے ساتھ واپس جانا۔" مصطفیٰ کی بات نے اسے ایکدم آؤٹ کر دیا۔ شہوار نے بے انتہا غصے سے کہا تو وہ مسکرایا۔
"سوری میم! اب تو یہ گاڑی اپنی منزل پر ہی جا کر رکے گی۔"
"آپ انتہائی بدتمیز اور گھٹیا انسان ہیں۔" وہ تو غصے سے آگ بگولہ ہی ہو گئی تھی۔ ایک دم بھڑک کر کہا۔
"گھٹیا کا مطلب سمجھتی ہو؟" اب کی بار مصطفیٰ نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
"جس قسم کے رویے کا آپ مظاہرہ کر رہے ہیں وہ گھٹیا ترین درجے کی اعلیٰ ترین مثال ہی تو ہے۔" شہوار غصے اور جذباتیت کا شکار ہوتے بالکل فراموش کر بیٹھی تھی کہ وہ کتنے سخت الفاظ استعمال کر رہی ہے اور کیوں اور کس کے سامنے؟
اس کے الفاظ پر ایکدم گاڑی روکی تھی اس قدر جھٹکے دار بریک لگا تھا کہ ساری گاڑی ہل کر رہ گئی تھی۔ شہوار نے جلدی سے ڈیش بورڈ پر ہاتھ رکھ کر خود کو گرنے سے بچایا تھا۔ اردگرد اندھیرا تھا ابھی گاؤں کا ہی علاقہ تھا۔ سڑک کے دونوں طرف فصلیں تھیں جس سے ماحول اور بھی تاریک لگ رہا تھا۔
"جانتی ہو اگر اس وقت میں گھٹیا ترین درجے کی اعلیٰ ترین کارروائی پر عملی طور پر عمل درآمد کرنے پر اتر آیا تو اس کی آخری حد کیا ہو گی؟" مصطفیٰ کا انداز انتہائی سرد تھا۔
"میں نے اب انسانوں سے بھلائی کی توقع ہی چھوڑ دی ہے۔ کیا کر لیں گے آپ میرے ساتھ؟ میرا گلا گھونٹ دیں گے یا پھر میری زبان بندی کے لیے اپنے کسی تفتیشی کٹہرے میں لاکھڑا کریں گے۔" مصطفیٰ کے ردعمل پر اس نے اس سے زیادہ تلخی سے کہا تھا یوں جیسے وہ تمام سود و زیاں فراموش کیے ہوئے تھی۔ جیسے وہ اس وقت ہر قسم کے نتائج سے بے خبر اپنے اندر کی جھنجلاہٹ کو باہر نکال رہی تھی۔ مصطفیٰ نے بڑے تاسف سے اسے دیکھا۔
"نہیں یہ تو گھٹیا پن کی اول ترین حد ہوتی ہے......" مصطفیٰ ذرا سا مسکرایا اور پھر شہوار کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہ جو اس سے ہر قسم کے رویے کی توقع کر سکتی تھی مگر مصطفیٰ کوئی ایسی حرکت بھی کرے گا اس کے ذہن کے کسی بھی گوشے میں نہ تھا سٹپٹا کر رہ گئی۔
"یہ...... یہ...... کیا کر رہے ہیں...... چھوڑیں مجھے......؟"
"آخری حد جانتی ہو کیا ہوتی ہے؟ تم اچھی خاصی خوبصورت بھی ہو...... میرے ساتھ تنہا بھی ہو اور اردگرد خاصا اندھیرا بھی ہے...... کیا خیال ہے گھٹیا پن کا مظاہرہ کر لوں پھر؟" مصطفیٰ کی اس کے بازو پر گرفت بے حد تک سخت تھی اور اوپر سے اس کے الفاظ۔ ایک پل کو وہ تو کچھ سمجھ ہی نہ سکی تھی اور پھر جب عقل نے کام کیا تو وہ ساکت رہ گئی تھی۔ اس

نے گھبرا کر مصطفیٰ کی آنکھوں میں دیکھا۔

مصطفیٰ کے تیور انتہائی حد تک سرد و جامد تھے۔ وہ سر سے پاؤں تک لرز اٹھی۔

"چھوڑیں مجھے...... آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے؟" نظریں چرا کر اس نے اپنا بازو چھڑانا چاہا تھا' آواز خوف سے کانپ کر رہ گئی تھی۔ مصطفیٰ دھیرے سے مسکرایا۔ اس وقت اس کا لرزتا دل کو بڑا بھایا تھا۔

"بڑی خوش فہمیاں ہیں...... میرے پاس تو باقاعدہ پرمٹ ہے۔" اس نے اس کے ہاتھوں کو بغور دیکھا مہندی اگرچہ مدھم پڑ گئی تھی مگر رنگ برقرار تھا۔ ملگجی سی روشنی میں ہاتھ خاصے خوبصورت لگ رہے تھے۔

"شٹ اپ......" غصے سے کہتے اس نے مصطفیٰ کی گرفت سے اپنا بازو نکالنا چاہا تو مصطفیٰ نے مزاحمت کرتا اس کا دوسرا بازو بھی تھام لیا۔

"تم میری شرعی منکوحہ ہو...... نکاح نامے پر سائن تم نے اپنی مرضی سے کیے تھے' کوئی گن پوائنٹ لے کر کھڑا نہیں تھا...... اب تم میرے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرو گی تو حیرت ہوگی مجھے۔ تم انکار کر سکتی تھیں اب جبکہ وقت گزر چکا ہے تو تم مجھے یوں ذلیل کر کے سمجھتی ہو کہ بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے رہی ہو...... یہ تو میرے ماں باپ کی تربیت ہے جو مجھے کسی گھٹیا پن کا مظاہرہ کرنے سے روک دیتی ہے' ورنہ کوئی مجھے ان لفظوں میں ذلیل کرے' میں ایسا کرنے والے کا منہ توڑ دیتا ہوں۔" مصطفیٰ نے نہایت کرختگی سے کہا تو شہوار کی آنکھوں میں ایکدم آنسو آ ٹھہرے۔

مصطفیٰ کی گرفت میں بلا کی سختی تھی' یوں جیسے نرم بازو کچلا جا رہا ہو۔ اس کے بازو پر ایکدم درد کی شدید ٹیسیں اٹھنا شروع ہو گئی تھیں۔ اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا مگر ناکام رہی۔

"جس طرح مجھے نکاح نامے پر سائن کرنے پر مجبور کیا گیا تھا ایسے نکاح کے بعد میں ایسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں اگر آپ نے میرے ساتھ کوئی گھٹیا حرکت کی تو میں اپنی جان لے لوں گی...... میں آپ لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والی بے بس و مجبور لڑکی ضرور ہوں مگر کمزور نہیں...... اور میں نے آپ کو دعوت نہیں دی تھی کہ آپ میرے پاس ذلیل ہونے کے لیے آ ئیں...... سب سے دور حویلی میں رہ رہی تھی' تو رہنے دیتے پھر...... جان چھڑواتے اپنی...... ہر نفع و نقصان میرا اپنا تھا...... آپ کو کیا اس سے......" مصطفیٰ کے الفاظ پر اس نے تکلیف میں ہونے کے باوجود جوابی کارروائی کی تھی۔

انتہائی غصے اور تلخی سے کہا تھا۔ مصطفیٰ اسے چند ثانیے تک گھورا رہا۔

"بعض لوگ ذہنی یا پیدائشی طور پر پسماندہ ہوتے ہیں اور بعض بعد میں ہو جاتے ہیں۔ مجھے تمہاری ذہنی حالت کا جائزہ لینے کے بعد افسوس ہو رہا ہے۔ شہوار بی بی عزت کی زندگی ایک بہت بڑا قدرت کا انعام ہوتی ہے۔ تم ایک چار دیواری میں عزت کی زندگی گزار رہی ہو تب بھی رو رہی ہو۔ کبھی ان لوگوں اور لڑکیوں کو دیکھنا جن کے پاس سر چھپانے کے لیے چھت نہیں' عزت پانے کے لیے چار دیواری نہیں...... یہ رشتے بہت بڑی نعمت ہوتے ہیں' کتنی کم فہم ہو تم تمہارے اردگرد تمہیں تحفظ فراہم کرنے والے ہاتھ ہیں اور تم پھر بھی نالاں ہو اس بات کا ماتم کر رہی ہو جو قدرت کا کھیل تھا جس میں تمہارا یا تابندہ بوا کا کوئی دوش ہی نہ تھا۔" مصطفیٰ نے اسے از حد ملامتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے سر اٹھا کر مصطفیٰ کو دیکھا۔

"مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا سننا...... میرا بازو چھوڑ دیں......" مصطفیٰ کی مضبوط گرفت کی وجہ سے اس کے بازو میں اب شدید درد ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مارے درد کے آنسو آ ٹھہرے...... جنہیں بہنے سے وہ بمشکل روک رہی تھی۔

"کہو...... سنو گی نہیں تو پھر یہ مسئلہ حل کیسے ہوگا؟" مصطفیٰ کا انداز ہنوز سنجیدہ تھا۔ یوں جیسے وہ کوئی حتمی فیصلہ کیے بغیر چھوڑنے والا نہ ہو۔

"میرے بازو میں درد ہو رہا ہے پلیز چھوڑیں......" مصطفیٰ کے جواب میں اس نے کہا تو مصطفیٰ نے دیکھا درد کے آثار اس کے چہرے پر تھے۔

آنکھوں میں مارے تکلیف کے ڈھیر سارے آنسو جمع تھے۔ اس نے فوراً اس کا بازو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے بازو کو سہلاتی ذرا سے پیچھے ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ٹھہرے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس نے پلٹ کر دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ یہاں اب وہ ایک منٹ بھی اس کے ساتھ نہیں ٹھہرنا چاہتی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟ چھوڑو اسے......" مصطفیٰ اسے ہی دیکھ رہا تھا اس نے فوراً اس کی طرف جھک کر دروازے کا لاک دبا دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا۔

"دروازہ کھولیں...... مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ......" وہ آنسو بہاتے بولی آنسو اپنی بے بسی پر بڑی شدت سے بہہ نکلے تھے اور وہ اس کے سامنے آنسو بہانے پر مجبور تھی۔

"شہوار بچوں جیسی حرکتیں مت کرو......" مصطفیٰ نے زچ ہو کر کہتے غصے سے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے بڑے ریش انداز میں گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔ اب ایک بار پھر اس نے ڈیش بورڈ تھام کر خود کو گرنے سے بچایا۔

"مجھے نہیں جانا واپس...... روکیں...... آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی میں......" وہ سخت غصے میں تھی' آنسو صاف کرتے وہ ہنوز ضدی لہجے میں گویا تھی۔ مصطفیٰ نے بہت ضبط سے اسے دیکھا...... اس کی آنکھوں میں ہلکا سرد پن تھا۔

"جو تعلق تم نے محض مجبوری میں باندھا تھا' وہ اب مجبوراً ہی سہی نبھانا تو پڑے گا۔ تمہیں تو خیر کوئی فرق نہیں پڑتا مگر مجھے اپنے بڑوں کی عزت کی بہت پروا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کبھی میری طرف سے کوئی ایسا قدم اٹھے جو مجھے اپنے بڑوں کے سامنے شرمسار کر دے...... آپ محترمہ کو بھی یہ نصیحت ہے کہ رونے پیٹنے کی بجائے صبر و شکر سے سب قبول کر لیں۔ یہ جو چند پل پہلے میں نے جو بھی کیا یہ محض آپ کے الفاظ کا ردعمل تھا شہوار بی بی! امید ہے باقی کا سفر آپ کوئی بچکانہ حرکت کیے بغیر طے کریں گی اور مجھے بھی کرنے دیں گی۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر ہوں مجھ پر دوہری ذمہ داری ہے۔ آپ کی اور اپنی جان کے تحفظ کی...... یہ سب صرف اسی صورت ممکن ہے اگر آپ مجھے پرسکون انداز میں ڈرائیونگ کرنے کا موقع دیں گی ورنہ یہ ذہن میں رکھیں کہ بعض معاملوں میں میں بلا کا جنونی ہوں یہ نہ ہو کہ آپ کی باتوں پر ایکدم غصے میں آ کر کسی ٹرک کے ساتھ گاڑی دے ماروں۔" مصطفیٰ نے ایکدم انتہائی سرد اور بے لچک لہجے میں کہا تو شہوار کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ اسے لگا کہ وہ واقعی ایسا ہی کرے گا۔

"تو ٹھیک ہے نا...... آپ کسی ٹرک سے دے ماریں کم از کم اس ذلت بھری احسانوں کے بوجھ سے لدی اس زندگی سے تو نجات مل جائے گی۔" شہوار نے کہہ کر چہرہ کھڑکی کی طرف کر لیا۔ بازو میں ابھی بھی درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے بازو سہلانا شروع کر دیا۔

"مگر افسوس میرا ابھی بھری جوانی میں تمہیں بیوہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ جل کر راکھ ہو گئی' جی چاہا کہ ایکدم چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دے مگر نجانے کیسا خوف تھا کہ اس نے کسی تیکھے جواب کے لیے تیار زبان کو دانتوں تلے دبا کر خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھا لیے تھے۔

❁......❁❁......❁

وہ ناشتا کیے بغیر سیدھی باہر نکل آئی تھی۔ لان میں آئی تو ولید اپنی گاڑی باہر نکال رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس نے اس

کے قریب ہی گاڑی روک دی تھی۔

"آجاؤ...... میں ڈراپ کردوں گا......" شیشہ نیچے کرتے اس نے کہا۔

"نہیں شکریہ میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" اس نے چادر منہ کے آگے کی ہوئی تھی۔ ولید مسکرایا۔

"احسن کو کوئی کام تھا وہ منصور خان کو لے کر صبح صبح چلا گیا تھا۔ واپسی پھر ایک گھنٹہ بعد ہوگی۔ تم لیٹ ہوجاؤ گی آجاؤ ڈراپ کردوں گا۔" ولید نے فرنٹ ڈور بھی کھول دیا تھا۔ انا نے دو پل اسے دیکھا اور پھر خاموشی سے سیٹ پر آ بیٹھی اور ولید نے گاڑی گیٹ سے باہر نکال لی۔

"تم نے ناشتا نہیں کیا؟" وہ گردن موڑے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جب ولید کو کہتے سنا۔

"موڈ نہیں تھا۔" وہ ہنوز گردن موڑے ہوئے تھی۔ چادر کا کونا منہ کو چھپائے ہوئے تھا۔

"ناشتے کا تعلق بھوک اور بھوک کا پیٹ سے ہوتا ہے اور موڈ کا اس سے بھلا کیا تعلق؟" ولید نے کہا تو وہ بغیر کچھ کہے خاموشی سے باہر دیکھے گئی۔

"تم مصطفیٰ کا نمبر لیے بغیر ہی کمرے سے نکل آئی تھی؟" انا کی خاموشی پر ولید نے مزید کہا۔

"آپ بزی تھے سوچا کہ بعد میں لے لوں گی۔" وہ ابھی بھی سنجیدہ تھی اور باہر کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ جس دن سے ہم مصطفیٰ کے نکاح والے دن سے واپس لوٹے ہیں تمہارا موڈ اسی طرح سنجیدہ ہے۔ خیریت ہے نا؟" ولید کی بات پر انا نے گردن موڑ کر صرف ایک پل دیکھا اور پھر سامنے دیکھنے لگی۔

"آپ کی غلط فہمی بھی ہوسکتی ہے۔" انداز پہلے سے زیادہ سنجیدہ تھا۔

"تم کہہ سکتی ہو...... بٹ مجھے نہیں لگتا کہ میری آبزرویشن غلط ہو۔" ولید نے اسے دیکھا وہ سامنے دیکھ رہی تھی۔ اس کے الفاظ پر ہلکا سا مسکرائی اور پھر سر جھٹک کر کھڑکی کی طرف چہرہ موڑ لیا۔ ولید ایک پل کو چونکا اور پھر گردن گھما کر دیکھا۔ انا کی چادر کا کنارہ اس کے چہرے کو چھپا رہا تھا وہ کچھ اخذ نہ کر پایا۔

"ایک منٹ انا! ادھر دیکھو میری طرف۔" ولید نے گاڑی کی رفتار ایکدم دھیمی کی تھی۔

"کیوں؟" اس نے چہرہ موڑنے کی بجائے اسی طرح گردن پھیرے جواب دیا۔

"کچھ کہنا ہے تم سے؟"

"کیا؟" وہ پلٹی نہیں تھی۔

"بہت ہی خاص بات ہے ادھر دیکھو تو کہوں گا نا؟" ولید نے جھنجلا کر کہا۔

"آپ کہیں، میں سن رہی ہوں۔" اسی طرح بیٹھے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ ولید نے ایکدم لب دانتوں تلے دبائے اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

انا خاموشی سے اسی طرح بیٹھی رہی اس کا انداز اس قدر لاتعلق اور سنجیدہ تھا کہ گویا گاڑی ولید نہیں شوفر ڈرائیو کر رہا ہو۔ گاڑی میں بالکل خاموشی تھی۔ انا نے ولید کے خاموشی پر بھی اسے دیکھنے کی کوشش نہ کی تھی۔ ولید نے گاڑی اس کے کالج کے سامنے روکی تو انا اپنی کتابیں اور فائل ہاتھ میں لے کر اترنے لگی تو ولید کو اس کا رویہ اور انداز ہمیشہ سے زیادہ عجیب سا لگا تھا۔

"رکو انا!" وہ ٹھہر گئی تھی۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ تمہارا رویہ کس قدر تکلیف دہ ہے اس وقت۔" ولید نے خاصے غصے سے کہا۔

"آپ کے محسوس کرنے کی بات ہے۔ ورنہ مجھے تو کچھ فیل نہیں ہوا۔" اسی طرح پلٹے بغیر اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"پاگل نہیں ہوں میں...... تم یہ بات میری طرف دیکھ کر کہو تو میں بھی یقین کرلوں کہ تم نے کچھ فیل نہیں کیا۔" اس نے خاصے تپے لہجے میں کہا تو وہ محض گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"چلتی ہوں میں...... اللہ حافظ۔" ولید کے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ اترنے کے بعد دروازہ بند کر کے آگے بڑھ گئی تھی۔

ولید نے خاصے غصے سے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا اور پھر انا کے کالج میں داخل ہونے سے پہلے اس نے بہت ریش انداز میں گاڑی اسٹارٹ کر کے بھگالی تھی۔ انا نے گردن موڑ کر ولید کی گاڑی کو دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس فضا میں خارج کرتے کالج میں داخل ہوگئی۔

❁......❁❁......❁
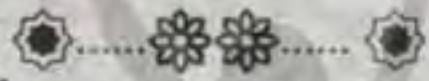
"لگتا ہے مصطفیٰ اور شہوار آگئے ہیں۔" گاڑی کا ہارن جیسے ہی سنائی دیا لائبہ بھابی نے ماں جی کو دیکھا۔ ماں جی اور وہ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کر رہی تھیں جبکہ باقی تینوں مرد حضرات ابھی ابھی ناشتا کرتے ہی اپنے اپنے کام پر روانہ ہوگئے تھے۔

"ہاں......" ماں جی اٹھیں تو لائبہ بھی ان کے ہمراہ فوراً باہر آئی تھیں۔

گاڑی پورچ میں جا کر رکی تھی اور گاڑی کے رکتے ہی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے شہوار فوراً نکلی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کو خاصی سرد نگاہ سے دیکھا تھا۔ جب وہ داخلی دروازے کے پاس آیا تو شہوار ماں جی کے گلے لگی رو رہی تھی اور ماں جی پریشان ہونے کے ساتھ ساتھ اسے چپ بھی کروا رہی تھیں قریب بھابی بھی کھڑی تھیں۔ ان کی بھی کم و بیش یہی حالت تھی۔ (یعنی شہوار کے رونے پر پریشان ہوگئی تھیں)

"چپ تو کرو...... آخر ہوا کیا ہے؟ نہ سلام نہ دعا ایکدم آتے ہی میرا دل ہولانا شروع کردیا۔" ماں جی اس کے سر پر ہاتھ رکھے کہہ رہی تھیں۔

شہوار اس رشتے سے انکاری تھی انہیں یہ بات معلوم تھی تو کیا شہوار مصطفیٰ کی وجہ سے انکار کر رہی تھی اور اب بھی رستے میں مصطفیٰ نے اسے کہا تھا کچھ؟ انہوں نے مصطفیٰ کے قریب آنے پر بیٹے کو بغور دیکھا۔

"السلام علیکم!" خاصی ناگواری سے شہوار کو دیکھتے ماں اور بھابی کو سلام کیا تو ماں جی نے اس کے چہرے کے تاثرات کو خصوصی طور پر نوٹ کیا۔ مصطفیٰ کی آواز سنتے ہی شہوار ایکدم خاموش ہوتے ماں جی سے علیحدہ ہوگئی تھی۔

"وعلیکم السلام! اسے کیا ہوا ہے یہ کیوں رو رہی ہے؟ تم نے رستے میں کچھ کہا ہے کیا؟" انہوں نے فوراً پوچھا تو مصطفیٰ نے غصے سے شہوار کو دیکھا۔ باقی کا سارا رستہ دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ راستے بھر گاہے بگاہے رونے کا فریضہ سر انجام دیتی رہی تھی۔ مصطفیٰ کو امید نہ تھی کہ گھر میں داخل ہوتے ہی وہ پھر سے شروع ہوجائے گی۔ وہ ایک دم شدید کوفت سے دوچار ہوا۔

"اول تو یہ کہ میں نے کچھ نہیں کہا اگر کہا بھی ہوتا تو ثبوت کے طور پر ساتھ اٹھا کر کبھی نہ لاتا وہیں چھوڑ کر آتا۔ یہ کیوں رو رہی ہیں انہی سے پوچھ لیں۔" مصطفیٰ خاصی برہمی سے کہتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیں...... اسے کیا ہوا ہے...... لڑائی ہوگئی ہے تم دونوں میں کیا......؟" بھابی خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہی تھیں ماں جی نے ہی پوچھا۔

"مجھے بتاؤ کیا کہا ہے اس نے...... میں ابھی پوچھتی ہوں۔" ماں جی پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔

شہوار کو ایکدم اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ وہ بھلا انہیں کیا بتاتی اور کیونکر......؟ اگر ماں جی نے سچ مچ مصطفیٰ سے

جا کر پوچھ لیا تو اس نے ایکدم اپنے آنسو صاف کیے۔

"نہیں...... میں ابھی آنا نہیں چاہتی تھی...... وہیں رہنا تھا...... مگر یہ زبردستی لے کر آئے ہیں۔" اسے کوئی بہانہ نہ سوجھا تو فوراً کہہ ڈالا۔ ماں جی نے گہرا سانس لیتے بھابی کو دیکھا۔ ان کے اعصاب ذرا ڈھیلے ہوئے اور بھابی بھی ریلیکس ہوئی تھیں۔

"رات تمہارے انکل نے تمہیں بتایا تو تھا کہ تمہارے کالج سے کال آئی تھی۔ تمہاری پڑھائی کا حرج ہو رہا تھا اور کتنے دن رہ لیتی بہرحال آنا تو تھا نا...... میرا تو دل دہلا کر رکھ دیا تم نے...... میں سمجھی کہ نجانے مصطفیٰ نے کیا کہہ دیا ہے رستے میں۔ چلو اندر چلتے ہیں۔" وہ اسے بازو کے حصار میں لیے اندر آئی تھیں۔

"منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو کر تیار ہو جاؤ...... لائبہ ناشتا بنا لائی ہے تو پھر کالج کے لیے چلی جانا۔ باقی باتیں واپسی پر ہوں گی۔ تمہارے انکل کی ہدایت تھی کہ تم آؤ تو فوراً کالج روانہ کر دوں۔" وہ محض سر ہلا کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ اگر انکل کی ہدایت نہ ہوتی تو وہ دروازہ لاک کر کے کمرا بند ہو جاتی مگر پھر بہت سے سوالوں کے جواب دینا پڑتے۔ وہ خاموشی سے لباس نکال کر واش روم میں گھس گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر لباس بدل کر باہر آئی تو اس کا بیگ گاڑی سے نکال کر روم میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اس نے بیگ کھول کر تمام چیزیں نکال لی۔ اپنی کتابیں، بیگ اور فائل لے کر وہ باہر آئی تو ماں جی مصطفیٰ کو ناشتے کے لیے روک رہی تھیں جبکہ آفس کے لیے بالکل تیار تھا وہ۔ شہوار قریب ہی ٹھہر گئی۔

"حویلی سے نکلتے وقت بوا جی نے ناشتا کروا کر بھیجا تھا۔ اب بھوک نہیں...... موڈ ہوا تو آفس میں کچھ لے لوں گا...... اس وقت میں خاصا لیٹ ہو رہا ہوں وہاں ارجنٹ کام ہے۔" مصطفیٰ کہا۔

"ٹھیک ہے شہوار بیٹے تم تو ناشتا کرو گی نا؟" ماں جی اب شہوار سے پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں لیٹ ہو رہی ہوں۔" مصطفیٰ کی طرف دیکھے بنا انکار کر دیا تھا۔ مصطفیٰ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ کالج جانے کے لیے تیار تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ راستے میں جو بھی تلخ کلامی ہوئی تھی وہ سب ایک طرف مگر اسے یوں تیار جانے کے لیے کھڑا دیکھ کر اسے اطمینان ہوا تھا۔

"میں چلتا ہوں ماں جی...... اللہ حافظ۔" وہ عجلت میں کہہ کر پلٹا۔

"شہوار کو بھی ساتھ لے جاؤ کالج ڈراپ کر دینا......" ماں جی کے الفاظ پر وہ پلٹا۔

"ایم سوری میں خاصا لیٹ ہو رہا ہوں...... ڈرائیور کو کہیں وہ ڈراپ کر دے گا۔" مصطفیٰ نے صاف انکار کیا تو شہوار کا چہرہ سرخ ہوا۔ وہ کونسا اس کے ساتھ جانے کو تیار کھڑی تھی۔

"ڈرائیور کو کیوں کہوں؟ اتنا بڑا حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا تھا...... اب سچ کہوں تو ڈرائیور کے ساتھ بھیجنے پر دل مانتا ہی نہیں۔ یہ تمہاری ذمہ داری ہے تم ہی اٹھاؤ...... اتنی عجلت میں نکاح ہم نے اسی لیے کیا تھا۔ پہلے بھی تو تمہارے ساتھ جاتی تھی نا؟" مصطفیٰ نے لب دانتوں تلے دبائے۔

"ماں جی میں لیٹ ہو رہا ہوں مجھے کال پر کال آ رہی ہے...... میں اپنی گاڑی لے کر جا رہا ہوں۔ دوسری گاڑی گھر پر ہی ہے۔ ڈرائیور کو کہیں وہ چھوڑ آتا ہے۔"

"ماں جی میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی...... آپ ڈرائیور کو بلوا لیں۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر اس نے ماں جی کے کچھ کہنے سے قبل ہی فوراً کہا تو مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔ وہ اسے دیکھنے کی بجائے خاصی سنجیدگی سے ماں جی کو دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر واضح ناگواری کے تاثرات تھے۔

"اتنے دنوں بعد جا رہی ہو تم مصطفیٰ کے ساتھ جاتی تو مجھے تسلی رہتی۔" ماں جی نے کہا۔

"میں کوئی بچی نہیں ہوں اور نہ ہی اکیلی جا رہی ہوں۔ ڈرائیور تو ہو گا نا۔" ماں جی کے الفاظ پر اس نے جھنجلا کر کہا تو مصطفیٰ فوراً وہاں سے نکل گیا۔ اس نے ایک بہت ہی برہم نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر لب بھینچ لیے۔

"ناشتا نہیں کرو گی کیا؟" ماں جی نے پوچھا۔

"نہیں بھوک نہیں...... اگر موڈ ہوا تو کینٹین سے کچھ لے لوں گی۔ آپ فکر مت کریں۔"

"چلو جیسے تمہاری مرضی...... میں ڈرائیور کو کہتی ہوں دھیان سے جانا۔"

"اس ایاز والی حرکت کے بعد دوبارہ پہلی بار کالج جا رہی ہو وہ بھلے ابھی تک تھانے میں بند ہے مگر ایسے لوگوں کا کیا بھروسہ؟ تمہارے انکل بتا رہے تھے کہ بڑے بڑے لڑکوں سے تعلقات تھے اس کے...... کئی وارداتیں کرتا رہا ہے۔ لڑکیوں کے اغواء وغیرہ کے بھی کیسز ہیں مگر باپ کے پیسے کی وجہ سے بچ جاتا تھا مگر اب ضمانت نہیں ہونے دے رہے یہ لوگ...... وہ بتا رہے تھے کہ اب اتنی جلدی یہ بچ نکلنے والا نہیں ہے۔" ماں جی ساتھ چلتے بتا رہی تھیں وہ خاموشی سے سنتی رہی۔ انہوں نے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کو کہا۔

شہوار آج کتنے دنوں بعد کالج جا رہی تھی۔ سورستے بھر میں وہ یہی سوچتی رہی کہ وہ کالج میں اساتذہ کو لیگز اور کلاس فیلوز کو کیا جواب دے گی۔ وہ کالج پہنچی تو کافی وقت بیت چکا تھا۔ وہ مختلف لڑکیوں اور کلاس فیلوز سے سلام دعا کرتے ایک طرف آ بیٹھی۔ آج کالج کچھ نیا نیا لگ رہا تھا۔ شاید اتنے دنوں کی غیر حاضری کا نتیجہ تھا۔

"السلام علیکم...... کیسی ہیں آپ؟ آج بڑے دنوں بعد دکھائی دے رہی ہیں۔ خیریت تھی نا......؟" نجانے کہاں سے ہاشم چلا آیا تھا اور اسے مخاطب کیا تو وہ مسکرا دی۔

"وعلیکم السلام...... بس مجھے اپنے گاؤں جانا پڑ گیا تھا۔ آپ سنائیں سب ٹھیک ٹھاک ہے؟"

"اللہ کا شکر ہے...... سنا ہے بلکہ اخبار میں خبر پڑھی تھی ایاز کسی واردات کے دوران گرفتار ہو چکا ہے۔ آج کل لاک اپ میں بند ہے۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

"جی ہو سکتا ہے مجھے کنفرم نہیں......" اس نے ٹالنا چاہا۔

"میں تو یہ خبر پڑھ کر بہت خوش ہوا تھا۔ تقریباً کالج میں موجود ہر دوسرے بندے نے اس خبر کو پڑھ کر خوشگواری کا اظہار کیا تھا۔ اب اللہ کرے کچھ عرصہ وہ لاک اپ میں ہی رہے تو اچھا ہے مگر اس کے باپ کے پاس خاصا پیسہ ہے سنا ہے اچھی خاصی بھاگ دوڑ کر رہا ہے بیٹے کی ضمانت کی مگر فی الحال کامیاب نہیں ہو رہا۔" وہ بھلا کیا کہتی محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"او کے سی یو...... میری کلاس ہے۔" وہ ہاتھ ہلاتا چلا گیا۔

تبھی عاصمہ اپنی ساتھیوں کے ساتھ ادھر ہی آ نکلی تو شہوار کو دیکھ کر خوش ہوئی۔

"واٹ اے سرپرائز...... ہم تو سوچے بیٹھی تھیں کہ محترمہ اب کالج نہیں آنے والی۔" شہوار سے ہاتھ ملانے کے بعد اس نے ہنس کر کہا تو شہوار بھی مسکرا دی۔

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں...... گاؤں میں ضروری کام تھا تو جانا پڑ گیا تھا۔"

"آئی تھنک کوئی فنکشن تھا؟" اس کی کسی دوست نے کہا تو وہ چونکی۔

"آپ کو کس نے بتایا؟" اسے خیال تھا کہ کہیں انا نے کسی سے ذکر نہ کر دیا ہو اس کے نکاح کا۔ وہ ایکدم گھبرائی تھی۔

"آپ کے ہاتھ اور پیروں کی مہندی سے۔" سینڈل میں سے نظر آتے اس کے دودھیا پاؤں اور ان پر سجی مہندی

کے مٹے مٹے نقوش بہت بھلے لگ رہے تھے یہی حال ہاتھوں کا بھی تھا۔ وہ ذرا سنبھلی۔ اس طرف تو اس نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

''جی...... ریلیٹوز میں فنکشن تھا۔''

''تبھی آپ اتنے دن بعد نظر آرہی ہیں۔ کوئی اطلاع ہی نہ تھی۔'' عاصمہ کی دوست نجمہ نے کہا تو وہ مسکرادی۔

''آپ نے انا کو کہیں دیکھا ہے وہ آج کالج آئی ہے کیا؟'' اس نے بات پلٹنا چاہی۔

''ہاں آئی ہوئی تو ہے' آئی تھنک ہاسپٹل کی طرف اپنے گروپ کے ساتھ گئی ہوئی ہے۔ آج کل گروپس کی شکل میں اسٹوڈنٹس کے وہاں چکر لگتے رہتے ہیں۔ فورتھ ایئر کی کلاسز آج کل ادھر ہی ہو رہی ہیں۔'' شہوار نے سر ہلادیا۔

''ہم ہاسپٹل ہی جارہی ہیں۔ اگر آپ ادھر چل رہی ہیں تو ہمارے ساتھ چلیں۔'' عاصمہ نے آفر کی۔

''نہیں...... ابھی میرا ادھر جانے کا قطعی موڈ نہیں ہو رہا...... اگر انا نظر آئے تو اسے لیب میں بھیج دیجیے گا میں ادھر ہی جارہی ہوں۔ سر اشفاق اور دیگر ڈاکٹرز سے ملنا ہے۔ اتنی دیر میں وہ بھی آجاتی ہے۔''

''اوکے۔'' وہ لوگ چلی گئیں تو وہ سر اشفاق کے آفس میں چلی آئی ان کے پاس تھوڑی دیر رک کر اسٹڈی سے متعلق بات چیت کے بعد چند اور اساتذہ سے سلام دعا کی اور لیب میں چلی آئی۔ انا وہاں موجود تھی اور اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا تو انا نے اٹھ کر گلے لگالیا۔

''وعلیکم السلام! تم سے ملنے بات کرنے کو دل تو نہیں چاہ رہا مگر کیا کروں کہ تم دوست نہ ہوتی تو کبھی کلام نہ کرتی۔'' وہ خاصی خفا تھی اور اس کی خفگی اس کے چہرے سے صاف واضح تھی۔ شہوار نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''ایم سوری یار! مجھے اندازہ تھا کہ تم میری طرف سے پریشان ہوگی مگر میرے پاس تمہارا کنٹیکٹ نمبر نہیں تھا اور جو تھا وہ سم میں تھا اور موبائل ابھی تک میں نے آن نہیں کیا۔'' لیب میں چند ایک گرلز کے علاوہ اور کوئی نہ تھا وہ انا کو لے کر ایک طرف آبیٹھی۔

''میری انگلیاں ٹوٹ گئی ہیں تمہارا نمبر ملاتے ملاتے مگر ہر بار بند ملتا۔ آج میرا ارادہ واپسی پر تمہارے ہاں چکر لگانے کا تھا۔ تم سناؤ حویلی سے کب لوٹی؟''

''میں ابھی لوٹی ہوں اور پھر سیدھی ادھر آگئی...... اور تم ٹھیک ہو۔ یہ تمہارے چہرے کو کیا ہوا ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟'' انا کا سرخ مضمحل ستا ہوا چہرہ سوجے پپوٹے اب وہ غور سے دیکھ پائی تھی تو فوراً پریشان ہوئی۔

''ہاں میری طبیعت ٹھیک ہے۔'' انا یکدم سنبھلی تھی مسکرا کر کہا تو شہوار نے بغور دیکھا۔

''مگر مجھے نہیں لگ رہی۔'' اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

''کیا بات ہے انا...... تمہاری آنکھیں اتنی ریڈ ہو رہی ہیں تم روتی رہی ہو کیا؟''

''نہیں یار! بس آئیز انفیکشن ہو رہا ہے۔'' انا نے مسکرا کر کہا تو شہوار کچھ پل مشکوک نظروں سے اسے گھورتی رہی۔

''اب ایسے تو مت گھورو...... سچ کہہ رہی ہوں خود چیک کرلو۔'' انا نے ہنس کر کہا تو شہوار نے محض سر ہلادیا۔

''چیک کیے بغیر ہی تشخیص ہو رہی ہے کہ تم رات بھر روتی رہی ہو...... ہاں وجہ نہیں بتانا چاہتی تو اور بات ہے مگر میری تشخیص کو مت جھٹلاؤ......'' شہوار کے الفاظ پر انا نے ایک گہرا سانس لیا...... پھر سنبھل کر شہوار کو دیکھا۔

''تم سناؤ آنٹی کیسی ہیں؟ اور تم اتنے دنوں بعد کیوں لوٹی۔'' اس نے بات پلیٹ دی تھی۔

''ٹھیک ہیں...... بس ابھی واپس آنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا تو وہاں رکی ہوئی تھی اور بڑی بری بات ہے کہ تم مجھے ٹال رہی ہو۔ میں ایسا کرتی تو تم اگلوا کر دم لیتی۔ مگر اب خود کی بار کچھ بھی بتانے سے گریزاں ہو......'' شہوار کا انداز ناراضی

لیے ہوئے تھا۔
''تمہارا وہم ہے ایسا کچھ نہیں ہوا۔ بس شادی کے سلسلے میں رات گئے جاگتی رہی ہوں تو تمہیں فیل ہو رہا ہے کہ آنکھیں سرخ ہیں۔'' انا نے ہنس کر کہا۔
''سرخ آنکھوں کے بارے میں تمہاری منطق قبول کرلیتی ہوں مگر اس ستے ہوئے ڈل چہرے کے بارے میں کیا بہانہ بناؤ گی؟'' شہوار کا انداز اتنی جلدی جان چھوڑنے والا نہ تھا' انا نے گہرا سانس لیا۔
''اف...... تم تو بال کی کھال نکال رہی ہو۔ تم سناؤ کیسے گزرے یہ دن۔ تمہیں اندازہ ہے کہ تمہارے رابطہ نہ کرنے پر میں کس قدر پریشان رہی ہوں...... کئی بار سوچا کہ ولید سے مصطفیٰ بھائی کا نمبر لے کر تم سے رابطہ کرتی ہوں' مجھے تو یہ تک علم نہ تھا کہ تم حویلی میں ہی ہو یا واپس آچکی ہو۔'' انا نے بڑے خوبصورت انداز میں بات پلٹنا چاہی تھی شہوار اسے گھورتی رہی تو وہ کھل کر ہنس دی۔
''اگر میں کہوں کہ تمہارے فراق میں یہ آنکھیں سوجی ہوئی ہیں تو تم کہاں یقین کرو گی۔ مگر یہ سچ ہے کہ میں تمہاری غیر حاضری اور عدم دستیابی کو لے کر سخت ٹینشن میں رہی ہوں اور تم خود کتنی بدتمیز ال مینرڈ اور بے مروت ہو کہ ایک بار بھی خود سے رابطہ نہ کیا اور یہ موبائل کا اصل قصہ کیا ہے یہ بھی لگے ہاتھوں بتادو مجھے۔''
''بس پہلے والا موبائل ٹوٹ گیا تھا اور تمام نمبر اسی سم میں تھے۔''
''وہ تو تم پہلے بھی بتا چکی ہو عائشہ نے ذکر کیا تھا کہ تمہارا موبائل ٹوٹ گیا تھا' وہ نیا موبائل بھی لے کر گئی تھیں حویلی مگر تمہارا نمبر پھر بھی آف ہی ملا؟''
''بس اس ساری سچویشن کو لے کر ہی خاصی ڈسٹرب ہو چکی تھی' ایسے میں نئے موبائل کو یوز کرنے کو دل ہی نہیں چاہا تھا۔ انا میں اس سارے سیٹ اپ کو لے کر بہت پریشان ہوں۔ کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ کیا کروں اور جو کر رہی ہوں وہ درست بھی ہے یا نہیں؟'' وہ انا کی ذات سے ہٹ کر خود خاصی افسردہ ہو گئی تھی۔ انا نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھاما۔
''اب تو جو ہونا تھا ہو چکا...... تم جتنا بھی انکار کرو گی اب اپنے لیے پرابلمز ہی کری ایٹ کرنے والی بات ہو گی۔ مصطفیٰ بھائی کو کافی عرصے سے میں جانتی ہوں' روشی بھی ان کی بہت تعریفیں کرتی ہے اور سچ کہوں مجھے بھی اب ایسا لگتا ہے کہ موجودہ جو حالات تمہاری زندگی میں چل رہے ہیں ایسے میں تمہاری ذات کو مصطفیٰ شاہ زیب علی جیسے مضبوط جیون ساتھی کی ہی ضرورت تھی۔ وہ ایک پاور فل پرسنالٹی ہی نہیں رکھتے بلکہ وہ مضبوط کردار و اعصاب کے بھی مالک ہیں' وہ تمہیں کبھی تنہا نہیں ہونے دیں گے۔'' انا نے بہت محبت و خلوص سے کہا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔
''میں یہ سب مانتی ہوں مگر میرا ذہن قبول نہیں کر پارہا...... مصطفیٰ جیسے انسان کے لیے اسی جیسی لڑکی ہونی چاہیے تھی اس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہوئی ہے انا اگر زندگی میں کبھی میری اصل حقیقت سامنے آگئی تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ شخص تب بھی یہ رشتہ نبھائے گا۔'' شہوار پریشان تھی سو دل کی بات کہہ ڈالی۔
''میں مصطفیٰ بھائی کو جتنا بھی جانتی ہوں اس سے یہی اندازہ لگا پائی ہوں کہ وہ کمٹمنٹ نبھانے والے انسان ہیں...... ایک عرصہ انہوں نے ماموں لوگوں کے ساتھ وہاں باہر گزارا ہے۔ ولید اور روشا نے دونوں اس کے ساتھ اس قدر زندگی تعلق رکھتے تھے کہ کبھی باہر سے دیکھنے والا انسان اندازہ ہی نہیں لگا سکتا تھا کہ ان لوگوں میں کوئی خونی رشتہ نہیں ہے۔ روشا نے کو حقیقی بہن جیسی عزت دی ہے مصطفیٰ بھائی نے۔ یہ تو محض دنیا داری کے رشتے ناطے ہیں مگر تمہارا اور مصطفیٰ بھائی کا تو شرعی اور مضبوط رشتہ ہے یہ اتنی جلدی ختم ہونے والا یا ٹوٹنے والا نہیں ہے...... تمہیں چاہیے کہ اب خود کو قائل کرو۔ اب جو بھی ہے حالات کو فیس کرو۔'' انا نے دھیمے اور سلجھے ہوئے لہجے میں سمجھایا تو شہوار سر ہلا گئی۔

''تمہاری سب باتیں برحق ہیں...... اس رشتے میں بہت سی گنجائش ہے یہ شرعی اور جذباتی تعلق ہے مگر میں نے اپنی ہم کے زندگی گزاری ہے کہ کبھی ان آنکھوں نے وہ خواب نہ دیکھا جو میری حیثیت اور میری اوقات سے بڑھ کر تھا۔ میڈیکل کی تعلیم میرا خواب تھا مگر امی نے انکل سے بات کی اور انہوں نے زور دیا کہ میں میڈیکل پڑھوں۔ میری تعلیم اور زندگی کے تمام اخراجات ان لوگوں نے پورے کیے...... مصطفیٰ کہتا ہے کہ میں احساس کمتری کا شکار ہوں مگر میں اپنے دل و دماغ کا کیا کروں جس میں یہ بات اول روز سے فٹ ہو چکی تھی کہ میرا ان لوگوں سے کوئی نسبی اور خونی تعلق نہیں' یہ لوگ اگر مجھ پر اس قدر مہربان ہیں تو یہ ان کا احسان ہے۔ میرے کہے بغیر ان لوگوں نے ہر خواہش پوری کی ہر ضرورت مہیا کی ایسے میں احسان مندی کا تقاضا تھا نا کہ میں ہمیشہ ان لوگوں کے سامنے سر جھکا کر رہتی اور میں نے ایسا ہی کیا۔ آج یہ لوگ مجھے اس برسوں کے قائم شدہ احساس سے باہر نکال کر ایک نئی حیثیت دے چکے ہیں تو تم اندازہ لگا سکتی ہو کہ برسوں سے طے شدہ اس ذہنی کیفیت کا کیا عالم رہا ہوگا؟ میرے لیے اس سب کو قبول کرنا بہت مشکل ہے...... بہت مشکل۔''
''ناممکن تو نہیں نا......'' انا نے کہا تو وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔
''اگر میں خوابوں میں رہنے والی لڑکی ہوتی تو اس حیثیت کے ملنے پر فوراً آپے سے باہر ہو جاتی' خوشیاں مناتی مگر اب ایسا ہی لگتا ہے کہ یہ سب ناممکن ہے...... یار بس بہت پریشان ہوں۔ اس نئے تعلق کو لے کر اس سے پہلے بھی اور اب بھی گزرے چند دنوں میں مصطفیٰ شاہ زیب کے سامنے اس قدر واشگاف الفاظ میں انکار کر چکی ہوں کہ اب ''ناممکن'' کا ''ممکن'' ہونا ممکن نہیں رہا...... تمہیں اگر سچ بتاؤں تو میں اب واپس آنا ہی نہیں چاہتی تھی...... میں امی سے صاف الفاظ میں کہہ چکی تھی کہ اب میں مزید نہیں پڑھ پاؤں گی۔ میں میڈیکل تعلیم چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی تھی مگر انکل کے آگے میری ایک نہ چلی اور مجھے واپس آنا پڑا۔ ایسے میں تم اندازہ لگالو کہ اگر مصطفیٰ شاہ زیب علی سے کبھی براہ راست سامنا ہو جائے تو میری کیا حالت ہو؟'' وہ اس قدر بے بس تھی کہ اپنی تمام فیلنگز انا سے کہتی چلی گئی اور انا اس کے الفاظ پر اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔
''اوہ...... تم اپنی تعلیم چھوڑ رہی تھیں؟'' انا حیران تھی۔
''میری ذہنی حالت اس وقت اس مقام پر ہے کہ مجھے یہی مناسب لگا مگر انکل کے آگے میری ایک نہ چل سکی اور مجھے دوبارہ آج اس کالج میں آنا پڑا۔'' شہوار بے بس تھی۔
''دماغ خراب ہے تمہارا...... خبردار تم نے میڈیکل چھوڑنے کا سوچا بھی تو...... اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کرو...... اور ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچو مصطفیٰ بھائی اتنے برے بھی نہیں ہیں کہ تم یوں ری ایکٹ کرو۔'' انا برہم ہوئی۔
''میں مصطفیٰ شاہ زیب علی کو برا کب کہہ رہی ہوں...... میں نے تو ہمیشہ یہی کہا کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ اب بھلا ایک بے نام و نشان لڑکی اور مصطفیٰ جیسے اعلیٰ حسب نسب والے انسان کا آپس میں کیا جوڑ؟'' شہوار کے الفاظ پر انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
''شہوار پلیز اپنی سوچ میں کچھ گنجائش پیدا کرو...... اب تو یہ تعلق بن گیا ہے تمہارا...... اس قسم کے رویے سے اب اس میں مسائل پیدا ہو سکتے ہیں اور کچھ نہیں...... بی نارمل یار!'' شہوار نے انا کو دیکھا اور محض سر ہلا دیا۔
اس کا انداز بڑا پژمردہ تھا۔ انا کو ایک دم اس کی ذات کے اندر ہوتی مسلسل توڑ پھوڑ کا اندازہ ہوا تو مسکرا کر اسے کندھے سے تھام کر ساتھ لگالیا۔

"پریشان نہیں ہوتے...... انشاء اللہ سب بہتر ہو جائے گا...... ابھی نیا نیا تعلق ہے نا تو تمہیں فیل بھی ہو رہا ہے جیسے جیسے وقت گزرے گا تم سیٹل ہو جاؤ گی۔ گلٹی کانشس ہونے کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ اگر تم اسی طرح بی ہیو کرو گی تو مصطفیٰ کیا ہر کوئی یہی کہے گا کہ تم احساس کمتری کا شکار ہو چکی ہو۔"

"مگر میں اپنی فیلنگز کا کیا کروں جو کسی بھی طور پر میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ میں جتنا بھی چاہوں کہ مصطفیٰ کے ساتھ تلخ کلامی نہ ہو مگر جب سامنا ہوتا ہے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو جاتی ہے۔ آج بھی تو ایسا ہی ہوا ہے۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ اگر یہ سب نارمل نہ ہوا تو ضرور میرے دماغ کی کوئی شریان پھٹ جائے گی...... ہم ڈاکٹر کتنی جلدی دوسروں کو خوش رہنے کا مشورہ دیتے ہیں مگر جب ہم پر خود بیتتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ خوشی کسے کہتے ہیں۔" انا نے بس اس کا ہاتھ دبا کر اسے اپنے ساتھ ہونے کا احساس دلایا تو شہوار چپ ہو گئی اور گم صم انداز میں فائل پر انگلیاں پھیرنے لگی۔

"تم بھی کیا کہتی ہو گی کہ یہ شہوار بھی کیا سائیکی کیس بنتی جا رہی ہے۔ اچھی بھلی زندگی کو مسائل کا گھر بنا بیٹھی ہے۔ مگر انا مجھے بہت خوف آتا ہے...... لوگوں سے ان کے رویوں سے...... عادلہ بھابی اور ان کا بھائی' ان دونوں نے میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے سچ کہوں تو مجھے لگتا ہے میرا اپنی ذات سے بھی اعتبار اٹھ چکا ہے۔ میری تو صرف ایک خواہش تھی کہ تعلیم حاصل کروں گی اور پھر امی کو لے کر اپنے اصل کی تلاش میں نکلوں گی یہ پڑاؤ تو رستے میں کہیں بھی نہ تھا۔ اور اس سارے قصے میں جو احساس ہر جذبے پر غالب آ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ میں اب پہلے کی طرح کسی کے بھی سامنے سر اٹھا کر نہیں جی پاؤں گی۔" شہوار کے لہجے میں ایک دم آزردگی گھل گئی تو انا محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"تم ایسا کیوں سوچتی ہو؟ مت سوچو نا ایسا...... یہ بھی تو سوچو کہ یہ تقدیر کا لکھا اٹل فیصلہ تھا۔ یہ لوگ تمہیں اتنی محبت سے اپنا رہے ہیں اس بات کو بھی تو دیکھو۔ مصطفیٰ بھائی میں کوئی کمی نہیں...... ہر لحاظ سے آئیڈیل انسان ہیں اور تم بھی کسی سے کم نہیں۔ تم حویلی میں پلی بڑھی' یہ تمہارا نصیب تھا۔ اب اپنے نصیب سے کوئی کتنا بھی لڑ لے بدل تو نہیں سکتا' ہاں سنوار سکتا ہے' مصطفیٰ بھائی کا ساتھ بھی تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر قبول کر لو۔ جو ہونا تھا ہو چکا...... اب تم اپنے عمل سے حالات کو بہتر بنانے کی تگ و دو کرو۔" انا نے سمجھایا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"کوشش کرنے اور عمل میں بہت فرق ہوتا ہے...... لیکن میں پھر بھی کوشش کروں گی۔"

"مگر کوشش تو بہر حال کرنی چاہیے نا۔" انا نے کہا تو وہ چپ رہی اور انا کو احساس ہوا کہ اب موضوع بدل دینا چاہیے۔

"اچھا چھوڑو...... تمہیں بتاؤں آج کل ہمارے گھر میں شادی کی تیاریاں فائنل مراحل میں ہیں' ماما نے رات کہا تھا کہ آج میں ڈھولک رکھ لوں...... تم آؤ گی......؟" انا نے بات بدل دی تو شہوار نے گہرا سانس لیا۔

"پتا نہیں...... ہاں شادی میں ضرور آؤں گی......" شہوار نے کہا تو انا اس کا دھیان بٹانے کے لیے شادی کی تیاریوں کے متعلق تفصیلی انداز میں بات کرنے لگ گئی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

صرف اشک و تبسم میں الجھے رہے
ہم نے دیکھا نہیں زندگی کی طرف
رات ڈھلتے جب اُن کا خیال آ گیا
ٹکٹکی بندھ گئی چاندنی کی طرف

"بی جی...... بی جی...... بی جی...... مائی سویٹ بی جی! پلیز اب ریموٹ دے دو ناں پلیز بی جی۔" کشش عالمگیر تیزی سے سیڑھیاں اترتی فریحہ سکندر حیات کے پاس آ کھڑی ہوئی جو اس وقت "بی فور یو میوزک" پر آواز دے کہاں ہے نہایت انہماک سے ملاحظہ فرما رہی تھی۔ کشش کے خوشامدانہ انداز پر بھی وہ نہ چونکیں لیکن سٹنگ روم کی ڈسٹنگ کرتی آنسہ نے خشمگیں نظروں سے پہلے کشش اور پھر فریحہ سکندر حیات کو دیکھا جو پرانے ہندی گانوں سے یوں محظوظ ہو رہی تھیں جیسے نہ نجانے کون سی روحانی راحت میسر آ رہی ہے۔

"یک نہ شد دو شد...... کشش کیا کم تھی جو یہ بھی آ گئی میرا خون جلانے کو۔" آنسہ عالمگیر بڑبڑائی۔

"بی جی پلیز ریموٹ دیں ناں آج تو سرس نے اقرار کرنا ہے کہ وہ بھی کو مند سے پیار کرتا ہے۔ مجھے دیکھنے دیں ناں، یہ تو وہی پرانے گانے ہیں ناں کتنی بار آپ سن چکی ہیں۔" کشش ریموٹ کی تلاش میں نظریں دوڑا رہی تھی جو فریحہ سکندر حیات نے اپنی گود میں چھپا رکھا تھا۔

"ہاں سن چکی ہوں لیکن پرانے گانے جتنی بار بھی سنو من بھرتا ہی نہیں ان سے۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا نظریں اسکرین پر جمائے بولیں۔

"بی جی ابھی مجھے ریموٹ دو نہیں تو میں ٹی وی آف کر دوں گی، ان گانوں میں کیا خاص ہے۔ سوائے رونے دھونے کے۔" وہ ان کے اور ٹی وی کے درمیان آ کھڑی ہوئی۔

"صرف رونا دھونا ہی نہیں ایک معیار ہے، حیا ہے اور اوچھا پن نہیں جیسے آج کل کے گانوں میں دکھایا جاتا ہے۔" فریحہ سکندر صوفے کے دوسرے کونے کی طرف ہو کر ٹی وی پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولیں۔

"مائی سویٹ بی جی! یہ کلرز نے ناں سارا بھانڈا پھوڑا ہے ورنہ جو کچھ آج ہے ناں تب بھی ہوا کرتا تھا۔" کشش کی نظر جونہی ریموٹ پر پڑی لپک کر اچک لیا اور ہنستے ہوئے فریحہ سکندر کا دل جلایا۔

"کشش ابھی نہ چینج کرنا بس یہ گانا ختم ہونے دو اور فرق صاف ظاہر ہے تب میں اور آج میں۔ آج کل تو نہ کوئی اسٹوری نہ کوئی معیار سوائے اچھل کود کے اور کیا ہے؟"

"بی جی آپ نے مغلِ اعظم دیکھی ہے ناں؟" کشش نے ابرو اچکا کر ان کو دیکھا۔

"ہاں دیکھی ہے، کیوں؟" فریحہ سکندر نے حیرت سے اسے کو دیکھا۔

"بلیک اینڈ وائٹ! کتنی اچھی ہے ناں؟" کشش کی آنکھوں میں جھانکتی شرارت نے فریحہ کو چونکا دیا۔

"ہاں۔"

"اور جو کلرفل ہے وہ دیکھی؟" اس میں بھی جو خیا ہے ناں نظر آ جاتی ہے۔" کشش چینل چینج کرتے ہوئے تمسخرانہ لہجے میں بولی۔

"ہیں کیا مطلب؟" فریحہ سکندر اس کے چینل چینج کرنے پر بدمزہ ہو کر بولی۔

"مطلب یہ مان لیں کہ اس وقت بھی یہی کچھ تھا بس رنگ نہیں تھے اس لیے آپ لوگوں کو نظر نہیں آتا تھا لیکن مغلِ اعظم کو کلرڈ میں دوبارہ ریلیز کیا تو ان کا بھی بھانڈا پھوٹ گیا۔" کشش قہقہہ لگاتے ہوئے ان کو بتا رہی تھی۔

"کشش...... یہ کیا بدتمیزی ہے؟ اس طرح بات کی جاتی ہے دادی سے؟" آنسہ جو کافی دیر سے اس کا لوفرانہ انداز نوٹ کر رہی تھی بلآخر بول پڑی۔

"اور خالہ آپ بجائے نماز روزہ کے اس کو یہ سکھا رہی ہیں؟ جب بلال نے کہا کہ وہ آپ کو یہاں بلانا چاہ رہے ہیں تو میں بہت خوش ہوئی تھی کہ گھر میں ایک بزرگ کا ہونا ضروری ہے آپ کی موجودگی میں یہ کچھ اچھا سیکھے گی لیکن آپ تو اس سے بھی زیادہ بالی وڈ کی شیدائی نکلیں۔" آنسہ، فریحہ سکندر کے پاس بیٹھتے ہوئے انتہائی تاسف، بے زاری اور مایوسی سے بولی۔

"ارے آنسہ! بچوں کی ایکٹیوٹیز میں ان کا ساتھ دینا چاہیے نہ کہ ان پر پابندی لگا دی جائے، سیکھ جائے گی سب کچھ فکر نہ کرو۔" فریحہ سکندر مدھم مسکراہٹ کے ساتھ نرم لہجے میں اس کو سمجھنے لگیں۔

"کیسے فکر نہ کروں خالہ! نجانے کہاں سے اس کو اس منحوس اسٹار پلس کی لت لگ گئی مجال ہے جو کوئی ڈرامہ چھوڑتی ہو نہ کھانے کا ہوش نہ گھر کی صفائی ستھرائی کا اور ہر وقت کبھی سرس، کبھی ویرا، کبھی کون تو کبھی کون...... حد ہوتی ہے ناں ہر چیز کی۔" آنسہ کی فکر بجا تھی لیکن یہاں کوئی سمجھنے کو تیار ہی نا تھا۔

"دیکھو بیٹا جب سر پر پڑتی ہے ناں تو خود بخود آ جاتا ہے سب کچھ۔" فریحہ سکندر آنسہ کی پریشانی سمجھ رہی تھیں لیکن ان کا طریقہ کار الگ طرح کا تھا۔

"خالہ سر پر ہی تو نہیں پڑتی ناں اس کے ورنہ ایسی عادتیں نہ بگڑی ہوتیں۔" آنسہ خاصے تپے ہوئے انداز میں بولی۔

"بلال کیا کم تھے اس کی طرف داری کے لیے جو آپ بھی......" آنسہ نہایت بددلی سے فریحہ سکندر کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"تو تم میرے یہاں آنے سے خوش نہیں ہو؟" فریحہ سکندر آنسہ کے انداز پر آزردہ لہجے میں بولی۔

"نہیں خالہ! ایسی بات نہیں، مجھے بھلا کیا پرابلم ہے لیکن میں کشش کی وجہ سے پریشان ہو جاتی ہوں۔ آپ بھی تو اس کو نہیں ٹوکتی الٹا اس کو ہی شہ دیتی ہیں۔ لڑکی ہے کل کلاں کو کسی مشکل میں پڑ گئی تو......" آنسہ حقیقتاً فکر مند تھی۔

"نہیں بیٹا! فکر نہ کرو، ماشاء اللہ سمجھ دار ہے جب ذمہ داری پڑے گی تو کر لے گی اور عمر کے ساتھ ساتھ یہ عادتیں بھی چھوٹ جاتی ہیں۔" فریحہ سکندر اس کو سمجھا رہی تھی۔

"ہاں...... آپ کی بھی تو چھوٹ گئی ناں۔" آنسہ ان کی طرف دیکھتی استہزائیہ انداز میں بولی تو فریحہ سکندر کے فلک شگاف قہقہے پر آنسہ ماتھے پر تیوریاں چڑھائے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پوتڑوں کے بگڑے کب سدھرتے ہیں خالہ! اللہ ہی ہے بس جو رحم کرے اور آپ کو اور میری بچی کو اس لعنت سے دور کرے۔" آنسہ فکر مندی سے گویا ہوئی اور سٹنگ روم سے باہر نکل گئی۔

❀......❀......❀

"نہیں کرنی، نہیں کرنی...... بالکل نہیں کرنی۔ مجھے اس لُلّو سے شادی بالکل نہیں کرنی۔"

"کیا ہوا ہے کیوں اتنا چلا رہی ہو؟" کشش کی تیز آواز پر فریحہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو آنسہ کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھ کر کچھ کچھ اندازہ تو ہو گیا کہ ضرور اب پھر کسی بات پر کشش کو لیکچر دیا جا رہا ہے لیکن معاملے کی نوعیت سے وہ ناواقف تھیں۔

"بی جی! یار پلیز مدد کریں۔" فریحہ کو دیکھتے ہی کشش ان کی طرف بڑھی تو آنسہ اس کے انداز پر ماتھے پر ہاتھ رکھے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"ہائے اللہ اس لڑکی کو کب تمیز آئے گی؟" آنسہ نے

سراٹھا کر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے دہائی دی۔

"اب میں نے کیا کیا؟" کشش نے پلٹ کر آنسہ کو دیکھا اور معصومیت سے گویا ہوئی۔

"فریحہ! خالہ دگنی چوگنی بڑی ہیں تم سے پھر یہ لوفروں والا انداز دیکھنے والا تو ماں پر لعنت بھیجے گا ناں کہ اکلوتی اولاد کو بگاڑ کر رکھا ہوا ہے اتنی بھی تمیز نہیں سکھائی کہ بڑوں سے عزت سے بات کر سکے۔" آنسہ انتہائی افسوس اور رنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور خالہ آپ! اتنا نہیں اس کو سمجھا سکتی کہ آپ کو اس طرح کے القاب سے نہ بلایا کرے؟" کشش کی بے پروا اور لاابالی طبیعت نے آنسہ کو پہلے ہی ناکوں چنے چبوا رکھے تھے اس پر فریحہ سکندر کی آمد نے ان کو مزید بوکھلا دیا۔

"دیکھو آنسہ! ہر وقت کی روک ٹوک اچھی بات نہیں ہوتی یہ برا اثر ڈالتی ہے۔" فریحہ آنسہ کے پاس آتے ہوئے رسانیت سے بولی۔

"خالہ میں اس کے بھلے کے لیے ہی تو کہتی ہوں ناں میں کون سا اس کی دشمن ہوں اور اس کا برا چاہوں گی۔" آنسہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بے زاریت سے بولی۔

"بی جی! مما کو تو میرا ہر کام ہی برا لگتا ہے کبھی تعریف نہیں کی۔ آپ ہی بتاؤ بی جی! میں اکیلی ہوں نہ کوئی بات کرنے والا نہ کوئی اور ایکٹیویٹی۔ تو کیا ٹی وی بھی نہ دیکھوں؟" کشش کی بات بھی اپنی جگہ صحیح تھی لیکن غلط آنسہ بھی نہیں تھی۔

"دیکھو...... ضرور دیکھو ٹی وی پر کوئی پابندی نہیں لیکن ایک حد ہوتی ہے ناں اور دیکھ کر کوئی اچھی بات تو سیکھی نہیں یہ خناس پتا نہیں کیسے اپنایا۔" آنسہ آج صحیح معنوں میں تپی ہوئی تھی۔ ان کا اشارہ کشش کے بے باک انداز پر تھا۔

"کیوں کیا ہوا اب؟" فریحہ نے مداخلت کرنا ضروری سمجھا' کشش کو چپ رہنے کا اشارہ کیا اور آنسہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہونا کیا ہے خالہ! سعید بھائی نے رشتے کی بات کی ہے وہ صفی اور کشش کی شادی کے خواہش مند ہیں۔ بلال نے کہا ہے کہ کشش سے پوچھو لیکن اس مہارانی کے تو مزاج ہی نہیں ملتے۔ نام سنتے ہی یوں اچھل گئی جیسے خدانخواستہ ہم کوئی ظلم کرنے جارہے ہیں۔"

"بی جی! میں آرام سے بیٹھی ہوں کوئی نہیں اچھی و چھلی۔ بس اتنا ہی کہا ہے کہ مجھے صفی سے شادی نہیں کرنی۔" کشش منہ بسورتے ہوئے اپنی صفائی دینے لگی۔

"کیوں نہیں کرنی وجہ بھی تو پتا چلے ناں؟" آنسہ تیزی سے بولی۔

"آنسہ آرام سے تم جاؤ میں سنبھال لوں گی۔" فریحہ' آنسہ کو وہاں سے جانے کا کہنے لگی کیونکہ اس وقت وہ انتہائی غصے میں تھی اور کشش صرف لاڈ پیار کی زبان سمجھتی تھی لیکن آنسہ ماں تھی اور منٹوں میں کشش کی بری عادتیں ختم کر دینا چاہتی تھی۔ فریحہ سکندر' بلال کی خالہ تھی جو عمر میں بلال اور آنسہ کے تقریباً برابر ہی تھیں یوں رشتے میں وہ کشش کی دادی لگتی تھی لیکن دادی والا ایک کام بھی نہیں تھا ان کا' شوخ و شنگ' بالی وڈ کی شیدائی' نئی اور پرانی فلموں کی دیوانی ہر طرح کے موضوع پر بحث کرنے والی' برادری میں ینگ جنریشن میں خاصی مقبول تھی۔ ہر مسئلے کا حل ان کے پاس ہوتا تھا اور ینگ پارٹی ان کی کمپنی خوب دل کھول کر انجوائے کرتی تھی لیکن مزے کی بات یہ کہ فریحہ کی ان کوالٹیز کے بارے میں کم لوگ ہی واقف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بلال اور آنسہ نے جب دیکھا کہ کشش اسٹار پلس کے ڈراموں میں گھستی جارہی ہے تو انہوں نے فریحہ خالہ کو اپنے پاس بلانے کا فیصلہ کیا کہ وہ شاید اس کا رجحان مذہب کی طرف کر سکیں یوں تو بلال اور آنسہ نماز روزے کے پابند تھے کشش بھی ٹھیک تھی لیکن پھر بھی ایک بزرگ کا جو رعب اور دبدبا ہوتا ہے وہ کشش کو میسر نہیں تھا تو تھوڑی سی تگ و دو کے بعد فریحہ لندن آ گئی۔ ان کو آئے ہفتہ بھر ہی ہوا تھا اور کشش اس قدر اٹیچڈ ہو گئی کہ ہر بات شیئر کرنے لگی' ہنسی مذاق' کشش جو بھی ڈرامہ دیکھتی' فلم یا کوئی بھی پروگرام بلا جھجک کھلے ڈھلے انداز میں فریحہ سے ڈسکس کر لیتی یوں مہینے بھر میں ہی فریحہ کا پول آنسہ اور بلال کے سامنے بھی کھل گیا جس کو بلال نے تو کھلے دل سے قبول کیا لیکن آنسہ فریحہ کی ان عادتوں کی وجہ سے مزید چڑچڑی ہو گئی اور ہر وقت کشش کو ٹوکتی رہتی۔

"بی جی! یار یہ مما کو پتا نہیں کیا پرابلم ہے ہر وقت ہٹلر بنی رہتی ہیں۔" آنسہ کے جاتے ہی کشش اچھل کر بیڈ پر چڑھی اور فریحہ سے یوں مخاطب ہوئی جیسے وہ اس سے سال بھر چھوٹی ہوں' فریحہ نے خاموش نظروں سے اس کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟" فریحہ کی خاموشی پر کشش نے متعجب نظروں سے ان کی طرف دیکھ کر استفسار کیا۔

"کشش! آنسہ ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹا! تمہیں اپنے اندر تھوڑی سی سنجیدگی لانی چاہیے یوں ہر بات کو مذاق میں اڑا دینا اور چھچھورا پن ہماری ریپوٹیشن خراب کر کے ہماری صلاحیت کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔" فریحہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

"اونو بی جی! اب آپ بھی مما کی طرح...... اُف!" کشش نے سر پکڑ کر دہائی دی۔

"نہیں کشش چندا! میں تمہارے ساتھ ہوں میں بھی لائف کو انجوائے کرنے کے حق میں ہوں' بے جا روک ٹوک مجھے بھی پسند نہیں لیکن بیٹا! یہ بھی تو سوچو ناں آنسہ تمہارے برا کیوں چاہے گی؟ وہ ماں ہے اور ماں سے زیادہ اولاد کے لیے بہتری کوئی نہیں چاہ سکتا۔ تم اپنی روٹین چینج کرو' گھر کے کام سیکھو اور ساتھ ساتھ اپنی ایکٹیویٹیز بھی جاری رکھو۔" فریحہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے رسانیت سے بولی۔

"اُف! او کے باس اور کوئی حکم؟" کشش سرد آہ بھر کر اکتاہٹ سے بولی تو فریحہ خاموشی سے اس کو دیکھے گئی۔

"ویسے ہوا کیا ہے...... آج کیوں آنسہ غصے میں ہے؟" فریحہ نے سرسری انداز میں کشش سے پوچھا۔

"ہونا کیا ہے بی جی! میں نے بس اتنا ہی کہا کہ مجھے صفی سے شادی نہیں کرنی بس اس بات پر مما کو غصہ آ گیا پھر میں نے اتنا کہا کہ اگر غصہ ہی کرنا تھا تو مجھ سے کیوں پوچھا؟" کشش اسی ازلی لاابالی پن سے بولی تو فریحہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"لیکن کیوں؟ صفی تو ماشاء اللہ نہایت اچھا لڑکا ہے شوخ شریر سا' تمہاری نیچر کے ساتھ بالکل میچ کرتا ہے پھر کیا وجہ ہے؟" فریحہ لحہ بھر کو ٹھٹکی اور پھر ٹٹولنے کے سے انداز میں اس سے مخاطب ہوئی پل بھر میں ان کا دل دھڑک اٹھا تھا کہ کہیں کشش کیسی اور میں تو انٹرسٹڈ نہیں۔

"اُف او بی جی! اب پلیز آپ بھی وہی نہ سمجھنا جو مما نے سمجھ کر مجھ پر غصہ کیا۔" کشش منہ بسورتی ہوئی بولی تو فریحہ چونکی۔

"ارے نہیں...... نہیں میں نے تو کچھ بھی غلط نہیں سوچا میں تو بس یہ پوچھ رہی ہوں کہ صفی کو ریجیکٹ کرنے کی کیا وجہ ہے؟" فریحہ محتاط لہجے میں اس سے مخاطب تھیں۔

"نہیں بی بی! میں نے صفی کو ریجیکٹ نہیں کیا' میں نے صرف یہ کہا ہے کہ مجھے اس سے شادی نہیں کرنی۔ میں جانتی ہوں بی جی اس کی فطرت میری جیسی ہے لیکن بی جی میں تو خود اپنی فیورٹ نہیں ہوں اور لڑکے تو مجھے میری طرح کے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔" کشش اپنی دھن میں بولے جارہی تھی اور فریحہ اس کی طرف دیکھے جارہی تھیں۔

"تو تمہیں کیسے لڑکے پسند ہیں؟"

"مجھے یہ لٹو ٹائپ کے لڑکے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے جو ہر وقت لڑکیوں کے پیچھے گھومتے رہتے ہیں' ہر وقت پیار محبت کے راگ الاپتے رہتے ہیں۔ مجھے سیریس اور سوبر سے لڑکے متاثر کرتے ہیں بی جی!" کشش پرجوش انداز میں بول رہی تھی اور فریحہ ہونقوں کی طرح آنکھیں پھاڑے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"بی جی! مجھے ناں وہ سڑیل سے لڑکے اچھے لگتے ہیں جو کسی کو لفٹ نہیں کراتے' جن کی زبردستی شادی کرادی

جاتی ہے اور گھونگھٹ اٹھاتے ہی دلہن سے کہتے ہیں "تم صرف میری ماں کی پسند ہو میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں مجھ سے کوئی امید مت رکھنا یہ لو تمہارا گفٹ اور تم یہاں آرام سے رہو میں صوفہ پر سو جاتا ہوں۔" کہہ کر اٹھے اور واش روم کے دروازے کی آواز سے دلہن چونکے اور پھر آہستہ آہستہ لڑکی کی گھنیری زلف کا اسیر ہو چکے چپکے من ہی من میں اس سڑیل کو اپنی دلہن سے پیار ہو جائے اور پھر......"

"بس بس' حد ہو گئی آنسہ ٹھیک ہی فکر کر رہی ہے تمہاری اب تو مجھے بھی فکر ہو رہی ہے۔ نورانی یہ کس طرح کے خواب دیکھ رہی ہو زندگی کوئی اسٹار پلس کا ڈرامہ نہیں ہوتا جس میں اس طرح کے سین ہوں۔" فریحہ اس کو ٹوکتے ہوئے متفکرانہ انداز میں اس کی بات کاٹ کے بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"لیکن کیوں بی جی! ہماری لائف کو ہم ایک ڈرامہ کی طرح ہنسی خوشی کیوں نہیں گزار سکتے؟" کشش روہانسی لہجے میں بولی۔

"میری گڑیا! ڈرامے ہماری زندگی سے بنتے ہیں لیکن ہم اپنی زندگی کو ڈرامہ سمجھ کر نہیں گزار سکتے۔ ہماری زندگی میں ہمیں کوئی اسکرپٹ نہیں دیا جاتا جس کو یاد کر کے ہم اپنا رول نبھاتے ہیں' ہماری زندگی کو بھی ہم ہنسی خوشی گزار سکتے ہیں چند لیکن اس کے لیے ہمیں محنت کرنی ہوتی ہے اور اس کے بعد جو ہمیں خوشی ملتی ہے ناں وہ سچی خوشی ہوتی ہے۔ کوئی ڈرامہ نہیں ہوتا نہ ہی وہ جھوٹی خوشی ہوتی ہے۔" فریحہ اس کے بال سہلاتے ہوئے آہستگی سے بول رہی تھیں۔

"آہ بی جی! آپ بھی نہیں سمجھ رہی میری بات' میں یہ کہہ رہی ہوں کہ......" کشش نے فریحہ کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر نا سمجھی کے واضح تاثرات تھے۔

"اچھا رہنے دیں' کچھ نہیں۔" کشش بے زارگی سے بولی تو فریحہ نے اب خاموش رہنا ہی ضروری سمجھا۔ چند پل وہاں کھڑی رہی اور جب کشش کے موبائل پر میسج آنا شروع ہوئے تو وہ چونکی اور سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھنے لگی لیکن وہ سر جھکائے مدھم مسکان ہونٹوں پر سجائے اسی انداز میں بیٹھی رہی تو فریحہ نے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

"بی جی رکیں' اجیہ اور ندا آن لائن ہیں بیٹھیں آپ بھی گپ شپ لگائیں۔"

"ہائے بی جی! کیسی ہو سویٹ ہارٹ؟" اجیہ اور ندا کی شوخ شریر آواز پر فریحہ کشش کی طرف لپکی تو کشش نے موبائل ان کے سامنے کیا جہاں اجیہ اور ندا سر جوڑے بیٹھی نظر آ رہی تھیں۔

"ہائے کشش! تم نے ہماری بی جی کا کیا حال کر دیا ہے' کچھ کھانے کو نہیں دیتیں ان کو کیا؟" اجیہ کی شرارت بھری آواز پر وہ مسکرائی۔

"نہیں اجیہ! ایسی بات نہیں' بی جی ڈائٹ کر رہی ہیں نجانے کن چکروں میں ہیں۔" کشش داہنی آنکھ دبا کر بولی تو اجیہ اور ندا کی کھلکھلاہٹ پر فریحہ شپٹا گئی۔

"کس قدر بدتمیز ہو گئی ہو لڑکیو!" فریحہ کشش کے سر پر چپت رسید کرتے ہوئے مصنوعی غصے سے بولی۔

"بی جی! واپس کب آ رہی ہیں' ہم آپ کو بہت مس کر رہے ہیں۔" اجیہ منہ بسورتے ہوئے بولی اور ندا نے مصنوعی آنسو اپنی پور سے اڑایا تو فریحہ مسکرانے لگی۔

"تم لوگوں کا یہ یار' مائی لو' سویٹ ہارٹ مجھے بھی بدنام کر رہا ہے اب ذرا ہوش کے ناخن لو اور سدھر جاؤ تم لوگ۔" فریحہ ان کو ڈانٹنے لگی تو اجیہ اور ندا نے کشش کو دیکھا جو ازلی بے پروائی کا مظاہرہ کرتی دلکش مسکان کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"اچھا تم لوگ باتیں کرو میں جا رہی ہوں۔" کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد فریحہ وہاں سے اٹھ گئی لیکن نجانے کیوں آج ان کے دل پر اک بوجھ سا آ پڑا تھا۔ دھیمے' بھاری قدموں کے ساتھ وہ باہر کی جانب بڑھی اور کشش کے نظروں نے ان کا پیچھا کیا تھا' دوسرے لمحے سرد آہ بھر کر وہ پھر سے اجیہ اور ندا کی

طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

❀......❀......❀

"کیا بات ہے خالہ' کن سوچوں میں گم ہیں؟" صبح کا وقت تھا بلال آفس جانے کے لیے تیار ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کے منتظر تھے کہ ان کی نظر فریحہ پر پڑی جو دوسری چیئر پر بیٹھی بھاپ اڑاتی کافی کے مگ کو دونوں ہاتھوں میں دبائے سوچوں میں گم تھیں۔

"کچھ نہیں بس یونہی۔" وہ رنجیدگی سے بولی تو ہاتھ میں پکڑے ٹوسٹس کو پلیٹ میں رکھتے ہوئے آنسہ نے چونک کر ان کو دیکھا۔

"کیا بات ہے خالہ! طبیعت تو ٹھیک ہے ناں' آج آپ جلدی اٹھ گئیں اور بہت خاموش بھی ہیں۔" آنسہ ان کے پاس آتے ہوئے متفکرانہ لہجے میں بولی۔

"بولیں ناں خالہ! کیا بات ہے؟" آنسہ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بولی اور بلال بھی چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے نظریں ان پر گاڑھے ان کے اتنی صبح جاگ جانے کی وجہ کے منتظر تھے۔

"بیٹھو آنسہ!" فریحہ' آنسہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو ساتھ والی چیئر پر بٹھانے لگی تو آنسہ نے یک لخت بلال کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے خالہ! آپ خوش تو ہیں نا یہاں...... کوئی پریشانی ہے کیا؟" وہ مسلسل خاموش تھیں تو بلال نے پھر استفسار کیا۔

"دیکھو بلال! آنسہ تم دونوں میرے بچوں کی طرح ہو اس لیے میرا فرض بنتا ہے کہ تم لوگوں کو صحیح مشورہ دوں۔ میری عادت اور طرح کی ہے تم لوگ شاید نہیں جانتے تھے میں بچوں کے ساتھ بچی ہی بن کر ان کو ہینڈل کرتی ہوں اور یقین جانو میں نے کبھی کسی بچے کو غلط راستہ اپنانے کا مشورہ نہیں دیا نہ ہی کسی غلط اور غیر اخلاقی کام کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی ہے۔"

"خالہ آپ نے میری باتوں کو دل پر لے لیا ہے مجھے معاف کر دیں میرا مقصد آپ کا دل دکھانا نہیں تھا میں صرف کشش کی وجہ سے جب پریشان ہو جاتی ہوں تو اول فول بک جاتی ہوں۔" آنسہ ان کا ہاتھ پکڑے بے بسی سے بولی۔

"نہیں آنسہ! تمہاری کسی بات کو میں نے دل پر نہیں لیا' میں کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔" فریحہ تسلی آمیز اور دوستانہ لہجے میں بولتی آنسہ اور بلال کو دیکھنے لگی۔

"ہاں ہاں بولیں! کیا بات کرنی ہے آپ نے؟" آنسہ کے بجائے بلال نے فریحہ کو بلا جھجک اپنی مدعا بیان کرنے کے لیے کہا۔

"میرے خیال میں کشش کو پاکستان بھیج دو یہ اس کے لیے ٹھیک رہے گا۔ آنسہ کی فکریں بجا ہیں لیکن غلط کشش بھی نہیں ہے' وہ یہاں اکیلی ہے اس کی عمر کا کوئی نہیں یہاں جس سے وہ اپنی باتیں اپنی ایکٹیوٹیز شیئر کر سکے میں نے دیکھا ہے اجیہ اور ندا کے ساتھ اس کی کافی دوستی ہے اور یہ تم دونوں نے بہت اچھا کیا جو کشش کا پاکستان سے رابطہ بحال رکھا وہ ان لوگوں کے ساتھ انجوائے کرتی ہے تو میرے خیال میں کشش کا اب اس عمر میں پاکستان جانا بہتر ہے باقی تم لوگ اس کے ماں باپ ہو اس کے بارے میں بہتر سوچ سکتے ہو' بہتر فیصلہ کر سکتے ہو۔ مجھے جو ٹھیک لگا وہ میں نے کہہ دیا' ضروری نہیں کہ تم لوگوں کو بھی یہ ٹھیک لگے۔ اچھی طرح سوچ لو اگر تم لوگ یہ بھی سوچ رہے ہو کہ کشش کی شادی فیملی میں کرنی ہے تو کشش کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں کو جانے ان کے بیچ میں رہے اور ان سب کی عادتوں کو پہچانے۔" فریحہ' بلال اور آنسہ کی طرف دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں بول رہی تھی اور وہ دونوں ہی دل ہی دل میں ان کی بات کی تائید کر رہے تھے۔

"ہاں خالہ ہم نے بھی یہ سوچا تھا بس پھر بلال کے کام کی وجہ سے اس سوچ پر عمل نہ کر سکے اور آپ کو بلا لیا۔" آنسہ نظریں جھکائے بولی۔

"میں سمجھ سکتی ہوں لیکن ضروری نہیں کہ تم دونوں بھی جاؤ پہلے کشش کو بھیجو دیکھو کہ وہ وہاں کے ماحول میں

ایڈجسٹ کرسکتی ہے یا نہیں اگر وہ وہاں خوش ہو تو تم لوگ بھی آ جانا۔" فریحہ نے ایک اور مشورہ دیا تو آنسہ نے بلال کو دیکھا جو سوچوں میں گم بیٹھے تھے۔

"بلال! تمہارا کیا خیال ہے؟" فریحہ نے اسے گم صم بیٹھے دیکھا تو اس سے مخاطب ہوئیں۔

"ہاں خالہ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں' میرے خیال میں بھی کشش کا پاکستان جانا ہمارے اور خود کشش کے لیے بھی اچھا ہوگا۔ ٹھیک ہے خالہ جب آپ جائیں گی ناں تو کشش بھی آپ کے ساتھ پاکستان چلی جائے گی پھر کچھ عرصہ تک ہم بھی کوشش کریں گے کہ پاکستان جائیں۔" بلال نے پروگرام ترتیب دیا تو فریحہ کے چہرے پر پُرسکون مسکراہٹ ابھری جب کہ آنسہ خاموشی سے ان کو دیکھے گئی۔

"ٹھیک ہے آنسہ تم کشش سے بات کرلینا' میں ابھی نکل رہا ہوں جاب کے لیے لیٹ نہ ہوجاؤں۔" بلال نے چائے کا آخری سپ لیا اور اٹھ کھڑے ہوئے تو آنسہ بھی اٹھی کہ بلال کو دروازے تک چھوڑنا اس کا معمول تھا۔

"آنسہ ایسے ٹھیک ہے؟" آنسہ بلال کو چھوڑ کر واپس کچن میں آئی اور ٹیبل پر سے برتن اٹھا کر سینک میں رکھنے لگی تو اس کے گم صم انداز پر فریحہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

"ہاں خالہ! وہ تو ٹھیک ہے لیکن کشش کبھی اکیلی رہی نہیں اور پھر اتنی دور......!" آنسہ ممتا بھرے انداز میں فکر مندی سے بولی تو فریحہ کے ہونٹوں پر مدھم مسکان در آئی۔

"میں ساتھ ہوں گی' کشش میرے پاس رہے گی اور پھر وہاں سب اس کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے پھر بھی اگر تمہیں تسلی نہیں ہوتی تو تم بھی ساتھ چلی چلو۔" فریحہ آنسہ کی پریشانی سمجھ رہی تھیں اس لیے ان کو بھی ساتھ چلنے کا کہہ دیا۔

"نہیں خالہ میں کیسے جاسکتی ہوں' یہاں سو بکھیڑے ہیں اور پھر بلال کو دیکھا ہے ناں یہ تو خود چائے بھی نہیں بنا کر پیتے' ایسے میں' میں بھی چلی گئی تو یہاں سب کچھ بکھر جائے گا۔ ٹھیک ہے کشش کی بہتری کے لیے میں یہ سب کرنے کو تیار ہوں۔" آنسہ بھرائی آواز میں دل پر پتھر رکھ کر حامی بھرتے ہوئے بولی تو فریحہ کا دل جو کل رات سے انجانے بوجھ تلے دبا ہوا تھا یک دم ہی ہلکا پھلکا ہوگیا۔

❀......❀......❀

"میں ناراض ہوں تم لوگوں سے۔" اسکائپ کی ونڈو پر کشش کا نروٹھا چہرہ ابھرا تو اجیہ اور ندا مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

"کشش! ایک بات کہوں؟" اجیہ رازدارانہ لہجے میں بولی تو کشش نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

"اگر میں لڑکا ہوتی ناں تو یہ وہ لمحہ ہوتا جو مجھے تمہارا اسیر کرتا' بائی گاڈ سادگی میں بھی کیا حسن ہے۔" اجیہ شرارتی انداز میں دائیں آنکھ کا کونا دبا کر بولی تو ندا کے فلک شگاف قہقہہ پر کشش ٹپٹا کر خشمگیں نظروں سے ان دونوں کو گھورنے لگی۔

"تم لڑکا ہوتی تو کیا میں اس وقت تمہارے ساتھ گپیں لگا رہی ہوتی؟" کشش دانت پیستے ہوئے بولی۔

"کتنی لوفر ہو ناں تم دونوں' لڑکیاں ہو کر ایک معصوم لڑکی کو چھیڑتی ہو۔" کشش نے ان کو شرم دلانے کی کوشش کی۔

"ہاہاہاہا......" اجیہ اور ندا کی جلترنگ ہنسی میں کشش کا قہقہہ بھی شامل ہوا۔

"کشش ایک راز کی بات سنو۔" ندا اسکرین کے بالکل سامنے آکر بولی تو اجیہ بھی چونکی۔

"ندا کیا بتانے لگی ہو؟" اجیہ نے ندا کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔

"کشش کو بتانے لگی ہوں تو سن لو ناں تم بھی۔" ندا اس کو دیکھتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"نہیں' پہلے مجھے بتاؤ۔ یہ کون سی راز کی بات ہے جو میں نہیں جانتی' تم نے مجھے نہیں بتائی اور کشش کو بتا رہی ہو؟" اجیہ' ندا اور کشش کی رازدارانہ گفتگو سے عاجز تھی اور ندا اور کشش کی دوستی کبھی بھی اسے چڑا بھی دیتی تھی اس

کے خیال میں ندا کشش سے زیادہ باتیں شیئر کرتی تھی اس کو غلط فہمی تھی ندا اس کی نسبت کشش پر زیادہ اعتبار کرتی ہے جب کہ وہ اس کے ساتھ رہتے ہوئے بہت سی باتوں سے بے خبر ہوتی تھی لیکن یہ ندا کی دوستی کا نہیں اجیہ کی پھرتیلی طبیعت کا قصور تھا جو ہر وقت کبھی یہاں تو کبھی وہاں بھاگتی رہتی تھی پوری بات سنے بنا ہی "ابھی آئی" کہہ کر غائب ہوجاتی تھی اور پھر بعد میں گلے بھی کرتی تھی کہ اس کو لاعلم رکھا جارہا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کشش جتنی بے پروا نظر آتی تھی اتنی ہی دھیان والی تھی ہر بات کو پوری توجہ سے سنتی تھی اور ری ایکٹ بھی کرتی تھی اسی لیے ندا کو کشش سے بات کر کے جو لطف آتا تھا وہ اجیہ کے ساتھ رہنے کے باوجود اس سے بات کر کے نہیں آتا تھا اور یہی بات اجیہ کو ناگوار گزرتی تھی۔

"ایسا کرو پہلے تم لوگ لڑلو پھر مجھے بتا دینا میں کون سا کہیں بھاگی جارہی ہوں۔" اجیہ اور ندا کی بحث طویل ہوتی جارہی تھی تو خاموش بیٹھی کشش نے بالآخر ان کو ٹوک دیا۔

"تم ہی بتاؤ کس کی غلطی ہے؟" اجیہ' کشش کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"ندا کی غلطی ہے جس نے پہلے تمہیں نہیں بتایا لیکن اس لیے نہیں بتایا کہ یہ ہم دونوں کو ایک ساتھ بتانا چاہتی تھی۔" کشش نے اجیہ کو سرلیس ہوتے دیکھا تو بات کو سمیٹ لیا جس پر ندا کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"سنو گی اب بات کہ نہیں؟" اس سے پہلے کہ اجیہ' کشش کی بات پر غور کرتی ندا بول پڑی۔

"ہاں ہاں بتاؤ۔" کشش اور ندا پاس پاس ہوتی ہوئی بولیں۔

"میرسب بھائی اور عالیہ بھابی میں طلاق ہوگئی لیکن یہ ابھی صرف بڑوں کو پتا ہے۔"

"کیا......؟"

"ششش......چپ......چپ......اب تم کیا ساری دنیا کو بتاؤ گی۔" کشش نے اتنا اونچا "کیا" کہا کہ وہ دونوں چونک گئیں۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" ندا تاسف آمیز لہجے میں اس کی طرف دیکھتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

"میں نے تو ابھی تک ان کی شادی کے فوٹوز بھی نہیں دیکھے۔" کشش کے اپنے ہی ایشوز تھے۔

"تمہیں یہ افسوس نہیں ہوا کہ ان کی علیحدگی ہوگئی؟" اجیہ نے حیرت سے کشش کی طرف دیکھا۔

"نن......نہیں ایسی بات نہیں' میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ میں نے ابھی تک فوٹوز بھی نہیں دیکھے اور ان میں علیحدگی بھی ہوگئی۔" کشش منہ بسورتے ہوئے بولی تو ندا اور اجیہ اس کے ایکسکیوز پر مسکرانے لگیں۔

"لیکن یار ہوا کیا تھا؟ عالیہ بھابی تو اتنی نائس لگ رہی تھیں میری ایک دو بار ہی بات ہوئی۔" کشش ان دونوں سے مخاطب تھی۔

"یہ نہیں پتا' میرے خیال میں عالیہ بھابی نے کہا کہ وہ علیحدہ گھر میں رہنا چاہتی ہیں اور میرسب بھائی کو یہ منظور نہیں تھا' اصلی بات کا تو پتا نہیں لیکن بظاہر یہی ایشو تھا۔" ندا مدھم آواز میں اجیہ اور کشش کو بتا رہی تھی۔

"یہ تو بہت برا ہوا ناں یار!" اجیہ کو صحیح معنوں میں فیملی کی پہلی طلاق کا افسوس ہورہا تھا۔

"میرسب بھائی پریشان ہیں کیا؟" کشش کی آنکھوں کے سامنے ہینڈسم اور ڈیسنٹ سے میرسب کا عکس لہرایا۔

"پتا نہیں' میں نے تو کل سے ان کو دیکھا ہی نہیں۔" ندا شانے اچکاتے ہوئے بولی۔

"اچھا اس سے پہلے کہ یہ بات آؤٹ ہوجائے مجھے فوٹوز تو دکھا دو۔" کشش التجائیہ لہجے میں بولی تو اجیہ اور ندا اس کو گھور کر رہ گئیں۔

"ایسے نہیں گھورو پلیز...... دکھا دو ناں میں بھی تو دیکھوں کہ تم دونوں شادی پر کیسی لگ رہی تھیں۔" کشش منت بھرے لہجے میں بولی۔

"کیا مطلب تم دونوں کیسی لگ رہی تھیں؟ تمہیں کیا

ہماری خوب صورتی پر شک ہے؟" اجیہ حیرت سے کشش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"شک تو نہیں لیکن......"

"ایک منٹ......ایک منٹ تم بھی تو تھیں ناں شادی پر پھر ہم کیسی لگ رہی تھیں یہ کیوں نہیں پتا تمہیں؟" کشش کی بات کاٹ کر ندا بولی تو اجیہ سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھنے لگی۔

"ہاں تھی تو لیکن میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ کیمرے کی آنکھ میں بھی خوب صورتی تھی یا یہ صرف میری آنکھیں ہیں جن کو تم دونوں بھی خوب صورت لگی تھیں۔" کشش نے ہنستے ہوئے ان دونوں کو چھیڑا تو اس کی چالاکی پر اجیہ اس کو گھورنے لگی جب کہ ندا مسکراتے ہوئے دراز میں رکھی البم نکالنے کو جھک گئی تھی۔

"کشش...... کشش کیا ہوا؟" ندا میر سب کی شادی کی البم نکال کر سیدھی ہوئی اور کشش کو فوٹو دکھانے کے لیے البم ویب کیم کے سامنے رکھنے لگی تھی کہ کشش کو دیکھا جو زرد چہرہ لیے پھٹی پھٹی نظروں سے اسکرین پر دیکھے جارہی تھی۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں اجیہ اور ندا کو بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

"کشش کیا ہوا' طبیعت تو ٹھیک ہے ناں...... بولو ناں کیا ہوا؟" ندا نے البم سائیڈ پر رکھی اور پوری طرح کشش کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"کشش بولو ناں یار کیا ہوا؟" اجیہ کی ٹینشن بھی عروج پر تھی۔

"وہ...... وہ...... اج...... اج...... جیہ...... وہ...... تم......"

"کشش کیا ہوا؟" ندا اور اجیہ کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

"اجیہ تم ذرا جلدی سے بی جی کا نمبر ڈائل کرو کہ وہ کشش کے کمرے میں آئیں۔" ندا نے سائیڈ پر رکھا موبائل اجیہ کو تھماتے ہوئے کہا ادھر کشش حالت غیر ہو رہی تھی۔

"کشش پانی ہے پاس؟" اجیہ نمبر ڈائل کرنے لگی اور ندا کی نظریں کشش پر جمی تھیں۔

"اجیہ...... تم لوگوں کے...... پی...... پی...... پیچھے...... لگ...... کیا ہے؟" کشش تھوک نگلتے ہوئے اٹک اٹک کے بمشکل بول پائی تھی تو اجیہ اور ندا نے یک دم پلٹ کر دیکھا چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ان دونوں کی فلک شگاف چیخیں رات کے آخری پہر میں پھیلے سناٹے کو چیرتی ہوئیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔

کمرے میں صرف کمپیوٹر کی روشنی تھی اور وہ تینوں باتوں میں مگن تھیں کہ کشش نے دیکھا کہ اجیہ اور ندا کے پیچھے اچانک ایک سایہ سا لہرانے لگا ہے چند پل غور کیا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے ہی رہ گیا۔ کالے سیاہ لمبے بال' بڑھے ہوئے ناخن' آنکھوں میں اترا خون' ٹپکتی رال' پہلے اس ہیولا کو کشش نے اپنا وہم جانا مگر جب اس نے ایک ہاتھ اجیہ کے سر اور دوسرا ندا کے سر پر رکھنے کے آگے بڑھائے تو کشش نے ساری ہمتیں جمع کر کے ان کو بتایا یک لخت وہ دونوں پیچھے مڑیں اور اس سے پہلے کہ ان کی گونجتی چیخیں اس کمرے سے باہر نکل کر ہر ایک کمرے میں گونجتی ان ہاتھوں نے اجیہ اور ندا کو ایک ساتھ دبوچ لیا اور ایک ساتھ دونوں کے منہ پر ہاتھ رکھے اور ان کی بلند ہوتی آواز کو بند کیا۔ اُدھر کشش چلانے لگی' بوکھلاہٹ' ڈر اور گھبراہٹ اس قدر تھی کہ سوچنے اور سمجھنے کی ساری صلاحیتیں دم توڑ چکی تھیں۔ اجیہ اور ندا کو موت سامنے نظر آنے لگی تھی اور کشش اس قدر ہراساں تھی کہ نظریں اسکرین پر جمائے بیٹھی رہ گئی۔ کوئی لائحہ عمل ذہن میں نہ آیا تو اونچی آواز میں آیت الکرسی اور کلمہ پڑھنے لگی۔

"چپ...... چپ بالکل چپ......" مانوس بھاری آواز سماعت سے ٹکرائی اور اس کے ساتھ ہی اجیہ اور ندا کے منہ پر سے ہاتھ ہٹا دیئے گئے تو وہ اندھیرے میں پھٹی پھٹی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

"میں اسرافیل نہیں جو تم لوگوں کی روح قابض کرنے آیا جو یوں کلمہ پڑھے جارہی ہو۔" اجیہ اور ندا کھانے

ہوئے اپنے سانس بحال کر رہی تھیں کہ یک دم کمرہ تیز روشنی میں ڈوب گیا۔

"صفی تم......" اجیہ زور سے چیخی تھی' ماسک اتارتے ہوئے وہ ان کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

"صفی کے بچے...... دل کر رہا ہے ابھی کے ابھی تمہارا گلا دبا دوں۔" کمپیوٹر اسکرین سے کشش کی آواز ابھری تو وہ تینوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"صفی قسم سے مجھے تو لگ رہا تھا کہ بس اب جان نکل جائے گی۔ یہ کوئی طریقہ ہے کبھی تو کوئی انسانوں والی حرکت کرلیا کرو۔" اب وہ اس کو ڈانٹ رہی تھیں اور صفی اس پچوئشن پر ہنسے جارہا تھا۔

"میں نے خود کو اتنا بے بس کبھی نہیں محسوس کیا' میں تو یہ سوچ سوچ کر ڈر رہی تھی کہ تم دونوں کا میرے سامنے قتل ہو رہا ہے تو میں کیسے یہ سب بھول پاؤں گی۔"

"کشش تمہیں ہمیشہ اپنی ہی پڑی رہتی ہے اتنا نہیں سوچا کہ پاپا کا نمبر ڈائل کر کے ان کا ہی انفارم کردو۔" اجیہ کشش کو ڈانٹنے لگی جب کہ اس کی بات پر صفی کا قہقہہ بلند ہوا لیکن ندا ابھی تک اس خوف ناک واقعہ کے زیر اثر تھی۔

"ندا......" صفی نے اس کو پکارا جو خاموش بیٹھی تھی۔

"اجیہ پانی لاؤ ندا کے لیے۔" کشش نے اجیہ کو کہا جو ماتھے پر تیوری چڑھائے صفی کو گھورے جارہی تھی۔

"ندا! آئی ایم سوری۔" صفی نے اس کندھے پر ہاتھ رکھے تو وہ چونکی اور دوسرے پل سوچے سمجھے بغیر صفی سے لپٹ کر رونا شروع کیا کہ صفی بوکھلا گیا۔ اجیہ بھی سہمی ہوئی تھی لیکن ندا بہت ڈرپوک قسم کی تھی اس لیے اس پر زیادہ اثر ہوا تھا اور انہونی کو سوچ سوچ گھبرا رہی تھی اگر یہ صفی نہیں کوئی اور ہوتا تو؟ اس سے آگے وہ سوچ نہیں پا رہی تھی۔

"ندا یہ لو پانی پیو۔" صفی اس کو الگ کرتے ہوئے مدھم آواز میں بولتا پانی کا گلاس اس کو تھماتے ہوئے بولا تو ندا نے بھیگی پلکوں کو اٹھا کر اس کو دیکھا اور پانی کا گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر ہونٹوں سے لگا لیا اور صفی نے یک دم اس سے نظریں چرائی اور دوسرے پل اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

"غلطی تم دونوں کی ہے' تم لوگوں کو نہیں پتا حالات کیسے ہیں' دروازہ لاک کر کے نہیں رکھ سکتی تھیں؟" دوسرے لمحے وہ ان کو ڈانٹ رہا تھا۔

"میں واش روم جارہا تھا تم تینوں کی باتوں کی آواز آئی تو یہاں چلا آیا اور سوچا تنگ کیا جائے مجھے کیا پتا تھا تم لوگ اتنا ہنگامہ کرو گی۔" وہ اپنی صفائی دے رہا تھا وہ تینوں بھی اب قدرے سے نارمل ہو چکی تھیں لیکن صفی' ندا کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھا۔

"کیسی ہو کزن؟" اب وہ کشش کی طرف متوجہ تھا۔

"بات ہی نہ کرو تم تو...... اُف حد ہوتی ہے شرارت کی بھی یہ کیسا مذاق ہے؟" کشش روٹھے لہجے میں بولی۔

"اچھا بابا سوری ناں۔" صفی نجانے کیوں گم صم سا ہوا جارہا تھا۔

"یہ ماسک کہاں سے لائے تھے۔" اب اجیہ اس کے سر پر کھڑی استفسار کر رہی تھی۔

"یہ تو پتا نہیں کب کا پڑا ہوا تھا' کل ہی نظر آیا تھا لیکن یہ نہیں پتا تھا کہ اتنی جلدی استعمال بھی ہو جائے گا۔" صفی انہیں بتا رہا تھا۔

"ندا تم ٹھیک ہو ناں؟" کشش نے ندا کو آواز دی جو ان سب سے ہٹ کر سائیڈ پر بچھے بیڈ پر بیٹھی حد درجہ خفت کا شکار ہو رہی تھی۔ اپنی بے اختیارانہ حرکت پر اب وہ صفی سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔

ندا مسلسل خود کو ملامت کر رہی تھی' کشش کی آواز پر سر اٹھا کر دیکھا تو نظریں صفی پر جا ٹھہری جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیکھنے پر اس کے ہونٹوں پر مچلتی دلکش مسکان پر اس نے ٹپٹا کر یک لخت نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔

"ہاں کشش میں ٹھیک ہوں۔" اب وہ مکمل طور پر کشش کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

"کزن سنا ہے تم یہاں تشریف لا رہی ہو؟" صفی شرارت سے کشش کو دیکھتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔

''کیا......؟'' اجیہ اور ندا کی آواز ایک ساتھ ابھری تھی۔

''کب...... کب آرہی ہو...... اور اتنی دیر سے ابھی تک ہمیں کیوں نہیں بتایا؟'' اجیہ اچھے خاصے تپے ہوئے لہجے میں پوچھنے لگی۔

''ندا تمہیں تو پتا ہوگا ناں؟'' اجیہ ندا کی طرف پلٹی۔

''نہیں نہیں مجھے نہیں پتا۔'' ندا یک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تمہیں کس نے بتایا صفی! کشش نے؟'' اجیہ صفی کی طرف دیکھتی گویا ہوئی۔

''نہیں مجھے تو بی جی نے بتایا تھا۔'' صفی کشش کی طرف دیکھتا مسکراتے ہوئے بول رہا تھا اور کشش مسلسل اس کو گھورے جارہی تھی۔ صفی نے اس کا سرپرائز خراب کردیا تھا۔ کشش نے ندا اور اجیہ کو پاکستان جانے کا نہیں بتایا تھا کیونکہ اس کا پروگرام تھا کہ اچانک وہاں پہنچ کر ان کو حیران کردے گی لیکن صفی نے اس کے پلان کا حشر نشر کردیا تھا اور اب وہ مسلسل کشش کی خشمگیں نگاہوں کی زد میں تھا اور اجیہ اور ندا کی مسلسل کب کب کی تکرار سے تنگ آکر صفی ان کو اسی بحث میں مبتلا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''کشش! اجیہ اور ندا کو ڈیٹ اور فلائٹ ٹائم کنفرم بتا دینا میں جارہا ہوں سونے کے لیے۔'' صفی شرارت سے کشش کو چھیڑتا اٹھا تھا ایک گہری نظر ندا پر ڈالی جو مسلسل اس سے کترا رہی تھی۔ مدھم مسکراہٹ سجائے دلفریب گنگناہٹ کے ساتھ وہ ان کے روم سے نکلتا چلا گیا۔ قدموں کی چاپ دور ہوئی تو ندا نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا تھا پل کی پل بدلتی اپنی کیفیت پر حیران وہ دوبارہ کشش اور اجیہ کی طرف متوجہ ہوچکی تھی۔

❀......❀......❀

وہ دیوانہ وار آگے بڑھتی ہوا کے پُرکیف جھونکوں کو پیچھے چھوڑتی ٹھاٹیں مارتے سمندر کی اور قدم بڑھاتی چلی جارہی تھی ایک عجیب سا سرور مستی اس پر چھائی تھی گہرے بادل ٹھنڈی ہوا شام کا وقت ڈوبتا سورج۔ سامنے اس کی کمزوریاں تھیں اور لمحہ بہ لمحہ وہ ان کی آغوش میں سمائی جارہی تھی اس منظر میں سمندر کی اچھلتی کودتی لہروں میں اس قدر مگن تھی کہ یہ بھی نہ محسوس کرپائی کہ دو گہری آنکھیں اس کو اپنے حصار میں لیے اس کی اس دیوانگی پر لمحہ بہ لمحہ حیرت کے سمندر میں ہچکولے کھارہی تھیں۔ شریر ہوا کے جھونکے جب اس کی کھلی زلفوں کو چھوتے ہوئے گزرتے تو جس ادا سے وہ ان کو سمیٹتی ان آنکھوں کا شوق دیدار بھی بڑھ جاتا دل اس لمحے اس کو چھونے اس کی بھیگی زلفوں کو سمیٹنے کے لیے مچل مچل جاتا تو درمیان فاصلے پر وہ سرد آہ بھر کر رہ جاتا۔ کہیں پلکیں تک جھپکنا گوارا نہ کرتا ٹھنڈا پانی جب اس کے پاؤں کے نیچے گدگدی کرتا تو وہ اپنے آپ سے ہی شرما جاتی بے اختیار اپنے ہاتھ سے اپنے دل کو تھام لیتی اور پھر اپنی اس حرکت پر خود ہی خود کو سرزنش کرتی اب وہ دونوں ہاتھ پھیلائے اس لمحے کے ہر اک پل کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کررہی تھی گھٹنوں تک پانی میں ڈوبی کھڑی کبھی وہ جھک کر پانی کو ہتھیلیوں میں بھر کر ہوا میں پھینکتی تو کبھی اپنے چہرے پر۔

سمندر کی وسعتوں سے بے خبر وہ آگے بڑھتی جارہی تھی اس بات سے انجان کہ کسی بھی پل کوئی سرکش موج اس کے قدم اکھاڑ کر اس کو ان گہرائیوں میں دھکیل سکتی ہے۔ دوسرے پل گلے میں لپٹے بھیگے دوپٹے کو پھیلا کر وہ گول گول گھومنے لگی تھی۔ وہ گہری آنکھیں جو اس پر مرکوز تھیں حیرت سے اس کو بیچ سمندر میں مورنی کا ناچ ناچتے اور مسکراتے دیکھتی چلی گئی۔ جب وہ پھر آگے بڑھنے لگی تو اس کے قدم بھی خود بخود اس پاگل لڑکی کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ اس سے کوئی گز بھر کے فاصلے تک پہنچا تھا کہ انتہائی زور آور لہر نے اس کو اپنی آغوش میں سما لیا۔ اس کی فلک شگاف چیخوں نے ان کے درمیانی فاصلے کو پل بھر میں سمیٹا تھا اس سے پہلے کہ وہ لہر اس کو نگلتی اس کی مضبوط بانہوں نے اس کو وہاں سے گھسیٹ لیا۔ زوردار جھٹکے کے ساتھ ہی وہ اپنی بے وقوفی سے آگاہ ہوگئی تھی۔

''تمہارا دماغ تو درست ہے ناں؟'' اس کو کلائی سے پکڑتے گھسیٹتے ہوئے وہ دہاڑا تھا۔ اس نے ایک سہمی سی نظر اس پر ڈالی۔

''بڑا شوق ہے ناں ایڈونچر کا؟ جانتی ہو ابھی یہ ایک لہر تمہیں کہاں لے جاتی؟ کب سے دیکھ رہا ہوں کہ اب واپس آؤ گی اب آؤ گی لیکن تم......'' وہ دونوں کنارے پر قدرے کم پانی میں آرکے تھے اس نے جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑا تھا وہ بمشکل بیلنس برقرار رکھ پائی تھی ورنہ ذرا سی بے دھیانی ایک بار پھر اس کو نیچے پٹخ دیتی الٹے ہاتھ سے اپنی کلائی تھامے وہ پانی پانی ہوتی آنکھوں سے اس کی آہنی گرفت کے نشان دیکھ رہی تھی۔

''آئی...... آئی ایم سوری......'' مضطرب و بے بس دونوں ہاتھوں سے اپنے گیلے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے وہ مدھم لہجے میں بولی تو اس نے چونک کر دیکھا۔

''ایک بات یاد رکھنا کشش بلال عالمگیر تم...... تم اپنے لیے نہ سہی لیکن میرے لیے اتنی ہی ضروری ہو جتنی کہ میری یہ سانسیں......'' دو قدم اس کے پاس ہوتے اس کی آنکھوں میں جھانکتے وہ فسوں خیز لہجے میں بولتا اس کو حیرتوں میں ڈال رہا تھا۔

''ایک پل کو مجھے لگا یہ زندگی ختم ہورہی ہے۔ کشش تم......'' بے پناہ محبت پروا سمندر کی وسعتوں جتنی فکر کیا کچھ نہ تھا اس کے گمبھیر لہجے میں۔ وہ ڈری سہمی تحیر آمیز نظروں سے اس کو دیکھے جارہی تھی۔ ٹھنڈا یخ پانی اس کے پیروں کو چھوتا ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر واپس پلٹ رہا تھا ہوا میں پھیلی خنکی اب اس کو خود میں سمٹنے پر مجبور کررہی تھی۔

''کشش......!'' اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی۔

''کشش! اٹھو...... کیا ہوا؟'' فکر میں ڈوبی آواز پر اس نے کسلمندی سے آنکھوں کو کھولا۔

''بی جی آپ......'' وہ یقیناً حواس میں نہیں تھی۔

''کیا ہوا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے فکرمندی سے پوچھ رہی تھی۔

''کک...... کچھ نہیں...... میں...... میں کہاں ہوں۔'' وہ اجنبی سی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

''کیا مطلب کہاں ہوں؟'' فریحہ سکندر کو اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا۔

''تم نے کہا تھا سر درد ہے اور کچھ دیر سوگی اپنے کمرے میں ہی ہونا۔'' بی جی کی اطلاع پر اس نے سر تھام لیا۔

''او مائی گاڈ! کیا میں خواب دیکھ رہی تھی؟'' وہ زیر لب بڑبڑائی اب وہ مکمل بیدار ہوچکی تھی لیکن اس عجیب و غریب خواب کے زیر اثر تھی اپنے آپ کو ابھی تک سمندر کی لہروں میں بھیگتے ہوئے محسوس کررہی تھی۔ بازو ابھی تک اس کی پُرزور گرفت میں قید لگ رہا تھا بے ساختہ اس نے اپنی کلائی کو چھوا۔

''خواب...... کیا دیکھا؟'' فریحہ سکندر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے تجسس بھرے لہجے میں استفسار کررہی تھی۔

''کچھ نہیں پتا نہیں کیا سوچتے سوچتے آنکھ لگ گئی تھی تو اتنا اسٹرینج خواب دیکھا۔'' وہ اپنے بکھروں بالوں کو سمیٹتی اٹھ گئی تھی۔

''پر دیکھا کیا؟ یہ تو بتاؤ۔''

''کچھ خاص نہیں بی جی! چھوڑیں اسے آپ بتاؤ شاپنگ کا پروگرام ہے کہ نہیں؟'' کشش مسلسل ٹال مٹول سے کام لے رہی تھی۔

''ہاں ہے تو تم فریش ہوجاؤ پھر چلتے ہیں۔'' فریحہ سکندر متعجب نظروں سے اس کو دیکھتے گویا ہوئی۔

''اوکے ٹھیک ہے آپ چلیں میں فریش ہوکر آتی ہوں۔'' عجلت میں بولتی کشش فریحہ کو وہیں چھوڑ کر واش روم میں گھس گئی۔

واش روم میں گرم پانی کا ٹاب کھولے وہ مسلسل خود کو ان لہروں میں بھیگتے ہوئے دیکھ رہی تھی کلائی ابھی تک اس کی پُرزور گرفت میں مقید تھی۔ کتنے ہی پل اسی منظر میں بیت گئے وہ پلکیں جھپکے بنا غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے مسلسل اس خواب کے زیر اثر تھی۔ واش روم کا دروازہ ناک ہوا تو وہ واپس پلٹی بے ساختہ دائیں بائیں دیکھا اور بے دھیانی میں گرم پانی دونوں ہتھیلیوں میں بھر

کر پانی کی تپش کو محسوس کیے بنا منہ پر چھینٹا مارا تو دوسرے پل ہی کی آواز کے ساتھ ہی یک لخت ٹھنڈا پانی کا ٹاب کھول کر پانی کی جلن کو کم کرنا چاہا۔ سامنے لگے آئینے پر گرتے پانی پر نظریں جمائے بھیگی پلکوں سے گرم پانی سے اٹھتی بھاپ کی بدولت دھندلے پڑتے اپنے عکس کو دیکھا۔

"خواب...... اتنا عجیب خواب؟" اس نے ہاتھ سے آئینے پر چھائی بھاپ کو صاف کیا۔ اس کی وجہ کیا ہے محض فکر؟ صرف اس بحث کا نتیجہ یا کوئی انجانی انسیت؟ وہ سمجھ نہ پارہی تھی اسی کشش و پنج میں وہ واش روم سے نکل کر فریحہ سکندر کے ساتھ شاپنگ پر جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

❁......❁......❁
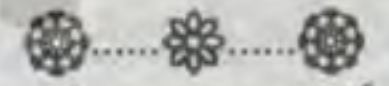
عالمگیر پیلس کی خوب صورت بلڈنگ جو چار بھائیوں کی محبت کا منہ بولتا ثبوت تھی' بلال' سعید' خیام اور اقبال۔ آنسہ' بلال کی بیگم اور کشش ان کی اکلوتی اولاد تھی۔ یہ تینوں پچھلے بیس سالوں سے لندن میں مقیم تھے' پاکستان میں بڑھتی مہنگائی اور آمدنی کا خاص ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی بہت تگ و دو کے بعد بلال لندن شفٹ ہوگئے تھے۔ کشش دو' تین سال کی ہی تھی اس لیے سیٹلمنٹ کے معاملے میں بلال اور آنسہ کو کوئی پریشانی نہ ہوئی اور وہ دونوں عالمگیر پیلس کی محبتوں کو الوداع کہہ کر لندن کی گہما گہمی میں اپنی چھوٹی سی جنت بنانے کے لیے دن رات محنت کرنے لگے۔ بلال اور آنسہ کا مسلسل پاکستان سے رابطہ تھا جس کی مین وجہ کشش تھی کیونکہ وہ بڑی ہورہی تھی اور بلال سے زیادہ آنسہ چاہتی تھی کہ کشش کا اپنے کزنز سے رابطہ ہو' گھر میں ہی اس کے پاس اتنی ایکٹویٹیز ہوں کہ وہ باہر کی چک و چوند روشنی میں جاکر اپنی آنکھیں نہ خراب کرے۔ اسی وجہ سے پچھلے پانچ چھ سال سے وہ ہر سال گرمی کی چھوٹیاں پاکستان میں گزارتے تھے۔ کشش اب عمر کے اس حصے میں تھی جہاں ہر لڑکی خواب بننے شروع کردیتی ہے۔ یہ اس کی عمر کا تقاضہ ہوتا ہے اسی لیے شاید کشش بھی اب الگ دنیا کے خوابوں کو آنکھوں میں سجانے لگی تھی لیکن اس کا یہ بدلاؤ الگ ہی رنگ ڈھنگ لیے ہوئے وارد ہوا تھا۔ ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ سفید گھوڑی پر بیٹھا اس کے سپنوں کا راج کمار آئے اور اس کو اپنے ساتھ اس دنیا میں لے جائے جہاں ہر طرف پیار اور محبت' اپنائیت کے دیپ روشن ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ سفید گھوڑی والے راج کمار اب صرف قصے کہانیوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں لیکن آنکھوں کو خواب دیکھنے سے کون روک سکتا ہے؟ لیکن کشش کی اپنی ہی لاجک تھی' مست ملنگ کشش کے خوابوں میں کوئی سفید گھوڑی والا راج کمار نہیں جلاد صیاد تھا جو اس کی محبت میں نہیں بے گانگی' لاتعلقی اور شاید نفرت میں پاگل ہو۔ ان کے بندھن میں انسیت' لگاؤ اور محبت نہیں' زبردستی' بے صبری اور اک سرد جنگ ہو اور پھر جب کشش اس اکھڑ کی اسیر ہو کر اس کا دم بھرنے لگے دل اس کے نام پر دھڑکنے لگے ہر آہٹ پر اس کا گمان ہونے لگے اس کے ساتھ کے لیے دل مچلے تو پھر کشش اپنی محبت کی شدت سے اس جانور کو سفید گھوڑی والے راج کمار میں ڈھال دے۔ وہ اپنی محبت کو آزمانا چاہتی تھی' زندگی کو ایک ایڈونچر کی طرح ہینڈل کرنا چاہتی تھی اور اس کے اپنی انوکھے خوابوں اور لاابالی طبیعت نے آنسہ کی نیندیں اڑا رکھی تھی اس کو پریشان کر رکھا تھا۔

آمنہ اور سعید کے دو بچے تھے' صفی اور اجیہ۔ شوخ و شریر اور چلبلی فطرت کا صفی دل جیتنے اور دوستیاں کرنے میں ماہر تھا۔ دنیا جہاں کی باتیں' گانے اور نجانے کون کون سے ٹاپکس پر یوں فراٹے سے بولتا جیسے چیمپئن ہو۔ ہر وقت گانے گانا اور شوخی اکثر اس کی عزت افزائی کا بھی باعث بنتے تھے لیکن سدھر جانا اور سنجیدگی کو اپنا لینا صفی کی گھٹی میں ہی نہ تھا اس معاملے میں کشش اور صفی کی خوب بنتی تھی اور پھر اجیہ تھی کہنے کو میڈیکل کی اسٹوڈنٹ لیکن تھی تو صفی کی ہی بہن ناں انتہائی بے پروا' غیر سنجیدہ اور الھڑپن میں اپنی مثال آپ ہی تھی۔ کوئی کبھی یہ یقین نہ کرتا تھا کہ اجیہ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہے' کبھی کسی نے خواب میں بھی اس کو ڈاکٹر بنتے نہ دیکھا تھا۔ ندا' خیام اور صفورا کی اکلوتی اولاد تھی جو فطرتاً خاموش طبع تھی' چھوٹی چھوٹی باتوں کی ٹینشن لینا اور پھر کئی دنوں تک انہی کو لے کر کڑھتے رہنا اس کی فطرت تھی۔ کچھ ڈرپوک بھی تھی لیکن ذہانت اور حاضر جوابی میں اس کا کوئی ثانی نا تھا تو اسی وجہ سے وہ بھی صفی اور کشش کے گروپ کا حصہ تھی۔

اقبال اور سیما' باقی تینوں فیملیز بہ نسبت کم گو اور الگ تھلگ رہنے کے عادی تھے' شاید اس کی وجہ ان کے درمیان مالی حالات تھے۔ پیسہ کی فراوانی تو نہ تھی لیکن خود داری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میر سب اور سحرش ان کی کل کائنات تھے' میر سب بھی اقبال کی جیسی نیچر کا مالک تھا خاموش طبع' الگ تھلگ رہنے کے باوجود فیملی گیدرنگ کا شیدائی تھا لیکن انجوائے اپنے طریقے سے کرتا تھا۔ کبھی کسی مزاح میں شرکت نہ کی لیکن کبھی منہ بھی نہ چڑایا تھا۔ اس کے باوجود اس کی شخصیت ایسی تھی کہ صفی' ندا' اجیہ یا کشش کوئی بھی اس سے دوستی نہ کرسکا۔ دوستی تو دور ان کے درمیان ہنسی مذاق تک کا بھی رشتہ نہ بن سکا تھا۔ سحرش چھوٹی تھی لیکن انتہائی حساس تھی ہر بات کو پرسنل لے کر اس پر کڑتی رہتی تھی۔ اس کو اگر سمجھا سکتا تھا تو وہ صرف کشش تھی' اس کو گم صم' من موہنی سی سحرش سے حد درجہ انسیت تھی۔ جس کا وہ وقتاً فوقتاً اظہار بھی کرتی تھی اور اس کو اس کی اہمیت کا احساس بھی دلاتی رہتی تھی۔

کوئی سال' ڈیڑھ سال پہلے کمپیوٹر انجینئرنگ کے بعد میر سب نے ایک فارن کمپنی کے ساتھ کنٹریکٹ سائن کیا اور اسی ڈیلنگ کے دوران اس کی ملاقات عالیہ سے ہوئی۔ ماڈرن تیز طرار عالیہ نے نجانے کیسے میر سب جیسے انسان کو امپریس کرلیا۔ سرسری علیک سلیک کے بعد دوستی اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ عالیہ کی جلترنگ ہنسی' شوخ گفتگو میر سب کی زندگی جیسے بدلنے لگی تھی۔ وہ میر سب جو ہفتوں گزر جاتے لیکن ہنستا نہ تھا اب مسلسل مسکرانے لگا تھا۔ عالیہ کا انٹرسٹ دن بہ دن بڑھتا جارہا تھا پھر چھ مہینے میں ہی عالیہ دلہن بن کر عالمگیر پیلس میں آگئی تو سب نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ندا' اجیہ' سحرش' بڑے چھوٹے سب زیادہ سے زیادہ ٹائم اس کے ساتھ گزارتے تاکہ سب ایک دوسرے کو جان سکیں۔ عالیہ کی سب سے دوستی ہوجائے لیکن یہ عالیہ مہینہ بھر میں ہی اس لاڈ اور اونچے درجے سے عاجز آگئی۔ وہ عالمگیر پیلس میں تو رہ رہی تھی لیکن اس کا حصہ نہ بن سکی اور دیکھتے ہی دیکھتے اختلافات شروع ہوگئے' دن بہ دن عالیہ نے کسی نہ کسی بات کو طول دیا ہوتا اور میر سب کے کان بھر رہی ہوتی۔ میر سب جو پہلے ہی لیے دیئے کی سی عادت کا مالک تھا' خاموش اور لڑائی جھگڑے سے کوسوں دور رہتا تھا وہ بھی اس سب سے اکتانے لگا۔ عالیہ نے ڈیمانڈ کرنا شروع کیں تو بات علیحدگی تک پہنچ گئی۔

اب عالیہ چاہتی تھی کہ میر سب عالمگیر پیلس چھوڑ کر اس کے ساتھ الگ گھر میں شفٹ ہوجائے لیکن میر سب نے فیملی گیدرنگ کو کبھی فراموش نہ کیا تھا بے شک اس کی انجوائے کرنے کا طریقہ کار الگ تھا۔ صفی' ندا اور اجیہ کی شوخیوں میں حصہ نہ لیتا تھا لیکن یہ سب اس کا قیمتی اثاثہ تھے ان کو چھوڑ کر وہ کیسے دور چلا جاتا اور سب سے بڑھ کر اقبال اور سیما وہ ان کو کیسے اکیلا کردیتا؟ لیکن عالیہ یہ بات سمجھنے کو قطعی تیار نہ تھی وہ عالیہ جو ہر وقت میر سب کا دم بھرتے نہ تھکتی تھی دس مہینے میں اس کا دل بھر گیا اور پھر وہی ہوا جو خود غرضی کا انجام ہوتا ہے' جس طرح چٹ منگنی اور پٹ بیاہ ہوا تھا اسی طرح چٹ پٹ طلاق بھی ہوگئی اور اب طرح طرح کی باتیں' بدنامی' شرمندگی اور دھوکے نے میر سب کو ایک بار پھر وہیں پہنچادیا جہاں وہ پہلے تھا۔ آج کل بس یہی چرچا تھا ہر زبان پر اقبال اور سیما مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی سب سے نظریں چرانے پر مجبور تھے۔ سب اپنی زندگیوں میں خوش تھے لیکن وہ چار نفوس ایسے تھے جو مسکرا تک نہ پارہے تھے۔

❁......❁......❁

"ہاں مما! میں بالکل ٹھیک ہوں' یہاں بہت مزا آرہا

ہے سب میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔'' کشش کو پاکستان آئے ہفتہ ہوگیا تھا اور وہ یہاں خوش تھی اس کی چہکتی آواز نے آنسہ کو مطمئن کردیا تھا کہ وہ واقعی خوش ہے اور آنسہ کو زیادہ خوشی اس بات سے ہورہی تھی کہ کشش کا اسٹار پلس سے پیچھا چھوٹ رہا ہے اب شاید اس کی عقل بھی ٹھکانے آجائے۔

''ہاں مما! بی جی تو دوسرے دن ہی اپنے گھر چلی گئی تھیں۔'' آنسہ فریحہ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

''اچھا کشش تم اپنا خیال رکھنا اور کوئی بھی ایسی حرکت نہ کرنا جس کی وجہ سے ہمیں سب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے اور......''

''مما...... مما! پلیز میں نے کب ایسی کوئی حرکت کی جو آپ کو شرمندہ ہونا پڑے؟'' کشش آنسہ کی بات کاٹ کر زُرامناتے ہوئے بولی۔

''نہیں کی' میں جانتی ہوں لیکن پھر بھی محتاط رہنا۔'' آنسہ کا اشارہ اس کے خوابوں اور اسٹار پلس کے ڈراموں کی طرف تھا کہ کہیں کشش وہاں جاکر بھی یہاں والی روش نہ اپنائے رکھے۔ وہ ماں تھیں ساتھ نہیں تھی اس لیے زیادہ فکر مند تھی۔

''نہیں مما! وعدہ کرتی ہوں میں کبھی بھی آپ لوگوں کو شرمندہ نہیں کروں گی۔ آپ فکر نہ کریں بس اپنا اور پاپا کا خیال رکھنا اور جلدی یہاں آجائیں یہاں زیادہ مزا ہے۔'' کشش خوش تھی تو آنسہ نے اطمینان بھرا سانس خارج کیا کہ یقیناً فریحہ خالہ نے مخلصانہ مشورہ دے کر ان کا بھلا سوچا تھا اور ان کا یہ فیصلہ کہ کشش کو پاکستان بھیج دیا جائے بالکل غلط نہ ہوگا۔

''مما آپ کو ایک بات بتاؤں؟'' کشش رازدارانہ لہجے میں بولی۔

''ہاں ہاں بتاؤ۔''

''مما آپ کو پتا ہے میر سب بھائی کے منع کرنے کے باوجود بھابی نے گھر چھوڑ دیا' طلاق ہوگئی ہے' وہ سب بہت پریشان ہیں مما۔'' کشش اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہ کوئی سن نہ لے آنسہ کو بتارہی تھی۔

''ہاں بیٹا! پتا ہے سیما بھابی نے ذکر کیا تھا لیکن تمہیں کوئی ضرورت نہیں اس معاملے میں کسی سے کچھ کہنے کی۔'' آنسہ اس کو پھر سے سمجھا رہی تھیں۔

''نہیں مما! میں تو نہیں بول رہی یہ تو میں صرف آپ کو بتارہی ہوں ناکہ ایسے ہوگیا ہے یہاں۔''

''ہمیں تو نہیں پتا ناں بیٹا کہ کس کی غلطی ہے تو بغیر جانے ہم کسی ایک کو تو الزام بھی نہیں دے سکتے ناں؟'' آنسہ کشش کی باتوں سے فکر مند ہورہی تھی کہ اگر کسی اور کے سامنے کشش نے میر سب یا اقبال فیملی کے کسی اور فرد کو الزام دے دیا تو خوامخواہ بات کا بتنگڑ بن جائے گا۔ اس لیے وہ کوشش کررہی تھیں کہ کشش کے دل میں ان کے خلاف کوئی کدورت نہ ہو۔

''ہاں مما! یہ تو صحیح کہہ رہی ہیں آپ' میری تو میر سب بھائی سے ابھی تک ملاقات ہی نہیں ہوئی وہ کسی فرینڈ کی شادی اٹینڈ کرنے کراچی گئے ہوئے ہیں۔ سیما چچی اور سحرش بہت اچھی ہیں' اقبال چچا تو بہت ہی اچھے ہیں۔'' اب کشش آنسہ کو باقی افراد کے بارے میں بتارہی تھی اور آنسہ مسکرا مسکرا کر اس کی باتیں سن رہی تھیں۔

❀......❀......❀

''پیار ہوا' اقرار ہوا' پیار سے پھر کیوں ڈرتا ہے دل......
کہتا ہے دل رستہ مشکل معلوم نہیں ہے کہاں منزل......
او...... و...... تیرے گھر کے سامنے اک گھر بناؤں گا'
تیرے گھر کے سامنے دنیا بساؤں گا...... او...... او......
تیرے گھر کے سامنے......

آوارہ' پاگل' دیوانہ...... دنیا سے اوب گیا' تیری گہری گہری آنکھوں میں تیرا عاشق ڈوب گیا۔

''صفی بھائی...... صفی بھائی......'' سحرش بھاگتی ہوئی اس کو پکارتی اس کی طرف آئی۔ ''صفی بھائی! آپ یہ پھٹے ہوئے ڈھول پر بے سرا راگ الاپنا بند کرو' ندا آپی کا پارہ ساتویں آسمان کو چھو رہا ہے اور ان کے ارادے نیک نہیں ہیں'' مسلسل دانت پیستے ہوئے کانوں میں انگلیاں

ٹھونسے بیٹھی ہیں ان کی برداشت جواب دے گئی اور آپ کی شکایت تایا جان تک پہنچ گئی ناں تو وہ آپ کو باہر والے تالاب میں ڈبو دیں گے۔ اس لیے پلیز بھائی اپنے حال پر رحم کھاؤ۔'' سائیڈ والے برآمدے کی دیوار کا پلستر اکھڑ گیا تھا تو سعید نے صفی کو یہ کام سونپ دیا تھا جو اس کے لیے کسی بلائے جان سے کم نہ تھا۔ ہفتوں کی ٹال مٹول کے بعد آج صبح سعید کے گھنٹہ بھر کے لیکچر کے بعد صفی مستری بن گیا تھا۔ ایک تو اتنا بورنگ بقول صفی ان رومانٹک کام اس پر چھائی خاموشی...... صفی کی جھنجلاہٹ' کوفت جائز تھی۔ لکڑی کی سیڑھی پر چڑھا شیڈ پر پانی اور سیمنٹ کی رائی رکھے وہ کام شروع کرنے کے لیے ہاتھ بڑھا بڑھا کر پیچھے کررہا تھا لیکن اس کام کے لیے دل کسی طور آمادہ نہ ہورہا تھا۔ کوئی دیکھے تو کیا کہے کیا سوچے صفی ایسا ہے؟ مسلسل ایک ہی سوچ اس کے ذہن میں ابھر رہی تھی۔ ایسے میں صفی نے اپنا ٹیپ ریکارڈر آن کیا اور کام میں جت گیا۔ اپنے آپ کو کشور کمار سمجھنے والا دوسروں کے لیے ریڑھی والے سے کم نہ تھا۔

سحرش اس کے پاس آکر رکی سر اٹھا کر سیڑھی پر چڑھے صفی کو دیکھتے ہوئے اس کو ندا کے خطرناک ارادوں سے آگاہ کیا تو صفی جو ابھی ابھی کام ختم کرنے کی ٹھانے ہوئے تھا یک دم ہاتھ روک کر سحرش کو دیکھنے لگا۔ ندا کا نام سنتے ہی یک لخت ذہن کے دریچوں میں اس رات کا منظر لہرانے لگا۔ اس کے بعد ندا سے اس کا صحیح طرح سے سامنا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس کا کترایا' لجایا انداز' ایک بار پھر ذہن میں ابھرا اس کا نام سنتے ہی یک دم اس کے دل میں ہلچل سی ہوئی پل بھر میں ہی اس کا لمس تازہ ہوگیا تھا۔ وہ پل جو وہ بھولے بیٹھا تھا آناً فاناً نظروں کے سامنے آٹھہرے تھے دوسرے لمحے اس کے ہونٹوں پر نہایت دلکش مسکراہٹ اور دل میں مدھر جلترنگ بج رہے تھے۔

''جیت جائیں گے ہم' جیت جائیں گے تو اگر سنگ ہے' زندگی ہر قدم اک نئی جنگ ہے۔'' ایک بار پھر وہ لہک لہک کر گانے لگا۔

''صفی بھائی...... آپی!'' سحرش دانت پیستی ہوئی مدھم آواز میں اس کو ندا کی آمد سے باخبر کررہی تھی۔

''ایک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا جیسے' کھلتا گلاب' جیسے شاعر کا خواب' جیسے اجلی کرن' جیسے بن میں ہرن' جیسے چاندنی رات' جیسے نرمی کی بات' جیسے مندر میں ہو اک جلتا دیا آ...... آ...... آ...... آ......'' وہ بھی ایک نمبر کا ڈھیٹ تھا اس کو دیکھا تھا تبھی تو اس شرارت پر دل مچلا تھا۔

''سحرش...... میں نے تمہیں کیوں بھیجا تھا؟'' سیڑھی کے نیچے کھڑی اس کو مکمل نظر انداز کرتی وہ سحرش سے مخاطب تھی۔

''آ...... آپی! میں نے صفی بھائی سے کہا تھا کہ گانا بند کریں۔ لل...... لیکن...... یہ......''

''تیرے در پر صنم ہم چلے آئے' تو نہ آیا تو ہم چلے آئے......'' صفی کی آواز اُبھری تو ندا نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا جو آخری سیڑھی پر کھڑا چہرے پر وہی چڑانے والی مسکراہٹ سجائے' آنکھوں میں شرارت لیے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

''اس کو کیا کہتی ہو' مجھ سے بات کرو۔'' اب صفی نیچے آتا اس سے بول رہا تھا۔

''سحرش! اس سے بولو چپ کرکے اپنا کام کرے ورنہ......''

''ورنہ...... ورنہ کیا؟ ذرا رُخِ روشن اِدھر کرکے بات کرو۔'' وہ اس کو نظر انداز کرتی ابھی تک سحرش کو ہی بیچ میں گھسیٹ رہی تھی تو صفی پھر شرارت سے بولا تو وہ صرف اس کو گھور کر واپس پلٹنے لگی تھی تو سحرش بھی اس کے ساتھ ہولی تھی۔

''سحرش وہ کیا کہاوت ہے جس میں گلی اور شیر کا ذکر آتا ہے۔'' صفی اس کو پلٹتا دیکھ کر سحرش سے مخاطب ہوا تو وہ یک دم پلٹی جب کہ سحرش وہاں سے نکل گئی تھی۔

''لڑکی پلٹ کر دیکھے تو سمجھ جانا چاہیے کہ بیٹا اس کے دل میں کچھ ہے۔'' اس کے پلٹ کر دیکھنے پر صفی بڑبڑایا تو وہ چلتی اس کے پاس آکھڑی ہوئی۔

"تم اپنی ان چھچھوری حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے ناں؟" وہ اس کی طرف دیکھتی سپاٹ لہجے میں گویا ہوئی۔

"ایسی کون سی نازیبا حرکت کردی جو آپ اتنی برہم ہوئی جارہی ہیں؟" سنجیدہ چہرے مگر شرارت بھری آنکھوں سے اس سے پوچھا۔

"دیکھو صفی!" وہ جھنجلا اٹھی کچھ کہتے کہتے رک کر اس کو دیکھا جو نظریں اس پر جمائے سیڑھی کے آخری اسٹیپ پر پاؤں رکھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا تو پل بھر میں وہ جھینپ گئی پھر ناگواری سے رخ پھیرلیا۔

"تم نے خود ہی تو کہا نا دیکھو صفی!" وہ بے پروائی سے اپنی جمی نظروں کی وضاحت دینے لگا تھا۔

"شٹ اپ صفی! میں نے مجھے دیکھنے کو نہیں کہا تھا نہ ہی مجھے شوق ہے کہ تم مجھے دیکھو۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"میں نے بھی ایسے کوئی شوق نہیں پالے ہوئے تم خود ہی یہاں آئی ہو۔" اس کی تلخ کلامی پر وہ بھی ٹو تڑاق والی جون میں آ گیا تھا۔

"اب یہ نہ کہنا کہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوگئی تھی۔" صفی قہقہہ لگاتا ہوا سیڑھی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر واپس اس پر چڑھنے لگا۔

"مجھے سر درد ہورہا ہے صفی! میں نے سونا تھا پلیز تم یہ ریاض کہیں اور جاکر کرو میں سو نہیں سکتی ڈراؤنی آوازیں آتی رہیں تو....." وہ زچ ہوتے ہوئے بولی۔

"تمہارا دھیان میری طرف آجاتا ہے اور تم سو نہیں پاتی۔" وہ واپس نیچے ہوا اور اس کے مقابل کھڑا اس پر نظریں گاڑے پوچھا۔

"میرا بس چلے ناں تو وہ اینٹ اٹھا کر تمہارے سر پر دے ماروں۔" وہ نیچے پڑی اینٹ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ "تمہاری یہ بے سُری آواز مجھے ڈسٹرب کرتی ہے تو میں سو نہیں پاتی۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"یہ لو اینٹ اور شوق پورا کرلو۔" صفی نے نیچے جھک کر اینٹ کو اٹھایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس نے ہاتھ میں رکھی تو وہ ٹپٹا گئی یک دم اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالا تو صفی نے گہری نظروں سے اس کو دیکھا۔

"مجھے سونا ہے جیل میں چکی نہیں پیسنی۔" ندا اینٹ نیچے رکھتے ہوئے بھنا کر بولی۔

"ہر وقت مرچیں کیوں چباتی رہتی ہو؟ اسی لیے تمہارا سر درد نہیں جاتا' کبھی نرم لہجے میں بات کر کے دیکھو درد دو منٹ میں اڑن چھو ہو جائے گا۔" وہ حسرت بھرے لہجے میں بولا تو وہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"یہ جو تم ہر وقت بندر کی طرح اچھلتے کودتے رہتے ہو اور بے سرے راگ الاپتے رہتے ہو ناں اسی وجہ سے تمہاری پرسنلٹی ڈاؤن رہتی ہے اور اسی لیے میں......"

"تو تم چاہتی ہو کہ میں بدل جاؤں؟" اس کی بات کاٹ کر پُرسوچ انداز میں بولا تو وہ اس کو مزید زچ کر گیا۔

"لو بھلا میں کیوں چاہوں گی کہ تم بدل جاؤ' میری بلا سے جو مرضی کرو لیکن پلیز یہ بے سُری آواز کا جادو بند کمرے میں چلایا کرو۔" وہ بے پروائی سے استہزائیہ ہنسی کے ساتھ بولی۔

"بند کمرے میں چلانے کا کیا فائدہ؟ اچھا چلو تم وعدہ کرو کہ وہاں بھی روکنے کے لیے آیا کروگی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ مسکراہٹ دبائے اس کو چھیڑتے اس کے مدمقابل آ کھڑا ہوا تھا۔

"کتنی بار منع کرچکی ہوں کہ میرے ساتھ یہ چیپ فلرٹنگ مت کیا کرو' تایا جان سے شکایت کردوں گی۔" وہ ابرو اُچکا کر اس کی طرف دیکھتی دھمکی آمیز انداز میں بولی۔

"ہاہاہا..... میں تو ڈر گیا۔" وہ ڈھٹائی سے ہنسا۔

"اچھا چلو آج سے تمہارے ساتھ ہائی اسٹینڈرڈ کی فلرٹنگ کرتے ہیں۔" وہ واپس جارہی تھی کہ وہ شرارت سے بولا۔

"بے شرمی کی بھی حد ہوتی ہے صفی!" وہ حقیقتاً بُرا مناتے ہوئے تاسف سے بولی تو وہ متبسم چہرے کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑا اس کو دیکھے گیا۔

"تایا جان جیسے نفیس انسان کی تم جیسی اولاد کی توقع نہیں تھی ذرا سوچو ان کو پتا چلے کہ تم اپنی ہی کزن کے ساتھ اس طرح گفتگو فرمارہے ہو تو کتنا دکھ ہوگا انہیں؟" وہ دکھ سے بولتی اس کو شرم دلانے کی بھرپور کوشش کرنے لگی لیکن اس کا بلند ہوتا قہقہہ اس کو شرمندہ کر گیا۔

"ڈوب مرو تم تو۔" دانت پیستے ہوئے وہ بولی۔

"سنو......" صفی دوبارہ سیڑھی پر چڑھ کر پلٹا اور گمبھیر لہجے میں بولا تو وہ اس کے لہجے کے خاص تاثر اور بھگدڑ مچاتی دھڑکنوں کو نظر انداز کرتی سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھنے لگی۔

"سر درد کیسا ہے اب؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا تو اپنی بے قابو ہوتی دھڑکنوں کو ملامت کرتی ندا نے ٹپٹا کر یک لخت رخ موڑا تھا۔

"اب تو اور زیادہ ہورہا ہے۔" وہ بے جان لہجے میں بولی۔

"ہاہا...... کیوں؟ اثر الٹا کیسے ہوگیا؟" وہ معنی خیزی سے بولا۔

"کس چیز کا اثر؟"

"میری آواز کا۔" وہ پھر ہنسا تھا۔

"صفی اب خاموش رہنا پلیز مجھے سونا ہے؟" وہ ملتجی لہجے میں بولی۔

"ایک شرط پر؟" وہ مسکراتی نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے بولا تو وہ رک گئی۔ "خواب میں مجھے دیکھو گی تو۔" اپنی شرط پر وہ خود بھی ہنسا تھا۔

"خواب تو خود بخود آنکھوں میں آبستے ہیں۔ اب اگر کوئی بکواس کی تو یہ سیڑھی ہلادوں گی۔" وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی سنجیدگی سے بولی۔

"ارے کوشش تو کرسکتا ہے ناں بندہ۔" وہ ابھی تک شرارت پر آمادہ تھا۔

"دفع ہوجاؤ لوفر' جاہل انسان۔" وہ دانت پیستی اس کو ... القاب سے نوازتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو اس کے قہقہے نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ من پسند گانا ایک کے بعد صفی بھی دوبارہ کام میں جت گیا تھا۔ اب اس کی گنگناہٹ کا رنگ بھی بدل چکا تھا اور مسکان بھی گہری ہوچکی تھی۔

❀......❀......❀
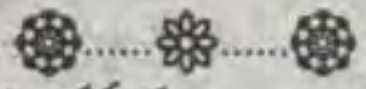
پچھلے پینتالیس منٹ سے کوئی بھی پل ایسا نہ گزرا تھا جب اس کے منہ سے نکلتا سگریٹ کا کالا دھواں اس کی آنکھوں کے سامنے اڑتا شکلیں بنا بنا کر اس کو چڑا نہ رہا ہو۔ وہ کوفت' نفرت' بے زاری اور ناگواری کے ملے جلے تاثرات اور سرخ پانی پانی ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کڑوے کالے کسیلے دھوئیں کو برداشت کرتا نجانے ضبط کی کون سی منزلوں کو چھو لینے کے لیے کوشاں تھا اور ایسا آج نہیں پچھلے پانچ مہینوں اور اٹھارہ دنوں میں کئی بار ہوچکا تھا۔ اب تو مایوسی اور اضطرابیت کے بادل اس قدر گہرے ہوچکے تھے کہ بے چینی اور بے کلی خون کے ساتھ ساتھ رگوں میں یوں دندناتی پھر رہی تھی جیسے اس کے پاس اور کوئی جائے پناہ ہی نہیں۔ دربدر بھٹکنے کے بعد بے قراری نے اس کے اندر گھر کیا تو اس مشغلے کو ایک جنون کی طرح اپنا لینے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

ہماری زندگی مکمل طور پر ہماری ملکیت نہ کبھی ہوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔ ہم سے جڑے بہت سے لوگ بھی اس زندگی پر اتنا ہی حق رکھتے ہیں جتنا کہ ہم خود۔ جب ہمارے اپنوں کی پُرخلوص محبتیں ہمیں زیر کردیتی ہیں تو ہم خود بخود ان کی مرضی کے تابع ہوجاتے ہیں بعض دفعہ ہم اپنی خوشی اور خواہش کو پس پشت ڈال کر ان کی مرضی کو اپنا کر جہاں ان کو خوشی دیتے ہیں وہاں اپنے آپ کو بھی ایک انجانے اَن دیکھے سرور کے حصار میں مقید پاتے ہیں۔

اسی طرح کبھی کبھی ہمارا ایک غلط فیصلہ جب ہماری ذات کے لیے رسوائی' شرمندگی اور ذلت کا باعث بنتا ہے تب وہ ہم سے جڑے لوگوں کے لیے بھی سزا بن جاتا ہے ان کی محبتوں کی بھی آزمائش شروع ہوجاتی ہے کہ آیا وہ ہماری محبت میں کیے گئے دعووں میں کھرے اور ثابت قدم ہیں یا بیچ منجدھار میں ہمیں ڈوبنے کے لیے چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں گے؟ ہم نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی نظروں میں مجرم بن جاتے ہیں جب ان کے پاس

ہمارے لیے تسلی کے کوئی الفاظ نہیں ہوتے تب وہ نظریں چرانے لگتے ہیں وہ ہمارے درد میں برابر کے شریک تو ہوتے ہیں ہمارے درد کو محسوس بھی کرتے ہیں لیکن جب وہ پُرخلوص محبتوں کے مارے لوگ ہمارے دل پر گرتے آنسوؤں تک رسائی نہیں پاسکتے اپنے دامن میں ان آنسوؤں کو جذب نہیں کرسکتے۔ چہرے کو ڈھانپ کر تب وہ خود بھی زار و قطار رو دیتے ہیں یا پھر یاسیت و ناامیدی کا لبادہ اوڑھ کر ہمارے برابر آ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اندر ہی اندر آنسو بہاتے رہتے ہیں اپنی بے بسی پر یا شاید ہماری محبت میں ہار کر۔ غلط فیصلوں کا تاوان بھرنا آسان نہیں ہوتا نہ ہی اتنی جلدی ممکن کبھی تو عمریں گزر جاتی ہیں لیکن غلط فیصلے کی چبھن ختم نہیں ہوتی ہے نہ زخم مندمل تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ میر سب اقبال عالمگیر اتنی جلدی سنبھل کر نارمل روٹین کی طرف لوٹ آتا' نیندیں نہ اڑتیں' دردر نہ بھٹکتا' رسوائیاں مقدر نہ ہوتی' انگلیاں فگار نہ ہوتیں؟ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ تلخی جو پچھلے چار مہینوں سے پل پل اس کی رگ و پے میں سرایت کرچکی ہے وہ لمحوں میں ہی سگریٹ کے دھوئیں کے ساتھ ہوا میں بکھر کر اڑ جاتی یا غائب ہوجاتی یہ کیسے ممکن تھا؟ بظاہر صبر و تحمل سے بیٹھا سگریٹ پھونکتا میر سب اقبال عالمگیر کا دل کن اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جارہا ہے یہی وہی جانتا تھا یا اس کا اللہ۔

"پکا کر ہی چکھا جاتا ہے" اس بات کو جانتے تو سب ہیں لیکن کوئی مانتا ہی نہیں' اب نہ وہ اپنے ماں باپ کو شرمندہ دیکھ سکتا تھا نہ اپنی بہن کو مایوس۔ ان کی خاموشی اداسی چھپ چھپ کے بہائے گئے آنسو اور ہلکے پن سے گھبرا کر وہ وہاں سے نکل تو آیا تھا لیکن بے چینی ابھی تک حد سے سوا ہی تھی۔ اپنے آپ سے لڑتے لڑتے اپنی برداشت کو آزماتے آزماتے اب تھکنے لگا تھا۔ اس نے ایک نظر کھلے آسمان کو دیکھا۔ شفق کی لالی ہر طرف پھیل رہی تھی سورج اپنی ذمہ داری پوری کرکے اپنی منزل کی جانب جارہا تھا۔ پرندے بھی چہچہاتے ہوئے اب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے اس نے بھی اب مزید بھاگنا اور پھر تھکن سے تار تار ہوتے وجود کے ساتھ کہیں اور پناہ ڈھونڈنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے گھر کی جانب بڑھنے کا عزم کیا اور بے جان' تھکے تھکے وجود کو گھسیٹتے آگے بڑھتا چلا گیا اس سوچ کے ساتھ کہ اب وہ اپنوں کو مزید کسی دکھ سے دوچار نہیں کرے گا کم از کم اس کی اپنی ذات کے حوالے سے تو بالکل بھی نہیں۔

❁ .... ❁ .... ❁

جب ضرورتیں بڑھتی ہیں تو محبتوں کی شدت میں بھی کمی آجاتی ہے جہاں سب کچھ ہمارا ہوتا ہے' وہاں تیرا میرا ہونے لگتا ہے۔ عالمگیر پیلس میں بھی اب ضرورتوں نے جنم لے لیا تھا' وقت گزر رہا تھا اور بچے بڑے ہورہے تھے تو مجبوراً یا مصلحتاً عالمگیر پیلس کو چار پورشنز میں تبدیل کردیا گیا جس میں دو دو کمرے' ایک ایک اسٹور روم' کچن اور باتھ روم شامل تھے۔ وقت گزرنے لگا اور جب ضرورتیں دو دو کمروں کی حدود تجاوز کرنے لگیں تو آہستہ آہستہ وہاں کمروں کے بھی اضافے ہونے لگے۔

میر سب کی ناکام ازدواجی زندگی کے بعد اقبال اور سیما نے دیوار کھڑی کرکے اپنے پورشن کو الگ کرلیا تھا جب کہ خیام' سعید اور بلال ابھی تک ایک ہی چار دیواری میں الگ الگ پورشن میں رہ رہے تھے بلال چونکہ لندن میں تھے اس لیے ان کے حصے کے کمرے آمنہ اور صفورہ کے استعمال میں رہتے تھے۔ تینوں فیملیز کا آنا جانا تو تھا ہی لیکن پھر بھی اقبال کی فیملی کچھ الگ تھلگ رہنے کی عادی تھی۔ سحرش' ندا اور اجیہ کے گروپ میں شامل ہونے کی کوشش کرتی تھی لیکن میر سب کے بدلتے حالات نے ان کے درمیان ایک کھچاؤ سا پیدا کردیا تھا۔ کشش جب سے پاکستان آئی تھی سحرش اور سیما چچی کا رویہ مسلسل نوٹ کررہی تھی ایک آدھ بار ہی وہ لوگ سعید کے گھر آئے تھے۔ وہ دیوار جس نے ان لوگوں کو الگ کررکھا تھا اس کے لیے مزید الجھن کا باعث تھی۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں چچی آپ؟ میں آپ سے ناراض ہوں۔"

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو اور ناراض کیوں ہو؟" کشش' سیما چچی کے پورشن میں داخل ہوئی تو وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی واز میں تازہ گلاب کے پھول سیٹ کررہی تھی تو مدھم پُر شفقت ہنسی کے ساتھ اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"دو ہفتے ہوگئے مجھے پاکستان آئے ہوئے اور آپ صرف ایک بار مجھ سے ملنے کے لیے آئیں۔ نہ ہی مجھے یہاں آنے کی دعوت دی' نہ ہی میری دعوت کی۔" وہ گلاب کا پھول اٹھاتے ہوئے نروٹھے لہجے میں ان سے شکایت کررہی تھی۔

"اپنے گھر میں تو کسی کو دعوت کی ضرورت نہیں ہوتی ناں؟ یہ تمہارا گھر ہے تم جب چاہو یہاں آؤ۔" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنائیت سے بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے چچی جان! پر آپ بھی تو نہیں آئیں ناں بڑے چچا کی طرف۔" وہ ابھی تک منہ بسورے ہوئے تھی۔

"ہاں بس میں کچھ مصروف ہوگئی تھی اور پھر طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی تو نہیں آسکی۔" ان کا نظریں چرانا کشش نے صاف محسوس کیا تھا۔

"کیا ہوا آپ کی طبیعت کو؟ کسی نے ذکر بھی نہیں کیا آپ کی طبیعت خراب کا؟" وہ ان کو دیکھتے ہوئے فکر مندانہ لہجے میں بولی۔

"کچھ نہیں ہوا میری طبیعت کو چھوڑو تم بتاؤ تم کیسی ہو؟ پاکستان آکر کیسا لگا؟ آنسہ بھابی اور بلال بھائی سے بات ہوئی' کیسے ہیں وہ؟ تمہارے بغیر تو بور ہوگئے ہوں گے ناں؟" سیما واز کو اٹھا کر سائیڈ ٹیبل کی طرف رکھتے ہوئے کشش سے پوچھنے لگی تھیں۔

"اُف چچی جان! ایک ساتھ اتنے سارے سوال؟" ہنس دی تھی۔

"تم ایک ایک کرکے جواب دیتی جاؤ۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجھے پاکستان آکر بہت اچھا لگ رہا ہے اور سب سے اچھی تو آپ ہیں۔" کشش ان کے پاس آتی ہوئی پُرخلوص لہجے میں بولی۔

"اچھا وہ کیسے؟"

"آپ مجھے ہمیشہ سے ہی اچھی لگتی ہیں' آپ کو میں نے کبھی کسی کے معاملات میں دخل اندازی کرتے نہیں دیکھا۔ تائی جی اور آمنہ چچی سے بہت مختلف ہیں آپ۔" وہ بولتی ہوئی صفورا' آمنہ اور سیما کا موازنہ کررہی تھی اور یہ واقعی ہی صحیح تھی۔ سیما ان دونوں سے مختلف تھی شاید اس کی بڑی وجہ ان کی مالی ضروریات بھی تھیں۔ صفورا اور آمنہ پیسے کی فراوانی کے باعث اپنے آپ کو سیما سے اونچا سمجھتی تھیں اور ان کو اتنی زیادہ لفٹ نہیں کراتی تھیں وہ آگئی تو ٹھیک ورنہ ان کو باقاعدہ بلایا صرف خاص موقعوں پر ہی جاتا تھا اور پھر اب میر سب کی شادی اور پھر طلاق کے بعد تو جسے وہ سب سے کٹ کر ہی رہ گئی تھیں اور یہ بات کشش نے خاص طور پر نوٹ کی تھی' کچھ آنسہ کے سمجھانے کا بھی اثر تھا اس لیے آج وہ وہاں ان کے پاس آگئی۔

"واہ جی آج تو بڑے بڑے لوگ ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے ہیں۔" سحرش ابھی کالج سے لوٹی تھی تو کشش کو وہاں دیکھ کر اس کی طرف بڑھتی خوشگوار حیرت کے ساتھ بولی اور اس کو گلے لگالیا۔

"کیا کریں جب چھوٹے لوگوں کے پاس ٹائم نہ ہو تو بڑے بڑے لوگوں کو پیش قدمی کرنی پڑتی ہے ناں۔" کشش نے ہنستے ہوئے اس کے طنز کا جواب دیا تھا۔

"ویسے کشش آپی! آپ کو کیسے فرصت مل گئی اِدھر کا راستہ بھولنے کی؟" سحرش بیگ رکھ کر شوز اتارتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"اتنے دنوں سے تم نہیں آئی اور پھر چچی جان بھی صرف ایک بار ہی آئی تھیں' چچا جان بھی شاید مصروف ہیں تو میں نے سوچا میں ہی چلی جاؤں تم نے تو کہنا نہیں کہ آؤ۔" کشش شکوہ کناں لہجے میں وضاحت دینے لگی۔

"ویسے ہم نے آپ کو دعوت دی تھی جسے آپ نے ریجیکٹ کردیا تھا۔" سحرش گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے تلخی سے بولی۔

"سحرش! کتنی بار منع کیا ہے بدتمیزی نہیں برداشت کروں گی۔" سیما اس کو ڈپٹتے ہوئے بولی جب کہ کشش حیرت سے سحرش کو دیکھے جارہی تھی جس کا انداز انتہائی تلخ تھا۔

"کیا بات ہے سحرش! چچی جان کیا ہوا؟ کس نے منع کیا کہ میں یہاں نہیں آسکتی؟" کشش ان سے استفسار کررہی تھی۔

"کچھ نہیں بیٹا! ایسی کوئی بات نہیں' ہم نے ابھی تک تمہیں انوائٹ کیا ہی نہیں۔" سیما صلح جو لہجے میں بولی تو سحرش پیر پٹختی وہاں سے نکل گئی۔ کشش نے متعجب نظروں سے سیما کو دیکھا لیکن ان کی نظریں ہلتے پردے پر جمی تھیں جہاں سحرش گئی تھی۔

"چچی جان؟" کشش نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکی۔

"تم چائے پیوگی یا کھانا کھاؤ گی؟" ان کا انداز کافی اجنبی اور لیے دیئے والا تھا جس کو کشش نے نوٹ کیا تھا لیکن اپنا وہم سمجھ کر سر جھٹک دیا' اب سحرش کی تلخ باتوں نے اس کو باور کرادیا کہ ضرور کوئی بات ہے تبھی اقبال چچا' چچی اور سحرش کترا رہے ہیں اور میر سب کو تو اس نے دیکھا ہی نہیں' پتا نہیں وہ کہاں غائب تھا۔

"چچی جان! کس نے منع کیا کہ میں یہاں نہیں آسکتی؟" کشش الجھن آمیز نظروں سے ان کو دیکھتی پھر سے استفسار کررہی تھی لیکن وہ مسلسل خاموش تھیں وہ مصلحتاً خاموش تھیں یا مجبوراً کشش اندازہ نہ لگا پارہی تھی۔

"چھوڑو بیٹا! ایسی باتوں پر دھیان نہیں دیتے' سحرش ابھی بچی ہے اس لیے ناسمجھ بھی ہے۔ تم اس کی باتوں کا برا نہ منانا۔ تم جاؤ سحرش کے پاس وہ اپنے کمرے میں ہی ہوگی اس کو لے کر آؤ میں تب تک کھانا لگاتی ہوں۔ آج میں نے سحرش کے من پسند کریلے گوشت بنائے ہیں اور ساتھ گاجر کا حلوہ' تم کو بھی اچھا لگے گا۔" سیما مصروف انداز میں کہتی چلی گئی جب کہ کشش متذبذب سی وہاں سے پلٹی اور سحرش کو بلانے اس کے کمرے کی طرف قدم بڑھا رہی تھی مگر ذہن میں اودھم مچاتے' مچلتے ہزاروں سوالوں کو چاہنے کے باوجود بھی نہ جھٹک پارہی تھی۔ ڈھیر ساری متذبذب سوچوں' الجھنوں کے لاتعناہی سلسلوں کے ساتھ وہ سحرش کے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

"کیا وجہ ہوسکتی ہے؟" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"کیا ان سب کے درمیان کوئی ناراضگی چل رہی ہے؟" ایک اور سوال نے ذہن پر دستک دی۔ "مجھے مما اور ڈیڈ سے بات کرنی چاہیے ان کو انفارم کرنا چاہیے کہ اقبال چچا کی سب سے ناراضگی ہے۔" وہ مسلسل خود سے الجھ رہی تھی۔

"لیکن مما اور ڈیڈ کو تو یہاں کے سارے حالات پتا ہوتے ہیں ناں' ہاں میرے خیال میں ان کو پتا ہے تبھی مما مجھے بار بار سمجھا رہی ہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔" وہ مسلسل خود کلامی میں مصروف تھی۔

"میں مما سے پوچھوں گی کہ یہاں سب کیا ہورہا ہے اور مجھے کیوں نہ بتایا مما نے۔" سحرش کے کمرے کے باہر کھڑی کشش الجھتی ہی جارہی تھی۔

"سحرش......؟" بلآخر وہ اندر داخل ہوئی تو چینج کیے بنا بیڈ پر بیٹھی سحرش کو دیکھ کر ٹھٹک گئی' سوچوں کی وادیوں میں گم نجانے وہ کون سی گتھیاں سلجھانے کی کوشش میں مصروف تھی کہ اس کے آنے کا کوئی نوٹس نہ لیا تو کشش اس کے پاس آکر ٹھہری۔

"سحرش کیا بات ہے؟" وہ اس کے پاس بیٹھتی اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے دوستانہ لہجے میں اس سے استفسار کررہی تھی۔

"کوئی بات نہیں آپی! آئی ایم سوری ایسے ہی کالج میں ہی موڈ آف تھا اس لیے۔" سحرش اس کی طرف دیکھتی انگلیاں مروڑتی ہوئی بولی۔

"ارے پاگل' کیا ہوا ہے؟ سوری کس بات کے لیے میں تو یہ پوچھ رہی ہوں کہ موڈ کیوں آف ہے؟" وہ اس کی طرف دیکھتی اس سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں آپی! کبھی کبھی ایسے ہی فرسٹریشن ہوجاتی ہے چھوڑیں چلیں آپ میں فریش ہوکر آتی ہوں پھر کھانا کھائیں گے۔" سحرش مسلسل ٹال مٹول سے کام لے رہی تھی۔

"نہیں پہلے تم مجھے بتاؤ کہ کس بات کی فرسٹریشن ہے؟ کیا وجہ ہے جو اتنے دنوں سے نہ تم مجھ سے ملنے آئیں نہ ہی چچی آئیں اور نہ ہی چچا جی نے میری خبر لی۔" کشش بضد لہجے میں بولی۔

"آپی! ایسی کوئی بات نہیں' میں کالج میں بزی ہوگئی ہوں' پاپا جاب پر ہوتے ہیں اور بہت سے دنوں سے امی کی طبیعت بھی خراب ہے تو بس چکر نہیں لگ سکا۔" سحرش اس سے نظریں چرائی اس کے سامنے سے ہٹی اور تیز تیز بولتی وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔

"کالج میں کیا چوبیس گھنٹے ہی بزی رہتی ہو؟ پندرہ منٹ بھی نہیں تمہارے پاس کہ ایک بار آکر میرا حال ہی پوچھ لیتیں؟" کشش اس کی پشت پر نظریں جمائے بولی تو پل بھر میں اس کے ہاتھ رکے' خالی خالی نظروں سے دائیں بائیں دیکھا اور دوسرے پل پھر مصروف ہوگئی۔

"بولو سحرش! کیا بات ہے؟" سحرش نے کوئی جواب نہ دیا تو کشش اس کے پاس آکھڑی ہوئی اور اس کے کندھوں کو تھام کر رخ اپنی طرف کیا تو وہ سر جھکائے چپ چاپ آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

"سحرش...... یہ کیا......؟" کشش متعجب سی اس کی بھیگی آنکھوں کو دیکھتی ہوئی پریشان ہوئی۔

"کچھ نہیں آپی! بس ایسے ہی۔" سحرش ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے بھرآئی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم میر سب بھائی کی وجہ سے پریشان ہو؟" کشش اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے اس کو دیکھتے ہوئے بولی تو وہ بس ایک نظر کشش کی طرف دیکھ کر سر جھکا گئی۔

"آہم...... اچھا اب سمجھی۔ چلو یہاں آؤ۔" کشش نے اس کو روم میں رکھی روکنگ چیئر پر بٹھایا اور خود ڈریسنگ ٹیبل کے اسٹول کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"دیکھو سحرش! زندگی میں کبھی دھوپ تو کبھی چھاؤں آتی رہتی ہے اس سب کے بغیر زندگی میں چارم نہیں رہتا اور زندگی کے چارم کو برقرار رکھنے کے لیے ہمیں محبت اور حوصلے کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے ہمارا ضمیر مطمئن ہو ناں سحرش تو پھر ایسے حالات ہماری آزمائش ہوتے ہیں سزا نہیں۔ ہمارے حوصلے پست تب ہی پڑتے ہیں جب ہم آزمائشوں کو سزا سمجھنا شروع کردیتے ہیں اور پھر جب ہم کمزور پڑھ کر اللہ کی رحمتوں اور کرامتوں سے منکر ہونے لگتے ہیں ناں تب تکلیفوں کے حوصلے بھی بلند ہونا شروع ہوجاتے ہیں تم سمجھ رہی ہو نا میری بات!" کشش اس کی بھیگی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دوستانہ لہجے میں بولی۔

"میں سمجھتی ہوں آپی! لیکن سب لوگ ہمیں غلط سمجھتے ہیں ہمیں شک بھری نظروں سے دیکھتے ہیں' بھابی اور بھائی کے درمیان اور کوئی بات نہیں تھی بس سوائے اس کے کہ بھابی اپنے میکے میں رہنا چاہتی تھی لیکن آپ کو پتا ہے میں نے خود سنا ہے ندا آپی' اجیا آپی اور صفی بھائی کو کہتے کہ اصل بات کیا پتا کیا ہے' اچھی بھلی تو تھی عالیہ بھابی پھر اتنی سی بات کے لیے اتنا بڑا فیصلہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ ہم جانتے ہیں آپی! بھائی نے بہت کوشش کی تھی کہ ان کا رشتہ نہ ٹوٹے' وہ جانتے تھے کہ کیسی کیسی باتیں سننے کو ملیں گی اور وہی ہوا ایسی باتیں تکلیف دیتی ہیں ناں آپی! جب اپنے ہی منہ موڑ لیں تو کتنی تکلیف ہوتی ہے آپ کو انداز نہیں۔" سحرش اب کھل کر بول رہی تھی۔

"نن...... نہیں سحرش! ایسی بات نہیں ہے۔" اس کی سچی قیاس آرائی پر لمحہ بھر کو کشش بھی بوکھلا گئی۔ ندا نے اس دن اس سے بھی تو اسی طرح کی باتیں کی تھیں۔

"سحرش! کبھی کبھی ہم جو سنتے ہیں وہ سچ نہیں ہوتا' ہم اپنی الجھنوں میں اس قدر کھوئے ہوئے ہوتے ہیں کہ نہ تو

لفظوں کا مفہوم سمجھ پاتے ہیں اور نہ ہی لہجے کے اتار چڑھاؤ کو اگر ہم تھوڑی سی سمجھ داری سے کام لیں ناں تو بہت بڑے نقصان سے خود کو اور دوسروں کو بھی بچا سکتے ہیں نفرت کے بیج کو پنپنے سے روک سکتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہی سحرش کہ تم جھوٹ بول رہی ہو لیکن ہوسکتا ہے تم ان کے لہجے کو نہ سمجھی ہو؟" کشش نے اس کے متذبذب چہرے کو دیکھا اور متانت سے سحرش کو مثبت پہلو سے روشناس کروا کر اس کے دل میں ابھرنے والی نفرت و کدورت کے بیج کو تناور درخت بننے سے روک دیا تھا۔

"آپ بھی تو ہمارے گھر نہیں آئی ناں۔" سحرش منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"میڈم میں اس وقت کہاں ہوں؟" کشش نے اس کو گھورتے ہوئے استفسار کیا۔

"میں جانتی ہوں آپ ہمارے گھر ہی ہو رہنے کے لیے تو نہیں آئی ناں۔" سحرش اپنی بات پر قائم رہی کہ وہ اس کے گھر نہیں آئی۔

"میں تو اس انتظار میں تھی کہ تم مجھے لینے کے لیے آؤ گی۔" اب کے کشش بھی نروٹھے لہجے میں بولی۔

"اوکے ہم کل ہی آپ کو لینے کے لیے آئیں گے۔" سحرش مسکراتے ہوئے بولی۔

"آج کیوں نہیں؟" کشش اس کو چھیڑتے ہوئے بولی۔

"آج اس لیے نہیں کہ ابھی ابھی بھائی کا میسج آیا تھا کہ شام تک وہ گھر پہنچ جائیں گے تو تھکے ہوئے ہوں گے ناں آج وہ ریسٹ کریں گے تو کل ہم آجائیں گے۔ آپ تو ابھی تک بھائی سے ملی بھی نہیں ناں۔" سحرش تیز تیز بولتی اس کو بتانے لگی تو نجانے کیوں کشش کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہونے لگیں۔ بے ساختہ ہی اس نے اپنی کلائی پر ہاتھ رکھا۔

"اوکے ٹھیک ہے کل آجانا پھر میں اِدھر ہی رہوں گی تم سب کو تنگ کروں گی لیکن جاؤں گی نہیں۔" کشش کھلکھلا کر ہنس دی تو سحرش نے بھی اس کی محبت سے سرشار ہوکر موڈ فریش کرلیا۔

"سحرش چلو اب تم جلدی سے چینج کرو مجھے تو بھوک لگ رہی ہے اور چچی جان بھی انتظار کررہی ہوں گی۔" اپنے نہ سمجھ میں آنے والے خیالات کو جھٹکتے ہوئے کشش نے موضوع بدلا۔

"اوکے ٹھیک ہے آپ چلیں آپی! میں پانچ منٹ میں آتی ہوں۔" کشش نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

"آپی!" وہ دروازے تک پہنچی تھی کہ سحرش کی آواز پر پلٹ کر دیکھا۔

"ارے یہ...... یہ کیا؟ یہ اتنا پیار کس خوشی میں؟" کشش نے پلٹ کر دیکھا تو سحرش بھاگتی ہوئی اس اس سے لپٹ گئی۔

"تھینک یو سو مچ آپی! آپ بہت اچھی ہو۔ سچ میں آپ کی پوزیٹو باتوں نے میرا موڈ ٹھیک کردیا اور مجھے لگتا ہے کہ شاید میں ہی اپنی ٹینشن کی وجہ سے باقی سب کو غلط سمجھ رہی تھی۔"

"ارے میں اتنی بھی اچھی نہیں ہوں یہ تو بس کبھی کبھی ڈائیلاگ خود بخود پھولوں کی طرح جھڑنے لگتے ہیں۔" کشش اس کو الگ کرتی ہوئی واپس اسی بے پروا اور لاابالی پن میں لوٹتے ہوئے شاہانہ انداز میں بولی۔

"آپ چلو آپی میں چینج کرکے آتی ہوں لگتا ہے آپ کو واقعی بہت بھوک لگ رہی ہے۔" سحرش ہنستے ہوئے بولی تو کشش نے مصنوعی غصے سے اس کو گھورا اور باہر نکل گئی۔

"آپی واقعی ہی بہت نائس ہیں اب میں ان سے پکی دوستی کروں گی۔" سحرش خود کلامی کرتی دوبارہ وارڈ روب کے سامنے آکھڑی ہوئی اور اب اس کی سوچیں کسی اور ہی نہج پر بہنے لگی تھیں۔

❁......❁......❁
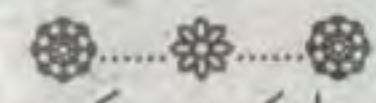
"ہاں بتاؤ اب ایسی کون سی راز کی بات ہے جس کے لیے تم سے صبر نہ ہوسکا اور مجھے گہری نیند سے اٹھا دیا۔" ندا نے فیورٹ ڈیپ ریڈ ٹاول سے منہ صاف کرتی واپس کمرے میں آئی تو اجیہ اسی پوزیشن میں بیٹھی گہری سوچ میں گم تھی۔

"اجیہ......؟" ندا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی لیکن اجیہ نے اس کے واپس آنے کا کوئی نوٹس نہ لیا تو اس نے اسے مخاطب کیا۔

"ہا...... ہاں ہاں۔" اجیہ جیسے گہری نیند سے جاگی تھی ندا نے ابرو اچکا کر اس کی بوکھلاہٹ کو دیکھا تھا۔

"کیا ہوا اتنی گم صم کیوں ہو...... سب خیریت تو ہے ناں؟" ندا نے پوچھا۔

"ندا ہم سوچ رہے ہیں صفی کی شادی کی جائے گھر میں کچھ ہلا گلا ہو۔" اجیہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کو بتایا۔

"ہاں تو کرو ناں اس میں راز کی کیا بات ہے؟" ندا اس سے نظریں چراتی دھڑکتے دل کے ساتھ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور بلاضرورت دراز کھول کر اس میں جھانکنے لگی۔

"راز یہ ہے کہ جو لڑکی ہم نے صفی کے لیے پسند کی ہے اس کو بھی بھائی پسند ہیں یہ کیسے پتا چلے؟" اپنی دھن میں بولتی اجیہ اس سے مشورہ لے رہی تھی۔

"اس سے پوچھ لو سمپل۔" ندا بے پروائی سے بولی۔

"ویسے کس کو پسند کیا ہے؟" دراز میں سے کاجل پنسل نکالتے ہوئے ندا اس سے پوچھ رہی تھی۔

"تم مدد کرو گی؟" اجیہ اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"میں کیسے مدد کروں؟" ندا لہجے کو سرسری رکھنے کی حتی الامکان کوشش کررہی تھی لیکن پھر بھی دل کا چور تھا یا کیا خود بخود ہی اس کا لہجہ ڈھیلا پڑنے لگا تھا۔

"جیسے بھی کرو بتاؤ ناں کرو گی؟" اجیہ بضد لہجے میں اس کو مدد کے لیے راضی کرنے لگی۔

"ہا...... ہاں کیوں نہیں۔" ندا قدرے بوکھلاہٹ کا شکار ہورہی تھی تتر بتر ہوتی دھڑکنوں میں پھیلے اضطراب کو کوئی نام نہ دے پا رہی تھی۔

"ویسے کس کو پسند کیا ہے؟" ڈریسنگ ٹیبل کی سیٹنگ کو پھر سے سیٹ کرتی ہوئی وہ مصروف انداز میں اجیہ سے پوچھ رہی تھی۔

"کشش کو......"

"کک...... کشش کو؟ لیکن......" اس کا ہاتھ لمحہ بھر کو کانپا تھا۔

"لیکن...... کیا؟" اجیہ نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"صفی سے پوچھا؟" اس نے گہرا سانس لیا۔

"نہیں ناں نہیں پوچھا مما کہہ رہی ہیں کہ پہلے کشش سے پوچھیں اگر وہ راضی ہو تو پھر تایا جی اور تائی جی سے بات کریں گے بھائی تو کچھ نہیں کہیں گے ناں۔"

"اچھا...... میرا نہیں خیال کہ کشش راضی ہوگی۔" ندا کن انکھیوں سے اجیہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیوں...... کیا خرابی ہے میرے بھائی میں؟" اجیہ ابرو اچکا کر تیکھے لہجے میں بولی۔

"خرابی تمہارے بھائی میں نہیں کشش کے آئیڈیل میں ہے تمہیں نہیں پتا کیا کہ اس کو کوئی راج کمار نہیں اک صیاد چاہیے۔ وہ اپنی محبت کو آزمانا چاہتی ہے اور تمہارا بھائی تو......"

"تمہارا بھائی تو کیا......؟" بھاری آواز پر دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔

"ہے ہی لوفر......" ندا نے بات پوری کی تو صفی کے فلک شگاف قہقہے پر وہ اس کو گھور کر رہ گئی۔

"ندا کی بچی! خبردار جو میرے بھائی کو لوفر کہا۔" اجیہ اس کو گھورتے ہوئے دانت پیس کر بولی۔

"اونہہ......"

"ویسے کیا بات ہورہی تھی میرے بارے میں؟" وہ اندر داخل ہوتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں بھائی ہم بس آپ کی شادی کی پلاننگ کررہی تھیں۔"

"ہائے اللہ سچی......" صفی نے شرماتے ہوئے پوچھا

اور مصروف سی ندا کو دیکھا تو اس کی نظریں ندا کی کلائی کی سرخ چوڑیوں میں الجھنے لگی۔

"ہاں بچی! بھائی آپ کو کوئی پسند ہے تو بتائیں ورنہ ہم اپنی پسند کی لڑکی لے آئیں گے۔" اب اجیہ اس کو چھیڑ رہی تھی جب کہ ندا مکمل لاتعلق بنی آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔

"ہاں پسند ہے ایک......" آئینے میں جھانکتے اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے صفی بولا تو یک لخت ندا نے نظریں اٹھا کر اس کو دیکھا اس کی نظریں صفی کی نظروں سے ٹکرائی اور پہلے بار ایسے ہوا تب اس سے پلکیں نہ جھپکائی گئیں وہ متحیر نظروں سے اس کو دیکھے گئی۔

کون......کون ہے وہ بھائی جلدی بتاؤ۔" اجیہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بے قراری سے بولی۔

"بتاؤں گا' بتاؤں گا اتنی بھی کیا جلدی ہے؟" صفی ندا کو نظروں کے حصار میں لیے بولا دوسرے پل اس کے چہرے کے تغیر و تبدل پر اس نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

"تم لوگ باتیں کرو میں آتی ہوں کچھ دیر میں۔" اس سے پہلے کہ اجیہ یا صفی میں سے کوئی او کے کہتا وہ باہر نکل گئی۔

"اس کو کیا ہوا؟" صفی نے متعجب نظروں سے اجیہ کو دیکھا۔

"پتا نہیں ابھی تو اچھی بھلی تھی۔" اجیہ نے شانے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

"آہم...... اچھا۔" صفی کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔

"پتا نہیں کیا ہوا ہو گیا ندا کو؟" اجیہ کو فکر سے زیادہ تجسس ہو رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا ہو گا تم فکر نہ کرو' مما کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں شاید سیما چچی کے پاس گئی ہیں ان کی طبیعت خراب تھی تو عیادت کو گئی ہیں۔"

"اچھا میں باہر جا رہا ہوں مما کو بتا دینا۔" ندا کے رویے کے بارے میں سوچتا صفی' اجیہ کو اپنے باہر جانے کا بتا کر وہاں سے نکل گیا۔

گم صم سی ندا نے اس کو پریشان سا کر دیا تھا' سوچیں مسلسل اس کے گرد گھوم رہی تھیں۔

❀......❀......❀

"میں اُڑی اُڑی جاواں ہوا دے نال' میں اڑی اڑی جاواں......"

"ہائے میرا سر...... اُف مر گئی...... مما......! مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔" ڈارک گرین بھاری سی شلوار کے ساتھ ڈارک بلو شارٹ قمیص پہنے' شولڈرز پر بکھرے بال' بڑے سے دوپٹے کا ایک کونا ہاتھ میں دبائے اسے لہراتی' گنگناتی وہ سحرش کے گھر سے نکل کر واپس سعید عالمگیر کے پورشن کی طرف بڑھتی جا رہی تھی اپنی دھن میں مگن' اپنے خیالوں میں گم وہ اپنی ازلی لاابالی اور بے پروا جون میں مٹک مٹک کر چلی جا رہی تھی کہ اچانک اس کا سر دیوار سے جا ٹکرایا۔ کم از کم اس کو تو ایسا ہی لگا تھا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا' زبردست قسم کے چکر نے اسکے اوسان خطا کر دیئے تھے اور اس سے پہلے کہ وہ چکرا کر نیچے گرتی اس کے لڑکھڑاتے وجود کو کسی نے اپنے آہنی شکنجہ میں دبوچ کر اس کو گرنے سے بچایا۔ نیم وا آنکھوں سے اس نے جھانکا تو ایک ہیولا سا اس کی آنکھوں کے آگے لہرایا۔ چکراتے سر کو بمشکل تھامتے ہوئے بلآخر اس نے اس کے کندھے پر سر ٹکا دیا تھا۔

(جاری ہے)

نئی منزلوں کے نشان

سویرا فلک

> مجھے ایسا لطف عطا کیا جو نہ ہجر تھا نہ وصال تھا
> مرے موسموں کے مزاج داں تجھے کتنا مرا خیال تھا
> کہیں خونِ دل سے لکھا تو تھا ترے سالِ ہجر کا ساتھ
> وہ ادھوری ڈائری کھو گئی وہ نہ جانے کون سا سال تھا

اللہ اللہ کر کے رسمیں ختم ہوئیں تو اسے کمرے میں لا کر بٹھایا گیا تو اس نے کراؤن کے سرہانے سجے میرون غلاف والے گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر کمر سیدھی کرنی چاہی' مگر اگلے ہی لمحے نوعمر لڑکیاں اور کم سن بچیاں دلہن کی جھلک دیکھنے کے لیے کمرے میں آن وارد ہوئیں اور اس کے گرد ڈیرہ ڈالنے لگیں' مگر شاید قدرت کو اس پر رحم آ گیا اور نگہت آپا کسی فرشتے کی طرح کمرے میں نازل ہوئیں۔

"ارے لڑکیوں' دلہن اب تھک گئی ہو گی' اسے آرام کرنے دو۔" نگہت آپا کی سرزنش پر سب لڑکیوں نے باہر کی راہ لی تو اس نے سکون کا سانس لیا مگر فی الحال کمر ٹکانے سے احتراز کیا۔ نگہت آپا اب بیوٹی بکس کھول کر اس کے سامنے آ بیٹھی تھیں۔

میک اپ کی ری ٹچنگ کرتے ان کے ہاتھوں کے ساتھ اب ان کی زبان بھی متحرک ہو گئی تھی اور وہ آنکھوں کو جھکائے' سماعتوں کے ذریعے ان کی طرف متوجہ تھی۔

"دیکھو سدرہ' میں جانتی ہوں کہ ہر لڑکی کی طرح' تم نے بھی اپنی شادی کے حوالے سے کئی سہانے خواب دیکھے ہوں گے اور فطری طور پر اس دن کے حوالے سے تمہارے دل میں کئی ارمان اور امنگیں ہوں گی۔ گو کہ شاید تم نے اپنے خوابوں کی تعبیر کو اس روپ میں پانے کی تمنا کبھی نہیں کی ہو گی مگر شاید یہی ہونا تھا۔ اسی لیے تم یہاں ہو۔ تمہارے لیے اگر یہ پہلا تجربہ ہے تو حارث نے بھی شاید کبھی بھی زندگی کے اس رنگ کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ تم بہت سمجھدار ہو' بہت پیاری ہو' میں تمہیں......" نگہت آپا رک کر الفاظ تلاش کرنے لگیں تو اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"آپا! میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گی کہ

سب سنبھال سکوں‘ آپ بس میرے لیے دعا کیجیے گا۔“ اس نے آنسوؤں کا گولہ حلق میں اتارتے ہوئے اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائی تو نگہت آپا اس کا ماتھا چوم کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”جیتی رہو‘ سدا سہاگن رہو۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔ آرام کروں گی۔ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہہ دینا۔ میرا کمرا برابر میں ہی ہے۔ میں حارث کو بھیجتی ہوں۔“

”جی......“ اس نے سر جھکالیا۔ سدرہ یونہی سر جھکا دینے کی عادی تھی۔ اسے یہ تربیت اس کے گھر اور ماحول سے ملی تھی۔ اماں ابا نے تینوں بہن بھائیوں کو ہر حال میں صابر اور شاکر رہنے کی تلقین کی تھی۔ خوب سے خوب تر کی تلاش اور ’میں‘ اور ’انا‘ کی تکرار نہ ان بہن بھائیوں نے اماں میں دیکھی‘ نہ ابا میں۔ اس لیے سدرہ سے بڑی دو بہنوں عابدہ اور عصمت کے لیے آئے ہوئے پہلے ہی رشتوں کو مناسب اور اللہ کی رضا جانتے ہوئے اماں ابا اپنے فرائض سے سبکدوش ہوگئے۔ سب سے چھوٹا بھائی ماجد بھی دیگر اولادوں کی طرح فرمانبردار اور سعادت مند نکلا تھا۔ اکلوتا اور سب سے چھوٹا ہونے کے باوجود اس نے میٹرک کرتے ہی ابا کے ساتھ دکان پر بیٹھنا شروع کردیا کیونکہ اسے لگتا تھا کہ ابا کو اب اس کی ضرورت ہے۔ ایسے میں اماں ابا‘ رب باری تعالیٰ کا کروڑوں شکر ادا کرکے سرشار اور مطمئن تھے کہ اللہ نے انہیں سعادت مند اولادوں کے روپ میں اپنی رحمت و نعمت سے نوازا ہے۔ اسی لیے جب نگہت آپا جو سدرہ کی پرانی محلے دار تھیں‘ سدرہ کے لیے حارث کا رشتہ مانگنے آئیں تو اسے گوارا نہ ہوا کہ اس کے ماں باپ کا مان ٹوٹ جائے‘ جبکہ نگہت آپا کا مدعا جاننے کے بعد اماں ابا شش و پنج میں مبتلا ضرور ہوئے تھے۔

”میں جانتی ہوں آمنہ خالہ! ثریا کی عمر اتنی نہیں کہ اسے ایسا رشتہ ملے مگر آپ نے حارث کو بھی تو اپنی آنکھوں کے سامنے ہی جوان ہوتے دیکھا ہے مگر کون جانتا تھا کہ...... وقت ہم پر اس طرح ستم ڈھا جائے گا۔“ ان کی آنکھوں میں آنسو اترے تو امی بابا کی بھی پلکیں بھیگ گئیں۔ واقعی وقت بڑی ظالم شے ہے۔ اسی وقت نے تو نگہت آپا اور حارث دونوں کی زندگیاں بیک وقت سنسان کردیں تھیں۔ بہت بھرا پرا گھرانہ تھا ان کا‘ نگہت آپا‘ راشد بھائی‘ فریحہ‘ حارث اور عبید...... حارث کا دو سالہ بیٹا...... اور پھر بس ایک اندوہناک بم دھماکے نے جب ایک ہی بلڈنگ کے کئی خاندانوں کے پرزے بکھیر دیئے تب ہی گھر میں موجود نگہت آپا کے شوہر‘ راشد بھائی‘ فریحہ اور عبید ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے چلے گئے جبکہ کسی ضروری کام سے باہر جانے والے نگہت آپا اور حارث زندہ بچ گئے۔ شاید اسی کو تو کہتے ہیں کہ جسے اللہ چاہتا ہے اسے ہی زندہ رکھتا ہے۔ بس سبب اور بہانے پیدا کرتا ہے۔

”ہم اس خستہ حال گلی کا‘ دو کمروں کا چھوٹا سا مکان‘ اس لیے چھوڑ کر گئے تھے کہ ایک تو حارث کی شادی کے باعث گھر چھوٹا لگنے لگا تھا‘ پھر حارث کی خواہش تھی کہ فریحہ کی آمد نئے اور خوبصورت گھر میں ہو۔ مگر اب وہی پانچ کمروں کا اپارٹمنٹ کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ ویسے بھی گھر تو گھر والوں سے بنتا ہے۔ اپنی سدرہ کو مجھے دے دیں‘ میں جانتی ہوں وہ حارث کو سنبھال لے گی‘ رہی میں...... تو جانے کتنی سانسیں باقی ہیں۔ ایک تو عمر ساتھ چھوڑے دے رہی ہے اور جو اس عمر کا ساتھی تھا وہ بھی چھوڑ کر چلا گیا۔ مجھے اور راشد کو تو اللہ نے اولاد سے نوازا ہی نہیں مگر کم از کم حارث اور اس کی اولاد کے دم سے تو ہماری نسل چلتی رہے۔“ نگہت آپا نے سدرہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر بڑے مان سے بابا اور اماں کو دیکھا اور اماں بابا نے سدرہ کو...... پھر وہی ہوا جو ہوتا آیا تھا۔ سدرہ نے اماں بابا کی پرامید آنکھوں میں موجود دیئے بجھنے نہ دیئے اور سر جھکا دیا۔

☺......☺......☺
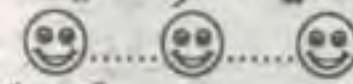
دروازے کی آہٹ پر سدرہ چونک گئی اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ حارث کمرے میں داخل ہوا تو وہ اپنے آپ میں سمٹ گئی۔ حارث اس کے عین سامنے آکر بیٹھ گیا۔ سدرہ کا دل بھی اس کی پلکوں کی طرح لرز رہا تھا۔ دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی جارہی تھیں‘ دل بے حد مضطرب تھا اور وہ سانس روکے حارث کی لب کشائی کی منتظر تھی۔

”ایسے موقعوں کے لیے کافی تیاری کی جاتی ہے۔ جہاں دلہا کے یار دوست معنی خیز جملے رٹواتے ہیں‘ وہیں دلہن کی سہیلیاں بھی...... اپنے اپنے تجربے کے مطابق مشورے دیتی ہیں۔

”دیکھو! زیادہ باتیں نہ کرنا...... چپ چاپ بیٹھنا...... اعتماد اور بھروسہ ہی کامیاب ازدواجی زندگی کی جڑیں ہیں...... شوہر کو دوست سمجھنا...... ہر بات شوہر کو مت بتا دینا...... شوہر کو یوں مٹھی میں کرنا...... اور یوں محبت و حسن کے جادو سے اسیر کرلینا۔“ مشاہدے اور تجربے کے نچوڑ سے حاصل کیا گیا علم تقسیم کیا جاتا ہے۔ دعائیں دی جاتی ہیں۔

”سدا خوش رہو۔“

نیک تمنائیں ہمراہ کی جاتی ہیں۔

”سدا سہاگن رہو۔“ مگر کیا کریں جب قسمت ہی ساتھ نہ دے...... یا دعاؤں کو قبولیت نہ ملے یا پھر کسی کی نظر لگ جائے...... سدرہ سوچتی ہی رہ گئی جب حارث نے اس سے کہا۔

”سدرہ میں جانتا ہوں کہ ہر لڑکی کی طرح تمہارے دل میں بھی آج کے دن کے حوالے سے کئی آرزوئیں مچل رہی ہوں گی۔ کئی تمنائیں کروٹ لے رہی ہوں گی‘ کئی خواب ہمارے رشتے کے حوالے سے...... سوتے جاگتے تم نے بھی دیکھے ہوں گے مگر میں مجبور ہوں‘ بے بس ہوں‘ میں فریحہ کو بھول نہیں پایا ہوں اور نہ شاید کبھی بھول پاؤں۔ میں نگہت آپا کا دل بھی نہیں توڑ سکتا تھا‘ اسی لیے میں نے حامی بھری۔ تم جانتی ہو کہ بھابی ہونے کے باوجود انہوں نے بالکل ماں کی طرح میری پرورش کی ہے۔ وہ سمجھ بیٹھی ہیں کہ میری دوبارہ شادی کرکے وہ مجھے خوش دیکھ سکیں گی۔ مگر خوشیاں میری زندگی سے ہمیشہ کے لیے جا چکی ہیں۔ تم سے شادی میرے لیے محض ایک سمجھوتہ ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ دوں مگر میں تمہیں دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ مجھے فریحہ سے محبت تھی اور رہے گی۔ تم جب چاہو خلع لے سکتی ہو ورنہ انہی شرائط کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہو۔ میری محبت کے علاوہ میں تمہیں ہر چیز فراہم کروں گا‘ تمہاری ضرورت کے ساتھ ساتھ تمہاری خواہش پوری کرنے کی بھی پوری کوشش کروں گا۔ یہ تم پر ہے‘ تم کونسا راستہ چنتی ہو...... میری طرف سے تم بااختیار ہو...... مگر......“ اب بھی کوئی اگر مگر باقی تھا...... بااختیار کرکے پابند بنا دینے والے کھلاڑی کو سدرہ داد دیئے بغیر نہ رہ سکی۔ جب حارث نے کہا۔

”مجھے امید ہے کہ ہر اچھی لڑکی کی طرح تم اپنوں کی خاطر...... میری طرح سمجھوتہ کرلوگی...... اور اپنوں کا دل نہیں توڑوگی...... ہاں یہ لو...... تمہاری منہ دکھائی۔“ مخملی ڈبیا سدرہ کی جانب بڑھاتے ہوئے گویا حارث نے ایک اور مجبوری دکھائی۔

سدرہ کا دل چاہا کہ وہ ڈبیا اٹھا کر حارث کے منہ پہ دے مارے‘ اس کا دل چاہا کہ اسے اتنا زوردار تھپڑ مارے کہ اس کا چہرہ...... سدرہ کے دل کی طرح لہولہان ہوجائے...... وہ چیخنا چاہتی تھی‘ چلانا چاہتی تھی کہ وہ کون ہوتا ہے اس کے ارمانوں کو سولی چڑھانے والا۔ وہ تو شرعاً اور قانوناً اس کی منکوحہ بن چکی تھی۔ وہ مانے نہ مانے...... وہ اس کی زندگی میں آچکی تھی۔ وہ کیا کرے‘ جسے سدرہ کے دل کے علاوہ ہر کسی کے دل کے ٹوٹ جانے کی پروا ہے...... اسے لمحے بھر کو بھی خیال نہیں آیا کہ سدرہ کے سینے میں بھی ایک دھڑکتا ہوا دل ہے اور دل توڑنا گناہ کبیرہ ہے۔

”تو میں کیا کروں...... حارث عباسی......؟“

”اٹھو اور چینج کرلو......“ سدرہ کی آواز حلق سے نکلنے سے پہلے حارث نے کہا تھا۔

"جی......" سدرہ نے سر جھکا لیا۔

☺......☺......☺
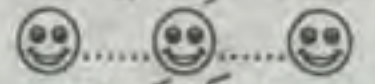
سچ کہا ہے کسی نے' وقت کبھی کسی کے لیے نہیں رکتا۔ سدرہ اور حارث کی زندگی کی گاڑی بھی چل رہی تھی۔ حارث آفس چلا جاتا تو سدرہ بور ہو جاتی' کیونکہ نگہت آپا اپنی بہن کے پاس انگلینڈ چلی گئی تھیں۔ فراغت سے چھٹکارے کے لیے سدرہ نے قریب کے اسکول میں ملازمت کرلی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں میں دل خوب بہل جایا کرتا تھا۔ حارث نے اس کی اس مصروفیت پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔ کیونکہ وہ گھر پر بھی بھرپور توجہ دیتی تھی۔ گھر کی صفائی ستھرائی' کھانا پکانے اور حارث کے ضروری کاموں کے حوالے سے سدرہ نے کبھی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ اسکول سے آ کر نماز سے فارغ ہو کر ایک گھنٹہ ریسٹ کر کے اپنے کاموں میں لگ جاتی اور رات میں اسکول کا کام لے کر بیٹھتی چاہے اسے رات بھر جاگنا ہی کیوں نہ پڑے۔ اس دن بھی وہ اسکول سے کاپیوں کا پلندہ اٹھا کر تھکی ماندی گھر میں داخل ہوئی تو سامنے اپنی پرانی دوست سبین کو بیٹھا دیکھ کر اس کی ساری تھکان اڑن چھو ہو گئی۔ حارث کی ہفتہ وار تعطیل تھی اس لیے اس نے سدرہ سے کہا کہ وہ آرام سے بیٹھ کر دوست سے باتیں کرے' وہ باہر سے کھانا لے آتا ہے۔ حارث گیا تو سدرہ' سبین کو بیڈ روم میں لے آئی۔

"بھئی تمہارے ہسبینڈ تو بڑے اچھے ہیں...... بڑا خیال ہے تمہارا۔" سبین نے بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا تو سدرہ چپ چاپ اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا...... ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ تم ٹھیک تو ہو......" سبین نے کہا تو سدرہ سسک پڑی۔ جانے کب کا غبار تھا جو آنکھوں سے بہے جا رہا تھا۔ سدرہ کی حالت دیکھ کر سبین گھبرا گئی۔ اس نے سدرہ کو گلے سے لگا کر تسلی دی' پانی پلایا تو سدرہ نے اس کے اصرار پر زبان کھول ہی لی۔

"تو تم اس سے کہتی کیوں نہیں۔ تم کوئی بھاگ کر تو نہیں آئی ہو۔ نکاح ہوا ہے تم دونوں کا۔ اپنی گردن بچانے کے لیے تمہیں کیوں سولی پر چڑھایا ہوا ہے اس نے؟" سبین' سدرہ کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کیا فائدہ سبین؟ میں جانتی ہوں' میرے الفاظ کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوگی مگر اب اس سفر میں' میں اس کا مزید ساتھ نہیں دے سکتی...... میں تھک گئی ہوں...... اور کیا فائدہ ایسے ساتھ کا......؟" پانی پی کر سدرہ کی ہچکیاں تھم گئی تھیں۔

"خلع چاہتی ہو؟"

"میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے...... جو ہوا...... جو ہو رہا ہے...... یہ سب بھی تو نہیں چاہتی تھی میں...... اور خلع...... امی بابا ٹوٹ جائیں گے......" سدرہ نے نم آنکھیں مسل ڈالیں۔

"تو ڈیئر تمہیں کوئی نہ کوئی اسٹیپ تو لینا ہوگا۔ اس طرح کیسے گزرے گی زندگی...... تم دونوں ہی بیزار ہو جاؤ گے ایک دن...... اس مفلوج لائف اسٹائل سے۔ چپ مت رہو...... اس سے بات کرو۔ یہ تمہارا شرعی حق بھی ہے۔"

"میں اپنے آپ کو اس کی نظروں میں گرا نہیں سکتی۔ کیا کہوں کہ میں مری جا رہی ہوں آپ کے لیے۔" سدرہ نے احتجاج کیا۔

"بے وقوف لڑکی۔ میاں بیوی کے رشتے میں انا پرستی کوئی شے نہیں ہوتی۔ دیکھو اگر حارث بھائی فطرتاً برے ہوتے تو وہ تمہارا یوں خیال نہیں رکھتے۔ اس کا مطلب وہ خود الجھن میں ہیں۔ وہ ٹوٹے ہوئے ہیں' تم انہیں جوڑنے' سمیٹنے کی کوشش تو کرو۔ ضروری تو نہیں اگر وہ غلطی کر رہے ہیں...... غلط راہ پر جا رہے ہیں تو تم انہیں سیدھی راہ دکھانے کے بجائے خود بھی ضد میں وہی راہ اپنا لو...... یا لاتعلق ہو کر انہیں کھائی میں گرنے دو۔" سبین نے اس کے ہاتھ تھام لیے تو سدرہ بے چین ہو کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

"اس میں اتنا سوچنے والی کیا بات ہے سدرہ؟ وہ محبت کے لیے ترسے ہوئے ہیں۔ انہیں محبت دو' محبت

لفظوں کی' اظہار کی محتاج بھی ہوتی ہے۔ تم ان سے بات کر کے تو دیکھو۔ انہیں اپنی ذات اور شخصیت کی اہمیت کے ہونے کا احساس تو دلاؤ۔ جو وہ بھول نہیں پا رہے' تم انہیں اس کا نعم البدل فراہم کرو۔ وہ تمہاری توجہ اور محبت کا جواب خلوص سے ہی دیں گے۔ وقت بڑا مرہم ہوتا ہے' کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے انہیں ایک موقع ضرور دو' اس وقت کو ہاتھ سے مت جانے دو...... ایسا نہ ہو کہ بہت دیر ہو جائے اور تم تہی داماں رہ جاؤ اور پچھتاوے کا احساس تمہیں ساری زندگی ڈستا رہے کہ کاش ایک بار...... میں نے بیوی ہونے کا فرض ادا کرنے کی کوشش کی ہوتی۔" حارث کھانا دے کر اپنے کسی دوست کی طرف نکل گیا تھا۔ اس لیے وہ کافی حد تک مطمئن اور پرسکون تھی۔ حارث کی موجودگی میں بھی وہ اس کا سامنا کرنے سے کتراتی تھی۔ وہ اپنا آپ اس پر مسلط نہیں کرنا چاہتی تھی مگر آج سبین کی باتیں اسے کروٹ بدلنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

"فاصلوں اور دوریوں کو جتنا بڑھاؤ' رابطوں کی بحالی اتنی ہی ناگزیر ہوتی جاتی ہے۔ رشتوں کو بنانے کے لیے اپنائیت بھرا ساتھ درکار ہوتا ہے۔" سبین کے جانے کے بعد وہ کافی دیر تک سوچوں کے بھنور میں الجھی رہی تھی۔ پھر کچھ سوچ کر بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے وارڈ روب کھولی تو سامنے ہی تربوزی رنگ کا جارجٹ کا' فیروزی کڑھائی سے مزین سوٹ اسے خود پر ترس کھانے کو کہہ رہا تھا' کتنی چاہ سے بنایا تھا اس نے یہ جوڑا' مگر آج تک نہیں پہنا تھا پھر ڈریسنگ ٹیبل سے جیولری باکس نکال کر لائٹ گولڈن نگوں والی جیولری نکالی اور شاور لینے چلی گئی۔ شاور لے کر بالوں کو ہیئر ڈرائر کر کے اس نے کتنے سالوں بعد اپنے لمبے سلکی بال کھلے چھوڑ دیئے جنہیں وہ ہمیشہ کیچر میں قید رکھتی تھی۔ مسکارے کا آخری ٹچ دے کر اس نے خود کو خوشبو میں بسایا اور دھڑکتے دل کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھی۔ چینل سرچ کرتے ہوئے بھی اس کا دھیان حارث کی طرف ہی تھا۔ دل ابھی بھی وسوسوں کے بیچ ڈول رہا تھا کہ اس کی اس سج دھج اور کاوش کو کیا نام دے گا وہ......؟

"بے شک بیوی اور طوائف دونوں ہی مرد کو رجھانے کے لیے سنگھار اور اداؤں کو استعمال کرتے ہیں مگر اسے بتانا کہ بیوی' طوائف کی طرح مطلب پرست اور طوطا چشم نہیں ہوتی۔ تمہیں اس نے اللہ اور رسول کو حاضر جان کر قبول کیا ہے سدرہ...... اگر وہ تمہاری پیش قدمی کو ایک بیوی کی محبت کی بجائے' ہتھکنڈہ سمجھے تو سمجھ لینا کہ وہ شخص شوہر اور مرد کہلانے کے لائق ہی نہیں۔" سبین کے الفاظ اسے ڈھارس دے رہے تھے تو حارث کے جملے اس کے پیر ڈگمگا رہے تھے۔ اس نے انگلیاں چٹخانا شروع کر دیں' دل بری طرح گھبرانے لگا اور سر میں شدید ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا اور وہ بے دم ہو کر صوفے پر ہی ڈھے گئی۔

☺......☺......☺
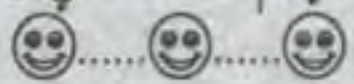
چہرے پر بڑھتی تپش نے سدرہ کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ سورج کی کرنیں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ سر ابھی بھی کچھ بھاری بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو حارث نے اسے تھام لیا۔

"سنبھل کے...... تمہیں شاید ابھی بھی چکر آ رہے ہیں۔ تم یونہی لیٹی رہو۔"

"کیا میں رات بھر......" اس نے بمشکل آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم بے ہوش نہیں تھیں۔ تمہیں نیند کا انجکشن لگایا تھا ڈاکٹر نے۔ میرے پاس فلیٹ کی ڈپلیکیٹ چابی تھی تو اسی سے لاک کھول کر میں اندر آیا۔ اچھا اب ذہن پر زور مت ڈالو۔ آنکھیں بند کرو' میں پانچ منٹ میں آتا ہوں۔" حارث اس کی الجھن سلجھا کر چلا گیا۔

"تو حارث نے مجھے ڈرائنگ روم سے اٹھا کر بیڈ پر پہنچایا۔"

سدرہ نے خود کلامی کی۔ اس نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی تو حارث آ گیا۔

"میں نے کہا نا لیٹی رہو۔ بلکہ یہ لو تکیہ اس کا سہارا لے کر بیٹھو اور یہ لو میرے ہاتھ کی کافی پی کر بتاؤ...... کیسی بناتا ہوں؟" حارث نے بریڈ فرائی ایگ اور کافی کی ٹرے اس کے سامنے رکھی تو وہ حیرت سے اسے تکنے لگی۔

"ایسے مت دیکھو مجھے اور شرمندہ مت کرو۔" حارث اس کے سامنے آ بیٹھا۔

سدرہ ٹپٹا گئی۔ ایسی وارفتہ نگاہیں، مدھم محبت سے ڈوبا لہجہ، سدرہ تاب نہیں لا پا رہی تھی۔

"ایسا کیوں کیا تم نے......؟" حارث نے پوچھا۔

"کیا کیا میں نے......؟" سدرہ ہونق ہونے لگی تھی۔

"مجھ سے محبت کی تو اس کے اظہار میں اتنی دیر کیوں کردی؟ وہ تو اگر میں بائیک کی چابیاں لینے پلٹ کر نہیں آتا تو تمہاری اور بیبن کی گفتگو نہ سن پاتا اور ساری عمر یونہی بے خبری میں گزار دیتا اور روز محشر تمہارا مجرم بھی ٹھہرتا۔" حارث نے کہا تو سدرہ کو اس کے بدلے ہوئے روپ کی وجہ سمجھ آئی۔ مگر اس عجیب سی صورتحال نے اس کا دل رنجور کردیا۔ اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔

حارث اٹھ کر اس کے پہلو میں آ بیٹھا۔

"مجھے لگا تھا سدرہ کہ تم شادی کی پہلی رات کی بربادی پر ماتم کرو گی، مگر نہ جانے تم کس مٹی کی بنی ہو؟ مجھے اپنی زیادتی کا احساس ہوا تو مجھ میں پلٹنے کی ہمت اس لیے نہیں ہوئی کہ تم اسے ایک مرد کا کمزور نفس نہ سمجھ لو۔ بے حس سمجھنے کا حق تو تم یقیناً محفوظ رکھتی ہو۔ تمہارے گریز اور لیے دیئے رہنے کے انداز نے تو میرا حوصلہ بالکل ہی ختم کردیا۔ آپا کے جانے کے بعد بھی جب تم نے میری مصالحتی کاوشوں کو کامیاب نہ ہونے دیا تو مجھے لگا کہ تم میری قربت اور رفاقت سے گریزاں ہو۔" سدرہ کا ذہن اب ماضی میں بھٹکنے لگا تھا۔ نگہت آپا کے جانے کے بعد حارث بہانے بہانے سے اس کے اردگرد منڈلاتا مگر شاید وہ ہی انا پرستی کے جال میں قید تھی جو اس کے خیال رکھنے اور آگے بڑھنے کی کاوشوں کو دیکھ نہ پائی۔

"میں غلط تھا سدرہ، جانے والوں کو بھولنا ہی ہوتا ہے اور تم تو میری شریک سفر ہو اور میری بھی خواہش ہے کہ یہ سفر ہم محبت سے طے کریں۔ ہو سکے تو مجھے معاف کردو۔ جو چاہے سزا دے دو مگر اب مجھے تنہا نہیں چھوڑنا۔ اکیلا رہنا بہت مشکل ہے یار......!" حارث کی آواز بھرا گئی تھی۔ سدرہ نے تڑپ کے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی سرخ آنکھیں، اس کی رات بھر کی محبت بھری تیمارداری کی گواہی دے رہی تھیں۔ سدرہ کو لگا کہ اگر اب بھی اس نے حارث کو نہیں تھاما تو وہ واقعی ہمیشہ کے لیے بکھر جائے گا۔ اس نے بے اختیار ہو کر اپنا سر حارث کے سینے سے ٹکا دیا اور سسک پڑی۔

"بس اب یہ رونا دھونا بند کرو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ، ہمیں خوشیاں سیلیبریٹ کرنی ہیں، شاپنگ کریں گے اور سی سائیڈ جائیں گے اور ڈنر بھی باہر ہی کریں گے۔ تمہیں پتا ہے نہ آج سال کا آخری دن ہے اور یہ سال جاتے جاتے ہمارے دامن میں بھی خوشیاں بکھیرتا جا رہا ہے تو کیوں نہ نئے سال کی نئی شروعات ساتھ کرنی چاہیے۔ بھرپور طریقے سے انجوائے کر کے؟" حارث نے اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کی تو اس نے کسمسا کر کہا۔

"سب سے پہلے مجھے اپنے رب کے حضور شکرانے کے نفل ادا کرنے ہیں کہ اس نے میرے سجدے رائیگاں نہیں جانے دیئے۔"

"یاد آیا...... دعا تو میری بھی قبول ہوئی ہے۔ میں بھی وضو کر کے آتا ہوں، نیک کام کو کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"جی......" سدرہ نے مسکرا کر سر جھکا دیا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جب جبیں جھک جاتی ہے تو زندگی سہل ہو جاتی ہے۔

پکا قبضہ

اُم اقصیٰ

مسافر تو بچھڑتے ہیں رفاقت کب بدلتی ہے
محبت زندہ رہتی ہے، محبت کم بدلتی ہے
تمہی کو چاہتے ہیں اور تمہی سے پیار کرتے ہیں
یہ ہے برسوں کی عادت اور عادت کب بدلتی ہے

"ذہین آپا کے شوہر نے دوسری شادی کرلی......" بات نے لبوں سے کانوں سے لبوں تک ہوتے منٹوں میں کتنا ہی سفر طے کرلیا...... حیرانگی، دکھ، افسوس سب کا طرز عمل یہی تھا۔

"میرا تو پکا قبضہ ہے۔" اپنے خانگی امور بابت پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں ذہین آپا ہمیشہ کہا کرتی تھیں۔ اسی ایک فقرے نے ہی تو مجھے بھی اتنی ہمت دے رکھی تھی اور بھی عزنی کی بھرپور محبت سے فائدہ اٹھاتے پچھلے ایک برس سے میں میکے میں تھی اور میاں کی طرف سے لاپروائی برتنے پہ کسی بھی بزرگ کی تنبیہہ کے جواب میں "میں بھی یہی کہتی کہ میرا تو پکا قبضہ ہے......!" اور اب ذہین آپا کی طلاق کی خبر نے حقیقتاً مجھے نچوڑ کے رکھ دیا تھا۔ عنایا اور عباس میرے ذہن میں ذہین آپا کے معصوم بچوں کی تصویر کھب کے رہ گئی۔ اسپتال سے ڈیوٹی ختم ہوتے ہی پہلی فرصت میں میں ذہین آپا کا دکھ بانٹنے چلی آئی۔

ذہین آپا ہمارے شہر کے بلکہ قصبے کے اکلوتے انٹر کالج میں اسلامیات کی لیکچرار ہیں۔ آج سے دس سال قبل ذہین آپا کی جب بطور لیکچرار ہمارے کالج میں بھرتی ہوئی تو ہمارے قصبے میں سہولیات کا فقدان تھا۔ کہاں تو اسلام آباد کی رہائشی ذہین آپا کہاں ہمارا قصبہ...... خیر انہوں نے اس ساری صورت حال کو خوش دلی سے قبول کیا۔ ان کے مزاج میں بھی چلبلا پن تھا، سو جلد ہی سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ہم سب لڑکیوں کی تو آئیڈیل تھیں وہ...... بہت جلد انہوں نے ہمارے علاقے کے مزاج سے آشنائی بھی پالی...... یہاں گھٹن تھی، دقیانوسیت تھی، بیجا پابندیاں تھیں کہ جس کی بدولت چور دروازے ڈھونڈے جاتے...... سو انہوں نے 'تازہ ہوا' کے لیے کھڑکیاں کھولیں، جشن بہاراں، ویلکم پارٹی، فیئر ویل، ہیلو ڈے، ٹی ڈے، اسٹڈی کے لیے وہ ہمہ دم سب کو متحرک رکھتیں، لڑکیاں ان کی سنگت میں خوش رہتیں...... پھر وقت بدلا، مزاج بدلے، موسم بدلا اور حالات بھی بدل گئے، انٹر کالج ڈگری کالج بن گیا۔ ذہین میم جنہیں سب ذہین آپا کہتے تھے ان کی شادی ہوگئی، عون عنایا کی صورت دو بچے بھی، بچوں اور گھر کی مصروفیات نے شاید انہیں تھکا ڈالا تھا، وہ پہلے سی متحرک تو نہیں رہی تھیں، ہاں مگر جذبۂ خدمت جوں کا توں تھا۔ انہی کی کاوشوں سے ہمارے ہاں ایک پبلک لائبریری بن چکی تھی۔ کالج سے منسلک ایک سلائی اسکول وہ اپنی نگرانی میں چلا رہی تھیں۔ ایک ڈسپنسری بھی بنوائی لیکن سول اسپتال قائم ہونے اور بچوں کی مصروفیات میں پھر چھوڑ دی۔ ان کے مزاج میں تھوڑی سنجیدگی در آئی تھی مگر باتیں کرتے ہوئے اکثر چلبلا پن عود آتا۔ دس برس سے وہ یہیں کالج سے متصل ہاسٹل میں ہی مقیم تھیں، ہفتہ پندرہ دن بعد وہ دو ایک رات کے لیے گھر جاتیں، ایک دو بار تبادلے کی بھی کوشش کی مگر ہم سب لوگوں کی محبت آڑے آجاتی۔ وہ برملا کہتیں۔

"اس علاقے کے لوگوں میں چیلنج آیا تو ہے مگر میں انہیں اور آگے بڑھتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ علم اور ہنر امانت ہوتے ہیں اور میں امانت لوٹانے تک یہاں ہوں۔" کبھی ہنس کے کہتیں۔

"ہاں بھئی اب آپ لوگ آگئے آؤ اپنے کالج کی ذمہ داری اٹھاؤ تو میں چلوں اپنے ٹھکانے پر۔" مگر سچی بات ہے دل سے

ہم کوئی بھی نہیں چاہتیں تھیں کہ ذہین آپا جائیں کیونکہ وہ ستون تھیں ہمارے لیے بنیاد تھیں اور بنیاد و ستون کے بغیر بھی بھلا کبھی کوئی عمارت کھڑی رہ سکتی ہے۔ میں بھی باقی سب کی طرح بہت متاثر تھی ان سے اور ان کو فالو بھی کررہی تھی۔ ہمارے قصبے کے اسپتال میں ڈاکٹر تو تھا مگر نرس نہ تھی...... اور یہ خدمت وہاں میں انجام دیا کرتی تھی پیسے ویسے تو نہیں البتہ دعائیں خوب مل جایا کرتیں۔ میرے دل میں فقط جذبہ خدمت تھا۔ شادی سے تین ماہ قبل اسپتال جوائن کیا تھا میں نے اور اب شادی کے سال بعد تک یہ فریضہ انجام دے رہی تھی۔ غزنی پہلے تو نہ مانتے تھے مگر میری منتیں اور ذہین آپا کی مثالوں کے آگے چپ ہوگئے تھے۔ دادی البتہ خوب بگڑیں۔

"شوہر کو اکیلا چھوڑ رکھا ہے ارے ایسے چھڑے چھانٹ پہ جس کے ماں باپ کی ذمہ داریاں نہ ہوں ویسے ہی بہت لوگوں کی نظر ہوتی ہے۔"

"ارے دادی میرا پکا قبضہ ہے ناں۔" میں ذہین آپا والا فقرہ بولتی۔

"قبضہ چاہے جتنا بھی پکا ہو شہلا جگہ پھر بھی خالی نہیں چھوڑتے۔ ہر آنے جانے والا جھانکتا ہے جھاڑ جھنکار خودرو بوٹیاں بھی از خود اگ آتی ہیں اور تو اور بھوت پریت قبضہ کرلیتے ہیں۔"

میں خود غزنی کے ساتھ رہنا چاہتی تھی مگر ڈینگی سے بلبلاتے بچے خسرہ میں تڑپتے بچے عورتیں دعائیں دیتی مائیں جو ذرا پیسے والے تھے وہ تو پرائیویٹ کلینک کا رخ کرلیتے مگر غریب غرباء کی ترستی حسرتوں بھری آنکھوں والے لوگوں کا تو واحد یہی امید کا مرکز تھا یہی بات دادی سے میں کہتی تو وہ بگڑتیں۔

"کوئی اور آجائے گی ان کی دیکھ بھال کے لیے۔"

"کوئی بھی نہیں آتی یہاں سب پیسوں کی پجاری ہیں۔ ابھی تک تو آئی نہیں کوئی۔"

"تو جگہ خالی چھوڑے گی تو آئے گی ناں۔"

"میری طرح دیکھ بھال کر پائے گی وہ......؟" میں سوالیہ نظروں سے پوچھتی۔

"تیرے میں کوئی سرخاب کے پر نہیں لگے۔ صلاحیتیں سب کو دے رکھی ہیں اللہ نے جب تو کرسکتی ہے تو اور کوئی تجھ سے بہتر کرلے گی۔" یہاں اماں بھی دادی کی سائیڈ لیتیں۔

"دیکھ چند فرائض نبھانے اہم ہوتے ہیں فرائض کی پوچھ گچھ ہوتی ہے نوافل کی نہیں اور جو فرض مار کے نفل ادا کیا جائے تو دونوں اکارت جاتے ہیں۔" دادی پیار سے سمجھاتیں مگر مجھے رہ رہ کے ذہین آپا یاد آتیں دس سال سے وہ یہاں ہماری خدمت کررہی تھیں تو میں کیا دو تین سال بھی نہیں کرسکتی۔ عون اور عنایا سو رہے تھے جب میں ذہین آپا کے کمرے میں گئی جبکہ وہ دلگرفتہ سی کرسی پہ بیٹھی تھیں۔ مجھے تو ان کے میاں کی دوسری شادی کا بھی پتہ چلا تھا مگر ذہین آپا کے بقول ان کے میاں نے رات انہیں طلاق بھی بھیج دی تھی۔ مجھے حقیقتاً دکھ پہنچا اور گلٹ ہوا کیونکہ وہ یہاں صرف ہماری بھلائی کے لیے ہی تو تھیں...... جتنی دیر میں ان کے پاس بیٹھی رہی دل خون کے آنسو روتا رہا...... ایک سوال جو میں ان سے پوچھ نہ پائی تھی سارے راستے واپسی پہ میرے ذہن میں چکراتا رہا کہ اتنے لوگوں کی دعائیں تھیں ذہین آپا کے ساتھ...... ہم سب دوستیں سب قصبے والے جھولیاں اٹھا اٹھا کے انہیں دعائیں دیتے نہ تھکتے تھے تو کیا اتنے اٹھے ہاتھوں اور پھیلی جھولیوں میں کسی ایک میں بھی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کے سکے نہ ڈالے تھے اور تبھی ایک جھماکے سے مجھے دادی کی بات یاد آئی کہ......!

"جو فرض مار کے نفل ادا کیا جائے تو دونوں اکارت جاتے ہیں۔" مجھے بے اختیار غزنی یاد آیا میں بھی تو یہی کررہی تھی ایک ہاتھ سے دروازہ کھولتے میں نے بیگ سے سیل نکال کے دیکھا تو ششدر رہ گئی۔ ایسا تو کبھی نہ ہوا تھا کہ غزنی کی پچھلے اڑتالیس گھنٹوں سے ایک بھی کال میسج نہ آیا ہو پچھلے کچھ دنوں سے اس کا موڈ آف تو چل رہا تھا مگر کال اور دن میں دو تین میسج وہ پھر بھی کردیتا تھا میرا دل بے اختیار ڈوب کے ابھرا...... کانپتے ہاتھوں سے سیل بیگ میں ڈال کے اندر آکے میں جلدی سے اپنا سامان پیک کرنے لگی...... دادی ٹھیک ہی تو کہتی ہیں ایک دنیا میں میں ہی تو قابل نہیں اور پھر میں خالی جگہ چھوڑوں گی تو اللہ کسی اور کی ڈیوٹی لگائے گا ناں......! غزنی کے دل پہ میرا پکا قبضہ سہی مگر جگہ تو خالی ہے ناں ہر آتا جاتا جھانکتا ہوگا گرد جھاڑ جھنکار خودرو بوٹیاں الگ...... اور پھر اصل قبضہ تو مالک کے اندر رہنے دیکھ بھال دیکھ ریکھ سے ہوتا ہے ناں۔

قسط نمبر 12

دل اِک خون کے قطرے سے زائد نہ تھا مگر
آنسوؤں نے اس کو بھی طوفان بنا دیا
وہ قیس تھا کہ جس نے بیاباں کو گھر کیا
ہم نے تو اپنا گھر ہی بیاباں بنا دیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

فراز کا ساحر کی مووی میں کام کرنے کا شوق تندنی کی بدولت پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتا۔ اپنے شوق میں آنے والی اس رکاوٹ کے سبب وہ الجھن کا شکار ہوتا ہے کہ اس کا ٹکراؤ اربیہ نامی لڑکی سے ہوتا ہے جو اسے برا بھلا کہتی ہے مگر وہ اس میں ایک خاص کشش محسوس کرتا ہے۔ وقاص امامہ کے شہر جانے پر خاصا ناراض ہوتا ہے اور واپس آنے پر امامہ کو بھی اپنے عتاب کا نشانہ بناتا ہے وہ دلگرفتہ ہو کر لاریب سے بات کرتی ہے مگر سکندر کے فون اٹھانے پر خاموش ہو جاتی ہے سکندر اس کا پیغام لاریب کو دینے کی غرض سے آتا ہے مگر لاریب اسے خوب برا بھلا کہتی ہے۔ امامہ سے ہونے والی گفتگو بابا سائیں خفیہ طور پر سن لیتے ہیں اور وقاص کے رویے پر خائف نظر آتے ہیں۔ تندنی ساحر کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد زینب کے پاس آتی ہے جس پر وہ اسے نہایت خوش اسلوبی سے سمجھاتی ہے لیکن تندنی صرف ساحر کو حاصل کرنے کی ضد کرتی ہے۔ عباس عریشہ کو منانے کی خاطر اپنا کیریئر داؤ پر لگا دیتا ہے مگر وہ پھر بھی خائف رہتی ہے۔ آخر کار عباس اس کی ضد مانتے ہوئے بابا جان اور اماں سے معافی مانگنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہی عباس اور عریشہ خطرناک حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں تندنی عباس کو لے کر خاصی پریشان ہوتی ہے اس کا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور کسی مصیبت میں ہے اور اس بات کی تصدیق عباس کے نمبر پر فون کرنے سے ہو جاتی ہے۔ لاریب سکندر کے رویوں سے تنگ آ کر بابا سائیں کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتی ہے کہ عباس کی شادی والے معاملے کو لے کر وہ سکندر سے نکاح کر چکی ہے جس پر بابا سائیں حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ وہ اس بات سے سکندر کو بھی آگاہ کر دیتی ہے۔ جس پر سکندر خوف و پریشانی کے عالم میں بابا سائیں کے پاس جاتا ہے جس پر وہ اسے لاریب سے تجدید نکاح کے بارے میں کہتے ہیں جس پر سکندر بے یقینی کے عالم میں انہیں دیکھتا رہ جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

......☆☆☆......

خوش بختی نے اس کے در پر چپکے سے دستک دے دی تھی اور وہ حیران کھڑا تھا۔

"مجھے پتہ ہے اب خوشی کے مارے اگلے کئی دن تمہیں نیند نہیں آئے گی مگر یہ خوشی کا اظہار بہتر ہے تم اپنی فیملی کے سامنے جا کر کرو۔" اس کے حواس جو پہلے ہی مختل تھے بابا سائیں کے ہلکے پھلکے شریر انداز میں کہی گئی بات پر خفت و شرمندگی میں ڈھل گئے۔

"معذرت خواہ ہوں بابا سائیں! مجھے لگتا ہے آپ نے حالات سے مجبور ہو کر یہ سمجھوتہ کیا ہے' براہ کرم کسی کو آگاہ کرنے سے قبل اس کے نقصانات پر ضرور غور کر لیں۔ میں بہر حال خود کو اس توقیر و اعزاز کے قابل نہیں پاتا۔" وہ بے حد شکستہ اور اپنی حیثیت سے آگاہی کی بدولت بری طرح بکھرا ہوا تھا بابا سائیں نے غم کے مظہر بنے اس کے چہرے کو دھیان سے دیکھا پھر گہرا سانس بھر کے اس کے پاس آ کر بے حد محبت سے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تمہیں یاد ہے سکندر جب تم پہلی بار منشی صاحب کے ساتھ میرے پاس آئے کتنے سے تھے؟ میرا کوئی بیٹا نہیں تھا اور میری بیٹیوں کو بھائی کی خواہش شدید تھی۔ تم میں کچھ ایسا غیر معمولی پن تھا کہ میں کبھی تمہیں ملازموں والی حیثیت دے ہی نہ سکا۔ تم نے اپنے وجود سے میری بیٹیوں کے لیے بھائی کی کمی کو پورا کیا تو میں بھی بلا ارادہ بلا اظہار خود بخود تمہیں بیٹے کی جگہ پر قبول کرتا چلا گیا۔ مجھے بتاؤ کبھی میرے سلوک سے تمہیں لگا کہ یہ باپ بیٹے کے علاوہ مالک و ملازم جیسا سلوک تھا..... نہیں ناں؟ اور دوسری اہم بات یہ کہ تمہیں صرف امامہ اور ایمان نے ہی بھائی سمجھا اور مانا تھا' لاریب شروع سے ہی اس رشتے سے منکر رہی ہے۔ مجھے آج پتہ چلا وہ ایسا اس لیے کرتی تھی کہ اک دن تمہارا اس سے رشتہ تبدیل ہو جانا تھا۔" ان کا انداز ہلکا پھلکا تھا گویا انہوں نے یہ فیصلہ کرنے سے قبل اس حقیقت کو ہر لحاظ سے قبول کر لیا تھا مگر سکندر پھر بھی مطمئن نہیں ہو پا رہا تھا۔

"مگر اس فیصلے کے بعد آپ ہر طرف سے زیر عتاب آ جائیں گے بابا سائیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کے علاوہ اور کسی نے بھی مجھے اس حیثیت سے قبول نہیں کرنا۔ خاص طور پر لاریب بی بی۔" سکندر صورتحال کی نزاکت کو پوری طرح عیاں کر کے ان کے سامنے رکھ دینا چاہتا تھا' جو بابا سائیں نے اسی رسانیت آمیز انداز میں اس کا شانہ تھپکا۔

"مجھے دنیا کی پروا نہیں ہے سکندر...... میں نے کہا نا یہ میرے رب کا فیصلہ ہے۔ استخارہ میں مجھے بہت واضح اشارہ ملا ہے اس کام کے مثبت ہونے کا۔ جہاں تک لاریب کا معاملہ ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' وہ جذباتی ہے اپنے اچھے برے سے آج بھی لاعلم ہے' سمجھ جائے گی وقت کے ساتھ ساتھ۔" انہوں نے گویا اسے ہر لحاظ سے لاجواب ہی نہیں مطمئن بھی کر دیا تھا۔ سکندر کے پاس اب کہنے کو کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اگر یہ اللہ کا فیصلہ تھا اور بابا سائیں کی دلی آمادگی سے ہو رہا تھا تو پھر وہ خود میں ہر دیوار سے ٹکرانے کی ہمت رکھتا تھا۔ اس پریشانی سے نکلا تو قدرت کی اس درجہ فیاضی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے کنول کھلانے لگی۔

✿......✿......✿

ناشتے کی ٹرے شرجیل کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے گریزاں نظروں سے اسے دیکھا۔ ٹائی کی ناٹ لگانے کے بعد وہ بہت مصروف انداز میں رسٹ واچ باندھ رہا تھا۔

"آج آپ آفس نہ جائیں شرجیل۔" اس نے پہلو میں اٹھتی درد کی ٹیسوں کو دباتے ہوئے گھٹی ہوئی آواز میں پوچھا تو شرجیل نے ہاتھ روکتے ہوئے ابرو اٹھا کر اسے تیکھے انداز میں دیکھا۔

"ہنہ...... آفس نہ جاؤں تاکہ گھر میں ہونے والی فضول لڑائی ملاحظہ کروں' تم میں بھی کچھ گٹس نہیں تھے ورنہ اب تک صورتحال سنبھل چکی ہوتی۔ کام سے جی چرانا فطرت ہے تمہاری۔" وہ بھڑک اٹھا تھا' جبھی غصے میں اسے سخت سست سنانے لگا۔ وہ وہی زبان بول رہا تھا جو اسے سکھائی جا رہی تھی۔ جس کا بالآخر اس پر اثر ہو ہی گیا تھا۔ ایمان کا پیلا پڑتا رنگ کچھ اور زرد ہونے لگا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے شرجیل' بہت درد ہو رہا ہے مجھے۔" وہ کراہ کر کہتی یوں نیچے بیٹھ گئی جیسے کھڑے ہونے کی ہمت بھی ختم ہو گئی ہو۔ شرجیل نے ٹرے اپنی جانب گھسیٹتے ہوئے کوفت بھری نظر اس پر ڈالی۔ اسے ایمان کا ہر لمحہ پسینے میں ڈوبتا چہرہ بھی نظر نہیں آیا۔

"اچھا زیادہ ایکٹنگ کی ضرورت نہیں ہے سمجھیں؟ ڈاکٹر نے جو ڈیٹ دی ہے ڈلیوری کی اس میں ابھی پورا ایک ہفتہ باقی ہے۔ میری ضروری میٹنگ ہے رکنے سے

قاصر ہوں۔" ٹرے غصے میں دھکیل کر اٹھتے ہوئے اس نے بے حد تلخی سے کہا اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ ایمان کچھ لمحوں کو دھک سے رہ گئی۔ بے بسی اور بے کسی کے ساتھ تکلیف کا اتنا شدید احساس تھا کہ وہ کسی طور بھی خود کو سنبھال نہیں سکی۔ ضبط کا بندھن ٹوٹا اور بے اختیار روتی چلی گئی۔ شرجیل کا رویہ پچھلے کچھ دنوں سے بے حد تکلیف دہ اور ہتک آمیز تھا۔ ایمان اسے آفس واپسی پر اکثر تائی ماں کے کمرے میں جاتا دیکھتی تھی۔ یہ انہی کی صحبت کا اثر تھا کہ وہ اس حد تک بدمزاج اور کھردرا ہو رہا تھا۔ ایسے میں ایمان سوائے صبر کے اور کر بھی کیا سکتی تھی مگر یہ مقام بہت زیادہ وحشت کے حصار میں مقید کر دینے والا تھا۔ اسے تائی ماں کی وہ دھمکی یاد تھی جو انہوں نے بے حد واشگاف انداز میں اسے دی تھی۔

"اس کھونٹے کو مستقل نہ سمجھ بیٹھنا لڑکی! شرجیل پر ہمیشہ میری صالحہ کا حق تھا مگر تم نے اس حق کو غصب کر لیا۔ یاد رکھنا میں اپنے دشمنوں کو رعایت نہیں دیا کرتی۔ ایسی جگہ پر لے جا کر ماروں گی کہ پانی کو ترسو گی۔" ایمان کو لگتا تھا وہ اپنا کہا پورا کر دکھائیں گی۔ یہاں تھا ہی کون جو اس کے درد سے آگاہ تھا...... ایک شرجیل تھا وہ بھی اپنا کہاں رہا تھا۔

"بھابی مما بلا رہی ہیں' کہہ رہی ہیں ناشتا کب ملے گا" شذرا جو اسے پیغام پہنچانے آئی تھی اس کے چہرے پر جو کیفیت تھی ٹھٹک کر اس کی صورت تکنے پر مجبور ہوئی۔

"خیریت بھابی...... آپ رو رہی ہیں؟" اس نے سہم کر سوال کیا۔ ایمان کی حالت اتنی خراب ہو رہی تھی کہ جواب دینے کی ہمت بھی ناپید تھی۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے شذرا' پلیز مما کو جلدی یہاں بھیج دو۔" لفظ ٹوٹ کر اس کے لبوں سے آزاد ہوئے تھے۔ لہجے میں سرسراہٹ تھی' شذرا تو خوفزدہ ہوتی الٹے قدموں بھاگی اور سیدھا جا کر ہال کمرے میں دم لیا۔ جہاں اس پل مما اور تائی ماں ایک ساتھ سر جوڑے بیٹھی تھیں۔ اسے آندھی طوفان کی طرح آتے دیکھ کر تائی ماں کے ماتھے پر تیوریاں چڑھیں۔

"کہاں آ رہی ہے! آ رہی ہے پھپا کٹنی کہیں کی؟" ان کے لہجے میں جہالت و نخوت تھی۔

"وہ...... چچی جان بھابی کی طبیعت ٹھیک نہیں' بلکہ بہت زیادہ خراب ہے' کہہ رہی ہیں آپ کو بھیجوں۔" شذرا کی بات سنتے اور بدحواسی کو محسوس کرتے ہی تائی ماں کا ماتھا ٹھنکا۔ ان کی بے ساختہ نگاہ مما سے ملی جو یقیناً ان کی طرح ہی معاملے کی تہہ تک جا پہنچی تھیں۔ جبھی کچھ عجلت میں اٹھی تھیں۔ لاکھ اختلاف سہی اسے ہر لحاظ سے ناپسند بھی کرتی تھیں مگر معاملہ اب کہ اپنی نسل کی بقا کا تھا۔ جبھی ان کے انداز میں انوکھا جوش و خروش اور خوشگوار سی فکر مندی در آئی۔

"ارے...... اگر طبیعت خراب تھی تو شرجیل کو گھر روک لیتی...... لو بتاؤ' کیسی بے وقوف لڑکی ہے' پتہ بھی ہے اس وقت گھر پر کوئی مرد نہیں ہوتا' شذرا بیٹے تم نمبر ملاؤ بھائی کا' کہو جہاں بھی ہے فوراً پہنچے۔" ان کی پھرتی اور کیئرنگ انداز تائی ماں کو جلا کر خاکستر کر گیا تھا۔ انہوں نے پہلے جھپٹا مار کر سیل فون تک رسائی پا جانے والی شذرا کو پھٹکار کر فون اس سے چھینا اور اسے ڈانٹ کر وہاں سے بھگایا پھر تیکھے چتونوں سے دیورانی کو دیکھا۔

"شاباش ہے بھئی تم پر' خوب صلہ دینے لگی ہو' میری دن رات کی پڑھائی پٹی کا' ثابت ہوا ہمیشہ سے عقل کی پوری ہو' بیٹھو یہاں آرام سے' خبردار جو ہلیں بھی تو......" ان کا لہجہ صرف تحکمانہ نہیں تھا' سفاکیت سے بھی بھرپور تھا' مما اچھی خاصی ہونق ہو کر انہیں تکنے لگیں۔

"مم...... مگر بھابی بیگم وہ...... بچہ......" وہ سٹپٹائیں۔

"ابھی نہیں آنے والا اس دنیا میں' یاد کر ابھی پورے آٹھ دن ہیں۔ ڈاکٹروں نے اگلے مہینے کی تاریخ دی ہے۔" ان کا کاٹ دار لہجہ طنزیہ تھا۔ مما ذرا سا کھسائیں' مگر پھر جیسے انہیں سمجھانا چاہا۔

"ڈاکٹر کی تاریخ حتمی تو نہیں ہو سکتی ناں بھابی بیگم' یہ تو اللہ کے کام ہیں' طبیعت زیادہ خراب ہے' بہو کی' ہسپتال تو

لے جانا پڑے گا۔" وہ یکدم گھبرائیں کہ ایمان کی گھٹی گھٹی چیخیں اب یہاں تک بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ وہ بار بار انہیں اور تائی ماں کو پکار رہی تھی اس کی آواز میں ذبح ہوتے جانور کی سی بلک اور اذیت آتی جا رہی تھی۔ قریب تھا کہ مما جٹھانی کی پروا کیے بغیر وہاں سے بھاگ کر بہو کی دادرسی کو پہنچتیں تائی ماں نے ان کا ارادہ بھانپتے ہوئے جھپٹ کر ان کا بازو پکڑ کر اپنے پاس گھسیٹ لیا پھر انہیں سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر آنکھیں نکال کر ان پر غرائیں۔

"میں نے کچی گولیاں کبھی نہیں کھیلیں ہیں شائستہ بیگم! شرجیل کو میں ہمیشہ سے صالحہ کے لیے پسند کرتی تھی اس لڑکی سے جان چھڑوا کے مجھے صالحہ کا بیاہ ہر صورت شرجیل سے کرانا ہے اور تو دم نہیں مار سکتی' پتہ ہے کیوں......؟ اب آج سے ذرا اٹھائیس سال پیچھے چلی جا' جب آفاق اپنی پسند کی ہوئی عورت کو شادی کر کے اس گھر میں لایا تھا۔ وہ ہمارے سسر کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا' ایک دولت مند عورت کا اکلوتا بیٹا۔ جس نے محض مرد کا سہارا پانے کو ہمارے سسر سے شادی کی تھی۔ یہ کہانی تو یاد ہوگی تجھے' مگر میں یاددہانی کو دہرا دیتی ہوں' یہ ساری جائیداد جاگیریں' عیش و عشرت ہمارے سسر کو اسی بیوی سے شادی کرنے کے باعث میسر آئے تھے کہ ہماری ساس تو اللہ بخشے کب کی بہشتن ہوئی تھیں جو ابا جی کو اس عقد سے کوئی روکتا۔ امیر کبیر بیوی بھی جلد چل بسی تو ہمارے سسر نے بڑا انصاف کیا۔ اپنی جائیداد ساری اولادوں میں بانٹی اور امیر کبیر بیوی کا سارا حصہ اس آفاق کے نام کر دیا۔ ساتھ میں وصیت نامے میں لکھ دیا کہ ان کی موت کی صورت میں اٹھارہ سال سے پہلے آفاق کے حوالے نہیں کیا جائے گا' اور وارث اس میں سے کھا سکتے ہیں دستور کے مطابق۔ وہ خود تو مر کھپ گئے مگر اس سنپولیے کو ہمارے سینوں پر مونگ دلتے چھوڑ کر' جب وہ اٹھارہ کا ہوا تھا تو انہی دنوں بیاہ کر آئی تھی' مگر تیرا بیاہ ضرور آفاق کے کارنامے کے بعد ہوا تھا۔ وہ بھی کچھ زیادہ ہی اتاولا نکلا تھا نانا کی طرح عیاش اور ماں کی طرح نفس پرست' جبھی تو اپنے لیے کوٹھے سے ہی زنانی اٹھا لایا تھا' نکاح کر کے۔ اونہہ گندا خون شامل کرنا چاہتا تھا ہماری نسل میں۔ جو نہ مجھے گوارا تھا نہ تیرے بھرا (تاؤ جی) کو جبھی وہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا' یاد ہے نا تجھے بھی تو بھی تو شامل تھی۔" بات ادھوری چھوڑ کر انہوں نے ٹھٹھہ لگایا' ان کا ہذیانی قہقہہ اور ایمان کی دم توڑتی بلکتی نقاہت زدہ آواز...... بے بسی سفاکیت اور خوف و ہراس کا عجیب انوکھا سنگم تھا۔ مما فق چہرے کے ساتھ دم سادھے بیٹھی تھیں۔

"سلو پوائزن دیا تھا ہم نے ان دونوں زن خصم کو مگر حرام کی جنی پھر بھی اس سنپولیے کو مرنے سے پہلے جن گئی۔ دونوں کی موت تو بظاہر ٹریفک حادثے میں ہوئی تھی' مگر ہم جانتے ہیں حقیقت کیا تھی' جس دن جنازے اٹھے اسی رات کو اس سنپولیے کا بھی سر کچل کر کام نپٹانا تھا پر...... کم ذات نوکرانی دغا دے گئی۔ کوئی پوچھے کہاں کا انصاف کیا' ہماری تھالی میں کھا کر چھید کرنے سے باز نہ آئی۔ ایسی اڑنچھو ہوئی کہ آج تک بھید نہیں ملا۔ خیر لعنت بھیج اس داستان پر' سالہا سال بیت گئے مگر کبھی اس حوالے سے کوئی بڑی خبر سننے میں نہیں آئی۔ اللہ کرے وہ نوکرانی اس چھچھوندر کے ساتھ ہی کہیں غرق ہو گئی ہو۔ خیر اب کی بات کرتے ہیں ابھی کی' اس لڑکی کا ایسی ہی حالت میں ٹیٹوا دبانا ہے' یا پھر کوئی اور حل سوچیں؟" ان کی گفتگو کا انداز پیشہ ور قاتل کی طرح تھا۔ اپنی لومڑ جیسی مکار نظروں کو ان کے چہرے پر ٹکائے' وہ مشورہ چاہ رہی تھیں' مما جھرجھری لے کر جیسے بھیانک ماضی سے حال میں لوٹ آئیں' حال جو ماضی سے کم ہی بھیانک تھا۔

"آ...... آپ مجھ پر الزام لگا رہی ہیں بھابی بیگم! میں اس قتل کے فعل میں شامل نہیں تھی۔ آپ کی باتیں اتفاقاً سن لی تھیں تو آپ نے مجھے جان سے مار دینے کی دھمکی دے کر خاموش رہنے کا کہا تھا۔ کیا کرتی پھر میں؟" اپنی صفائی اور بے گناہی کا ثبوت فراہم کرتیں وہ روہانسی ہو گئی تھیں۔ تائی ماں ان کے گڑبڑانے پر مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسیں پھر ان کے کاندھے پر چپت لگائی۔

”کہاناگھبرانے کی بات نہیں وہ بات قابل پکڑ ہے ہی نہیں اب کی بات کر آج کی۔“ ان کی آنکھوں میں بھیڑیے کی سی چمک تھی۔ ایسی چمک جو شکار کو سامنے پاکر درندگی کی علامت بن جایا کرتی ہے۔ مما کو اس پل صحیح معنوں میں ان سے خوف محسوس ہوا۔

”بھابی بیگم یقین کریں میں آپ کی ہر بات مان لوں گی مگر اس وقت بچی کو اسپتال لے جانے دیں وہ مرجائے گی ورنہ۔“ وہ گڑگڑائیں اور اپنا ہاتھ ان سے چھڑوا کر ایمان کے کمرے کی جانب بھاگیں جہاں اب موت کا سناٹا اور خاموشی طاری ہوچکی تھی۔

❁……❁……❁

زینب غم سے نڈھال بے حال اور سراسیمہ نندنی کے ہمراہ اسپتال پہنچی تو وہاں اک قیامت کا ساماں تھا۔ عباس حیدر کی اہلیہ اس حادثے میں موقع پر جاں بحق ہوچکی تھی جبکہ خود عباس حیدر موت وزیست کی کشمکش میں ہوش وخرد سے بیگانہ اپنے اس عظیم اور ناقابل تلافی نقصان سے بے خبر تھا۔ اللہ کا وعدہ ہے وہ اپنے بندوں کو ان کی برداشت سے بڑھ کر نہیں آزماتا' تکلیف جب ضبط اور برداشت سے بڑھے تو پھر بے خبری طاری ہوجاتی ہے گویا عباس کے لیے اس وقت بے ہوشی بھی غنیمت تھی۔ یہ خبر جیسے جیسے پھیلی اسی لحاظ سے ہاسپٹل میں خبر رساں کمپنیوں اور ٹی وی چینلز کے نمائندوں کا جم غفیر اکھٹا ہوگیا۔ لحہ بہ لحہ کی سنسنی خیز خبریں نیٹ ورک کے ذریعے براہ راست پہنچائی جارہی تھیں۔ دوسری جانب عباس تھا جس کی جسمانی وذہنی حالت شدید خطرے کے زیر اثر تھی۔ حادثہ اتنا شدید اور بھیانک تھا کہ ریسکیو ٹیموں نے موقع پر پہنچ کر تباہ شدہ گاڑی کے پارچے کاٹ کر اندر سے خون میں لت پت اجسام کو باہر نکالا تھا۔ عریشہ کو ختم ہوئے بھی ایک گھنٹہ بیت چکا تھا جبکہ عباس کے سینے میں اٹکی سانسوں کی مالا کی بے ترتیبی کو دیکھ کر لگتا تھا کسی بھی پل ٹوٹنے کو ہے۔ خون آلود زخموں سے اٹا جسم اور چہرا جو قدرت کی صناعی کا عظیم شاہکار تھا اس پل پہچان میں بھی وقت سے آتا تھا' مگر اس وقت اس بے کیے لواحقین میں کوئی بھی نہ تھا' کہ عریشہ کے والدین اس کی نعش لے کر جاچکے تھے جیسے عباس سے کوئی تعلق واسطہ نہ ہو۔ اس کے اپنے باپ کا تڑپتا ہاتھ دعا مانگنے والا نہ تھا' دوپٹے سے آنکھیں پونچھتی منہ ہی منہ میں تسبیحات پڑھتی ماں نہ تھی' جاں نثار مددگار بھائی نہ تھا' والہانہ اشکبار بہن موجود نہ تھی' بس ایک نندنی تھی جس کی حالت غیر تھی اور جس نے محض ایک نگاہ عباس کو دیکھا تھا تو چہرا بالکل سفید پڑ گیا تھا۔ عباس کی حالت ہی ایسی تھی جب اسے آپریشن روم سے باہر نکالا گیا سفید پٹیوں میں جکڑا وہ ساکن اور بے خود نظر آتا تھا' اس کی خون آلود لمبی پلکیں عارضوں پر ایسے ساکن تھیں جیسے اب کبھی نہ اٹھنے کا تہیہ کرچکی ہوں' اس کی حالت دیکھ کر نندنی کی چیخیں نکل گئیں۔

”وہ زندہ تو رہے گا نا؟ میں پاگل ہورہی ہوں' مجھے حوصلہ دو' مجھے یقین دلاؤ زینب ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ اتنا شدید ایکسیڈنٹ ہو تو کوئی نہیں بچتا' مگر اسے بچنا چاہیے' تم کہتی ہو نا مارنے والے سے بچانے والا طاقت ور ہے' وہ رحم کرنے والا ہے' اس سے کہو مجھ پر رحم کرے' زینب اپنے اللہ سے کہو وہ اسے بچالے۔“ وہ منتشر ہورہی تھی' ٹوٹ رہی تھی بکھر رہی تھی۔ زینب نے اسے بانہوں میں جکڑ کر بھینچا اور اس کا وحشت چھلکاتا آنسوؤں میں ڈوبا چہرا چوم لیا۔

”حوصلہ کرو نندنی' اسے کچھ نہیں ہوگا' وہ زندہ رہے گا' اگر تمہاری ہنسی کا نام ساحر ہے' تمہاری خوشی کا عنوان ہی ساحر ہے تو تمہاری ہنسی اور خوشی کے لیے دعا مانگنا میرا فرض ہے' میں ابھی وضو کرکے دعا مانگتی ہوں' مجھے اللہ پر بھروسہ ہے' وہ تمہیں اس نقصان سے ضرور بچالے گا۔ بس تم حوصلہ نہ ہارنا۔ تم مایوس نہ ہونا۔“ زینب نے اسے تسلی دی تھی مگر وہ جانے کب غم سے نڈھال ہوتی اس کے بازوؤں میں ڈھے گئی تھی۔

❁……❁……❁

اس کے اعصاب پر خوف و ہراس کا غلبہ تھا' ایک وحشت جس کا کوئی شمار نہیں تھا۔ بکھرے بے ترتیب بال' مسلا ہوا لباس' سوجھی آنکھوں والی' خود سے بے پروا غافل' یہ لڑکی تو جیسے کوئی جوگن تھی' ایسی جوگن جس کے سامنے اس کا سارا جہان لٹنے کو تھا' اس کے حواس قائم رہتے بھی تو کس طرح؟ یہ چوبیس گھنٹے اس پر قیامت کی طرح بھاری تھے۔ اس کے سر پر سورج سوا نیزے پر تھا تو پیروں کے نیچے پل صراط وہ ہر لمحہ کٹ کٹ کر جہنم میں گرتی تھی۔ اور اذیت سے بے حال تھی۔ عباس حیدر ہنوز انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ نندنی پچھلے چوبیس گھنٹوں سے ہی بنا کچھ کھائے پیے ہر ہر لمحہ تڑپ اور بلک رہی تھی۔ اسے بے قراری اور وحشت ہی ہوسکتی تھی اس خیال سے کہ وہ اسے کھودے گی…… اسے' جسے وہ کتنے سالوں سے مسلسل تلاش کرتی رہی تھی۔

وہ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے رو رہی تھی' اب تو جیسے آنسو بھی ختم ہوگئے تھے' اس کے غم کی وسعت کے آگے اپنی شکست تسلیم کرکے شرمندہ تھے ساتھ نہ نبھانے پر……!

بائیس گھنٹے گزر گئے' پھر تیسواں گھنٹہ بھی گزرا اور چوبیس واں اختتام پذیر ہونے لگا۔ نندنی کے اعصاب پر خوف و دہشت کا احساس اپنے سرد پنجے گاڑھنے لگا اور جسم ایسے لرزتا تھا جیسے تشنج کی مریضہ ہو' وہ جلے پیر کی بلی کی مانند اٹھ کر کوریڈور میں پھرنے لگی۔ یہاں سے وہاں' وہاں سے یہاں' قرار کہاں تھا؟ یہ ایک آخری گھنٹہ بھی گزرتا تو پھر بس' کہانی ختم' آس ختم' زندگی ختم' ہر سو اندھیرا مایوسی' ویرانی' وحشت……! کیا وہ بچ پاتی عباس حیدر کو اپنے سامنے مرتے پاکر؟ یہ دنیا کا سب سے دشوار کام تھا اسے جدا کرنا' اس کی آنکھیں بے بسی کے اظہار کو پھر سے بہنے لگیں' آنسو کے خشک ہوجانے والے چشمے پھر سے پھوٹ نکلے' وجود خوف کے احساس سمیت برف تلے دفن ہونے لگا۔

تو کیا میں اس اذیت کو سہنے یہاں آئی تھی کہ اس زندگی سے بھی عزیز تر شخص کو لمحہ لمحہ ریت کی طرح پھسل کر زندگی ہارتے دیکھوں؟

”موت سے بدتر ہے یہ عالم میرے اللہ' اللہ اللہ“ معاوہ ٹھٹک گئی۔ اس کی نگاہ بھی ٹھٹک گئی' جس کے سامنے اللہ کے پاک اسمائے حسنہ تھے' ہاسپٹل کی شفاف راہداری کی شفاف دیوار پر لکڑی کی خوبصورت منقش تختی پر روشنی کا منبع بنے ہوئے۔

”اللہ……“ اس نے خود کو یقین دلایا اس کی زبان سے بھی یہی لفظ نکلا ہے اور نظر نے بھی اسی نام کو چوما ہے' وہ جو زینب کا خدا ہے' زینب کہتی ہے وہ سب کا خدا ہے' یہاں تک کہ میرا بھی' ہر کسی کا' چاہے کوئی مانے یا نہ مانے' تسلیم کرے نہ کرے' مگر اس کی بادشاہی' شہنشاہی اور مملکت سے انکار نہیں' اس کی مملکت سے کوئی نکل بھی نہیں سکتا۔ مجھے ایک بار تو زینب کے اللہ کو بھی آزمانا چاہیے' اس سے بھی مانگنا چاہیے' خود کیا پتہ…… وہ میرا منتظر ہو' زینب تو یہی کہتی ہے…… وہ اپنے بندوں کا ہر وقت منتظر رہتا ہے' میں بھی تو اس کی کچھ لگتی ہوں نا' اس کی پیدا کی ہوئی' زینب کہتی ہے وہ اپنے ہر ایک بندے سے ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرتا ہے۔“

”اللہ……!!!“

اس نے سوچا' اس نے پکارا' اسے جس پر اس نے پہلی بار یقین کرنا چاہا تھا' اسے جس پر وہ پہلی بار بھروسے پر قائل ہوئی تھی۔ وہ جو اپنے نام سے دکھتا تھا' جھلکتا تھا' اپنے پاس بلاتا تھا' مسکراتے ہوئے' پیار سے' جہاں اجنبیت تھی ہی نہیں' جہاں جھجک تھی ہی نہیں' جہاں اپنائیت ہی تھی اور بے پناہ محبت' جس کا محض تصور ہی دل کی تقویت کا باعث تھا۔ اس کے احساس سے ہی چاہت کی خوشبوئیں اور انجانی مسرت کی لہریں نکل کر انسان کو محسور کرلیتی ہیں' صرف دل میں اتر کر سارے راز پاجاتے ہیں' سارے مقصد جان جاتے ہیں' دھڑکن کو سنبھالتے ہیں' اندھیروں کو مٹاتے ہیں' وہ بھی بے خود ہونے لگی' تڑپنے لگی' گڑگڑانے لگی۔

"تو زینب کا رب ہے تو میرا بھی رب ہے‘ یہ زینب کہتی ہے‘ میں بھی کہوں گی مگر تب جب تو میری مان لے گا...... میں آج پہلی بار آئی ہوں تیرے پاس‘ تو مجھے خالی نہ لوٹا‘ بس عباس کو بچالے‘ اسے کچھ نہ ہونے دینا‘ میں اسے اس طرح مرتے نہیں دیکھ سکتی‘ تو جانتا ہے‘ میں اکیلی ہوں‘ بالکل بے بس‘ اگر عباس کو کچھ ہوا تو میں بھی مار لوں گی خود کو۔ مجھے زندگی کا سامان زندگی کی خواہش تو مہیا کر۔" گھٹنوں پر گری وہ زارو قطار رو رہی تھی‘ اسے خبر نہیں تھی‘ اللہ سے دعا کیسے مانگتے ہیں‘ اس نے کبھی دعا مانگی ہی نہ تھی‘ وہ سرتاپا لرزتی تھی اور گریہ وزاری کے دوران زینب کی امی سے سنی وہ مناجات بھی دہراتی تھی جو اس نے انہیں کام کاج کے دوران ایک سوز کی کیفیت میں پڑھتے اتنی بار سنا تھا کہ اس کے فقرے اسے زبانی یاد ہونے لگے تھے۔ اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں مگر وہ اسی بے قراری سے پکارتی تھی۔ تو کیا کوئی معجزہ نہ ہوگا؟

ہمارے سب خواب وقت کی بے رحم آندھیوں میں جل بجھیں گے؟

دو نیم دریا چاہ تاریک وآتش‘ سر دو جاں نوازی کے سلسلے ختم ہوگئے کیا؟

تو کیا کوئی معجزہ نہ ہوگا؟

خدائے لم یزل

تیری سجدہ گزار بستی کے سب مکینوں کی التجا ہے

کوئی تو ایسی سبیل نکلے کہ

وہ گھٹنوں کے بل دوزانوں ہوگئی‘ ہاتھ دعا کے انداز میں پھیل گئے‘ آنسو لڑیوں کی طرح ٹوٹ کر بکھرتے اور پھیلے ہاتھوں کی اوک کو بھرتے تھے۔

تجھ سے منسوب گل زمینوں کی سب عظمتیں پھر سے لوٹ آئیں

وہ چاہتیں‘ وہ محبتیں وہ رفاقتیں پھر سے لوٹ آئیں!

خدائے لم یزل!

خدائے لم یزل!

وہ اضطراری کیفیت کے زیر اثر بلکتی رہی اور اسی بے قراری سے اپنی پیشانی سجدے میں جانے کے بعد فرش پر ٹیک دی۔ وہ زینب کے اللہ سے عباس کی زندگی مانگ رہی تھی‘ اس کے بدل میں وہ اپنی اطاعت کا وعدہ اس سے کررہی تھی‘ اس کے علاوہ اسے فی الحال اور کچھ بھی درکار نہیں تھا۔ پھر اس کے وعدے کو سچے رب نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا‘ اس کے ایک قدم کے جواب میں اس نے باقی کا تمام فاصلہ خود ختم کردیا۔ رحمت کی عنایت ہوئی تھی اور اسے مالا مال کردیا گیا۔

نندنی کو یہ خبر ملی تو اسے خوشی سے سکتہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ وہ ہنستی تھی...... روتی تھی‘ چہار سو روشنی تھی‘ اجالا تھا‘ خوشبو تھی‘ وہ پھر سجدے میں گر گئی‘ اس نے جانا یوں خود کو اس مالک حقیقی کے آگے جھکا دینے میں کیسی لذت کیسا کیف کیسی آسودگی ہے‘ جس کے سامنے دنیا کی ہر نعمت ہیچ ہے‘ اس نے یہ بھی جانا‘ زمین سجدے کے لیے اتنی خوبصورت پہلے کبھی نہ تھی‘ تن میں شکر کا ایسا دھمال بھی پہلے کبھی نہ تھا۔

✿......✿......✿
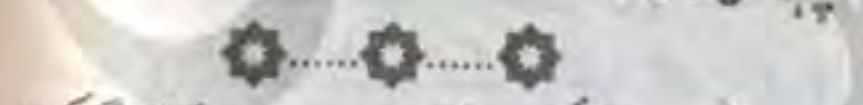
وہ سکتہ زدہ آئی سی یو کے بند دروازے کے آگے کھڑا تھا‘ اس کی خوف سے پھیلی آنکھوں میں کسی حادثے کا واہمہ گھات لگائے بیٹھا نظر آتا تھا‘ اور دل اتنا سہما ہوا تھا کہ رک رک کر دھڑکتا تھا۔ فراز کی اطلاع پر جب وہ حواس باختہ ہسپتال پہنچا تو ایمان کو آپریشن کے لیے لے جایا جاچکا تھا۔ فراز کے لیے جو تازہ صورتحال اس تک پہنچی وہ انتہائی مایوس کن تھی۔ ڈاکٹر نے اتنی تاخیر سے پہنچنے کے باعث شدید ملامت کرنے کے بعد کیس لینے سے انکار کردیا تھا۔ فراز کی منت سماجت کے جواب میں کسی بھی نقصان کی ساری ذمہ داری انہی پر ڈال دی گئی تھی۔

"جو مریضہ کی حالت ہے اس کے پیش نظر اب کوئی معجزہ ہی انہیں بچا سکتا ہے۔ بہرحال دعا کریں‘ کیونکہ ان کا کیس بہت زیادہ تاخیر کے باعث بگڑ چکا ہے۔ زہر اندر پھیلنا شروع ہوچکا ہے۔" اہم معلومات فراہم کرنے کے بعد ڈاکٹر خود آپریشن روم میں چلی گئی‘ اور فراز اسی پل

وہاں آنے والے شرجیل پر تمام ادب لحاظ بھلا کر بلا دریغ اس پر برس پڑا۔

"اب کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟ آپ کا ہر کام چاہے وہ کتنی ہی معمولی نوعیت کا کیوں نہ ہو بھابی سے زیادہ اہم رہا ہے۔ ان کی ذات وزندگی سے بھی زیادہ‘ پلیز چلے جائیں یہاں سے‘ مجھے آپ کی شکل سے ہی وحشت ہورہی ہے۔ آپ اس قابل ہی نہیں تھے کہ بھابی اس حد تک آپ کی خاطر چلی جاتیں۔" وہ سرخ آنکھوں سے اسے گھورتا ہسٹریک ہوتا چلائے گیا۔ شرجیل اتنا شاکڈ تھا کہ اس کی بات کا برا ماننے کی بھی پوزیشن میں نہیں رہا۔

"میری بات سنیں‘ اگر بھابی کو کچھ ہوا تو اس کے ذمہ دار صرف آپ ہوں گے، سمجھے آپ؟" وہ کسی طرح بھی اپنی آواز کی بھراہٹ پر قابو نہ رکھ سکا تو پلٹ کر تیز قدموں سے وہاں سے نکل آیا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ وہ اپنا سیل فون گھر پر بھول گیا تھا۔ آدھے راستے سے پلٹنا پڑا تھا تو سیدھا ہال کمرے کی جانب آیا کہ اس نے اپنا فون وہیں چھوڑا تھا‘ مگر مما اور تائی ماں کے بیچ ہونے والی گفتگو نے اس کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔ ثابت ہوا وہ لوگ صرف ظالم نہیں قاتل اور غاصب بھی ٹھہرے تھے۔

انکشافات کا بوجھ ہی کیا کم تھا کہ اس پر ایمان کی اس حد تک بگڑ جانے والی حالت وہ حواس بحال رکھتا بھی تو کیسے؟ ایمان تک جب وہ پہنچا وہ مکمل طور پر حواس کھو چکی تھی۔ جسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالنے کے بعد اس نے مما کو بھی بیٹھنے کی مہلت نہیں دی کہ وہ اتنا ہی متنفر ہورہا تھا ان سب سے۔ سچ کہا ہے کسی نے "خواہش ناتمام رہے تو دھیرے دھیرے جسم وجاں کو سلگاتی رہتی ہے لیکن اگر ہوس پوری نہ ہو تو طوفان کھڑے کردیا کرتی ہے۔" غلط راستوں پر بھٹکا کر بے صبرے پن‘ وحشی طرز عمل پر ہی سفاکیت کے ساتھ جارحیت کو بھی جنم دیتی ہے۔

اس گھر کے مکینوں کو اب انسانیت کے درجے پر رکھ کر بھی سوچنا اس نے اپنے لیے ناجائز قرار دے دیا تھا۔ وہ ڈسٹرب تھا اور بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑائے پھرتا تھا۔ معاً سیل فون کی گنگناہٹ پر اس کی توجہ کا ارتکاز ٹوٹا۔ اس نے اسٹیئرنگ سے ہاتھ ہٹا کر کوٹ کی جیب سے سیل فون نکالا‘ اسکرین پر مما کا نام چمک رہا تھا‘ اس کی پیشانی پر تلخی بھرا ناگوار تاثر ابھرا۔

(اب بھلا آپ کو کس بات کی بے صبری ہے؟ موت کی خبر دینا چاہ رہی ہیں)

اس نے زہر خند سے سوچا اور سیل فون کو ڈیش بورڈ پر ڈال دیا۔ کم از کم اس وقت وہ ان سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

(مجھے بھابی کی خبر تو لینی چاہیے) خیال آنے پر اس نے گاڑی کا رخ پھر سے اسپتال کی جانب موڑ دیا۔ تیز ڈرائیونگ کا مظاہرہ کرتا ہوا وہ گاڑی کو لاک کرکے تیز قدموں سے ہاسپٹل کے اندر چلا آیا۔ شفاف راہداری کا موڑ مڑتے اسے شرجیل کی جھلک نظر آئی۔ نرس گلابی کمبل میں لپٹا ہوا بچہ اسے پکڑا رہی تھی۔ فراز کے قدموں میں مزید تیزی آگئی۔

"شرجیل بھائی بھابی......" باقی کی بات اس کے منہ میں رہ گئی۔ شرجیل آنسوؤں سے بھیگے چہرے کے ساتھ بے قراری سے اس کے گلے لگا تھا اور جیسے ہر ضبط کھو گیا۔ فراز کا دل جیسے گہرے پاتال میں گرتا چلا گیا۔

✿......✿......✿
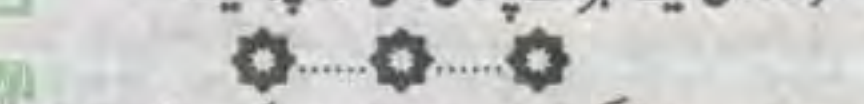
اس نے مسکراتے ہوئے گاڑی کی رفتار ذرا سی بڑھائی پھر سرشاری کے احساس سمیت ہولے سے ہنس دیا۔ وہ خوش تھا تو خوشی کے اظہار میں بھلا کیا قباحت تھی۔ فتح کا احساس ہی کتنا کیف آگیں کتنا دلکش ہے‘ صحیح معنوں میں آج ہی تو جیتا تھا وہ۔

(تو طے ہوا محترمہ لاریب شاہ آپ ہمارے لیے ہی بنی تھیں) اس کے ہونٹ مسکائے اور آنکھیں کسی خوبصورت سوچ کے ساتھ چمک اٹھیں۔

(کیسا ہوگا وہ وقت لاریب جب تم تمام تر آمادگی کے ساتھ مجھے اپنا آپ سونپو گی)

ہاہ...... خوشی سے کہیں میرا دل دھڑکنا نہ چھوڑ دے۔

وہ جھینپا‘ اس نے گہرا سانس بھر کے آسمان کی جانب دیکھا اور تشکرانہ انداز میں مسکرانے لگا۔ آسمان پر کہیں کہیں آوارہ بدلیاں اڑتی پھرتی تھیں۔ تاحد نگاہ لہلہاتے کھیتوں میں بل کھاتی پگڈنڈیاں اور ان پر کسیاں اور دیگر اوزار تھامے آتے جاتے کسان...... سروں پر چارے کے گٹھر اٹھائے دوپٹے سے آدھے چہرے ڈھانپے کچھ دیہاتی خواتین۔

سکندر نے احتیاط سے موڑ کاٹا اور گاڑی کا رخ اپنے گھر کی جانب کردیا۔ بابا سائیں کے حکم کے مطابق ابھی کچھ دیر قبل اس نے اپنے والدین کو مناسب الفاظ میں یہ خبر سنادی تھی‘ اماں کو تو یقین ہی نہ آتا تھا۔ کچھ لمحوں کو ان کا چہرا تاریک بھی پڑا تھا اور انہوں نے ہڑبڑا کر ثانیہ کو دیکھا جو دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ بڑے غیر محسوس انداز میں وہاں سے اٹھی تھی۔ البتہ بابا نے بے حد خوشی و مسرت کے ساتھ جوش کا اظہار کرتے اسے بڑے تپاک سے گلے لگایا۔

”میرے پتر تو تھا ہی اس قابل کہ اللہ تجھے یہ مقام یہ مرتبہ عطا فرماتا۔“ ان کے اس والہانہ پن پر سکندر جھینپ کر ہنس پڑا۔

”میری تو حیرانی نہیں مک رہی سکندر کے ابا۔ جو بھی ہے پر وہ لڑکی تو جیسے کوئی شہزادی ہے۔ خدانخواستہ کوئی عیب تو نہیں پڑ گیا چوہدری صاب کی دھی میں جو......“ اور اس خدشے کے جواب میں بابا نے جو اماں کو سنائی جوان کے پلے میں ڈالیں‘ الامان سکندر کے روکنے کے باوجود بھی بابا گرجتے برستے ہی رہے تھے۔

”ہمارے سکندر رے میں آخر کمی کس بات کی ہے بے عقلے‘ اتنا پڑھا لکھا‘ خوبصورت گھبرو‘ پھر ساری عمر حویلی میں رہا ہے۔ انہی وڈے لوگوں کے جیسا ہے اس کا رہن سہن‘ پتر بنایا ہوا ہے اسے چوہدری صاب نے۔“

”بابا چلیں رہنے دیں‘ کیوں غصہ کرتے ہیں؟ اماں کی بات بھی غلط تھوڑی ہے۔ میں کہاں ہوں لاریب بی بی کے قابل‘ مگر قسمت کے کھیل بھی نرالے ہوتے ہیں۔ لاریب بی بی کے مرتبے کا لڑکا ان کے خاندان میں میسر نہیں تھا‘ بابا سائیں کو اس وجہ سے سمجھوتہ کرنا پڑا ہے۔ لاریب بی بی کے کردار میں کوئی کمی نہیں ہے اماں۔“ فطری طور پر وہ اماں کی بات کی وجہ سے یکدم بجھ سا گیا تھا۔ یہ بھلا کیوں فراموش کردیا اس نے کہ لوگ بھی اس بات کو ہضم نہیں کریں گے اور اگر عام لوگ قبول نہیں کرسکتے تو پھر لاریب کے متعلق ایسا سوچنا بھی حماقت ہے۔ وہ بابا کی طفل تسلیوں کے باوجود وہاں سے اٹھا تو اندر سے مضمحل تھا‘ پتہ نہیں زندگی اسے کس موڑ کس دوراہے کی جانب دھکیلے جارہی تھی۔

✿......✿......✿
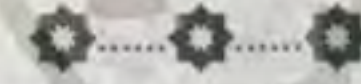
مجھے بھی دنیا یہ راس آئے
میں بھول جاؤں تجھے دعا ہے

وہ دھندلی آنکھوں سے کمپیوٹر اسکرین پر موجود عباس حیدر کی تصویر کو تک رہی تھی۔ ٹپ ٹپ کتنے آنسو اس کی ریشمی پلکوں سے ٹوٹے اور دوپٹے میں جذب ہوئے۔

”تو اندر جو سناٹا اور وحشت تھی یہ...... یہ وجہ تھی اس کی عباس! میں نے تمہیں معاف کیا۔ اللہ بھی تمہیں معاف کرے‘ تمہیں پھر بھی کچھ نہیں ہونا چاہیے‘ عباس اس کے باوجود کہ تم میرے لیے نہیں ہو‘ مگر تمہیں پھر بھی حوادث دنیا ایذا نہ دے‘ میں تمہیں بددعا کبھی نہیں دے سکی‘ اللہ گواہ ہے۔“ اس نے کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کیا اور اٹھ کر کمرے کا دروازہ کھولا کہ عباس کو دیکھنے سے قبل احتیاطاً وہ دروازہ لاک کرلیا کرتی تھی۔

”بی بی صاحبہ‘ آپ کو صاحب نے اپنے کمرے میں بلایا ہے۔“ ملازمہ کی اطلاع نے اس کے شکستہ اعصاب کو کچھ اور بھی اضمحلال عطا کیا تھا‘ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو وہ لازمی کوئی بہانہ کردیتی مگر جانتی تھی اب بابا سائیں اس تک اس کی زندگی کا اہم فیصلہ پہنچانے والے تھے۔

”تم چلو‘ آتی ہوں میں۔“ اس نے بھیگی آواز پر قابو پاکر رسانیت سے کہا۔ ملازمہ کے جانے کے بعد اس نے گہرا سانس بھرا اور خود کو سنبھالنے کی سعی کرتی بوجھل

قدموں سے چلتی وہ ان کے کمرے کے دروازے پر آ کر ٹھہر گئی۔

”جی بابا جان!“

”یہاں آؤ لاریب! اور بیٹے جو کچھ میں کہوں اسے تحمل سے سننا اور ٹھنڈے دل سے غور کرنا کہ میں نے اگر فیصلہ کیا ہے تو تمہارا باپ ہونے کی حیثیت سے مجھے اس فیصلے کا حق حاصل تھا۔“ لاریب نے اس تمہید پر کچھ چونک کر اور بے حد سہم کر انہیں دیکھا۔ گویا ان کے فیصلے کو جاننا چاہا ہو‘ بابا سائیں اس وقت نارمل اور پرسکون نظر آئے تھے۔

”آ...... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں بابا جان؟ میں سمجھ نہیں سکی۔“ اس کی آواز میں ہراس اور خدشات کی یلغار صاف محسوس ہونے لگی۔ بابا سائیں نے نگاہ بھر کے اس کے خائف بے حد سہمے چہرے کو دیکھا پھر اپنی جگہ چھوڑ کر اس کے سامنے آئے اور مسکرا کر اس کا گال نرمی سے تھپتھپایا۔

”سکندر اچھا لڑکا ہے‘ تمہارا انتخاب ہرگز غلط نہیں تھا‘ بلکہ مجھے یہ کہنا چاہیے مجھے اچھا لگا میری بیٹی نے میرا دھیان اس جانب مبذول کرادیا۔ ورنہ تم جانتی ہو میں تمہاری وجہ سے کتنا پریشان تھا۔“ لاریب نے دیکھا وہ مسکرا رہے تھے۔ جبکہ لاریب حق دق کھڑی تھی۔ اسے لگا اسے اس کی سماعتوں نے دھوکہ دیا ہے‘ اگر ایسا نہیں ہے تو بابا سائیں اس کے ساتھ اس کی زندگی کا سنگین مذاق کررہے ہیں۔ اس نے بہت کچھ سوچا‘ بہت انداز میں اپنے آپ کو ڈھارس دینی چاہی مگر بابا سائیں کہہ رہے تھے۔

”آپ جانتی ہو بیٹے میں بہت بوڑھا بہت ناتواں ہوچکا ہوں‘ جبکہ جو حالات ہیں ان کے مطابق میری بیٹی کو اس وقت مضبوط اور بھرپور آسرے کی ضرورت ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے میں جلد سے جلد باقاعدہ سکندر کے ساتھ آپ کی رخصتی کردوں۔“ لاریب کا رنگ ایک دم سے اڑ گیا۔ چہرا پتھرانے لگا۔ تعجب‘ بے یقینی‘ صدمہ‘ جیسے ہر لفظ اس کی کیفیت بیان کرنے کو ناکافی تھے۔ صحیح معنوں میں اسے لگا پے در پے پڑنے والی افتاد نے اس کے حواس سلب کرلیے ہیں‘ بابا جان کے اس سفاکانہ فیصلے نے اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لینے کے بعد سر پر آسمان بھی گرادیا تھا۔ یعنی یک نہ شد دو شد‘ سکندر کو شوہر کی حیثیت سے قبول کرنا دوسرے لفظوں میں لمحہ لمحہ موت کی سزا ہی تو سنائی گئی تھی۔ اس پر ہسٹریائی کیفیت طاری ہونے لگی مگر کیا قیامت تھی کہ وہ اپنے غم و غصے اور نفرت کا اظہار کرنے سے قاصر رہی۔ اس کا وجود پتھر کا مجسمہ بن چکا تھا۔

”اتنی خاموش کیوں ہو بیٹے؟ کیا آپ کو میرا فیصلہ پسند نہیں آیا؟“ بابا سائیں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ اس سکتے سے نکل کر یوں تڑپ اٹھی جیسے ذبح ہوتا جانور چھری تلے پھڑ پھڑاتا ہے۔

”بابا جان......“ وہ بے ساختہ و بے اختیار بلک اٹھی۔

”آپ کہہ دیں بابا جان آپ مذاق کررہے ہیں۔ میری معمولی غلطی کی اتنی بڑی سزا نہ دیں مجھے۔“ وہ گھٹنوں کے بل ان کے پیروں میں گرتی فریاد کناں ہوتی بلند آواز سے رونے لگی۔ بابا سائیں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

”ہم فیصلہ کرچکے ہیں لاریب! یہ تمہاری غلطی کی سزا نہیں ہے یاد رکھو‘ وقت و حالات کی نزاکت کے پیش نظر ایک بہترین اور اہم اقدام ہے لیکن بے فکر رہو تم رخصت ہوکر کہیں نہیں جاؤ گی‘ اسی حویلی میں رہو گی۔ البتہ سکندر کے تمام حقوق تم پر واجب الادا ہوجائیں گے۔ اس کی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے۔“ وہ اس وقت فیصلہ سناتے ایک سخت گیر باپ تھے۔ لاریب وحشت چھلکاتی نظروں سے انہیں تکتی ان کے چہرے پر کسی نرمی کی گنجائش کھوجتی رہی مگر ناکامی کی صورت اسے بپھرا کے رہ گئی۔ اگلے لمحے وہ تند خیز موج کی طرح اٹھی اور سر اٹھا کر ان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

”تو پھر سن لیں آپ بھی‘ مجھے آپ کا یہ فیصلہ ہرگز

قابل قبول نہیں ہے اس سزا کو عمر بھر کا روگ بنانے سے ہزار درجے بہتر ہے آپ زہر دے کر مار دیں مجھے۔" ہیجان زدہ آواز میں کہتے وہ تقریباً چلا اٹھی اور مزید کچھ کہے سنے بغیر پلٹ کر کمرے سے بھاگ گئی۔ راہداری کے موڑ پر اسی سمت آتے سکندر سے زور سے ٹکرائی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں، ایک کی آنکھوں میں گریز تھا دوسرے کی نفرت کی چنگاریاں، جو بھسم کر ڈالنے کی طاقت رکھتی تھیں۔ لاریب نے اسی تنفر اسی حقارت آمیز انداز میں اسے زور سے دھکا دیا اور پاگلوں کی طرح دوڑتی راہداری کا موڑ مڑ گئی۔ سکندر ہونٹ بھینچے گم صم کھڑا تھا۔

✿ ✿ ✿

اس نے آنکھوں سے بہتا سیل رواں ہاتھ کی پشت سے صاف کیا اور سوجے ہوئے پپوٹے بامشکل اٹھا کر آسمان کو دیکھنے لگی۔ زینب کے رب نے ایک بار پھر اسے مایوس نہیں کیا تھا۔ موت کو شکست دے کر عباس نے زندگی کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ اب وہ خطرے سے باہر تھا۔ تب سے ہی جیسے نندنی کو بھی زندگی کی نوید ملی تھی۔

"اب تو کچھ کھالو نندنی، مجھے ڈر ہے تم خود بیمار نہ پڑ جاؤ۔" زینب اس کے ہمراہ آ کر بیٹھ گئی۔ وہ حجاب میں تھی اور اس کے ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے تھی۔ نندنی نے اب کے کوئی مزاحمت نہیں کی اور زینب کے بڑھائے نوالے آہستگی سے منہ میں رکھنے لگی۔

"تمہارا خدا بہت مہربان ہے زینب! اس نے ایک بار پھر میری بات رد نہیں کی۔ اس نے ثابت کر دیا وہ وحدہ لاشریک ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے، اسی کی مرضی کا پابند ہے۔ مجھے بتاؤ میں اس کا شکریہ کیسے ادا کروں؟" اس کا لہجہ مدھم تھا، زینب نے چونک کر اسے دیکھا پھر مسکرا دی۔

"وہ دلوں کے حالوں سے آگاہ ہے نندنی، اگر تمہارے دل میں تشکر کے جذبات ہیں تو اللہ ان سے ہرگز بے خبر نہیں ہے۔" زینب کا لہجہ ہنوز نرم تھا۔

"منت تو ہر مذہب کا حصہ ہوتی ہے نا زینب! میں نے منت مانی تھی اگر ساحر ٹھیک ہو جاتا ہے تو میں خود کو اللہ کے تابع کر لوں گی۔ تمہارے رب نے اس بات کو ثابت کر دکھایا ہے، مجھے مسلمان بننا ہے زینب۔" وہ بے حد ٹھہرے ہوئے پرسان انداز میں گویا تھی۔ زینب نے ٹھٹک کر اسے دیکھا اس کے لہجے میں کوئی ہچکچاہٹ، کوئی تردد نہیں تھا۔ اس کے باوجود زینب فوری کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتی تھی۔

"کیا تم صرف منت پوری کرنے کے لیے مسلمان ہونا چاہتی ہو نندنی؟" اس اہم سوال پر نندنی کھل کر مسکرانے لگی۔

"مقصد صرف یہی تو نہیں ہے زینب! اب تو جیسے کوئی ابہام کوئی شبہ باقی ہی نہیں رہا، ضروری تو نہیں ہے کہ میں اسلام کو مکمل طور پر سمجھنے کے بعد اس کو اختیار کروں، اصل معاملہ ہی تسلیمات و اقرار و رضا کا ہوتا ہے۔ میں نے تمہارے رب کی طاقت، اس کی سچائی کو مان لیا ہے، کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی بات اہمیت کی حامل ہو سکتی ہے؟" اس کی نظریں سوالیہ انداز میں زینب کے چہرے کا احاطہ کر گئیں۔ زینب نے مسکرا کر سر کو نفی میں جنبش دی۔

"بالکل نہیں، اور یہ کہ خدا تمہیں یہ فیصلہ مبارک کرے آمین۔" زینب نے بے اختیار ہو کر اسے گلے سے لگا لیا۔ نندنی کی آنکھیں جانے کس احساس کے تحت بھیگتی چلی گئیں۔

✿ ✿ ✿

وہ دونوں خاموش تھے۔ ان کے بیچ موت کی سی خاموشی قائم ہو چکی تھی۔ جیسے کچھ کہنے سننے کو باقی رہ ہی نہ گیا ہو۔ صدمہ اور تاسف ایسا تھا کہ الفاظ اپنی حیثیت اپنا احساس کھو چکے تھے۔ فراز کے چہرے پر صرف گھمبیر ناراضی ہی نہیں تھی، گہری اور خوفناک خاموشی بھی تھی جو کسی طوفان کا پتہ دیتی تھی۔ شرجیل ابھی تک سکتہ زدہ تھا۔ بچہ اس کی گود میں تھا اور بھوک کے ساتھ شاید ماں کی گود کی طلب میں بھی بار بار بلک کر رونے لگتا تھا۔ فراز ہر بار

بچے کی پکار پر پہلے اسے پھر شرجیل کو دیکھا‘ جس کے ساکن وجود میں کسی قسم کی تحریک پیدا نہیں ہورہی تھی۔ کوفت کے ساتھ فراز کو شدید غصہ بھی آنے لگا۔ ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے گاڑی روک کر اس نے بچے کے لیے پیمپرز فیڈر اور ڈاکٹر کا تجویز کردہ دودھ اور اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق کچھ مزید اشیا کی خریداری کی اور واپس آکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ شرجیل ہنوز اسی پوزیشن میں تھا۔ فراز کا دماغ گھوم کر رہ گیا۔

”اب کس بات کا سوگ منا رہے ہیں آخر آپ؟“ اس نے دانت بھینچے اور قہر بھری نگاہ سے شرجیل کو دیکھا۔

”بالکل وہی ہوا ہے جو آپ چاہتے تھے۔ مبارک ہو آپ کو کہ آپ کی جان چھوٹ گئی۔ خوشیاں منائیں اور آج یاد سے صالحہ سے نکاح پڑھوا لیجیے گا۔“ وہ یک دم برس پڑا۔ اتنا زہر تھا اس کے انداز و اطوار میں کہ جس کی تاب نہ لاتے ہوئے شرجیل پر طاری بے خودی اور صدمہ کی کیفیت کا تاثر ٹوٹ گیا۔ اس نے تڑپ کر فراز کے قہر ساماں تاثرات سے سجے چہرے کو شاکی نظروں سے دیکھا۔ اس کی انہی نظروں نے فراز کو مزید برو فراختہ کردیا تھا۔

”ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں مجھے جیسے بہت ہی معصوم اور بے گناہ ہیں آپ؟“ وہ پھنکارا اور جواب میں شرجیل کی انگاروں کی مانند دہکتی آنکھوں سے شدت جذب سے ہار کر دو شفاف موتی ٹوٹ کر بکھر گئے۔

”آہ........“ اس کے منہ سے کراہ نکلی۔

”بالکل ٹھیک کہتے ہو تم‘ میں مجرم ہوں اس کا۔ اب میں خود کو دار پر بھی چڑھا دوں تو سزا ختم نہ ہو۔ اب میں چاہوں بھی تو خود کو نہ معاف کرسکوں گا نہ بری الذمہ‘ یہ سب میرا ہی کیا دھرا ہے۔“ رنج اور تاسف نے وحشت کا روپ دھارا تو اس پر بے بسی ہیجان کی صورت وارد ہوئی تھی۔

”اس نے مجھے روکا تھا‘ وہ مجھے بتاتی رہی تھی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں مگر میں بے حسی اوڑھے اس سے اتنے فاصلوں پر جا کھڑا ہوا تھا کہ اس کے درد اس کی تکلیف کو محسوس کرنے کی حس ہی کھو بیٹھا‘ فراز میں مجرم ہوں‘ میں قاتل ہوں‘ مجھے سنگسار کرو‘ تاکہ کچھ تو میرا کفارہ ادا ہو اور میں سکون پاسکوں۔“ وہ حواسوں میں نہیں تھا۔ اس کی ذہنی حالت بگڑ رہی تھی۔ فراز کو سب کچھ بھول کر صرف اس کی فکر پڑ گئی۔ بوکھلاتے ہوئے پہلے گاڑی کو سائیڈ پر روکا‘ پھر بپھرے ہوئے اپنے ہی بالوں کو نوچتے نیم دیوانے سے شرجیل کو سنبھالنے لگا۔ جو بے حد کٹھن مرحلہ ثابت ہورہا تھا۔ بالآخر وہ اس کے بازوؤں میں نڈھال ہوکر ڈھے گیا۔ کئی گھنٹوں کی ذہنی اذیت و کشمکش کے ساتھ مجرمانہ چھری کا کاٹتا ہوا بے رحم احساس‘ بھوک‘ پیاس‘ بے آرامی نے مل جل کر اس کے اعصاب کو توڑ پھوڑ ڈالا تھا۔ اس پر فراز کی سنگ ملامت‘ اسی طرح کاری ایکشن سامنے لاسکتا تھا۔ فراز نے پرتشویش نظروں سے آنکھیں موندے سیٹ سے سر ٹکائے بیٹھے شرجیل کو دیکھا۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا‘ جیسے ساری متاع ساری‘ ہستی داؤ پر لگا کر خالی ہاتھ رہ گیا ہو۔ فراز کا غصہ ہمدردی اور نرمی میں تبدیل ہونے لگا۔

ان کی گاڑی علوی لاج کے شاندار پورٹیکو میں آن کر رکی تو گھر کے افراد میں جیسے کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر بھی اس جانب سے نئی تازہ خبر کے منتظر تھے۔

”کیا ہوا خیریت تو گزری بیٹے؟ کوئی اطلاع نہیں‘ نہ فون ریسیو کرتے تھے اور یہ بچہ......!“ سب سے پہلے مما لپک کر آئی تھیں۔ فراز کی گھمبیر چپ شرجیل کی تباہ کن حالت اور بن ماں کے روتا ہوا بچہ‘ کوئی اجڑی سی دلگیر کہانی سناتا تھا۔ ان کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

”بہو تو ٹھیک ہے نا بیٹے؟“ انہوں نے سہمے ہوئے انداز میں کہتے دونوں بیٹوں کو باری باری دیکھا‘ مگر جواب میں خاموشی تھی۔

”تم کچھ بولتے کیوں نہیں ہو اور یہ شرجیل...... اسے کیا ہوگیا ہے؟“ فراز نے اشارے سے سمعیہ کو قریب بلا کر بچہ اسے تھمایا‘ ساتھ ہی وہ شاپنگ بیگ بھی جس میں بچے کے لیے کی گئی خریدا ہوا سامان تھا۔

”فیڈر تیار کرکے اسے پلا کر سلا دو۔ میرا خیال ہے تم اسے سنبھال سکتی ہو‘ نیکی کا کام ہوگا۔“ وہ مڑا پھر شرجیل کو نرمی سے تھام کر اس کے بیڈروم میں لے آیا۔

”ٹینشن فری رہیں بھائی‘ فی الحال آپ کے لیے یہ بے حد ضروری ہے۔“ اسے لٹانے کے بعد کمبل اوڑھاتا ہوا سیدھا ہوا تو مما جو اس کے ساتھ ساتھ یہاں تک آئی تھیں ضبط گنوا کر چیخ پڑیں۔ فراز نے جواباً انہیں بے حد سرد نظروں سے دیکھا تھا۔

”بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے‘ باہر آجائیں بتا رہا ہوں۔“ اس کا لہجہ بھی اس کی نظروں کی طرح سرد اور جامد تھا۔ مما اس کے لہجے و انداز کی کاٹ اور طنز پر دھیان دیے بغیر شرجیل کے چہرے پر پرتشویش نگاہ ڈالتیں تیزی سے فراز کے پیچھے کمرے سے باہر آگئیں۔

”اب بول بھی دو فراز‘ مجھے لگ رہا ہے میرا دل پھٹ جائے گا۔“ وہ سہمی ہوئی بولیں‘ فراز زہر خند سے مسکرانے لگا۔

”کیوں گھبراتی ہیں‘ ابھی آپ اپنے ہنر ستم آزمایئے گا‘ گو کہ آپ نے انہیں مارنے میں کسر نہیں چھوڑی تھی مگر اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ وہ زندگی اور موت کی درمیانی کیفیت میں معلق کردی گئی ہیں۔ صرف آپ کی جفاکیت کی وجہ سے کوئی کتنا کچھ سہہ گیا مما! ظلم کی انتہا ہوگئی یہاں۔ کومے میں ہیں ایمان بھابی‘ جانتی ہیں کومے میں جانے والے مریضوں میں سے کوئی ایک آدھ ہی خوش نصیب ہوتا ہے جو دوبارہ صحت مند زندگی کی جانب لوٹتا ہے‘ ورنہ ان سرد اندھیروں میں بھٹکتا بالآخر موت کی آغوش میں جا سوتا ہے۔ کبھی فرصت ملے اور ضمیر جاگے تو انا‘ مفاد اور خود غرضی کی اس جنگ میں سود و زیاں کا حساب لگایئے گا۔ شاید اندازہ کرسکیں آپ نے کس درجہ گھاٹے کا سودہ کیا ہے۔“ تاسف و ملال سے کہتا وہ ایک جھٹکے سے پلٹ کر باہر نکلتا چلا گیا۔ جبکہ صورت حال کو جاننے کی مشتاق دروازے سے لگی کھڑی تائی ماں اور صالحہ نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا‘ پھر ہاتھ پر ہاتھ مار کر فتح و شادمانی سے سرشار ہنستی چلی گئیں۔

”خس کم جہاں پاک۔“ تائی ماں نے ہنسی کو ذرا دیر کے لیے روک کر کہا جبکہ کچھ فاصلے پر موجود مما کی آنکھوں میں آئے آنسو بھی ٹھٹھر گئے۔ سود و زیاں کا دفتر تو کھلا ہی گیا تھا۔ احتساب تو اب ہوا ہی چاہتا تھا۔ ضمیر زندہ ہو تو جرم کا چھوٹا پن بھی بڑی اذیت سے دوچار کرجاتا ہے۔ ملامت کا کوڑا ہر ضرب کے ساتھ پچھتاوے اور ملال میں مبتلا کرتا توبہ کی آس دل میں جگاتا ہے۔ وہ بھی جیسے خواب غفلت سے جاگ اٹھیں۔

❁......❁......❁

ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
وہ شام جیسے سسک رہی تھی
کہ زرد پتوں نے آندھیوں کو
عجیب قصہ سنا دیا تھا
کہ جس کو سن کے تمام پتے
سسک رہے تھے بلک رہے تھے
جانے کس سانحے کے غم میں
شجر جڑوں سے اکھڑ رہے تھے
بہت تلاشا تھا ہم نے تم کو
ہر اک رستہ ہر اک وادی
ہر اک پربت ہر ایک گھاٹی
کہیں سے تیری خبر نہ آئی
تو یہ کہہ کے ہم نے دل کو ٹالا
ہوا تھمے گی تو دیکھ لیں گے
ہم اس کے رستوں کو ڈھونڈ لیں گے
مگر ہماری یہ خوش خیالی
جو ہم کو برباد کر گئی تھی
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
بڑی ہی مدت گزر گئی تھی

اس نے نظم پڑھتے ہوئے اچانک کتاب بند کردی۔

آنکھوں میں دھند ہی اتنی اتر آئی تھی۔ وہ ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے بے اختیار سسک پڑی۔ اس کی کوئی دھمکی کوئی فریاد کارگر ثابت نہیں ہوسکی بابا سائیں کا فیصلہ تو جیسے پتھر پر لکیر تھا' کتنا سر پٹخا تھا اس نے۔

''میں نے کہا نا بابا جان آپ ایسا نہیں کریں گے۔'' وہ جتنی بار بھی ان کے روبرو آئی تھی اس نے ہر بار مختلف انداز میں یہی ایک بات کہی تھی مگر بابا سائیں کے چہرے کے تاثرات میں معمولی سی گنجائش کا تاثر بھی نہیں ملتا تھا۔ میں اسے کبھی اس حیثیت سے قبول نہیں کرسکتی بابا جان' وہ میرا ساتھ ڈیزرو بھی نہیں کرتا' خود سوچیں' کہاں عباس' کہاں یہ......'' اس کے لہجے کا تنفر وحقارت اتنی بھرپور تھی کہ بابا سائیں کو تاؤ آنے لگا تھا۔

''یہ مت بھولا کرو لاریب کہ عباس وہ ہے جس نے ٹھکرا دیا تھا تمہیں' اب تو تمہیں اس کا نام بھی زبان پر نہیں لانا چاہیے اور سکندر...... سکندر بھی تمہاری اپنی چوائس اپنا انتخاب ہے۔'' وہ اتنی سخت بات تلخ انداز میں ہرگز نہ کرتے اگر وہ اپنی ضد پر اکڑی نہ رہتی۔ لاریب کو دھچکا لگا۔ اس نے یوں انہیں دیکھا' جیسے یقین کرنا چاہتی ہو جو اس نے سنا وہی کہہ چکے ہیں وہ۔ بابا سائیں نے نظریں چرالیں لاریب تو اس سبکی وتذلیل پر جیسے کٹ ہی گئی تھی۔

''تو اس کا مطلب آپ مجھے سزا دینا چاہتے ہیں؟ اس غلطی کی؟'' وہ حواسوں میں لوٹی تو اس نے رگوں میں خون کی جگہ انگارے اور پارہ دوڑتا محسوس کیا۔ اس کا سوال کڑا تھا۔ اتنا کڑا کہ بابا سائیں کو لگا وہ اس پر اپنی کمزوری آشکار کرکے اسے شہہ دینا نہیں چاہتے تھے جبکہ وہ جان بھی چکے تھے وہ اپنا نقصان کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

''چلو آپ ایسا ہی سمجھ لو' مگر لاریب...... بیٹے میں فیصلہ کرچکا ہوں۔'' اس نے سنا اور وحشت زدہ سی ہوکر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے اندر بھڑکتی آگ فروزاں ہوکر اسے کچھ اور تیزی سے دھڑا دھڑ جلانے لگی۔

''تو پھر سن لیں بابا جان' مجھے ہرگز بھی آپ کی تجویز کردہ یہ سزا منظور نہیں۔ میں خودکشی تو کرلوں گی مگر یہ سب نہیں ہونے دوں گی۔'' اس کے لہجے میں بغاوت' سرکشی ہٹ دھرمی اور تلخی بھی تھی' یہ طے تھا وہ اپنے ہاتھ پیر توڑ کر خود کو اس قابل نفرت شخص کے آگے نہیں ڈال سکتی تھی۔ بابا سائیں نے اس دھمکی آمیز انداز پر بے حد چونک کر اسے دیکھا پھر یکدم غصے میں آکر اس کی جانب بڑھے' اس سے قبل کہ وہ کچھ سمجھ پاتی ان کا ہاتھ اس پر اٹھ گیا۔

''ایسا ضرور کرنا تم' مگر اس سے قبل تمہیں میری مری ہوئی صورت دیکھنا پڑے گی۔ لاریب میں سکندر کے والدین کو ہی نہیں اپنے حلقہ احباب میں بھی سب کو اپنے اس فیصلے سے آگاہ کرچکا ہوں۔ اس فیصلے سے مجھے ہٹانا میری موت کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ کاش میں اس شرمناک صورتحال کا سامنا کرنے سے بہت پہلے ہی مرگیا ہوتا۔'' غم وغصے اور ہیجانی کیفیت کے باعث وہ سرتاپا کانپ رہے تھے اور لاریب نے جانا وہیں اس کی شکست فاش ہوئی ہے۔ آنکھوں میں آنسو لیے وہ اپنے کمرے میں بھاگ آئی۔ کیسا احساس تھا یہ' جس نے وجود میں ان گنت سوئیاں گاڑھ دی تھیں جن کی اذیت جانکنی کی اذیت سے کیا ہی کم ہوگی۔

(عباس حیدر اگر تمہیں میری زندگی میں شامل نہیں ہونا تھا تو مجھے راستے سے بھٹکانے...... میری زندگی میں تمہاری آمد اتنی ضروری بھی نہیں تھی' میں کیسے جیوں تمہارے بغیر' مجھے جینے کے سب ڈھنگ بھول گئے ہیں) اس کے وجود کے ایوانوں میں وحشت سر پٹختی پھرتی تھی۔ یہاں اس حقیقت سے صرف وہ آگاہ تھی کہ اس خونی حادثے میں عباس سے اس کی من پسند بیوی چھن گئی ہے' اس کا دل خوش فہمی کی انتہا پر تھا کہ بالآخر وہ لوٹ کر اس تک آجائے گا۔ جبکہ یہاں محبت کا راستہ کالی دیواریں کھڑی کرکے پاٹا جارہا تھا۔ اس کی تو ایک ہی تمنا تھی' عباس کے انتظار میں رہنے کی۔

اس سے بڑا بھی کوئی المیہ ہوسکتا تھا کہ سفر کی تھکن اور گرد سمیٹے مسافر اپنا زخم زخم وجود لیے واپس لوٹتا تو انتظار میں بچھی پلکوں کی چھاؤں نہ ملتی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی لیکن وقت کی صیادوں نے زخمی چڑیا کے پر بے دردی سے کاٹ ڈالے تھے۔ اس کا وجود سوائے پھڑ پھڑا کر اپنے زخموں کو بڑھانے کے اور کسی شے پر قادر نہ رہا تھا۔ عجیب بے بسی بے کسی کا عالم تھا۔ اس کے آنسو بے آواز گر رہے تھے۔ وہ خود سے بچھڑی لگ رہی تھی۔ جب ہی دروازہ کھلا اور امامہ تقریباً خوشی سے چلاتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔

''بجو...... یہ کیا سن رہی ہوں میں' اللہ اللہ! اتنی پیاری خبر' میرا تو خوشی سے برا حال ہونے لگا۔ سکندر بھائی اور آپ...... اف اف کتنے اچھے لگیں گے دونوں۔'' وہ اس کا سر چومتے ہوئے گال چومتے چومتے رہ گئی۔ گویا ابھی ابھی ہی تو اس کی نظر لاریب کے پتھر بنے چہرے پر موجود آنسوؤں پر ٹھہری تھی۔

''کیا ہوا بجو آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟'' امامہ کی بے قراری کا عالم بھی خوب تھا۔

''مصلوب ہونے والوں سے یہ پوچھنا کہ وہ غمگین کیوں ہیں' سفاکی کی انتہا ہی ہوسکتی ہے۔'' اس کا نمناک لہجہ امامہ کا کلیجہ شق کرکے رکھ گیا۔ اس نے تھرا کر لاریب کو دیکھا تھا۔

''میں سمجھی نہیں بجو!'' اس کی آواز میں کسی خدشے کے احساس نے لرزش پیدا کردی۔ لاریب نے دانستہ ہونٹ بھینچے رکھے۔

''ابھی حویلی میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا ٹکراؤ سکندر بھائی سے ہوا وہ تو بالکل نارمل لگے مجھے۔'' امامہ کی حیرت سے کہی بات پر لاریب کا زہر سے بھرا دل کچھ اور بھی نفرت سمیٹ لایا۔

''وقاص نہیں آیا تمہارے ساتھ؟'' اس نے امامہ کا چہرہ جانچا' اس کی مثال اس ڈوبتے انسان کی تھی جو تنکے کا ہی سہارا غنیمت سمجھتا ہے۔

(کاش وقاص ہی کوئی خوامخواہ کا شر پھیلا دے اور اس ظلم وجبر کے سلسلے کی روک تھام ہوجائے' کوئی تو بچائے مجھے اس اندھی کھائی میں گرنے سے) اس کا دل سسک سسک کر بے حال ہونے لگا۔ وقاص تو شکار کے لیے اپنے خاص دوستوں کے ساتھ علاقہ غیر گئے ہیں۔ ایک مہینہ سے پہلے واپسی ممکن نہیں۔ میں ایویں تھوڑا ہی نظر آرہی ہوں آپ کو یہاں پر۔''

''دھت......'' امامہ کی فراہم کردہ معلومات نے اسے بالکل ہی مضمحل کرڈالا تھا۔

(تو ثابت ہوا عباس حیدر کہ تمہاری طرف کھلنے والا ہر دروازہ بند ہوا چاہتا ہے...... مجھے بتاؤ میں کہاں تک حالات سے لڑوں کہ اب تو ہمتیں بھی جواب دے رہی ہیں)

اس نے بے حد شکستگی محسوس کرتے آنکھیں بند کرلیں مگر صبر وقرار کہاں تھا۔ وہ تو کب کا کھو گیا تھا اور کھونے والی چیزیں ضروری نہیں واپس بھی مل جائیں۔

❁......❁......❁

اس نے گہرا سانس بھر کے بے تاب نظروں سے عباس حیدر کو دیکھا جو تیزی سے روبصحت تھا مگر اب اسے عریشہ کے حوالے سے تسلی دلاسہ دینا دشوار امر ہوچکا تھا۔ وہ عریشہ سے فوری طور پر ملنے کا شدت سے خواہش مند تھا' اس کی حالت کے پیش نظر اس سے یہ روح فرساں خبر چھپائی گئی تھی۔ ورنہ شاید وہ آج اس حد تک امپروو نہ کرچکا ہوتا۔

''آپ کا بہت شکریہ مس تندنی...... اس تعاون کے لیے مشکور ہوں۔ اب میں بہتر ہوں اور اپنا خیال بھی رکھ سکتا ہوں' آپ پلیز میری خاطر خود کو اتنی زحمت نہ دیا کریں۔'' اس کے لہجے کا تکلف بے حد تکلیف کا باعث تھا مگر وہ اسے کسی بھی معاملے میں ٹوکنے کی ہمت ہی نہ رکھتی تھی۔ حالانکہ آج کل وہ باقی سب کو تندنی پکارے جانے پر بڑی روانی اور اعتماد سے ٹوک دیا کرتی۔

''تندنی نہیں' مائی نیم از فاطمہ! الحمدللہ میں اسلام قبول کرچکی ہوں۔'' مگر عباس حیدر سے یہ اہم بات کہتے وہ جھجک جاتی تھی ان سابقہ چند دنوں میں اس نے کتنے بڑے بڑے فیصلے کیے تھے۔ دائرہ اسلام میں

داخل ہونے سے لے کر عباس کے دونوں بچوں کو اپنی کفالت میں لینے تک‘ صرف یہی نہیں اس نے زینب کا گھر چھوڑ کر اپارٹمنٹ کرائے پر حاصل کرکے وہاں رہائش اختیار کرلی تھی۔ یہ اپارٹمنٹ زینب کے مدرسہ کے بالکل سامنے تھا۔ اور زینب نے اس کی مدد کے خیال سے ایک بے سہارا عمر رسیدہ عورت کو مستقل فاطمہ کے ساتھ کردیا تھا۔ اس سے پہلے فاطمہ کے اس طرح الگ ہونے کے فیصلے پر بھی زینب نے اختلاف کیا تھا مگر فاطمہ اب مزید اس پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی‘ تبھی اسے طریقے سے قائل کرلیا۔

”میں آپ کی محبت اور احسانوں کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی زینب! سب سے بڑا احسان وہ ہے جو آپ نے مجھے یہاں لاکر کیا کہ میں نے اسی بدولت پہلے عباس پھر اللہ کو پایا ہے۔ آپ جانتی ہیں زینب میری منزل کچھ اور ہے...... میرے مسائل بھی بہت الگ ہیں‘ مجھے اپنے لیے نہیں جینا‘ میں بہت پہلے زندگی کو اس شخص کے لیے وقف کرچکی ہوں‘ وہ نہ بھی ملے تو اس سے محبت کرتی ہوں‘ مجھے اس کی ضرورت جتنی کل تھی اتنی ہی آج بھی ہے۔ بلکہ یہ خواہش مزید بڑھ گئی ہے۔ جو لوگ زندگی میں لازم و ملزوم ہوں ان کو اپنا بنانے اور اپنے سے قریب رکھنے کے لیے ہمیں جس قسم کے بھی حالات کو فیس کرنا پڑے‘ ہمیں کرنا چاہیے‘ میں پیچھے ہٹنے کو گناہ کا درجہ دیتی ہوں‘ یونو مجھے اس کے دیئے زخم بھی پھول محسوس ہوتے ہیں۔ جنہیں میں اپنی خوشیوں پر زیادہ فوقیت دیتی ہوں۔ مجھے ساحر کی اک اک ادا سے عقیدت ہے۔ چاہے وہ غصہ ہو نفرت ہو یا پھر بدگمانی بیگانگی یا پھر بے نیازی‘ جو بھی ہو دل سے قبول ہے۔ یہ ایسی حالت دل کے ہاتھوں آخری حد تک مجبور اور لاچار ہونے کے بعد ہی آتی ہے۔ تب ہی ایسی خواری نصیب بن سکتی ہے۔ پھر روئیں‘ تڑپیں مگر سوائے اس کے کہیں اور قرار بھی نہیں‘ فرار بھی نہیں‘ پھر یہاں فرار چاہتا بھی کون ہے۔“ وہ دکھ سے ہنسی تھی اور زینب چپ کی چپ رہ گئی۔ فاطمہ اسے بتا نہیں سکی تھی کہ عباس کی طرف سے دل کو ذرا تسلی ہوئی تو اسے پہلا خیال بھی اس سے وابستہ لوگوں کا آیا تھا تو اس کے گھر کی جانب بچوں کی خبر گیری کو اس کے قدم اٹھ گئے تھے۔ یعنی وہ واقعی خود کو فراموش کرگئی تھی اور وہاں جاکر اس نے عباس کے جگر گوشوں کی بے قراری دیکھی تو تڑپ اٹھی تھی۔ تبھی ملازموں کو اچھا خاصا ڈانٹ کر رکھ دیا۔

”تم لوگ آخر سمجھتے کیا ہو کہ صاحب بیمار پڑ گئے تو گھر پر تم سب کی اجارہ داری ہوگئی؟ شیم آن یو‘ کم از کم اس عیش و عشرت سے نکل کر اتنا ہی خیال کیا ہوتا کہ ان معصوموں کو یہاں تڑپانے کی بجائے ان کی گرینڈ ما تک پہنچا دیتے۔“ اس نے بچوں کے کپڑے تبدیل کیے پھر انہیں فیڈ کرانے کے بعد ملازموں کی کلاس لگائی تھی۔

”میم ہم ایسا کرچکے تھے۔ بیگم صاحبہ کی ڈیتھ اور صاحب کی شدید بیماری کے باعث بچوں کو سنبھالنے کا اصل حق اور ذمہ داری بچوں کی نانی کی ہی تھی مگر بیگم صاحبہ کی والدہ نے بچے ایک منٹ کے لیے بھی رکھنا گوارہ نہیں کیے یہ کہہ کر کہ جب ان کی ماں ہی نہیں رہی تو غیر آدمی کی اولاد سے ہمارا کیا تعلق‘ میم پتہ نہیں‘ ہمیں بتانا چاہیے آپ کو کہ نہیں مگر یہ سچ ہے کہ بیگم صاحبہ کی والدہ اور بھائیوں نے اس حادثے کے بعد سے وقفے وقفے سے یہاں آکر گھر کی تمام قیمتی اشیاء کا صفایا کردیا ہے‘ ہم نوکر ذات بھلا کیا بول سکتے تھے مگر ڈرتے ہیں کل کلاں کو الزام ہم پر ہی آئے گا۔ آپ اچھی انسان معلوم ہوتی ہیں اس لیے آپ کو بتا رہے ہیں‘ کچھ کیجیے؟“ ادھیڑ عمر ملازمہ جو بچوں کو سنبھالنے پر مامور تھی‘ نے اہم اطلاع دی‘ جس کی باقی سب ملازموں نے بھی تائید کی تھی۔ فاطمہ کے تو رونگٹے کھڑے ہونے لگے تھے۔ کیا ایسا ممکن تھا؟ وہ بے یقینی کے بھنور میں ڈولنے لگی۔

”یہ بچے اتنے چھوٹے ہیں میم کہ مجھ سے نہیں سنبھلتے‘ بہتر ہوگا کہ آپ ان کے لیے گورنس کا انتظام کرادیں۔“ ملازمہ نے بھی صاف ہری جھنڈی دکھادی۔ تب فاطمہ نے وہ فیصلہ کیا جو اس کے خیال میں ضروری تھا۔ عباس

کے ساتھ ساتھ اس کے بچوں کی اہمیت بھی بہت زیادہ تھی فاطمہ کے نزدیک۔ وہ ان سے چشم پوشی اختیار کر ہی نہیں سکتی تھی۔

”آپ جس طرح مجھ سے باقاعدگی سے ملنے آتی ہیں نندنی اسی طرح عریشہ کے پاس بھی جاتی ہیں؟ مجھے ڈاکٹرز نے بتایا اس کی ٹانگوں میں فریکچر ہوا ہے‘ میں نے ہزار بار کہا میں اب ٹھیک ہوں‘ مجھے عریشہ کے پاس جانے دیں مگر مانتے نہیں۔“ عباس کی جھنجلاہٹ زدہ بے زار آواز پر وہ اپنے خیالات سے چونکی اور یکدم خائف نظر آنے لگی۔ یہ وہ موضوع تھا جس سے کتراتی وہ عباس کے سامنے آنے سے گریز برتا کرتی تھی۔ وہ دن میں پتہ نہیں کتنی مرتبہ ڈاکٹرز سے عریشہ کے متعلق سوال کیا کرتا تھا۔ اس کی اتنی اٹیچ منٹ کو دیکھتے ہوئے ہی ڈاکٹرز فی الحال اسے کچھ بتانے سے گریزاں تھے۔

”جی...... جی آپ ابھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوئے ہیں‘ اس لیے۔“ وہ گڑبڑا کر بے ربط ہوکر بولی‘ عباس نے جھلاتے ہوئے زور سے سر جھٹکا۔

”میرا سیل بھی اب میرے پاس نہیں ہے‘ عریشہ کے پاس بھی کہاں ہوگا‘ نندنی ہمارے لیے دو فون سیٹ خرید کر لادیں۔ مجھے ہر صورت عریشہ سے رابطہ کرنا ہے۔“ وہ اتنی قطعیت سے کہہ رہا تھا جیسے اب انکار سننا ہی نہ چاہتا ہو۔ فاطمہ نے بوکھلا کر سر ہلایا اور پلٹ کر وہاں سے نکل آئی۔ وہ یہ سوچ سوچ کر ہلکان تھی کہ عباس اس کربناک اور سفاک حقیقت کو آخر کس طرح قبول کر پائے گا۔ اسے پھر سے اس کی فکر لگ گئی تھی۔ وہ پھر سے مضطرب تھی۔

✿......✿......✿

ایزی چیئر پر وہ بے دم سی پڑی جھولتی تھی۔ ویران آنکھیں سامنے دیوار پر آویزاں اداس منظر کی عکاسی کرتے پورٹریٹ پر ٹھہری تھیں۔ دروازے پر آہٹ ہوئی مگر اس نے مڑ کر آنے والے کو دیکھنے کی خواہش محسوس نہیں کی۔ ہر احساس ہی سینے میں دم توڑ گیا تھا۔

”دیکھیں تو بجو میں کسے لے کر آئی ہوں۔“ امامہ کی شوخ لہکتی آواز پر اس نے نم پلکوں کو غیر محسوس انداز میں پونچھا اور رخ پھیرتے جیسے شعلوں میں گھر گئی۔ امامہ سکندر کا ہاتھ تقریباً دبوچے شرارت چھلکاتی نظروں سے لاریب کو دیکھتی گویا اپنے کارنامے پر داد کی منتظر تھی۔ گو کہ سکندر کے انداز میں سنجیدگی تھی اور صاف لگتا تھا وہ محض مروت و لحاظ میں امامہ کو آنے سے انکار نہیں کرسکا ہے۔ اس کی نظر محض لمحہ بھر کو لاریب کے بھیگے چہرے سے ٹکرا کر پھر جھک گئی۔

”رئیلی بڑی مشکل سے قابو کرکے انہیں لائی ہوں آپ پوچھیں ذرا ان سے‘ اپنا کمرا کیسا ڈیکوریٹ کروا رہے ہیں؟ ویسے راز کی بات ہے‘ یا آپ کے کمرے میں آئیں گے یا آپ ان کے کمرے میں شفٹ ہوں گی‘ ایک تیسرا آپشن بھی ہے۔ عین ممکن ہے بابا جان آپ دونوں کے لیے حویلی کے اوپر والے پورشن میں بیڈروم سیٹ کرادیں۔“ امامہ کھلکھلا رہی تھی۔ سکندر اس کی شرارت پر جھینپا‘ اس کا سانولا پرکشش چہرا یکدم لو دینے لگا تھا۔ لاریب کی آنکھیں سلگنے لگیں۔

”کیا مطلب میں سمجھی نہیں‘ کیا یہ محترم گھر داماد بننے کا فیصلہ کرچکے ہیں؟“ وہ زور سے پھنکاری۔ امامہ کے ساتھ سکندر نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بل کھا کر اس کے مقابل آئی اور اس کی گریزاں نظروں میں اپنی سرد آنکھیں گاڑھ کر کھڑی ہوگئی۔

”ایسی ہی بات ہے نا یقیناً؟“ اس کے لہجے سے آگ کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ سکندر کو اس کا انداز اس کا رویہ ہتک آمیز لگا مگر خود پر جبر کرکے محض سر اثبات میں ہلایا۔

”بابا سائیں کا یہی حکم ہے۔“ لاریب کچھ دیر اسے کینہ توز نظروں سے گھورتی رہی پھر جب بولی تو اس کا لہجہ اس کے اندر کی ساری تپش سمیٹ لایا تھا۔

”انہیں منع کردو‘ اگر انہیں مجھے بیاہنا ہے تو پوری طرح رخصت کریں۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔“

”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بجو؟ آپ جانتی ہیں

سکندر بھائی......"

"جانتی ہوں یہ آدمی غریب نادار ہی نہیں ہے' کھنڈر زدہ گھر کا بھی مکین ہے۔ جہاں سہولیات کا تصور تک نہیں ہے مگر بابا جان کے علم میں یہ بات تھی' اس کے باوجود انہوں نے یہ سزا دی ہے مجھے۔ میں اسے ہی قبول کروں گی' انہیں کہہ دو امامہ! مجھے ان کی یہ خیرات قبول نہیں ہے' جب سزا کا حکم سنایا جائے تو پھر اس کی صعوبتوں پر نگاہ نہیں کی جاتی۔" اس کا لہجہ نہایت سرد تھا۔ امامہ کو اس پل اس سے خوف محسوس ہوا اور سکندر ہونٹ بھینچے وہاں سے جا چکا تھا۔ امامہ نے ہی یقیناً یہ بات بابا سائیں کو بتائی تھی' جبھی اگلے کچھ لمحوں میں ہی وہ اس کے سامنے تھے۔

"یہ کیا حماقت ہے لاریب کیوں اس طرح تنگ کرتی ہو بوڑھے باپ کو؟" وہ جیسے بے بس کھڑے تھے۔ لاریب کرب کے جاں گسل عذاب سے گزر کر بڑی دقتوں سے ہنسی۔

"بابا جان جہاں اپنی ساری منوائی ہیں ایک میری مان لیں۔ کچھ مانگ تو نہیں رہی آپ سے۔" اس کے انداز میں ایسی دلگیری تھی کہ لحہ بھر کو سہی مگر بابا سائیں بھی ڈگمگا گئے مگر محض اک لمحے کو۔

"شاید اس طرح تم مجھے باز رکھنا چاہتی ہو اس فیصلے سے۔ ایسا ہی سہی' تم سکندر کے ساتھ رخصت ہو کر اس کے گھر چلی جانا۔" وہ جتنا بھی شکستہ تھے مگر لاریب کی اذیت اس کے کرب کا اندازہ پھر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس نے ایسی نظروں سے انہیں دیکھا جیسے آخری پونجی ہارنے والا جیتنے والے کو دیکھتا ہے۔ مایوسی دلگیری اور صدمے کی آخری حد پر کھڑی تھی وہ۔ کیسا المیہ تھا' وہ جیتنے کی خواہش میں مزید ہارتی' مزید لٹتی جا رہی تھی۔

"میں یہاں سے ایک پیسے کا بھی جہیز لے کر نہیں جاؤں گی۔ آپ کو آپ کی جاہ و حشمت مبارک ہو۔ رخصتی کے وقت کا جوڑا بھی سکندر کے گھر سے آئے گا اور میں...... میں کبھی پلٹ کر پھر کبھی اس حویلی میں نہیں آؤں گی۔ ٹھیک ہے نا بابا جان؟ قبر میں مردے کو اتارنے کے بعد اس کی واپسی کی امید رکھی بھی نہیں جاتی۔ بے حرمتی کا خدشہ ہوتا ہے اس لیے۔" وہ ہنس رہی تھی۔ کیسا ہیجان در آیا تھا اس کی ہنسی کی چھنک میں۔ بابا سائیں نے ایک اذیت سے نڈھال ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔ انہوں نے اس کے وجود میں اترے طوفان کے جھٹکے اپنے اندر محسوس کیے۔ ان کا چہرہ شدید رنج کے باعث دھندلانے لگا۔ انہیں لگا وہ بہت سارا رونا چاہتی ہے۔ وہ اتنی ضدی اتنی خودسر ہو رہی تھی کہ انہوں نے اک تھکی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی اور خود کو کچھ اور بھی بوڑھا محسوس کرنے لگے۔

"اپنے باپ کی بے بسی کو اگر آزمانا مقصود ہے تو یونہی سہی بیٹے۔" انہوں نے اب خود کو سنبھالنے کی سعی بھی نہیں کی اور بھرائی ہوئی آواز میں کہتے پلٹ کر تیزی سے چلے گئے۔ ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے' کانپ تو وہ بھی رہی تھی سرتاپا' یہ جدائی ایسی ہی وحشت زدہ کیفیت اور نقصان کا احساس ہے۔ جس کا تصور ہی دہلا جاتا ہے۔ جس پر بیتتی ہے اس کی اذیتوں کا کیا شمار' یہ تو یعقوبؑ سے نہ سہی جا سکی تھی' یہ تو پھر عام انسان تھے۔

(تو پھر یہ طے ہوا جب ناحاصلی ہی مقدر ہے تو پھر کیوں نہ ناشاد بھی رہا جائے' جب جلنا ہی نصیب ہے تو پھر وہ آگ صرف ہجر کی کیوں ہو' ہم جل رہے ہیں تو پھر سارے جہان کو کیوں نہ جلا دیں۔ ایسا تو ضرور ہی ہو جایا کرتا ہے نا۔ دل کو یہ اطمینان تو ہوگا' سزا کے مستحق اور حق دار صرف ہم نہیں ٹھہرے جیتنے والوں کو بھی یہ کرب سہنا چاہیے) وہ پور پور زہریلی ہو رہی تھی۔

✿......✿......✿

چہرے پر آکسیجن ماسک اور بازو میں لگی ڈرپ سے ہی اندازہ ہو پاتا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ ورنہ اس کی مدھم چلتی سانسوں کے علاوہ زندگی کی کوئی رمق اس کے وجود سے نہیں ملتی تھی۔ اسے تکتی شرجیل کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرتی چلی گئیں۔

(کوئی ایسا بھی کرتا ہے امی! نہ شکوہ' نہ شکایت اور ایسی جامد خاموشی...... تمہاری یہی خاموشی مجھے ڈس رہی ہے' پلیز اٹھ جاؤ' وعدہ کرتا ہوں کبھی اس غلطی کو نہیں دہراؤں گا' ایک موقع تو دو مجھے ازالے...... تلافی کا)

ضبط چھلکا تو وہ اس کا ہاتھ تھامے سسک پڑا۔ دروازے پر آہٹ ہوئی اور کوئی قریب آن رکا۔ شرجیل مگر اس احساس سے بے خبر ہی رہا تھا۔

"میں یہ غم برداشت نہیں کر پا رہا ہوں امی' اگر یہی صورت حال رہی تو مر جاؤں گا۔ میری زندگی بچانا چاہتی ہو تو ٹھیک ہو جاؤ' جانتی ہو نا میں کس قدر عادی ہو چکا ہوں تمہارا؟"

"جس طرح کھولتے ہوئے پانی میں اپنا عکس نظر نہیں آتا' اسی طرح انسان کی شخصیت بھی آزمائش کی بھٹی میں جھلسے بغیر کھل کر سامنے نہیں آتی۔ ہم کیا ہیں کیا کر سکتے ہیں' اس کا صحیح اندازہ ہی مصیبت کی گھڑی میں ہوتا ہے۔ باقی سب خوش گمانیاں ہیں جو ہمیں اپنی ذات سے لاحق ہوتی ہیں اور صاحب غم سے گھبرانا نہیں چاہیے کہ غم ہی تو انسان کا استاد مکرم ہوتا ہے۔ منزل تک پہنچنے کی چاہ ہو تو زاد راہ تو لینا پڑتا ہے' کوئی بھی مرتبہ یا مقام بغیر درد بغیر تکلیف کے ممکن کہاں۔" پر رسان' دھیما' گھمبیر لہجہ اور بے حد سبک انداز گفتگو' شرجیل کو محض گمان ہی گزر سکا کہ وہ اسی سے مخاطب ہے۔

"ڈاکٹر ابراہیم احمد! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" سبز آنکھوں بالکل سفید رنگت چھوٹی داڑھی دراز قامت' وہ بے حد وجیہہ نوجوان تھا' جو شکل و صورت سے فارنر مگر لباس سے عرب کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔ شرجیل نے شاید ہی اس سے پہلے کسی کو اتنا پرنور دیکھا ہو۔

شرجیل بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بہت احترام آمیز انداز میں اس سے ملا تو وجہ اس کی شخصیت کا غیر معمولی حسن اور متاثر کن انداز گفتگو تھا۔

"مخل ہونے پر معذرت خواہ ہوں مگر آپ کو اتنا غم زدہ پا کر میں کچھ کہے بغیر نہیں رہ سکا۔" وہ نرمی سے وضاحت کر رہا تھا۔ شرجیل کے چہرے پر پھر سے غم و یاس کے وہی سائے لہرانے لگے۔

"یہ شاید وائف ہیں آپ کی' انہیں کیا ہوا ہے' بتانا پسند کریں گے آپ؟ اگر مائنڈ نہ کریں تو...... ایکچولی پیشے کے لحاظ سے میں بھی ڈاکٹر ہوں' آج یہاں آنا ہوا ہے مگر عین ممکن ہے میں آپ کو کچھ بہتر مشورہ دے سکوں۔" ابراہیم احمد نرمی و رسانیت سے کہہ رہا تھا' شرجیل نے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

✿......✿......✿

"تم اندر تو آؤ نا یار۔" فراز اپنے دوست عالیان کو ڈراپ کر کے کسی ضروری کام سے جانا تھا' مگر عالیان اسے ہر صورت چائے پلانے پر مصر ہوا بیٹھا تھا۔ دونوں کالج فیلو رہ چکے تھے۔ آج عرصے بعد اتفاقاً پھر ملاقات ہونے کی وجہ عالیان کی گاڑی کا دغا دے جانا تھا' فراز نے فطرت سے مجبور ہو کر اخلاقیات نبھائی تھیں۔

"سوری عالی یار' پھر کبھی سہی' اس وقت واقعی ضروری کام ہے۔"

"کام سے تو تم جاؤ گے ہی' صرف پانچ منٹ' آ جاؤ شاباش۔" عالیان کے اتنے اصرار کے آگے فراز کو مزید انکار آکورڈ لگا جبھی اس کے ہمراہ اس کے گھر کے ڈرائنگ روم تک چلا آیا۔ عالیان اسے بٹھا کر خود اندر چلا گیا۔ کچھ تاخیر سے وہ تو نہیں آیا البتہ چائے لے کر جو ہستی آئی اسے دیکھ کر فراز کو اپنی بصارتوں پر جیسے یقین نہیں آ سکا تھا۔

"آپ...... اریبہ شاہ! اللہ اللہ کوئی جانتا بھی نہیں ہوگا کتنا ڈھونڈا آپ کو کسی نے۔" اٹھ کر کھڑے ہوتے اس نے اپنی حیرت کو ازلی شوخی میں چھپا کر بڑے شریر انداز میں کسی حد تک بے تکلفی سے اسے مخاطب کیا۔ چونکی تو اریبہ بھی تھی' ذرا دھیان سے اسے دیکھنے کے بعد وہ بھی دیر سے سہی مگر پہچان کا مرحلہ طے کر گئی تھی۔ تبھی تیکھے چتونوں سے اسے گھورا۔

"تو تم میرا پیچھا کرتے یہاں تک پہنچ گئے؟"

"ہائیں......!" اس سراسر الزام نے فراز کو ہونق

کر کے رکھ دیا۔

✿.....✿.....✿

وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ہاتھ کی انگلیوں میں سلگتا ہوا سگریٹ تھا۔ جسے خیال آنے پر منہ سے لگا کر کش لے لیتا' بڑھی ہوئی شیو' بکھرے بال' اور شکن آلود لباس' کہیں سے بھی تو یہ وہ شرجیل نہیں لگتا تھا جس کی ڈریسنگ اور وجاہت پر صنف مخالف کی جان جاتی تھی۔ فراز نے اس کا جائزہ مکمل کر لینے کے بعد سرد آہ بھری اور پلٹ کر زارون (شرجیل کے بیٹے کا نام زارون تجویز ہوا تھا' یہ کام بھی سمعیہ نے کیا تھا۔ ورنہ شرجیل کو تو صحیح معنوں میں اپنی ہوش بھی نہیں تھی۔ رہ گئے باقی گھر والے تو وہ بے حس اور سفاکی کی دبیز چادر اوڑھے خواب غفلت میں گم تھے۔ نبیل اور شنذرا کے ساتھ لے دے کے ممانی تھیں جو خیال رکھ لیں مگر کوئی کہاں تک کسی کا خیال رکھ سکتا ہے اگر کسی کو خود اپنی پرواہ نہ ہو) کے ننھے بلکتے وجود کو سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی سمعیہ کو دیکھا۔

اس دن سے زارون سمعیہ کی ہی ذمہ داری بن چکا تھا' مستقل۔ حالانکہ تائی ماں نے بہت واویلا مچایا تھا کہ یہ چھٹانک بھر کی لڑکی بھلا کہاں تھی اس قابل کہ بچے کی دیکھ بھال کر سکے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ ان سنی بھی سمعیہ نے ہی کی تھی۔ جبھی کسی نہ کسی طرح گاڑی گھسٹ رہی تھی۔ صالحہ بیگم جو شرجیل پر اجارہ داری کے خواب سجائے بیٹھی تھیں کو بہر حال کبھی اتنی توفیق نہیں ہو سکی تھی کہ کبھی بچے کو روتے پا کر فیڈر بنا کر ہی غریب کے منہ کو لگا دے۔

''شرجیل بھائی' ہم اس کا نام زارون رکھ دیتے ہیں' مجھے بہت پسند ہے یہ نام۔'' چند دن قبل جب سمعیہ بچے کو گود میں لیے اسکے پاس آ کر بولی تب بھی وہ اسی خود فراموشی کی کیفیت میں مبتلا دھواں اڑانے میں مصروف تھا' کچھ فاصلے پر موجود فراز نے جواب میں خاموشی کو پا کر سر اونچا کر کے پہلے شرجیل پھر سمعیہ کو دیکھا جو جواب نہ ملنے کے باعث کچھ خجل سی ہو چکی تھی۔

''ہاں' بہت پیارا نام ہے' یہی رکھ لیتے ہیں' محمد زارون احمد۔'' فراز نے فائل بند کر کے میز پر رکھ دی اور خود اٹھ کر سمعیہ کے پاس آ گیا اور جھک کر بچے کو پیار کیا۔

''ٹھیک ہے۔'' سمعیہ کے دکھ بھرے انداز پر فراز کی جتلاتی ہوئی نظریں شرجیل کی جانب اٹھ گئی تھیں۔ گویا در پردہ احساس دلانا مقصود ہو کب تک اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے چشم پوشی کرتے اس معصوم نازک لڑکی پر بوجھ ڈالے رکھو گے' مگر ادھر بے نیازی و غفلت کا عالم ہنوز تھا۔ فراز نے ہونٹ بھینچ کر طیش دبایا۔

''میرا خیال ہے' ہمیں زارون کے لیے گورنس کا انتظام کر لینا چاہیے بھائی' سمعیہ کی پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔ بہت اہم سال ہے یہ اس کا۔'' فراز نے شرجیل کے سامنے نشست سنبھالتے ہوئے زبردستی اس کی توجہ حاصل کی اور اس کے ہاتھ کی انگلیوں میں سلگتی سگریٹ کھینچ لی۔ شرجیل کی جامد آنکھیں لمحہ بھر کو بے زار انداز لیے اٹھیں' یوں جیسے مداخلت ناگوار گزری ہو۔

''جو تم مناسب سمجھتے ہو کر لو۔'' وہ ہنوز لاتعلق تھا اور لاتعلق ہی رہنا چاہتا تھا۔ جواب بھی جیسے جان چھڑانے کو دیا تھا۔

''مت بھولیں کہ یہ میری نہیں آپ کی ذمہ داری ہے۔ ایک نقصان کے اٹھا لینے کے بعد بجائے سنبھلنے کے آپ دوسرے نقصان کے اسباب پیدا کرنے شروع کر چکے ہیں۔ عقلمند انسان وہی ہوتا ہے جو غلطی سے سیکھے۔ بھابی کے ساتھ جو کچھ ہوا سراسر آپ کی نااہلی کی بدولت ہوا' یہ بچہ ہر لحاظ سے آپ کی توجہ و محبت کا مستحق ہے' بی کیئر فل او کے؟'' اپنی بات کہہ کر وہ رکا نہیں تھا لیکن اسے لگ رہا تھا اس کی ہر کوشش ناکامی سے دوچار ہے۔ شرجیل کے انداز میں ذرا جو فرق آیا ہو۔ خود ساختہ دکھوں میں ڈوبا وہ اپنے اطراف سے غافل رہنا چاہتا تھا۔

''تم گئے تھے ملنے ساحر سے فراز؟ سنا ہے بہت حالت خراب ہے' ابھی بھی اس کی' میں نے تو لمحہ لمحہ کی تفصیلات ملاحظہ کی ہیں ٹی وی پر' لیکن ساحر کو نہیں دکھا

رہے، ایکچولی اس کا کوئی اسٹیمنٹ منٹ نہیں دیا جا رہا تا۔ تمہاری بات اور ہے، تم مل سکتے ہو ورنہ تو ٹی وی کے کسی نمائندے کو اس کے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیا جا رہا۔ سنا ہے اس کی بیوی کی موت کی خبر چھپائی گئی ہے اس سے پلیز تم اگر گئے تو مجھے بھی ساتھ لے جانا۔ بہت دل کرتا ہے اس سے ملنے کو۔" صالحہ جانے کدھر سے نکل کر اس پر نازل ہو چکی تھی۔ فراز نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا، کیسے لوگ تھے یہ اپنے گھر کو چھوڑ کر باہر جھانکنے اور دلچسپی تلاش کرنے والے۔

"بتاؤ نا؟ اتنے شوخ کیوں بن رہے ہو ہیرو بننے کے چانس بھی گئے اب تو...... ہاہاہا۔" وہ اس کا مضحکہ اڑا رہی تھی۔ فراز نے جھلستی نظروں سے اسے دیکھا اور ہونٹ بھینچے وہاں سے چلا گیا۔

✿......✿......✿

سکندر نے دستک کے بعد اندر قدم رکھا تو بابا سائیں کو کمرے کے وسط میں ٹہلتے پا کر محتاط نظروں سے ان کا جائزہ لیتے گویا ان کے موڈ کا اندازہ کرنا چاہا۔

"آپ نے بلایا تھا۔" کچھ تاخیر سے اس نے انہیں خود مخاطب کیا تو وہ یوں چونکے جیسے اسی پل اس کی موجودگی سے آگاہ ہوئے ہوں۔

"خیریت...... کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔" سکندر کے انداز میں اضطراب تھا۔ سمجھ سکتا تھا جو بھی مسئلہ ہے لاریب کا پیدا کیا ہوا ہے۔

"آؤ سکندر! بیٹے آپ تو جیسے اب شکل دکھانے ہی آتے ہو۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر گئے۔ سکندر کی خفت و خجالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"اماں اور بابا شادی کی وجہ سے خوش ہی اتنے ہیں بابا سائیں، ہر جگہ بازاروں میں مجھے ساتھ لیے پھرتے ہیں۔ حالانکہ متعدد بار کہا ہے اپنی پسند سے خریداری کر لیں۔" وہ جھینپا ہوا سا وضاحت پیش کرتا بابا سائیں کو روٹین سے ہٹ کر بہت پیارا لگا تھا۔ جبھی نرمی سے مسکرا کر اس کا شانہ تھپکا۔

"خوش نصیب ہیں وہ والدین جنہیں یہ خوشیاں حاصل ہیں۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ لاریب مجھ سے الٹے سیدھے مطالبات منوا رہی ہے۔" وہ جیسے ہرٹ ہوتے کہہ رہے تھے۔ سکندر نے سکون سے ان کی بات سنی پھر سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"آپ پریشان نہ ہوں، بابا سائیں، یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔" سکندر نے خود کو کمپوز رکھا، حالانکہ حقیقتاً وہ خود تشویش میں گھرا ہوا تھا...... سمجھتا تھا کہ وہ محض ضد میں آ کر یہ سب کر رہی ہے مگر اس مسئلے کا بہرحال کوئی حل بھی نہیں تھا سوائے اس کی ماننے کے۔

"اٹس اوکے بابا سائیں...... میں پورا گھر خاص طور پر اپنے کمرے کو اس مختصر سے ٹائم میں بھی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں ان کے شایان شان بنانے کا، مجھ پر بھروسہ کریں بابا سائیں۔" وہ بہترین بیٹا ہونے کا ثبوت فراہم کر رہا تھا۔ بابا سائیں کے دل سے آدھے سے زیادہ بوجھ سرک گیا۔

"جیتے رہو...... آباد رہو۔" انہوں نے بے اختیار آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب دروازہ کھول کر تایا جان نے اندر قدم رکھا۔ اس منظر نے تو جیسے صحیح معنوں میں ان کی آنکھیں سلگا کے رکھ دی تھیں۔

"مجھے تم سے ایسی توقع کبھی بھی نہیں تھی۔ عباس کی منگیتر تھی لاریب تم نے اس کی جگہ دی بھی تو کیسے؟ کچھ تو حسب نسب کا خیال کیا ہوتا؟" وہ غضبناک تھے آتے ہی برسنے لگے۔ بابا سائیں خود کو سنبھال کر سکندر سے الگ ہوئے اور ایک شرمسار قسم کی نگاہ سکندر کے دھواں ہوتے چہرے پر ڈالی۔

"تم جاؤ لڑکے یہاں سے، مجھے بات کرنی ہے اپنے بھائی سے کچھ۔" ان کا لہجہ حقارت اور تنفر سے بھرپور تھا۔ سکندر جو ہونٹ بھینچے کھڑا تھا متغیر رنگت کے ساتھ تیزی سے پلٹا، مگر بابا سائیں نے تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"سکندر بیٹے کی طرح ہے میرے لیے، ہمارا کوئی بھی معاملہ اس سے الگ نہیں۔ آپ کہیے جو کہنا ہے اور

دوسری اہم بات یہ کہ عباس اپنی جگہ خود خالی کر کے گیا تھا۔ اب یہ میری مرضی ہے کہ میں اس کی جگہ کسے سونپتا ہوں۔ میرے نزدیک حسب نسب سے زیادہ شرافت اور کردار اہم ہے۔ مجھے فخر ہے کہ سکندر ان خوبیوں سے مالا مال ہے۔"

"میں چلتا ہوں بابا سائیں، کچھ دیر میں آتا ہوں۔" سکندر کے لیے وہاں ٹھہرنا دوبھر ہو گیا تھا۔ جبھی وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہتا تیزی سے مڑا۔

"تم بہت غلط کر رہے ہو بہرحال! مجھے کم از کم تم سے یہ توقع نہیں تھی کہ خود کو اتنا گرا لو گے، ایک معمولی ملازم کو داماد بنا کر بیٹھ گئے ہو دنیا میں لڑکوں کی کمی نہیں ہو گئی تھی۔" دروازے سے نکلتے ہوئے بھی ان کا زہریلا فقرہ کوڑے کی مانند اس کی روح پر ضرب کاری کر گیا۔ حسیات بھی ایک مرض ہے اگر سمجھا جائے تو۔ جسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن سمجھانے میں شدید ناکامی کا سامنا ہوا کرتا ہے۔ یہ زندگی سے نبرد آزما ہونے کے لیے صبر کی مانند ایک ڈھال بھی ہے۔ جہاں تعلق میں سچائی پیدا ہو جاتی ہے وہاں قناعت، راحت اور وسعت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر المیہ یہی تھا کہ یہاں تعلق میں یہ مقام نہیں تھا محبت نے صرف اسے خواری و ذلت کے احساس سے ہی دوچار کیا تھا۔

"بات سنو۔" وہ اپنے دھیان میں تھا، اتنا گم کہ لاریب کی راہداری میں موجودگی کو بھی محسوس کرنے سے قاصر رہا۔ اس پکار پر چونکا اور ٹھٹک کر خالی نظروں سے اسے تکنے لگا۔ عجیب نظریں تھیں بیابانوں کی سی ویرانی سمیٹے۔

"تمہیں نہیں لگتا تم نے خود اپنے ساتھ زیادتی کر لی ہے؟" سوال ہوا تھا اور سکندر کے ہونٹوں پر دنیا کی تلخ ترین مسکراہٹ اتر آئی۔

"اچھا...... نئی اطلاع ہے۔ ورنہ ساری دنیا کو آپ سے ہمدردی لاحق ہے کہ آپ ظلم کا شکار ہو رہی ہیں۔"

"اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے بلاشبہ، لیکن کسی مرد کی بھی اس سے زیادہ بدنصیبی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس کی شادی ایسی عورت سے کر دی جائے جو اسے پسند کرتی ہو نا عزت کے قابل جانتی ہو۔" لاریب کا چلایا ایسا نشتر تھا کہ وہ کسی طرح بھی اپنے جذبات کو کنٹرول نہیں کر سکا، سرخ ہو کر دہکتے چہرے کے ساتھ اس نے لہو رنگ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"آپ شاید اس طرح مجھے طیش دلا کر اپنا مقصد حل کرنا چاہتی ہیں، باقی تو ہر لحاظ سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے نا آپ کو۔" اس مرتبہ آگ لگنے اور آپے سے باہر ہونے کی باری لاریب کی تھی جبھی وہ آتش فشاں لاوے کی طرح پھٹ پڑی۔

"میں اپنے سے کمتر لوگوں سے توقعات نہیں باندھا کرتی، نفس کی بے دام غلامی کرنے والوں سے تو بالکل نہیں۔ لیکن یہ طے ہے کہ میں تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گی، یاد رکھنا۔" احساس ذلت کے سبب اس پر جیسے خون سوار ہو گیا تھا۔ جبھی اس کا لہجہ اس حد تک ہتک آمیز ہو گیا۔

"محبت و نفرت کی جنگ میں ہمیشہ محبت کی فتح ہوتی ہے۔ ویسے ہی جیسے باطل کی جتنی بھی اجارہ داری قائم رہے مگر حق کو ایک دن پورے طمطراق سے چھانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ قانون قدرت ہے۔ ہم اپنی توانائیاں محبت پر صرف کریں گے فیصلہ وقت پر چھوڑ دیں گے۔" جواباً سکندر نے جس درجہ تحمل، سکون اور رواداری کا مظاہرہ کیا، وہ لاریب کو چند لمحوں کو ہونق بنا گیا۔ معاً وہ خود کو سنبھال کر خاصے تضحیک سے بھرے انداز میں مسکرائی۔

"تم کچھ بھی کہو، کچھ بھی کر لو لیکن یہ طے ہے کہ میں تمہیں کبھی عزت و محبت سے نہیں نواز سکتی۔" وہ جتنی برہمی سے پھنکاری، سکندر نے اسی قدر بے نیازی سے کاندھے جھٹک دیئے۔ اس سے قبل کہ وہ پلٹ کر وہاں سے جاتا تایا جان بہت جارحانہ انداز میں راہداری کے سرے پر نمودار ہوئے ان کا انداز جتنا غصیلا اور قہر آمیز تھا ان کے پیچھے آتے بابا سائیں اسی قدر گڑبڑائے ہوئے

ہراساں اور پریشان نظر آئے تھے۔

تایا جان سکندر و لاریب کے بھونچکے چہروں کو نظر انداز کیے امامہ کو بلند آواز سے پکارتے آگے بڑھ گئے۔

"میں اپنی بہو کو ساتھ لے کر جارہا ہوں۔ میرا نہیں خیال کہ تم اسے روکنے کی جرأت کرو گے' یاد رکھنا یہ غلطی تمہیں بہت مہنگی پڑسکتی ہے' یہ طے ہے کہ میں اس کی موجودگی اس گندے ماحول میں برداشت نہیں کرسکتا۔"

اگلے چند لمحوں میں وہ بدحواس سٹپٹائی ہوئی امامہ کا ہاتھ پکڑے پھر وہیں آچکے تھے اور بے بس نظر آتے بابا سائیں پر آنکھیں نکال کر غرائے۔ وقت نے انہیں بہت سے گزند پہنچائے تھے مگران کی اکڑ اور تنفر کا وہی عالم تھا۔ بابا سائیں شاکڈ کھڑے رہ گئے۔ ان کا یہ آخری طعنہ تو دودھاری تلوار کی طرح انہیں کاٹ کر رکھ گیا تھا۔ تایا جان جیسے آندھی طوفان کی طرح آئے تھے ویسے ہی چلے بھی گئے۔ سکندر نے فوری طور پر حرکت میں آتے بابا سائیں کو سہارا دیا جن کی حالت قابل تشویش ہوچکی تھی۔ وہ یونہی سہارا دیئے جلدی سے کمرے میں لے گیا۔ لاریب وہاں تنہا کھڑی رہ گئی تھی۔

(تمہارے جرائم کی فہرست طویل تر ہوتی جارہی ہے سکندر حیات' جو تمہارے حق میں اچھا نہیں) دانتوں پر دانت جمائے انتہائی طیش کے عالم میں وہ سوچ رہی تھی۔

✿......✿......✿

اسی خود فریبی کی آڑ میں بھلا کب تلک
شب غم سے بھاگو گے دور موسیٰ کے طور تک
وہ جو چھپ کے بیٹھا ہوا ہے دل کے کواڑ میں
وہی دکھ کہیں نہ کہیں سے بجلی گرائے گا
وہ سیاہ رنگ پہاڑ ہے
وہ تو بولتا بھی ہے چل بھی سکتا ہے بھاگ بھی
دل غم زدہ ذرا بھاگ بھی
اسے جاگ جاگ کے جھومتے ہوئے دیکھ بھی
بڑی احتیاط سے غور کر
اسے چھاؤں بننے سے روک دے
ابھی ٹوک دے
وہ پہاڑ ہے......!!
کوئی بے قرار شجر نہیں
دل غمزدہ یہ بھی یاد رکھ
تیرے پر نہیں......!!

اس نے آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو نہیں روکا' نہیں پونچھا' وہ آنسو بہا بہا کر تھک گئی تھی مگر آنسو بہہ بہہ کر تھکتے تھے نہ ختم ہوتے تھے۔ اللہ جانے غم کا کتنا بڑا ذخیرہ تھا جس کا اختتام ہونے میں نہیں آتا تھا۔ آ بھی کیسے سکتا تھا' وہ جو دل وجان اور زندگی سے بھی عزیز تر شخص تھا' اسی نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ عریشہ کے حوالے سے ملنے والی آگاہی نے کچھ اس انداز میں اس کے ذہن پر اثر کیا تھا' ایسے نقوش چھوڑے تھے کہ وہ حواس سلامت نہیں رکھ سکا۔ ہیجان کا وہ دورہ اتنا شدید تھا کہ وہ اس جدائی کے جاں گسل پاگل کردینے والے خیال کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھا اور خود کو ختم کرنے پر تل گیا تھا۔

یہ کیسی محبت تھی اس کی اس میں دیوانگی کا کیسا رنگ تھا کہ وہ اس کے بغیر زندہ رہنے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس کے تند خیز لہر کی مانند بپھرے وحشت چھلکاتے وجود کو قابو کرنے اور خود کو نقصان پہنچانے سے بچانے کی خاطر ڈاکٹرز نے اسے مجبوراً دوا کے زیر اثر سلا دیا تھا مگر کب تک...... ہر بار ہوش میں لوٹ کر آنے پر اس پر وہی مجنونیت اور دیوانگی و ہیجان زدہ کیفیت کا غلبہ اتنی شدت سے اثر انداز ہوتا تھا کہ ڈاکٹرز کے لیے اسے نارمل قرار دینا بھی مشکل ثابت ہونے لگا۔ اس دن فاطمہ کے پیروں تلے سے صحیح طور پر زمین سرک گئی تھی' جس روز ڈاکٹرز نے عباس کو اس صدمے کے اثرات اتنی شدت سے قبول کرتے پر ذہنی طور پر ابنارمل قرار دے کر مینٹل ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرانے کا حتمی فیصلہ دے دیا تھا......!!

(جاری ہے)

زندگی مسکرانے لگی

جویریہ رحمان

وہ اک ذرا سا دیکھنا' دیکھ کے رخ پھیرنا
چپکے سے مسکرانا' مسکرا کے دل نبھانا
یاد ہے تیری ہر ادا' مگر یہ کہاں کا اصول ہے
ایک شام روٹھ کر چلے جانا اور پھر واپس نہ آنا

زندگی تغیر وتبدل کا مجموعہ ہے۔ انسان جو سوچتا ہے ویسا ہونا صرف ایک فیصد تک ممکن ہے ورنہ ننانوے فیصد حالات انسان کی سوچ سے بالاتر ہوتے ہیں۔ انسان کسی شخص سے خوامخواہ بہت سی امیدیں وابستہ کرلیتا ہے اور وقت آنے پر اسے دھوکا کھانا پڑتا ہے۔

نورالہدیٰ انتہائی ضبط کے ساتھ رسالے کی چند سطریں پڑھنے کی کوشش کررہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں موجود نمی اس کے دماغ میں گھومنے والے حالات کا واضح عکس تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ رسالہ چھوڑ کر بھاگ جائے لیکن کسی انجانے جذبے نے اسے ایسا کرنے سے روکے رکھا۔ اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور نئے عزم سے وہ تحریر پڑھنے لگی۔

"بعض اوقات صرف ایک ٹھوکر انسان کی زندگی کو الف سے یے تک تبدیل کردیتی ہے۔ اس کی سوچ، اس کے خیالات، اس کا انداز سب کچھ ایک نئی ڈگر پر چلنے لگتا ہے۔"

نور کے لیے اب ایک لفظ پڑھنا بھی ناممکن تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ رسالہ پٹخ کر اٹھ جاتی' اس کے سیل فون کی روشنی بڑھی اور پھر معدوم ہوگئی۔ اس کا مطلب "ایک اور میسج"۔

اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

"نور! او نور کی بچی' تم کہاں ہو؟" یمی مسلسل اسے آوازیں دے رہی تھی۔ "نور! کہاں مرگئی ہو؟ پتا نہیں کہاں گئی ہے لڑکی۔ ناک میں دم کردیا ہے۔ میڈم سے نوٹس لینے میں پانچ منٹ لگے ہوں گے اور یہ اب تک گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہے۔"

غصے اور پریشانی سے یمی کا بُرا حال تھا۔ وہ کالج گراؤنڈ میں مسلسل نور کو ڈھونڈ رہی تھی۔ حالانکہ وہ اسے بینچ پر چھوڑ کر گئی تھی۔

"اب کیا کروں' کہاں ڈھونڈوں؟ اتنا بڑا کالج اور اوپر سے سورج سوا نیزے پر ہے۔" یمی کا پارہ ہائی ہوتا جارہا تھا۔ چھٹی ہوئے دس منٹ گزر چکے تھے۔ آج اسے جلدی گھر جانا تھا اور یہ تب ہی ممکن تھا جب نور مل جاتی۔

"اوہ! سیل فون سے رابطہ کرتی ہوں۔" اس نے بیگ کھولا تو صورت حال سمجھ کر سر پیٹ لیا۔ "اف خدایا! میں کیا کروں؟ سب ہی میرے دشمن ہیں' اس گھٹیا شخص سے تو میں پوچھوں گی جس نے میرے بیگ سے سیل نکالا ہے۔ ونی! آج تم مرو گے میرے ہاتھوں۔" وہ بے بسی کے عالم میں گیٹ کے قریب بینچ پر بیٹھ گئی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔ اس کی امی پہلے ہی اس کے اکیلے آنے کے خلاف تھیں آئے روز بگڑتے حالات

کے باعث وہ یمی کو اکیلا بھیجنے سے کتراتی تھیں۔

اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ اتنے میں ہارن کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں لے آئی۔ ”ہارن کے انداز سے تو یہ نومی لگتا ہے۔“ اس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا۔ آدھا گھنٹہ اوپر ہو چکا تھا۔ اس کے دل میں امید کی کرن جاگی۔ وہ بھاگ کر گیٹ پر پہنچی۔ سامنے نومی بائیک پر بیٹھا خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ اس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ اسے یوں لگا جیسے تپتے ہوئے سورج میں بادل نے اس پر سایہ کر دیا ہو۔

□□□......□□□

نورالھدیٰ روز روز کی رانگ کالز اور میسجز سے تنگ آ گئی تھی۔ کوئی پچھلے ہفتے سے لگاتار اس کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ اس کی پچھلی زندگی کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا اور یہ بات اس کے لیے بہت پریشان کن تھی۔

آج شعیب صاحب نے دیر سے آنے کا کہا تھا۔ اس لیے وہ مطمئن تھی۔ میسجز اور کالز سے تنگ آ کر اس نے موبائل آف کر دیا اور یہی بات اس کے لیے مصیبت لے آئی۔ فارغ بیٹھ کر وہ اُکتا گئی تو اس نے ٹی وی آن کر لیا۔ کھانا اس نے دیر سے بنانے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ گھر میں صرف وہ اور شعیب تھے۔ سسرال کا جھنجٹ نہیں تھا کیونکہ شعیب نوکری کے سلسلے میں لاہور مقیم تھے اور باقی خاندان حویلی لکھا میں رہائش پزیر تھا۔

اسے بیٹھے ہوئے دس پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے کہ بائیک کا ہارن سن کر وہ چونک گئی۔ ”ہائیں یہ کیا! آج یہ جلدی کیوں آ گئے؟ کہہ کر تو گئے تھے کہ دیر ہو جائے گی۔“ وہ پریشان ہو کر باہر دوڑی۔

”آج آپ جلدی کیوں آ گئے؟ دیر سے آنے کا کہا تھا نا!“ اس نے دروازہ کھولتے ہی سوالات کی بوچھار کر دی۔

”تم منہ بند کر کے اندر چلو، ایک تو گرمی ہے، دوسرے تمہاری زبان قینچی کی طرح چل رہی ہے۔ تھوڑی دیر سکون تو لینے دو۔“ انہوں نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”لیکن وہ......!“ نور نے کھانے کے متعلق کچھ کہنا چاہا مگر بے سود۔

”تم پہلے یہ بتاؤ کہ موبائل کیوں آف ہے۔ اس لیے خرید کے دیا تھا کہ جب ضرورت پڑے تب نمبر آف ہو۔ میں ایک گھنٹے سے کھپ رہا ہوں، دماغ خراب کر دیا ہے میرا۔ اب جلدی سے کھانا لگاؤ۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں، بھوک سے برا حال ہے۔ وہ یہ کہتے ہوئے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

نور کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔ اب کیا ہوگا...... خوامخواہ کی چخ چخ اور پھر ایک نیا ہنگامہ!

”اللہ جی! میری عزت رکھ لینا۔“

اتنے میں ڈور بیل بجی، وہ وسوسوں میں گھری دروازے تک پہنچی۔ سامنے پڑوسیوں کا بچہ ہاتھ میں ڈش لیے کھڑا تھا۔

”باجی! امی نے یہ بریانی بھیجی ہے۔“ نور کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ دل ہی دل میں پروردگار کی شکر گزار ہوئی۔

یمی کے گھر پہنچتے ہی امی نے سوالات کی بوچھار کر دی۔ انہیں بڑی مشکل سے راضی کیا اور وکی سے سیل لیا۔ اسے سب سے زیادہ فکر نور کی تھی۔ منہ ہاتھ دھوئے بغیر اس نے نور کا نمبر ملایا۔ نور سے بات کرنے کے بعد اس کے دل میں شکوک مزید بڑھ گئے۔ نور نے بتایا کہ اس کی طبیعت گھبرا رہی تھی۔ اس لیے وہ چلی آئی۔ لیکن یمی بچی نہیں تھی۔ اس نے نور کی عزت افزائی کا پورا پروگرام ترتیب دیا اور شام کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی۔

......☆......☆......

نورالھدیٰ اور یمل رضا کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ دونوں کے گھر بہ مشکل ایک گلی کے فاصلے پر تھے۔ نورالھدیٰ کے والد شہزاد خان زمین دار تھے۔ زمین داری ان کا جدی پشتی پیشہ تھا۔ اس کا ایک بھائی تھا بلاول۔ اس کے خاندان میں لڑکے لڑکیوں کو پڑھانے کا رواج بہت کم تھا۔ صرف نورالھدیٰ تھی جو پڑھ رہی تھی کیونکہ یہ اس کی دادی کا خواب تھا کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔

یمل رضا عرف یمی کے والد ڈاکٹر حیدر رضا بخاری چائلڈ اسپیشلسٹ تھے۔ اس کے تین بھائی وقار، نعمان اور ارسلان تھے۔ ارسلان سب سے بڑا تھا۔ وہ ایم بی اے کر کے ایک پرائیویٹ فرم میں بہت اچھے عہدے پر تھا۔ ارسلان بظاہر تو سنجیدہ مزاج تھا لیکن بہن سے بہت پیار کرتا تھا۔

نعمان UET سے انجینئرنگ کر رہا تھا۔ اس کی اور یمی کی اکثر پیار بھری نوک جھونک رہتی تھی۔ وہ ارسلان اور نعمان سے چھوٹی اور وکی سے بڑی تھی۔ یمی کی والدہ شہیلا بخاری گھریلو خاتون تھیں۔ چاروں بچوں پر ان کا خاصا کنٹرول تھا اور وہ سب حیدر بخاری کے بجائے ان سے زیادہ ڈرتے تھے۔ خصوصاً یمی ان کی اکلوتی بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ لاڈلی تھی۔ حیدر بخاری کو اس سے خصوصی لگاؤ تھا اور وہ اس کی کسی بات کو نہیں ٹالتے تھے لیکن بیگم بخاری کا نظریہ تھا کہ ”کھلاؤ سونے کا نوالہ اور دیکھو شیر کی نگاہ سے۔“ یہی وجہ تھی کہ ان کے بچے انتہائی فرمانبردار اور باادب تھے۔ یمی اور نور دونوں انٹر پارٹ ٹو کی طالبات تھیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو بہن کا درجہ دے رکھا تھا۔ وہ بچپن کی سہیلیاں تھیں اور ان میں گاڑھی چھنتی تھی۔ ان دونوں کے آپس میں گھریلو مراسم تھے، اس لیے دونوں بچپن سے اکٹھی اسکول جاتی تھیں اور کالج تک یہ سلسلہ قائم تھا۔

نور کے والدین نے اپنی اولادوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بلاول نے مڈل کے بعد پڑھنے سے انکار کر دیا تھا اور نور، جو انٹر تک پہنچی تھی تو صرف یمی کے سمجھانے کی وجہ سے۔ نور کا انٹر کے بعد پڑھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جب کہ یمی کا ارادہ اپنے والد کی طرح میڈیکل میں آنے کا تھا۔

نور کو چھٹیوں میں دو ہی کام تھے۔ موبائل پر دن رات چیٹنگ اور کیبل کی بیماری جب کہ یمی دونوں کاموں کو فضول ترین سمجھتی تھی۔ شاید اس میں زیادہ کردار بیگم بخاری کا تھا۔

”یمی! میں آگے نہیں پڑھنا چاہتی!“ نور کی بات اس کے لیے نئی نہیں تھی، لیکن اس کی ڈھٹائی حیران کن تھی۔

”کیوں نور! کیا وجہ ہے کہ تم قدم آگے بڑھانے کی بجائے پیچھے پلٹ جانا پسند کرتی ہو۔“ یمی اس سے بحث میں الجھ گئی۔

”بس یار! مجھ سے نہیں پڑھا جاتا۔“ نور کے دلائل بے جان تھے۔

”وجہ تو بتاؤ! دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟ تم اس دن کالج سے بھی اکیلی گھر آ گئی تھیں، کیا وجہ تھی؟ تم نے مجھے بیوقوف سمجھا ہے؟ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ تمہارا بیڑہ غرق اس موبائل نے کیا ہے اور اوپر سے آنٹی نے تمہیں کھلی چھوٹ دے دی ہے۔“ یمی تپ ہی تو گئی تھی۔

”اگر میں موبائل پر کچھ گھنٹے میسجنگ یا انٹرنیٹ پر چیٹنگ کر لیتی ہوں تو اس میں حرج والی کیا بات ہے؟“ نور اپنی بات پر مصر تھی۔ ”اس ٹیکنالوجی نے ہمارے بہت سے مسائل حل کیے ہیں۔“

”میں مانتی ہوں کہ یہ ٹیکنالوجی فائدہ مند ہے لیکن اس کے غلط استعمال نے ہماری نوجوان نسل کو بے راہ روی پر لگا دیا ہے۔ والدین اگر اولاد پر اعتبار کر کے انہیں یہ سہولت دے دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اولاد رات بھر نائٹ پیکجز استعمال کر کے اپنے ماں باپ کی آنکھوں میں دھول جھونکے۔ یہ کیسی سہولت ہے نور! جو ہمیں اپنے شفیق ماں باپ کو دھوکا دینا سکھاتی ہے۔ یہ کیسی ٹیکنالوجی ہے جس کی وجہ سے ہمارے ملک کے 80 فیصد نوجوان اپنی اصل راہوں سے ہٹ کر دھوکا دہی اور فریب کاری کے تاریک راستوں میں بھٹک رہے ہیں۔

اپنا قیمتی وقت اس ملک کو دینے کے بجائے ان فضول کاموں پر لگا رہے ہیں جن کا حاصل بربادی کے سوا اور کچھ نہیں؟ نورا! ہر چیز کے دو استعمالات ہوتے ہیں حتیٰ کہ عقل کے بھی۔ ایک مثبت اور ایک منفی۔ یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس چیز کو کس طرح استعمال میں لاتے ہیں۔ تم نے موبائل کا غلط استعمال کیا۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ تمہارے پڑھائی چھوڑنے کے فیصلے سے تمہارے والدین کو کتنا دُکھ ہوگا۔ ان پر کیا گزرے گی؟"

"میرے والدین راضی ہیں۔" نور فاتحانہ انداز میں مسکرائی۔

"کیا؟ واقعی انکل آنٹی راضی ہیں؟" یسمی پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

"جی بالکل! ان کا خیال ہے کہ مجھے اپنی مرضی سے پڑھنا ہے تو پڑھوں ورنہ زبردستی نہیں ہے۔ میرے والدین نے میرے لیے پڑھائی کو بوجھ نہیں بننے دیا۔"

"تم یہ سب غلط کر رہی ہو نور! اس میں تمہارا نقصان ہے۔ پلیز مجھے وجہ تو بتاؤ۔" یسمی روہانسی ہوگئی۔

"یسمی! اصل میں بات یہ ہے کہ میں اپنے کزن عمر کو پسند کرتی ہوں۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اس نے مجھے آگے پڑھنے سے منع کر دیا ہے کیونکہ وہ خود بھی نہیں پڑھ رہا۔" نور نے آسانی سے ساری بات یسمی کو بتا دی۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟" یسمی شاک کی کیفیت میں تھی۔ "تمہاری ابھی عمر ہی کیا ہے۔ 18'19 سال بس نور! یہ عمر ان کاموں کے لیے نہیں ہے۔"

"ماما نے کہا ہے کہ پڑھ کر دیکھ لو، اگر نہ پڑھ سکو تو چھوڑ دینا۔ میں ابھی کوشش کر رہی ہوں۔ تم ڈانٹو مت پلیز!" نور خود بھی بے چین ہوگئی۔ "میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں یسمی، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"یہ کیسا دل ہے جو ماں باپ سے بغاوت پر آمادہ ہے۔ ان والدین سے جنہوں نے تمہیں پیدائش سے اب تک خود کو بھلا کر پالا ہے۔ کیا ان کے احسانات، ان کی تم سے توقعات، ان کا پیار اتنا ارزاں ہے کہ تم اپنے دو دن کے نام نہاد پیار کی بھینٹ چڑھا دو گی؟ نورا! تم انہیں ان کے پیار کا صلہ بھی نہیں دے سکتیں لیکن پلیز تم انہیں اس کی سزا تو مت دو...... اور یہ کیسے جذبات ہیں جو چند ماہ پہلے کسی اور کے لیے تھے۔ دل جو چند ماہ پہلے کسی اور کی محبت میں پاگل تھا آج کیسے ایک دوسرے شخص سے مخلصانہ محبت کر سکتا ہے؟ یہ تمہاری نادانی ہے نور۔"

"وہ میری بھول تھی یسمی! وہ شخص اس قابل تھا ہی نہیں کہ میں اس سے شادی کرتی۔" نور کے لہجے سے نفرت جھلک رہی تھی۔

"پہلے اس کے متعلق بھی تمہارے یہی خیال تھے کہ تم اس کے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ بولو اس نے تمہیں دھوکا دیا نا! پھر کیا بیتی تھی تم پر، تم مجھ سے زیادہ اچھی طرح جانتی ہو۔" یسمی کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

"تب میرے کزن عمر نے مجھے سہارا دیا تھا۔ ہم ساری رات موبائل پر چیٹنگ کرتے تھے۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔ تم بے فکر رہو۔ عمر ایسا نہیں ہے۔ اس نے ثابت کر دیا ہے کہ سب لڑکے ایک جیسے نہیں ہوتے۔" نور مسلسل عمر کی طرف داری کر رہی تھی۔

"یہ ثابت ہونا باقی ہے نور! تم جس کی خاطر پڑھائی کو چھوڑ رہی ہو، یہ نہ ہو کہ وہ کل کو اس وجہ سے تمہیں چھوڑ دے، سوچ لو اچھی طرح، یہ بھول تمہارے لیے بہت خطرناک ہوگی نور۔"

یسمی افسردہ دل کے ساتھ اس کے گھر سے نکل آئی۔

⌘......⌘⌘......⌘

"شعیب! آج بلاول کا فون آیا تھا۔" رات کے کھانے پر نور نے شعیب صاحب کو بتایا۔

"تو میں کیا کروں، دو سال بعد انہیں آ گئی تمہاری یاد؟" شعیب صاحب نے سفاک لہجے میں کہا۔

"اس نے مجھے بلایا ہے۔ میں گھر جانا چاہتی ہوں۔ چند دنوں کے لیے۔ امی ابو سے ملنا چاہتی ہوں۔ جلد واپس آ جاؤں گی۔" نور نے رک رک کر کہا۔

"تم، تم ایڈیٹ! اس گھر میں جانا چاہتی ہو جس کے دروازے ہمیشہ کے لیے تم پر بند کر دیے گئے تھے؟ بتاؤ، تم اس گھر میں جانا چاہتی ہو جس کے صحن میں تمہاری دادی کی لاش رکھی تھی اور تمہیں دیکھنے تک نہیں دیا گیا۔" شعیب صاحب بپھر گئے۔

"ان کی لاش دیکھنے کا تو مجھے حق بھی نہیں تھا شعیب! ان کے ارمانوں کا خون کر کے کیسے ان سے نگاہیں ملا پاتی میں۔" اس نے سوچا۔

"لیکن وہ پچھلی بات تھی شعیب! اب مجھے خود بلایا ہے انہوں نے۔" وہ رونے لگی۔ "شعیب امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں ان سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔ پلیز آپ میری مدد کریں۔ اگر انہیں کچھ ہوگیا تو میں زندگی بھر اپنے آپ کو معاف نہیں کر پاؤں گی۔ میں نے اپنی غلطی کی بہت بڑی قیمت چکائی ہے۔ مجھے معاف کر دیں۔"

"ٹھیک ہے، کل تیار رہنا ہم دونوں حویلی چلیں گے۔" شعیب نے وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

نور کو یقین نہیں آیا۔

"کیا واقعی آپ میرے ساتھ حویلی چل رہے ہیں شعیب؟" خوشی سے اس کا بُرا حال تھا۔

"جی بالکل۔" شعیب صاحب یہ کہہ کر کھانے کی میز سے اُٹھ گئے۔

....../☆☆☆/......

رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ شہزاد صاحب اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے؟ سب حیران تھے۔ دروازہ کھولا تو سامنے یسمی اور اس کے والد ہاتھوں میں شاپرز تھامے کھڑے تھے۔

انہوں نے شہزاد صاحب کی حیرت بھانپتے ہوئے خود ہی بتایا کہ یسمی کا انٹری ٹیسٹ کلیئر ہوگیا ہے۔ خوشی کے

مارے نور کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے سے گلے ملتے ہوئے رو ہی تو پڑی تھیں۔

وہ رات دونوں کی زندگی کے سب سے بڑے فیصلے کی رات تھی۔

☆☆......◉......☆☆

گھر کا دروازہ کھولنے سے پہلے ہی اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے دروازے کو ہاتھ لگا کر چوم لیا۔ دروازہ کھولتے ہی یادوں کے کتنے ہی در اس پر وا ہوگئے تھے۔ یہ وہ گھر تھا جہاں وہ پیدا ہوئی اور بچپن کی دہلیز کو عبور کر کے جوانی میں قدم رکھا۔

دروازہ دھکیلتے ہوئے سست روی سے وہ اندر داخل ہوگئی۔ گھر کے مکین وہی تھے۔ صرف ان کی سوچ تبدیل ہوئی تھی جو ایک لازمی امر تھا۔ بلاول بھاگ کر آیا اور اس سے آ کر لپٹ گیا اور وہ جو اب تک اپنے آنسو ضبط کیے ہوئے تھی، صبر کا دامن چھوڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کی امی اندر کمرے میں بستر پر دراز تھیں۔ گھر میں عجیب سی فضا قائم ہوگئی۔ جس میں خوشی اور دکھ کے ملے جلے جذبات تھے۔ اس نے اپنی امی کے گلے لگ کر آنسو بہاتے ہوئے نجانے کتنے گناہوں کا ازالہ کیا تھا۔ اس کے والد گھر پر نہیں تھے۔ چاچو اور چاچی نے بھی خوش دلی سے اس کا استقبال کیا۔ وہ اپنی نظروں میں خود ہی مجرم تھی اور اس وقت بھی وہ اپنے ضمیر کی عدالت میں سر جھکائے کھڑی تھی۔

"پتا نہیں ابو آئیں گے تو کیا ہوگا؟ میں ان سے کس منہ سے ملوں گی؟ کس طرح ان سے نظر ملا پاؤں گی؟"

سود و زیاں کا حساب کیا تو دل میں اندیشے جنم لینے لگے لیکن جب شہزاد صاحب اس کو گلے لگا کر رو پڑے تو اس کے سب برے گمان دور ہوگئے۔ اس نے ان سے معافی مانگی لیکن وہ تو پہلے ہی معاف کر چکے تھے۔ نور کو پہلی بار ان بے لوث محبتوں کا اندازہ ہوا۔

شعیب صاحب صورت حال کو سمجھتے ہوئے نور کو اس کے والدین کے پاس چھوڑ کر واپس آ گئے۔

چند دن ان بے لوث محبتوں کو سمیٹنے کے بعد نور کو سیمی کا خیال آیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ بھی اسے معاف کر دے گی۔ سیمی کا اس سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ رابطے تو اس نے خود ہی ختم کیے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے ضمیر سے جنگ لڑ رہی تھی۔ میسجز اور مس کالز کا سلسلہ اب بھی جاری تھا اور وہ پریشان تھی۔

OOOOOO

"سیمل بیٹا کدھر ہو تم؟" بیگم حیدر مسلسل سیمی کو آوازیں دے رہی تھیں۔

"ماما! آپی کمرے میں ہیں۔" وقار نے اطلاع دیتے ہوئے کہا۔ "آپ ہی اوپر چلی جائیں۔ وہ آج نیچے نہیں آئیں گی۔"

"کیوں آج صبح سے اس کا موڈ خراب ہے حالانکہ کل شام کو اس کے سسرال والے بھی آ رہے ہیں۔" بیگم حیدر نے حیرت سے کہا۔

"آپ کو اچھی طرح پتا ہے کہ آپی کو ان کا روز روز آنا پسند نہیں پھر بھی آپ ان کو مدعو کر لیتی ہیں۔" وکی نے بہن کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا تو دماغ خراب ہوگیا ہے۔ آخر ہم اس کا نکاح کر چکے ہیں۔ پھر ماشاءاللہ بیٹی سونپی ہے۔ خوشی غمی میں شریک تو کرنا ہی پڑے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ کوئی غیر نہیں، تمہارے چاچو کی فیملی ہے۔ اگر وہ ایک ماہ بعد ایک آدھ چکر لگا لیتے ہیں تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ تم جتنے ہو اتنی ہی باتیں کیا کرو۔"

"آپی! آج پھر آپ کی وجہ سے مجھے ماما سے ڈانٹ پڑی ہے۔" وکی منہ بسورے سیمی سے شکایت کر رہا تھا۔

"تو تمہیں کون کہتا ہے کہ ہمیشہ اپنی آپی کی طرف داری کیا کرو۔" اندر آنے والے ارسلان حیدر تھے۔

"اوہ بھائی آپ......؟" وکی نے خوش دلی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔

"تم بھی ہمیشہ ماما کے سامنے سیمی کی سائیڈ لیتے ہو۔ وہ بھی غلط بات پر۔" ارسلان حیدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں آپی ٹھیک کہتی ہیں۔ آپی کو ان کے آنے سے ٹینشن اس لیے ہوتی ہے کہ چاچی اماں ہر دفعہ آ کر جلد رخصتی کا مطالبہ کرتی ہیں حالانکہ انہیں پتا ہے کہ ابھی آپی کا میڈیکل کا تھرڈ ایئر ہے۔" وکی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے، کیوں سیمی؟"

"جی بالکل، پہلی بات تو یہ ہے کہ اتنی جلدی نکاح پر راضی نہیں تھی کیونکہ مجھے پتا تھا کہ ہر بار ایسا ہی ہوگا یعنی جلد رخصتی کا مطالبہ...... اور دوسری بات یہ ہے کہ میں اسپیلائزیشن بھی کرنا چاہتی ہوں اور اگر چچی کا مطالبہ جاری رہا تو ماما پاپا مجھے جلد ہی فارغ کر دیں گے۔" سیمی روہانسی ہوگئی۔

"اوکے، ڈونٹ وری سوئیٹ ہارٹ! پہلی بات تو یہ ہے کہ پاپا نہیں مانیں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب تک میں یہاں ہوں تب تک تو ایسا ہو نہیں سکتا اور اگر چلا گیا تو تب بھی نہیں ہونے دوں گا کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی لاڈلی بہن کی شادی پر موجود نہ ہوں۔" ارسلان حیدر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کو بھی اب ہی کیلیفورنیا جانا تھا۔ چلیں ٹھیک ہے، میں دیکھتی ہوں کہ آپ کتنی مدد کرتے ہیں۔" سیمی کو تھوڑا سا حوصلہ ملا تھا۔

"اچھا مسز علی اب میں چلتا ہوں۔"

"بھائی آپ، آپ نکل جائیں یہاں سے آپ بھی سب کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔" ارسلان حیدر کے حلق سے قہقہہ برآمد ہوا اور اس سے پہلے کہ سیمی ان سے لڑتی، وہ باہر نکل گئے۔

☺☆☆☆☺

"بلاول مجھے سیمی کا نمبر لا دو۔" نور صبح سے اس کی منتیں کر رہی تھی۔

"آپی! آپ خود کیوں نہیں جاتیں؟ ان کے لیے سرپرائز ہوگا۔" بلاول نئے نئے مشوروں سے نواز رہا تھا۔

"بلاول بعض سرپرائز نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ اتنی بے وفائی کے بعد میں اس سے نگاہیں نہیں ملا پاؤں گی۔ اس لیے کہہ رہی تھی کہ اس سے فون پر بات کرلوں پھر گھر بھی چلی جاؤں گی۔" نور کی آنکھوں میں پانی تیر رہا تھا۔

"اوکے میں وکی سے کہتا ہوں۔ اس کے پاس ہوگا نمبر۔ اب آپ روئیے گا مت۔ ابھی آپ کو آئے ہوئے دو دن ہوئے ہیں اور ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا ہے جب آپ نے اشک آوری نہ کی ہو۔ پتا نہیں اتنے آنسو بہا کر آپ کو نمک کی کمی بھی نہیں ہوئی۔ آپ ستلج کے کنارے رولیا کیجیے۔ ملک کو کچھ تو فائدہ ہو۔" بلاول کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔

"بلاول......!" شہزاد صاحب کی آواز سن کر بلاول کی زبان رک گئی۔ نور کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم کیوں اپنی بہن کو تنگ کررہے ہو۔ جاؤ ابھی اور اسی وقت نمبر لا کر دو۔ اٹھو جلدی۔"

"لیکن ابو وہ باہر اتنی گرمی ہے شام کو لادوں گا۔ پکا وعدہ۔ شام کو ضرور لادوں گا۔" بلاول نے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔

"تم جاتے ہو یا......!" شہزاد صاحب نے نقلی غصے کا مظاہرہ کیا۔

"ابھی گیا، جارہا تھا جی۔ جوتا پہن لوں بس۔" بلاول ایک دم راضی ہوگیا اس نے فٹافٹ جوتا پہنا اور باہر نکل گیا۔

بیگم راحیلہ اس ساری کارروائی سے محظوظ ہورہی تھیں۔ بیٹی سے ملنے کے بعد ان کی طبیعت کافی بہتر ہوگئی تھی نور نے بھی اس بات کو کافی محسوس کیا۔

❖......❖......❖

میرا پل پل بڑھتا ہر قدم
ایک نئی خطا اک اور جرم

شعیب خان ڈائری کے ورق پلٹتے گئے۔ آج دو سال بعد وہ ساری حقیقت سے آشنا ہوئے تھے۔ دو سال ان کی آنکھوں میں فلم کی طرح چلنے لگے۔ ان کا نور کے ساتھ سلوک اور اس کا ردعمل نور کا بجھا بجھا اور گم صم وجود ان کی نظروں میں گھوم گیا۔

"اف خدایا! میں آج تک کیا سمجھتا رہا اور حقیقت کیا تھی؟"

نور نے بھی تو انہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔

آج شعیب خان آفس سے واپس آئے تو سیدھے نور کے کمرے میں چلے گئے۔ نور کو گئے چار دن ہوگئے تھے اور انہیں یوں لگتا تھا جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔ وہ خود بخود ہی چلتے ہوئے بیڈ روم تک پہنچ گئے اور نور کی کوئی تصویر ڈھونڈنے کے چکر میں اس کی ڈائری ان کے ہاتھ لگ گئی۔ آج انہیں شدت سے احساس ہوا تھا کہ اس کا وجود ان کے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے۔

ایک تو نور کی یاد ستارہی تھی، دوسرے اس کی ڈائری نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ان کا دل بے چین ہوگیا۔ انہوں نے آج ہی حویلی واپس جاکر نور سے ملنے کا ارادہ کیا۔ وہ اس سے معافی مانگنا چاہتے تھے ان کی نظروں میں نور کا نازک سا سراپا آرہا تھا۔

انہوں نے دل میں عہد کیا کہ وہ نور کو ہمیشہ خوش رکھیں گے۔ آفس فون کرکے چھٹیاں لیں اور جلدی جلدی تیار ہوکر گھر سے نکل پڑے۔ سارے راستے مختلف وہم اور سوچیں ان کے دماغ میں گھومتی رہیں اور وہ پلان بناتے رہے۔

☆......☆☆......☆

"سیمی بیٹا! جلدی نیچے آؤ۔ دیکھو ذرا کون آیا ہے۔" بیگم حیدر نے سیمی کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

"اُف پہنچ گئے میرے سسرال والے!" اسے کوفت ہونے لگی۔

"اچھا ماما! ابھی آئی۔" سیمی نے اوپر کمرے سے ہی ہانک لگائی۔

"چلی جاتی ہوں تھوڑی دیر تک ابھی جاکر کیا کرنا ہے۔" سیمی نے دل میں سوچا۔ اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ سیمی دوسری طرف منہ کرکے کتاب پڑھنے میں

مصروف تھی۔ "اب کون آگیا؟" جیسے ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا حیرت سے اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ اس کی زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں ہوسکا اور یہی حالت نور کی تھی۔ وہ دونوں جو ایک دوسرے کے بغیر ایک گھنٹا مشکل سے گزارتی تھیں، پورے دو سال بعد اچانک مل رہی تھیں۔ ایسا ہونا ضروری تھا۔

☆......☆☆......☆

شعیب خان رات کو اچانک ہی پہنچ گئے۔ اداس تو نور بھی تھی لیکن اسے امید نہیں تھی کہ وہ بغیر اطلاع دیے آجائیں گے۔ گھر والے ان سے ملنے کے بعد جاکر سو چکے تھے۔

"آپ کھانا نہیں کھائیں گے؟" نور نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ہماری شادی کو دو سال ہوگئے ہیں اور ابھی تک تمہاری جھجک ختم نہیں ہوئی۔" شعیب خان کا لہجہ آج معمول سے ہٹ کر تھا۔

"جی!" نور نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں، آج دراصل، پچھلا حساب کلیئر کرنا تھا۔ اس لیے اطلاع دیے بغیر چلا آیا۔" شعیب صاحب نے بات گھما پھرا کر بیان کردی۔

"کہیں انہیں اس بندے نے تو کچھ نہیں بتادیا"

"میں سمجھی نہیں۔" نور مزید پریشان ہوگئی۔

"ابھی بتاتا ہوں۔" شعیب صاحب نے بیگ سے ڈائری نکال کر اس کے ہاتھ میں تھمادی۔

"میں سب جان گیا ہوں نور!"

نور اپنی ڈائری دیکھ کر اچھل گئی۔

"کیوں پڑھی آپ نے یہ ڈائری؟" نور نے چیختے ہوئے کہا۔

"اگر نہ پڑھتا تو غلط فہمی کبھی دور نہ ہوتی اور جو تمہارا حق ہے، وہ تمہیں کبھی نہ دے پاتا۔" شعیب صاحب پُرسکون تھے۔

"کیا پتا چلا آپ کو بتائیں ذرا؟ سب جھوٹ ہے اس ڈائری میں۔ سچ تو وہ ہے جو سب لوگ جانتے ہیں۔" نور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"نور! تم نے بتایا کیوں نہیں کہ تمہارے کزن عمر نے تمہیں اپنے جال میں پھنسایا تھا اور یہ کہ تمہارا اس کے ساتھ بھاگنے کا ارادہ بالکل بھی نہیں تھا۔ لیکن اس نے تمہارے والد کو یہی بتایا کہ تم رات کو اس کے ساتھ جانے والی ہو۔ جب کہ اس رات تم کو سیمی کی طرف جانا تھا اور ہاں، تم نے سیمی کا ذکر بھی مجھ سے کبھی نہیں کیا جب کہ تمہاری ڈائری اس کا ورد کرتی ہے۔"

نور مسلسل رو رہی تھی۔

"مجھے اپنے کیے کی سزا ملی تھی شعیب! میں بے وقوف تھی۔ کچی عمر کے جذبات کو پیار سمجھ بیٹھی اور اس میں اس قدر پاگل ہوئی کہ اپنے ہاتھوں اپنی زندگی اجاڑ لی۔ اس حقیقت کو سیمی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا لیکن میں نے اس سے کوئی رابطہ نہیں رکھا۔ میری اور اس کی بات کسی نے نہیں مانی کیونکہ سیمی صحیح کہتی تھی، موبائل اور انٹرنیٹ جان لیوا ثابت ہوتے ہیں۔" نور کی آواز بیٹھ گئی۔ شعیب صاحب نے اسے پانی کا گلاس دیا اور آرام کرنے کو کہا لیکن وہ نہیں مانی۔

"آج میں اپنی زبانی آپ کو سب بتانا چاہتی ہوں۔ مجھے دل کا بوجھ ہلکا کرنے دیں۔ پاپا نے مجھے ایک ماہ گھر میں قید رکھا۔ میرا موبائل بھی چھین لیا۔ ان کا یہ عمل بالکل ٹھیک تھا۔ میری حرکتوں سے ان کی غیرت کو جو ٹھیس پہنچی تھی اس کا ازالہ تو میرے قتل سے بھی ممکن نہیں تھا۔"

نور آج سب بتانے کا قصد رکھتی تھی۔

"پھر اچانک ہی آپ سے میری شادی طے کردی گئی اور میں ٹھیک دو ماہ بعد آپ کے ساتھ لاہور آگئی اور پھر آپ نے بھی تو مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔"

نور کا یہ شکوہ بجا تھا۔

"نور! اصل میں مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری شادی اتنی ایمرجنسی میں ہوگی۔ اکلوتا ہونے کی وجہ سے امی کے بہت سے خواب تھے۔ میری شادی کے بارے میں اور

میں انہیں ٹوٹنے کا سبب تمہیں سمجھتا رہا اور دوسری بات یہ ہے کہ شادی کے بعد وہ کہانیاں سنائیں کہ میں اپنی قسمت کو کوستا رہا اور اس وقت کو جب میں نے تم سے شادی کے لیے ہاں کی تھی۔ اتنی ایمرجنسی کی وجہ میں تو نہیں جانتا تھا۔ اس لیے عمر نے جو بتایا میں نے اسے سچ سمجھ لیا۔"

"کیا! عمر نے؟ آپ اس سے کب ملے؟" نور بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔

"میں نہیں۔ وہ مجھ سے ملا تھا اس نے بتایا کہ تمہیں میسج کرنے اور عشق لڑانے کا بہت شوق ہے اور......!"

"بس، چپ ہو جائیں، خدا کے لیے چپ ہو جائیں میں مزید ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتی وہ اس قدر گھٹیا اور ذلیل ہو سکتا ہے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔"

"لیکن انکل کو کیسے رحم آ گیا تم پر؟"

"انہیں عمر کے دوست نے حقیقت بتا دی تھی کیونکہ وہ سب جانتا تھا اور اس سے برداشت نہیں ہو سکا کہ میں بے قصور ہونے کے باوجود سزا کاٹتی رہوں۔ پہلے عمر اسے کہتا رہا کہ اس نے سب کو سچ بتا دیا ہے مگر پھر عمر کے دوست کی بلاول سے ملاقات ہوئی اور اسے سچائی کا پتا چلا۔ پاپا نے جرگے کے تعاون سے عمر کو قبیلے سے باہر نکال دیا کیونکہ اس نے ایک دو اور لڑکیوں کی عزت پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں آج تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں اپنے رویے کی۔ صرف اسی لیے اتنی دور سے آیا ہوں تم مجھے معاف کر دو گی؟" شعیب نے منت بھرے انداز میں کہا۔

"آپ معافی مانگ کر مجھے میری ہی نظروں میں گرا رہے ہیں۔ معافی تو مجھے مانگنی چاہیے آپ سے۔ آپ کا رویہ تو میری امید سے بڑھ کر خراب تھا۔ اس میں آپ کا قصور نہیں تھا کوئی شخص یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی بیوی کا شادی سے پہلے افیئر ہو۔ میرے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ آپ نے مجھے اپنے گھر میں رکھا اور ہاں، مجھے آج کل پھر کوئی بندہ رانگ کالز اور میسجز کر کے تنگ کر رہا ہے اور وہ مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔"

یہ مشورہ اسے کسی نے دیا تھا کہ وہ سب کچھ شعیب کو بتا دے۔

"تم نے یہ ثابت کر دیا نور کہ تم ایک نیک اور وفا شعار بیوی ہو۔ ماضی کی غلطیوں کا اثر آج پر ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان سے سبق حاصل کر کے کوئی انسان انہیں سنوارے تو وہ عظیم ہوتا ہے۔ جیسے تم۔ یقین کرو آج مجھے فخر ہے کہ تم میری بیوی ہو۔" شعیب نے نور کے ہاتھ تھامتے ہوئے مسرت سے کہا۔ ان کا لہجہ ان کی دلی کیفیات کا عکاس تھا۔

"لیکن......!" نور نے کچھ کہنا چاہا۔

"اور آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ نیک بندہ میں ہوں جو تم سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا؟ لیکن آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"صرف تمہیں آزمانے کے لیے اور تم پوری اتریں میری آزمائش پر تم نے میرے کسی میسج کا جواب نہیں دیا اور ایک اچھی بیوی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے اس سے آگاہ بھی کر دیا۔"

اور پھر نور نے شعیب کے کندھے سے لگ کر اپنے دل کا سارا بوجھ اتار دیا اور ان تمام خوشیوں کو اپنے دامن میں بھر لیا جو شعیب کے بے انتہا پیار کی صورت میں اس کی منتظر تھیں۔

نور گھر جانے کے دوران یہی سوچتی رہی کہ اگر بیٹیاں اپنے والدین کی خوشیوں کا خیال رکھیں تو وہ بھی کسی کی طرح گھر سے جاتے ہوئے سب کو اداس کر جاتی ہیں اور جو میری طرح والدین کی عزت کو داغ دار کرتی ہیں انہیں سچی خوشیاں قسمت سے ہی ملتی ہیں۔

نور بھی شاید اسی لیے شعیب کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزار رہی تھی کہ اس کی غلطی بہت بڑی نہیں تھی لیکن اس کی سزا وہ لمبے عرصے تک کاٹ چکی تھی۔ آج دائمی خوشیاں اس کا مقدر تھیں اور زندگی ایک دفعہ پھر سے مسکرانے لگی تھی۔

سال نو میں آ جانا

شاہین سجاد

لبوں پہ حرف نہ کوئی سوال رکھتا تھا
کبھی میں ضبط میں اتنا کمال رکھتا تھا
خبر کہاں تھی مجھے ہی وہ بھول جائے گا
اک اک چیز جو میری سنبھال رکھتا تھا

آخری شب دسمبر کی
بیت رہی ہے دھیرے دھیرے
وقت ہی ہے نا
اور!
وقت کا کام گزرنا ہے
ہاں مگر!
وقت کو کیا معلوم
کون کہاں کس کے لیے؟
اداس ہے

نظم لکھ کر اس نے قلم ڈائری پر رکھا اور تھک کر سر کرسی کی پشت پر ٹکا دیا پھر آنکھیں موند لیں۔ آنکھوں سے کئی موتی ٹوٹ کر جھولی میں آ گرے۔

"اوہ تو جناب مائرہ صاحبہ! اداس ہیں؟ بالکل نئی اطلاع۔" جانے کب ہادیہ اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی اور تازہ لکھی ہوئی نظم پڑھ کر اپنی رائے پیش کر رہی تھی۔

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟" مائرہ نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری جاسوسی کر رہی تھی کہ آخر تم کیا کر رہی ہو؟ جو رات کے دو بجے تک تمہارے کمرے کی لائٹ جل رہی ہے۔" ہادیہ نے اطمینان سے بتایا اور اب پاؤں پسار کر اس کے بیڈ پر براجمان ہو گئی۔

"لگتا ہے ارسلان بھائی نے ہاتھ سے پکڑ کر کمرے سے باہر نکالا ہے مگر سوری! اب تم یہاں سے بھی چلتی پھرتی نظر آؤ کیونکہ مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔" مائرہ نے بے مروتی سے کہا۔

"تم ان کی فکر مت کرو۔ تمہارے بھائی صاحب تو سو چکے ہیں، تم اپنی کہو، نیند آ رہی ہے یا یاد آ رہی ہے؟" ہادیہ نے بے پروائی سے کہتے ہوئے اسے حقیقتاً چونکا ڈالا۔

"کیا مطلب! کس کی یاد؟ یہ تم کیا اول فول بک رہی ہو؟"

"تم مان کیوں نہیں لیتیں مائرہ کہ تم انہیں یاد کرتی ہو؟"

"ارے بابا! میں کسی کو یاد نہیں کر رہی تھی، بس یوں ہی یہ نظم اچھی لگی تو لکھ لی۔ تم تو بال کی کھال اتارنے لگتی ہو۔" وہ ماننے سے صاف انکاری ہوئی۔

"مان جاؤ مائرہ ڈیئر! کہ تم حارث بھائی کو یاد کر رہی ہو۔ وہ غیر تو نہیں ہیں تمہارا اور ان کا شرعی رشتہ ہے۔ آخر وہ تمہارے شوہر ہیں۔"

"پلیز ہادیہ! مجھے نیند آرہی ہے، اب تم جاؤ۔" مائرہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"تمہاری یہ ضد اور ہٹ دھرمی ہی تو ہے جو حارث بھائی ہم سب سے منہ موڑ چکے ہیں، تم نے اپنی بے جا ضد کی بھینٹ ان کی محبت کو چڑھادیا اور اب بھی تم اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کررہی ہو۔ مائرہ پلیز! اب تو یہ بے جا ضد چھوڑ دو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے ہاتھ کچھ نہ آئے۔" ہادیہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"میری ضد بے جا نہیں تھی، حارث کو میری خواہشات کا بھی تو احترام کرنا چاہیے تھا۔" مائرہ بے بسی سے بولی۔

"ایسی کون سی خواہشات تھیں تمہاری، جن کی راہ میں وہ رکاوٹ بنے تھے؟" ہادیہ تپ گئی۔

"تم سب جانتی ہو۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"بس کرو مائرہ بی بی! تم اور تمہاری فضول خواہشات۔ اب اداس کیوں ہوتی ہو؟ اب تو وہ چلے گئے ہیں تمہاری خواہشات اور خوابوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے پھر یہ اداسی اور بے کلی کیوں؟ جو تم چاہتی تھیں وہ ہوگیا ہے پھر تم بے چین کیوں رہتی ہو؟" ہادیہ نے بڑی بے رحمی سے اس کے زخموں پر نمک پاشی کی۔

"پلیز ہادیہ! مجھے پریشان مت کرو۔" مائرہ سے یہ سب برداشت نہ ہوا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ ہادیہ کو بھی احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔

"سوری مائرہ! میرا مطلب تمہیں دکھی کرنا نہیں تھا۔ پلیز! چپ کر جاؤ۔" ہادیہ نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا اور مائرہ جو اندر سے ٹوٹ چکی تھی۔ ہادیہ کا سہارا پا کر اور شدت سے رونے لگی۔ اب کے ہادیہ نے اسے رونے دیا تاکہ اس کے دل پر چھایا غبار ختم ہوسکے۔

☆......☆......☆

ضیاء الدین آفندی کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ عدنان ضیاء اور عرفان ضیاء۔ دونوں ہی ایک گھر ساتھ "ضیاء ہاؤس" میں رہتے تھے۔ عدنان کے دو بچے تھے مائرہ اور ارسلان۔ عرفان ضیاء کے تین بچے تھے علی، حمزہ اور ہادیہ۔ طیبہ ضیاء جن کی شادی چچازاد کزن وقار الدین سے ہوئی تھی۔ ارم کے گھر کی دیوار ان کے گھر سے ملی ہوئی تھی۔ طیبہ کے بھی دو بچے تھے حارث اور عمران۔ ضیاء ہاؤس کے مکین آپس میں پیار اور محبت سے رہتے تھے۔ خوش قسمتی سے ضیاء الدین کو بہوئیں بھی نیک سیرت ملی تھیں۔ اس لیے راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ بڑوں کی محبت بچوں میں بھی منتقل ہوگئی تھی۔ ضیاء الدین نے اپنے بچوں کو ایک دوسرے سے مزید قریب کرنے کے لیے اپنی زندگی میں ان کے بچوں کے آپس میں رشتے کروا دیے تھے۔ ہادیہ کا رشتہ ارسلان سے جب کہ مائرہ کا رشتہ حارث سے طے تھا۔ یہ سب بچے ایک ساتھ کھیلتے کودتے بڑے ہوئے تھے۔ بڑے ہونے پر ان کو اپنی اپنی نسبت کا پتا چلا تو کسی نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا۔ یوں معاملہ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔

☆......☆......☆

تیرے خیالوں سے فرصت نہیں ملتی
اک پل کے لیے ہمیں راحت نہیں ملتی
یوں تو سب کچھ ہمارے پاس ہے
بس دیکھنے کو آپ کی صورت نہیں ملتی

حارث نے مائرہ کو دیکھا تو لہک لہک کر شعر پڑھا اور مائرہ حسب عادت چڑ گئی۔

"کیا بکواس ہے۔ تم سیدھی طرح بات نہیں کرسکتے؟ یہ اوٹ پٹانگ شاعری اپنی کچھ لگتی کو سنانا۔ خبردار! جو آئندہ ایسے فضول شعر مجھے سنائے۔"

"میری کچھ لگتی تو تم ہو۔ اب ظاہر ہے کسی اور کو سناؤں گا تو جوتے کھاؤں گا۔" حارث بھی شرارت میں کسی سے کم نہ تھا۔

"بکومت...... ہر وقت تمہارے دماغ میں شرارت ہی سمائی رہتی ہے۔ فارغ رہتے ہونا اور خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ اس لیے بہتر ہوگا تم کوئی کام وغیرہ کرلیا کرو تاکہ فضول قسم کی سوچوں سے بچے رہو۔"

مائرہ نے مفت مشورے سے نوازا۔

"اپنے مشورے تم اپنے پاس رکھو۔ ٹھیک ہے آئندہ نہیں آؤں گا تمہارے پاس۔" حارث چڑ کر چلا گیا۔ مائرہ مسکرادی۔ جانتی تھی اگلے دن پھر آموجود ہوگا۔

☆......☆......☆

کبھی یہ ناز کہ وہ میرا ہے فقط میرا
کبھی یہ ڈر کہ وہ مجھ سے خفا تو نہیں
کبھی یہ دعا کہ اسے ملیں جہاں کی خوشیاں
کبھی یہ خوف کہ وہ خوش میرے بنا تو نہیں

"خدا کے لیے حارث تم اپنی شاعری کا یہ شوق مجھ پر مت آزمایا کرو یقین کرو میرے پلے خاک بھی نہیں پڑتا۔" مائرہ کو اس کے فضول شوق سے چڑ تھی۔

"ہونا بدذوق لڑکی۔ بھلا شاعری بھی فضول ہوتی ہے۔ یہ تو ہمارے دل کی بات محبوب تک بنا کسی دشواری کے پہنچادیتی ہے۔"

"پلیز حارث! کم ازکم میرے سامنے ایسے فضول لفظ مت بولا کرو اور اب خدا کے لیے یہاں سے چلے جاؤ، مجھے اپنا اسائمنٹ مکمل کرنا ہے۔" مائرہ نے بے مروتی سے کہا۔

"یہ تم مجھ پر رعب کس خوشی میں ڈال رہی ہو؟" حارث نے اسے تیکھے چتونوں سے گھورا۔

"او مائی گاڈ!" مائرہ نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ ظاہر ہے اب کام تو ہونا ممکن نہیں تھا۔

"اچھا...... اچھا جارہا ہوں۔ ابھی کچھ جلدی میں ہوں، پھر آؤں گا۔" حارث کو اس کی حالت پر رحم آیا اور اسے بخش دیا۔ اس نے بھی شکر ادا کرتے ہوئے توجہ اسائمنٹ کی طرف کردی۔

☆......☆......☆

"ایک کپ چائے مل جائے گی؟" ہادیہ جو اپنے دھیان میں گم تھی، بُری طرح اچھل پڑی۔ ارسلان زیر لب مسکرادیا۔

"اب اتنا ڈراؤنا بھی نہیں ہوں۔" ہادیہ بُری طرح

نیا سال

آیا جو نیا سال تو یاد آیا گیا سال
ماضی کو بھلا کیسے بھلاتا ہے کوئی حال
تب ہم پہ عیاں ہوتا ہے دوراں کا تغیر
جب رنگ بدل جاتے ہیں بالوں میں کئی بال
ہم وقت سے کہہ دیتے ہیں حال اپنا غزل میں
ہم نے کبھی پوچھا ہی نہیں وقت سے احوال
ممکن ہے کہ روتے ہوں یہ لمحے بھی بچھڑ کر
دیکھو تو کبھی پوچھ کے لمحوں سے کبھی حال
جس وقت میں روتی ہوں دسمبر سے لپٹ کر
یاد آتی ہے مجھ کو تیری اوڑھائی ہوئی شال
دس بارہ مہینوں کو گزر جانے دو واصف
امسال بھی ہوجائے گا ہم سب کا گیا سال

جبار واصف...... رحیم یار خان

خجل ہوئی۔

"کوئی کام تھا کیا۔" اس نے رُخ موڑ کر پوچھا۔ دل ابھی تک دھک دھک کررہا تھا۔

"ایک کپ چائے کی طلب ہورہی ہے مل سکے تو۔" ارسلان وہیں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ہادیہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے، جب سے اسے اپنے اور ارسلان کے رشتے کا پتا چلا تھا ایک فطری سی جھجک محسوس ہونے لگی تھی۔

"آپ جائیں، میں بنا کر بھیج دوں گی۔" اس نے ارسلان کو وہاں سے ہٹانا چاہا۔

"نا بھئی...... تمہارا کیا بھروسا، بھول ہی جاؤ۔ بس ابھی بنا کردو مجھے۔" وہ بھی ڈھیٹ تھا۔ چاروناچار ہادیہ کو چائے بنانی پڑی۔

"اب بیٹھ کر میرا ساتھ دو۔" ہادیہ نے یونہی کپ رکھ کر مڑنا چاہا۔ ارسلان نے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"پلیز! مجھے کام ہے۔" ہادیہ منمنائی۔

"کام بھی ہوجائیں گے۔ تم بیٹھو تو سہی۔" اس نے اسے کرسی پر دھکیلا۔ ہادیہ مرے مرے انداز میں بیٹھ گئی۔

ارسلان دھیرے دھیرے چائے کی چسکیاں لیتا رہا۔ ساتھ اس کے بدحواس انداز سے بھی لطف لے رہا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے چائے کا کپ ختم ہوا اور ہادیہ نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

☆......☆

"یہ بیٹھے بٹھائے پھوپو کو کیا سوجھی، میں کیا بھاگ رہی ہوں جو پکڑ کر نکاح پڑھایا جا رہا ہے؟" مائرہ بے چین انداز میں کمرے میں ٹہل کر دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔ ہادیہ میگزین پر جھکی کپڑوں کے ڈیزائن دیکھ رہی تھی اور اس کی حالت سے بھی حظ اٹھا رہی تھی۔

"تم کس خوشی میں دانت نکال رہی ہو؟" اب کے توپوں کا رُخ اس کی طرف ہوا۔ ہادیہ گڑبڑا گئی۔

"وہ یار میں! ایسے ہی ایک بات یاد آ گئی تھی۔" ہادیہ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"تم اتنی ریلیکس کیوں ہو جب کہ تمہارا اور ارسلان بھائی کا نکاح بھی تو ہو رہا ہے۔" اس نے ہادیہ کے بے پروا انداز کو نوٹ کیا۔

"تو کیا کروں، کیا شور مچاؤں؟ کل بھی اس سے کرنا ہے پھر آج کیوں نہیں؟ اب تمہاری طرح خوامخواہ خون کیوں خشک کروں۔" ہادیہ مائرہ کی طرح ہر بات کی ٹینشن نہیں لیتی تھی۔

"یہ سب مجھے حارث کی کارستانی لگ رہی ہے۔ اس سے تو میں نمٹ لوں گی۔" مائرہ دانت پیستی ہوئی کہہ رہی تھی اور ہادیہ نے مسکراہٹ چھپانے کو منہ پھیر لیا۔ اس وقت وہ مائرہ کے غصے کو اور ہوا دینا نہیں چاہتی تھی۔ طیبہ بیگم نے اچانک نکاح کا پروگرام بنا لیا تھا۔ بقول ان کے بہت عرصہ ہوا، کوئی ہلا گلا نہیں ہوا تھا۔ اب چونکہ لڑکیاں پڑھ رہی تھیں۔ اس لیے صرف نکاح کی تجویز دی گئی اور باقی سب نے بھی رضا مندی دے دی کہ اس میں کوئی مضائقہ بھی نہ تھا چونکہ ضیاء ہاؤس میں کافی عرصے سے کوئی تقریب نہیں ہوئی تھی اس لیے سب نے ہی اس تبدیلی پر خوشی کا اظہار کیا سوائے مائرہ کے۔ وہ اپنی پڑھائی کے معاملے میں بہت حساس تھی اور دوران تعلیم کسی قسم کی ٹینشن لینے کے حق میں نہ تھی مگر وائے قسمت کسی نے اس کے واویلا پر توجہ نہیں دی۔

☆......☆

ارسلان اور حارث بہت اہتمام سے تیار ہوئے تھے کہ دلہانہ ہوئے کہیں کے شہزادے ہو گئے۔ ہادیہ اور مائرہ کو بھی تیار کر کے اسٹیج پر بٹھا دیا گیا تھا۔ چھب تو آج ان کی بھی نرالی تھی۔ یہ اور بات کہ مائرہ کے چہرے پر برہمی کے تاثرات تھے اور ہادیہ کے چہرے پر شرمیلی مسکان تھی۔ ارسلان اور حارث اسٹیج پر آ کر بیٹھے تو مائرہ غصے سے اور ہادیہ شرم سے سمٹ گئی۔

"میں نے کہا بادشاہو! سلام قبول ہو۔" حارث نے ایک ادا سے کہا تو مائرہ نے بڑے زور کی چٹکی لی تو حارث کراہ کر رہ گیا۔ ارسلان نے ہادیہ کا ہاتھ ہولے سے دبایا تو وہ مزید سمٹ گئی۔ علی، حمزہ، عمران اور باقی کزنز نے ان کو گھیرا ہوا تھا۔ شوخ جملوں کا تبادلہ ہو رہا تھا۔

"بھائی! ذرا ہٹ کر بیٹھیے، بھابی کا موڈ بہت خراب ہے۔ لگتا ہے آپ کی خیر نہیں۔" عمران نے شرارتی انداز میں کہا، مائرہ نے اسے گھورا۔

"اب اوکھلی میں سر دے ہی دیا ہے تو موصلوں سے کیا ڈرنا......" حارث نے مسکین سی شکل بنا کر کہا تو زوردار قہقہہ پڑا۔

"ہونہہ! زبردستی تو نہیں ہے، انکار کر دیتے۔" مائرہ بڑبڑائی۔

"اجی! ہم سے کچھ کہا؟" حارث نے کان قریب کیا اور سب پھر ہنس پڑے۔

"ابھی کچھ کہنے سننے کا وقت نہیں آیا، دلہا صاحب! ذرا انتظار کیجیے۔" حارث کے پھوپی زاد قائم نے کہا۔

"یہ ارسلان بھائی کو ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار مل گیا ہے کیا، جو دانت اندر ہی نہیں ہو رہے؟" اب کے ماموں زاد عصام نے ارسلان پر چوٹ کی، جو مسلسل مسکرائے جا رہا تھا۔ ارسلان خجل ہو گیا۔

"بھئی عصام! تم کیوں بے چارے کے ہنسنے پر اعتراض کر رہے ہو؟ چند دن اور میری جان پھر تو یہ بے چارے دانت نکالنا تو کیا منہ کھولنا بھی بھول جائیں گے۔" اس بار ساحر نے چوٹ کی۔ نوک جھونک کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ بزرگ حضرات کی آمد ہوئی اور نکاح کی کارروائی شروع ہوئی۔ نکاح کے بعد فوٹو سیشن ہوا۔ خدا خدا کر کے ان دونوں کی حالت زار پہ باقیوں کو رحم آیا اور انہیں اندر لے جانے کی اجازت دی گئی۔

☆......☆

وہ ہے کہ ہر عہد محبت سے مکرتا جائے
دل ہے ظالم کہ اسی شخص پہ مرتا جائے
میرے پہلو میں وہ آئے بھی تو خوشبو کی طرح
میں اسے جتنا سمیٹوں وہ بکھرتا جائے

مائرہ نوٹس بنا رہی تھی، حارث اپنے مخصوص انداز میں شعر پڑھتا دھپ سے اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" مائرہ نے اسے گھورا۔

"حد ادب لڑکی! اب میں تمہارا مجازی خدا ہوں۔" وہ اپنے اسٹائل میں بولا۔

"ہونہہ...... یہ منہ اور مسور کی دال؟" چڑانے میں تو مائرہ کا بھی جواب نہیں تھا۔

"اچھا...... تو نکاح نامے پر سائن گن پوائنٹ پر کیے تھے؟" حارث نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ایک پل کو مائرہ اس کی چمک دار براؤن آنکھوں کی چمک سے خائف ہوئی، دل دھڑک اٹھا۔

"بکو مت، جاؤ یہاں سے۔ مجھے کام کرنے دو۔ ایک تو جب میں کام کرنے بیٹھوں تو تم نازل ہو جاتے ہو۔"

"اے...... اے لڑکی! تم میری بے عزتی کر رہی ہو۔" حارث نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

"حارث پلیز!" وہ زچ ہوئی۔

"اوکے...... جاتا ہوں۔ مگر پہلے ایک شعر سن لو......" حارث نے اس کے چہرے کے بگڑتے زاویوں کو دیکھا اور پھر ہنس پڑا۔ "چلو نہیں سناتا۔ تم بھی کیا یاد کرو گی۔ کسی سخی سے پالا پڑا ہے۔" وہ اس کے سر پہ چپت لگاتا چلا گیا اور مائرہ اس کے جانے کے بعد مسکرا دی۔

مائرہ اور ہادیہ جی جان سے امتحانات میں مصروف ہو چکی تھیں۔ ان کے بی ایس سی فائنل کے امتحان شروع ہو چکے تھے۔ ہادیہ کو بھی پڑھائی سے لگاؤ تھا مگر مائرہ کو تو سمجھو عشق تھا۔ بی ایس سی کے بعد اس کا ارادہ کیمسٹری میں ایم ایس سی کرنے کا تھا۔ دونوں نے خوب محنت کی اور دونوں کے پیپرز بھی اچھے ہوئے تھے۔ آخری پیپر ہوا تو دونوں نے سکھ کا سانس لیا۔

☆......☆

کب تک رہو گے آخر یوں دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا تم کو اک دن ضرور ہم سے
ہم چھین لیں گے تم سے یہ شانِ بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے

بڑے دنوں بعد حارث نے مائرہ کو دیکھا تھا لہٰذا اس کی رگ شاعری کا پھڑکنا لازمی تھا۔ مائرہ نے اسے دیکھا تو چپ چاپ اندر کی راہ لی۔ حارث نے بھاگ کر اسے روک لیا۔

"تم کو ناراض ہی رہنا ہے تو کچھ بات کرو
کہ چپ رہنے سے محبت کا گماں ہوتا ہے"

"میرے خدا! تمہیں کیا سارے شعراء کے کلام حفظ ہیں۔" مائرہ کو حیرت ہوئی کہ اسے اتنے سارے شعر یاد کیسے رہتے ہیں کیونکہ خود وہ اس معاملے میں بالکل کوری تھی۔

خیالات سے مقدر تک

اپنے خیالات پر نظر رکھیے۔ یہ الفاظ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اپنے الفاظ پر نظر رکھیے یہ اعمال کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اپنے اعمال پر نظر رکھیے یہ عادات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اپنی عادات پر نظر رکھیے یہ شخصیت کا روپ دھار لیتی ہے۔ اپنی شخصیت پر نظر رکھیے یہ آپ کا مقدر بن جاتی ہے۔

رخسانہ اقبال۔ خوشاب

"مائی ڈیئر بیگم! اب ہر بندہ تم سا بدذوق تو نہیں ہوتا نا؟"

"یہ تم کس طرح سے بات کرتے ہو۔ اس کے اندازِ تخاطب پر مائرہ جھنجلا گئی۔

"کیا میں نے کچھ غلط کہا؟" حارث نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر کچھ اس جذب سے کہا کہ مائرہ کا دل دھڑکنے لگا۔ خود کو بمشکل سنبھالا۔

"غلط یا صحیح کا مجھے نہیں پتا مگر قبل از وقت ضروری ہے۔"

"اوکے! ٹھیک ہے، جیسی تمہاری مرضی۔" یک بہ یک حارث سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔ اس کے ایک دم موڈ بدلنے پر مائرہ کچھ حیران ہوئی پھر سر جھٹک کر اندر چلی گئی۔

......☆......

حارث کئی دنوں تک نہیں آیا۔ اب کے مائرہ کو بھی فکر لاحق ہوئی کہ بندہ واقعی سنجیدگی سے ناراض ہوگیا ہے۔ کوئی بات نہیں منالوں گی۔ اس نے بے پروائی سے سر جھٹکا مگر جب شام کو پھوپو کی آمد پر عقدہ کھلا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں۔

"پھوپو رخصتی کی تاریخ مانگنے آئی تھیں۔ حارث دو سال کے لیے لندن جارہا تھا۔ پھوپو چاہتی تھیں کہ اس کے جانے سے پہلے مائرہ کی رخصتی کردی جائے۔ بڑوں کو تو کوئی اعتراض نہ تھا مگر مائرہ کا ردعمل شدید تھا۔

"دادا جان! آپ جانتے ہیں کہ ایم ایس سی کرنا میرا خواب ہے اور اب جب کہ میں اپنے خواب کی تکمیل سے چند گام کے فاصلے پر ہوں، آپ لوگ مجھ سے میرے خواب چھین رہے ہیں...... مجھے آپ لوگوں سے ہرگز یہ امید نہیں تھی۔" اس نے ضیاء آفندی سے ناراضگی سے کہا۔

"ارے بیٹا! تمہاری پھوپو کون سا تمہاری تعلیم کے خلاف ہیں۔ تم یہاں سے پڑھنے جاؤ یا وہاں سے ایک ہی بات ہے۔" دادو نے سمجھایا۔

"نہیں دادا! میں اپنا ایم ایس سی یہیں پہ رہ کر مکمل کروں گی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے، اب اگر کسی نے مجھ پر دباؤ ڈالا تو نتائج کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہوگی۔" مائرہ سخت انداز میں کہتی ہوئی نکلی اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دادو سر پکڑ کر رہ گئیں، ضیاء آفندی بھی جانتے تھے اب اسے اپنے فیصلے سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ پھر سب نے لاکھ سمجھایا، ہادیہ نے اس کے ساتھ مغز ماری کی، پاپا نے دلائل دیے۔ بھائی نے سمجھایا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کی نا، ہاں میں نہ بدلی۔ طیبہ پھوپو نے بھی پیار سے رام کرنا چاہا مگر مائرہ بی بی کسی کے کہنے میں نہ آئیں۔ اُدھر حارث کو اس کی ہٹ دھرمی پر سخت تاؤ آرہا تھا۔ جی چاہ رہا تھا اس سنگدل کٹھور لڑکی کا گلا دبا دے مگر مجبور تھا۔ دل بھی تو اسی ظالم کا طرف دار تھا۔ مگر سب کا مائرہ کو مجبور کرنا بھی اسے ایک آنکھ نہ بھا رہا تھا۔ ابھی سب اسے سمجھانے میں لگے ہوئے تھے کہ حارث نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ابھی وہ لندن جارہا ہے اور جب تک واپس نہیں آجاتا، رخصتی کی بات کوئی نہیں کرے گا۔ چاہے وہ دس سال بعد آئے۔

ان دونوں کی ضد نے سب کو پریشان کردیا تھا مگر دونوں ہی اپنے اپنے موّقف پر ڈٹے ہوئے تھے۔ پھر حارث بنا رخصتی کیے لندن روانہ ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد مائرہ نے شکر ادا کیا اور تندہی سے اپنی پڑھائی میں مصروف ہوگئی۔ حارث بھی وہاں جاکر اس کی طرف سے بے پروا ہوگیا۔ باقی سب کو فون کرتا، ای میل کرتا، کارڈز بھیجتا مگر اس کو مکمل نظر انداز کر رکھا تھا۔ اس دوران مائرہ نے فرسٹ کلاس فرسٹ ڈویژن میں اپنا ایم ایس سی مکمل کرلیا تھا۔ حارث نے بھی اپنی پڑھائی مکمل کرلی تھی اور اب وہیں لندن میں ایک اچھی پوسٹ پر تھا اور تاحال واپسی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ گھر والے واپسی کے لیے اصرار کر کرکے تھک گئے مگر اس کا ایک ہی جواب ہوتا۔

"ابھی نہیں، ابھی میں خود کو سیٹل کررہا ہوں۔" اس کی طرف سے مایوس ہوکر بڑوں نے ہادیہ کی رخصتی کردی۔

اب وہ ارسلان کے ساتھ ایک خوش گوار زندگی گزار رہی تھی۔ باقی سب بھی اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہوگئے۔ مائرہ بہت سنجیدہ ہوگئی تھی۔ اسے حارث کی یاد بہت ستاتی مگر ہر بار انا آڑے آجاتی۔ جب اس نے وہاں جاکر بھلا دیا تو میں کیوں اسے یاد کروں۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ حارث کو گئے چار سال ہوگئے تھے۔ مائرہ نے مقامی کالج میں لیکچرر شپ اختیار کرلی تھی۔ ہادیہ ایک خوب صورت سے بیٹے کی ماں بن چکی تھی۔ ہادیہ، مائرہ کو مجبور کرتی کہ وہی حارث کو بلالے مگر مائرہ کٹھور بنی رہی۔

صبح کا اُجالا پھیلنے لگا تھا۔ مساجد سے اذان کی آواز بلند ہونا شروع ہوگئی تھی، مائرہ نے اپنا دکھتا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ ماضی کی بھول بھلیوں میں سفر کرتے رات بیت گئی تھی۔

"تو یہ طے ہے حارث آفندی کہ تم واپس نہیں آؤ گے۔ کیا پتا تم نے وہاں خود کو کسی اور کے ساتھ جوڑ لیا ہو۔ آخر کوئی یونہی تو بن باس نہیں کاٹتا۔" وسوسے اس کے دل کو سہارہے تھے۔ "ہادیہ کہتی ہے مجھے تمہیں واپس بلالینا چاہیے۔ کیا واقعی تم میری پکار کے منتظر ہو، یا نئی منزلوں نے تمہیں پرانے راستے بھلادیے ہیں؟" مائرہ سوچوں میں اُلجھی ہوئی تھی۔ "ٹھیک ہے حارث! میں ایک دفعہ تمہیں ضرور آواز دوں گی۔ تم لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ میں تمہارے لوٹنے کی آس چھوڑ دوں گی۔" مائرہ حتمی فیصلہ کرتے ہوئے اُٹھی اور وضو کرنے واش روم میں جاگھسی۔

......☆☆☆......

نیا سال
نئے لمحے نئی سوچیں
تنہا جیون، مہکتی یادیں
ہم پر تو یہ قرض رہا ہے
لمحہ لمحہ
یاد کا زہر قطرہ قطرہ پیتے رہیں
ہوکے تیرے دھیان میں گم

بیٹھے رہیں، بھیگتے رہیں
جانے کتنے موسم گزر گئے
جانے کتنے ساون آئے
جانے کتنے سال سمیٹے
جیون کی نگری خالی خالی
اب تو تھک کے ہار گئے ہیں
بعد تیرے تو جان یہ پائے
سہ نہیں سکتے کربِ جدائی
مار ڈالے گی جیون تنہائی
سال نو میں آ جانا
دکھ درد سب مٹا جانا
خالی، سونا، تنہا جیون
پیار سے اپنے بھر جانا

حارث کارڈ پہ لکھی تحریر پڑھ رہا تھا اور حیرت سے گنگ تھا۔

”کیا واقعی تم نے مجھے بُلایا ہے؟“ وہ اب بھی بے یقین تھا مگر اس نظم کا ایک ایک حرف اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ اس کے سارے گلے شکوے ایک پَل میں مٹ گئے۔ اس نے خط ایک بار نہیں کئی بار پڑھا اور پھر مسکراتے ہوئے تہہ کر کے جیب میں رکھا اور اپنا سامان پیک کرنے لگا۔ اس نے بُلایا تھا۔ اب بھی نہ جاتا یہ کیسے ممکن تھا۔

......☆......

اور پھر سب حیران رہ گئے، حارث آفندی اچانک لوٹ آیا۔ طیبہ پھوپو اسے بار بار لپٹا کر پیار کر رہی تھیں اور پیاسی مامتا کو قرار دے رہی تھیں، سب ہی بڑی گرم جوشی سے ملے۔ مائرہ نے اس کی آمد کا سنا تو خوش کن احساس سے دل دھڑک اُٹھا۔ وہ اس کے سامنے جانے سے کترا رہی تھی۔ اس میں حارث آفندی کی بولتی نگاہوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ دوسری طرف حارث مزید جدائی برداشت کرنے کے موڈ میں نہ تھا اور یوں جھٹ پٹ شادی کا پروگرام بن گیا۔

سب کچھ یوں اچانک اور اتنی جلدی میں ہوا کہ مائرہ حیران رہ گئی۔ اس وقت وہ حارث کے سجے بیڈ روم میں بیٹھی سوچ رہی تھی کہ واقعی یہ سب حقیقت ہے یا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔ حارث کی آمد پر وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

وہ جو سوچتا ہے اس کی وضاحت بھی نہیں کرتا
وہ تو کھل کے محبت بھی نہیں کرتا
جتنا ٹوٹ کے چاہا ہے ہم نے اسے
اس طرح تو کوئی عبادت بھی نہیں کرتا

”بہت انتظار کروایا ہے، کوئی یوں بھی کرتا ہے اگر جو میں مایوس ہو جاتا تو......؟“ حارث کے لبوں سے شکوہ پھسل ہی پڑا۔

”سوری!“ مائرہ نے جھٹ ہاتھ جوڑ دیے۔ حارث چند لمحے مبہوت سا اسے دیکھتا رہا۔

”تمہیں تو شاعری سے چڑ تھی پھر یہ لگاؤ کب پیدا ہوا؟ اگر تم نے اتنے شاعرانہ انداز میں نہ بُلایا ہوتا تو کبھی نہ آتا۔“ حارث نے شرارت سے کہا۔

”آپ کی جدائی نے شاعری سے بھی دلچسپی پیدا کر دی۔ کچھ تو اثر ہونا تھا نا۔“ مائرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب...... پھر تو ”خوب“ گزرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔“ حارث نے کہا تو مائرہ مسکرا دی۔

”سنو! تم نے کہا تھا کہ سال نو میں آ جانا۔ دیکھو میں واقعی سال نو میں آ گیا ہوں۔ آج یکم جنوری ہے، نیا سال شروع ہو چکا ہے اور آج سے ہماری نئی زندگی کی بھی شروعات ہوتی ہے۔ آج سے میں تمہارے تنہا سونے جیون کے سارے درد سمیٹ لوں گا۔ ان شاء اللہ۔“ حارث بڑے جذب سے کہہ رہا تھا اور مائرہ اس کے کہنے پر ایمان لا رہی تھی کہ وہ واقعی اپنے قول کا سچا تھا۔

میری کل کائنات

صدیقہ خان

میں کہتا ہوں، مجھے پلکوں کی چھاؤں میں سدا رکھنا
وہ کہتی ہے، مجھے شامل دعاؤں میں سدا رکھنا
میں کہتا ہوں، کوئی دل میں تمنا ہو تو بتلاؤ
وہ کہتی ہے، محبت کی فضاؤں میں سدا رکھنا

کسی کے چلے جانے سے زندگی رک نہیں جاتی۔ بلکہ مسلسل چلتی ہی رہتی ہے، دھیرے دھیرے زندگی کی اس چلتی ہوئی گاڑی میں، میں بھی سفر کر رہی تھی جو نجانے کب، کہاں کس منزل پہ لے جائے۔ ویسے بھی میرے نظریے کے مطابق تو زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جو جب چاہے لے لے۔ کتاب ریک میں ڈال کر سر بیڈ کراؤن پہ ٹکا کر آنکھیں موند لیں اور نجانے کب وہ نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔ آنکھ کھلی تو فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر واش روم کا رخ کیا۔ وضو کر کے نماز پڑھی، قرآن پاک کی تلاوت کر کے کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

صبح کا دھیرے دھیرے پھیلتا اجالا جھوم جھوم کر ہوا سے ملتے اشجار ربّ کی حمد و ثنا کرتی چڑیوں کی چہچہاہٹ نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ سرد ہوا کے جھونکے چہرے سے ٹکرائے تو جھرجھری سی لے کر سوچوں کی دنیا سے نکل آئی۔ چپل پاؤں میں اڑس کر باہر نکل آئی۔ شبنم کے قطرے گھاس کی زینت بنے ایسے لگ رہے تھے جیسے گھاس میں چمکتے ہوئے موتی پروئے ہوں۔ پیروں کو چپل کی قید سے آزاد کر کے ننگے پاؤں گھاس پر چلنے لگی، فلک پر ابر کے امنڈتے ٹکڑے اور دھیرے دھیرے چلتی ہوا صبح سورج کے نکلنے سے پہلے والا یہ وقت اسے بہت بھلا لگتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اندر چلی آئی۔ کچن میں جا کر ناشتے کی تیاری کرنے لگی، کیونکہ اس کے بھائی کے آفس جانے کا ٹائم ہو رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔ ناشتہ ٹیبل پر لگا کر بھائی کو آواز دی۔ جو آفس جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ ناشتہ کر کے اسجد بھائی آفس جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ کمرے سے ان کا بریف کیس لے آئی۔ دروازے تک انہیں چھوڑ کر وہ اندر چلی آئی۔ ناشتے کے برتن سمیٹے، کچن اور گھر کی صفائی کر کے اپنا حلیہ درست کیا، کمرے میں جا کر پرس اور اپنی نئی لکھی کہانی اٹھائی اور گھر کو تالا لگا کر ایڈیٹر کے آفس چل دی۔ اب تک اس کے کئی ناولز

رسالوں کی زینت بن چکے تھے۔ لوگوں کے خط اور کہانیوں پہ تبصرے پڑھ کر اسے جو خوشی ہوتی تھی، شاید وہ بیان نہ کر سکتی تھی۔

☆☆☆......

آج تعبیر کی برتھ ڈے تھی۔ اسجد بھائی اس کے لیے کتابوں کا خوب صورت گفٹ لائے تھے۔ آج تنہا بیٹھ کر وہ امی اور ابو کو یاد کر کے خوب روئی تھی۔

اس کے ماں باپ بم دھماکے میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ۵ سال بڑے اسجد بھائی ماں باپ کے انتقال کے بعد اس کی کل کائنات تھے۔ بی ایس سی کرنے کے بعد اس نے تعلیم کو خیرآباد کہا اور اپنے من پسند بچپن کے شوق کو پورا کرنے کی غرض سے قلم تھام لیا۔

لکھنا اس کا خواب تھا جو دھیرے دھیرے اسے تعبیر بخش رہا تھا۔ اپنی ہر نظم بھائی کو سنانا، ان سے اصلاح کروانا، کہانیوں پر اسجد بھائی کے کمنٹس کو غور سے سننا اور ان سے داد وصول کرنا اسے بہت اچھا لگتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی خوشیوں پہ محیط ان کا یہ خوبصورت آنگن جس کے سدا آباد رہنے کی دعا وہ دن رات کرتی تھی۔ کبھی کبھی رات کو سوتے ہوئے خواب میں وہ ماں باپ کی خون میں ڈوبی ہوئی لاشیں دیکھتی تو چیخ مار کر اٹھ بیٹھتی، تب اسجد بھائی کے دلاسے، پیار، شفقت سے وہ واپس زندگی کی طرف لوٹنے لگی، وقت سب سے بڑا مرہم ہے جو دھیرے دھیرے ہر زخم بھر دیتا ہے۔ بھائی کے معاملے میں وہ بہت حساس تھی۔ ڈھیر ساری دعاؤں کے حصار میں انہیں دروازے تک چھوڑنا، اس کی عادت بن چکی تھی۔ شاید کوئی خوف ابھی تک دل کے تہہ خانوں میں چھپا تھا۔ وقت دھیرے دھیرے گزرنے لگا۔

اسجد بھائی نے اپنے کولیگ محمد رافع کے ساتھ اس کی رائے جان کر رشتہ طے کر دیا۔ دونوں میں تھوڑی بہت ناراضی بھی ہوئی۔ تعبیر چاہتی تھی پہلے اسجد بھائی کی شادی ہو جبکہ اسجد بھائی پہلے بہن کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔

تھوڑی بہت منتیں کر کے اسجد بھائی نے اسے منا لیا تھا، شادی کی تاریخ ایک ہفتے بعد طے پائی تھی۔ وہ بھائی سے جہیز کے نام پر کچھ نہیں لینا چاہتی تھی، لیکن اسجد بھائی اسے وہ سب دینا چاہتے تھے جو ہر لڑکی کا ارمان ہوتی ہے۔

آج خوب گھوم پھر کر ڈھیر ساری خریداری کرنے کے بعد وہ اسے کھڑے رہنے کی تاکید کر کے خود سڑک کے دوسری طرف کھڑی گاڑی لانے گئے، جو ٹریفک جام ہونے کے باعث سڑک کے کنارے ہی کھڑی کر دی تھی۔ جیسے ہی وہ گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگے تو تیزی سے گزرتی گاڑی میں زوردار دھماکہ ہوا، اردگرد کی ساری گاڑیاں چکنا چور ہو گئی تھیں، ہر طرف دھواں اور گرد و غبار پھیل گیا۔

''اسجد...... بھائی......؟''

بے جان ہوتے وجود کے ساتھ اس کے لب کپکپائے۔

دونوں ہاتھوں میں پکڑے شاپر پھسل کر سڑک پہ جا گرے، وہ انہیں روندتی ہوئی لڑکھڑاتی گرتی پڑتی، اپنی کل کائنات کو ڈھونڈنے جا رہی تھی۔ گرد و غبار چھٹا تو لوگوں کے خون میں لتھڑے اعضاء ہر طرف بکھرے

ہوئے تھے اور لوگ زخمی حالت میں کراہ رہے تھے۔ لرزتے پاؤں اور کانپتے ہاتھوں کے ساتھ جب وہ اسجد بھائی کی گاڑی کے پاس پہنچی تو اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا، چونک کر پاؤں کی جانب نگاہ کی تو...... زمین و آسمان گھومتے دکھائی دینے لگے۔

سر میں درد کی ایک لہر اٹھی۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا، اور وہ بے جان ہو کر پاس پڑی بھائی کی خون میں لت پت لاش کے پاس گر پڑی۔ اس کے دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی۔ ماں باپ کے جانے کا دکھ تو اس نے سہہ لیا تھا، لیکن بھائی کی موت پر وہ جان کی بازی ہار بیٹھی، ایک بار پھر یہ چھوٹا سا آنگن بارود کی نذر ہو گیا۔

اور جانے کتنوں سے ان کے اپنے بچھڑ گئے۔ چیخ و پکار کے ساتھ لوگ اپنوں کی لاشوں کو وصول کر رہے تھے۔ نہ جانے کس ناکردہ جرم کی سزا مل رہی تھی انہیں۔ بس ایک ہی جیسے سوال تھے کئی لبوں پر......

''کیا ہے یہ سب......؟ کیوں کھیلی جا رہی ہے یہ خون کی ہولی......؟ کون ہیں یہ لوگ......؟ جو اپنے ہاتھوں سے اپنے چمن کو اجاڑ رہے ہیں؟ امن کا سورج کب طلوع ہوگا......؟''

لیکن اس کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔

نورین شاھد

السلام علیکم! شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ کیسے مزاج ہیں آپ سب کے؟ میں بھی بالکل ٹھیک ہوں (ارے میں کون ہوں) جی میرا نام ہے نورین شاہد اور میرا تعلق رحیم یار خان سے ہے۔ اپنے والدین کی پہلی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے میں 30 جون کی تپتی رات میں ٹھنڈک کا احساس بن کر دنیا میں آئی میرے دو بھائی اور چار بہنیں ہیں، پہلے نمبر پر میں پھر نوشین، بلال، مہرین، ابرار، فاریہ اور جویریہ۔ میں تھرڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں، بی ایس سی کر رہی ہوں۔ میرے ابو اور امی بہت اچھے ہیں اللہ انہیں لمبی عمر اور صحت و تندرستی عطا فرمائے، آمین۔ جی تو مجھے کالا، سفید، فیروزی رنگ پسند ہے، کھانے میں پلاؤ، کسٹرڈ، چائے، گلاب جامن پسند ہیں۔ چوڑیاں (کسی اور کے پہنے ہوئے) اچھی لگتی ہیں۔ مہندی لگانا پسند ہے صرف تھوڑی بہت لگائی آتی ہے، شلوار قمیص اور لمبا دوپٹا پسند ہے، مجھے سورج کو طلوع و غروب ہوتے دیکھنا، چاند کو دیکھنا، کہانیاں پڑھنا، ٹیرس پر کھڑے ہو کر دور تک دیکھنا، لان میں بیٹھ کر چائے پینا، سرسبز گھاس پر ننگے پاؤں چلنا بہت پسند ہے۔ میں ایف ایم بہت زیادہ سنتی ہوں، خاص طور پر ایف ایم 105 کے آر جے خرم، منصور عباس، دعا اور فضا آپی، عثمان حبیب، حمید کنول، صدیق کنول، وسیم ارشد اور ایف ایم 99 کے اسد چوہدری اور سارینہ بہت پسند ہیں۔ ایف ایم میں کام کرنے کا بہت شوق ہے اور جلد یہ خواب پورا ہو جائے گا میرے دوست بہت کم ہیں، دوست بنانا نہیں آتے مجھے ویسے میری بیسٹ فرینڈ ماریہ اور تہمینہ ہیں۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف تو خامیاں ہیں کہ غصہ بہت زیادہ آتا ہے جلدی چڑ جاتی ہوں، نماز ریگولر نہیں پڑھتی، خود غرض لوگ پسند نہیں ہیں۔ خامیاں تو بتا دیں اب خوبیاں تو بقول امی اور نوشی کوئی بھی نہیں ہے ویسے میں بہت حساس ہوں اور پتا نہیں بندہ اپنے منہ میاں مٹھو بنے اچھا نہیں لگتا۔ میں نیوز بہت سنتی ہوں اینکرز میں عائشہ بخش اور محمد جنید پسند ہیں، سنگرز میں عاطف اسلم، راحت فتح علی خان، ثریا گھوشال، مہدی حسن، نور جہاں بہت اچھے لگتے ہیں۔ ایکٹرز میں محمد علی، زیبا، وحید مراد، ایشوریا، مادھوری پسند ہیں، ایک پیغام آپ سب کے نام۔ ''اپنے روٹھے ہوئے دوست کو بار بار مناؤ کیونکہ ہیروں کی مالا ٹوٹ کر بھی ہیروں کی رہتی ہے۔'' اللہ حافظ۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

اقصی اسلم
جواب: استغفار اور درود شریف کی 1/1 تسبیح روزانہ عشاء کی نماز کے بعد۔

سونیا ناز
جواب: سورۃ فرقان آیت 70,74 مرتبہ اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، فجر کی نماز کے بعد جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

صائمہ نورین
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ یٰسین کی تلاوت کیا کریں روزانہ دعا کیا کریں اپنے لیے۔

کوثر خان
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان، آیت 70,74 مرتبہ، اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے بچوں کے لیے دعا کریں جلد اور اچھے رشتوں کے لیے یہ وظیفہ آپ نے کرنا ہے سورۃ فرقان اور سورۃ الناس، عشاء کی نماز کے بعد 1/1 تسبیح کیا کریں، اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف جو پریشانیاں آرہی ہیں ان کے لیے یہ وظیفہ بچے خود کریں، صدقہ بھی دیں۔

وجیہہ عبید
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان، آیت 70,74 مرتبہ، اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں، والدہ بھی کرسکتی ہیں۔

زھرہ حیات
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان، آیت 70,74 مرتبہ، اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

حرا
جواب: سورۃ آل عمران، آیت 38، کثرت سے پڑھا کریں۔

ثناء عامر
جواب: سورۃ آل عمران، آیت 38، کثرت سے پڑھا کریں۔

سارہ حفیظ
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان، آیت 70,74 مرتبہ، اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔
مغرب اور عشاء میں 11/11 مرتبہ سورۃ الفلق، سورۃ الناس پڑھ کر دم کیا کریں۔

عثمان احمد
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان، آیت 70,74 مرتبہ، اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

عنایت محمود
جواب: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نمازوں کے بعد 11/11 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔

ثمرین اسامہ
جواب: سورۃ آل عمران آیت 38 کثرت سے پڑھا کریں دعا میں بھی۔

نور حرا
جواب: رخصتی ہونے تک وظیفہ جاری رکھیں، سورۃ فرقان، سورۃ صفات اب نہ پڑھیں، ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ قل شریف معمول میں رکھیں آگے کے لیے بھی بہت فائدہ مند ہیں۔

رینا خان
جواب: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھا کریں ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ، دم کرلیا کریں۔ اولاد کے لیے آل عمران آیت 38، اس کو کثرت سے پڑھا کریں خاص کر دعا میں۔

عائشہ سلیم
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت 70,74 مرتبہ اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، جلد اور اچھے رشتہ کے لیے دعا کریں۔

علیزہ احمد
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت 70,74 مرتبہ اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، جلد اور اچھے رشتہ کے لیے دعا کریں۔

عمر احمد
جواب: فجر کی نماز کے بعد "یا لطیف یا ودود" 111 مرتبہ اول و آخر 3-3 مرتبہ درود شریف، پڑھ کر پانی پر دم کرلیں صبح انہیں وہ پانی پلادیں، نیت ہو کہ ان کا دل میری طرف مائل ہوجائے۔
عشاء کی نماز کے بعد 1-1 تسبیح سورۃ الفلق، سورۃ الناس اول و آخر 11-11 مرتبہ درود شریف، نیت ہو جو نفرت اور عداوت ہے ہم دونوں میں وہ ختم ہوجائے اور وہ ان حرکتوں سے باز آجائیں، تصور میں لاکر دم بھی کریں، صدقہ بھی دیں۔

شاھدہ پروین
جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت 70,74 مرتبہ اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، جلد اور اچھے رشتہ کے لیے دعا کریں۔
سورۃ الفلق اور سورۃ الناس، بیٹی 1-1 تسبیح کرے عشاء کی نماز کے بعد روزانہ رکاوٹ ختم کرنے کے لیے، صدقہ بھی دیں۔

عمر احمد
جواب: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس عشاء کی نماز کے بعد 1-1 تسبیح روزانہ اول و آخر 11/11 مرتبہ درود شریف، اس سے جان چھڑانے کے لیے، پڑھنے کے بعد اس پر دم بھی کریں۔

افصاء نور
جواب: سورۃ العصر 21 مرتبہ اول و آخر 3-3 مرتبہ درود شریف یا تورات سرہانے کھڑے پڑھنے یا پانی پر دم کرکے پلا میں روزانہ، نیت ہو حق ادا کرے۔

فرحانہ فیض
جواب: یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جنوری ۲۰۱۴ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ....

بیاضِ دل

میمونہ رومان

biazdill@aanchal.com.pk

فیاض اسحاق مہانہ......سلانوالی

کسی کو دیکھوں تو آنکھوں میں ماہ و سال ملیں
کہیں بکھرتی ہوئی دھول میں کئی سوال ملیں
آؤ کچھ دیر دسمبر کی دھوپ میں بیٹھیں
یہ فرصتیں شاید نہ اگلے سال ملیں

امبر گل......جھڈو، سندھ

یاد بھی اب کے آیا وہ جاگ اٹھی ہے خواہش بھی
تازہ دکھ اور سَرد ہَوا ہے سال کی پہلی بارش بھی
ہجر کا اب دستور نیا ہے سارے لوگ بتاتے ہیں
زخم چھپانا اچھا نہیں ہے، زخموں کی آرائش بھی

شمع مسکان......جام پور

یہ سال بھی اداس رہا روٹھ کر گیا
تم سے ملے بغیر دسمبر گزر گیا

ایس آر مسکان......جام پور

جنوری کی سَرد خنک شام میں
اس کا سرد لہجہ رلاتا ہی رہا
بے رخی سے رخ موڑ کر
وہ چلا گیا اور میں پکارتا ہی رہا

زائمہ اینڈ جانی......میانوالی

جدا کر کے اسے خود سے میں گھر آ کر بہت رویا
جہاں جاتے تھے ہم دونوں، وہاں جا کر بہت رویا
پہلے میں اس کا رونا سوچ کر ہنستا رہا
میں پھر اس کی ہنسی کو ذہن میں لا کر بہت رویا

نور سحر شاہ......مانسہرہ

تنہا اداس چاند کو سمجھو نا بے خبر
سب کچھ وہ سن رہا ہے مگر بولتا نہیں

حنا مریم......نامعلوم

ہم تو موجود تھے راتوں میں اجالوں کی طرح
لوگ نکلے ہی نہیں ڈھونڈنے والوں کی طرح
ہم دل تو کیا روح میں اتر جاتے
تم نے چاہا ہی نہیں چاہنے والوں کی طرح

بشریٰ نوید باجوہ......اوکاڑہ

تم آؤ تو زندگی کٹ جائے ہمدم
کہاں کوئی اب ہم نوا ہے
یزیدیت کا دور ہے چار سو نوید
حسینی لشکر اب کہاں ہے

اقصیٰ زرگر، ہنسیاں زرگر......جوڑہ

آغازِ عشق تو خوب تھا یارو کیا کہوں
پہلے تو تھی دل لگی اب دل کو جا لگی

ارم کمال......فیصل آباد

قلم ہو، تیغ ہو، تیشہ کہ ڈھال مت چھینو
کبھی کسی سے کسی کا کمال مت چھینو
ابھی بجھاؤ نہ کینڈل نہ کیک کاٹو ابھی
کچھ اور دیر میرا پچھلا سال مت چھینو

فائقہ سکندر حیات......لنگڑیال، گجرات

عجیب سانحہ گزرا ہے مجھ پر آج کی شام
میں آج شام تمہارے ہجر میں اداس نہ تھا
اب ایک سال تو ایک ہی غم کافی ہے
تمہاری سالگرہ پر میں تمہارے پاس نہ تھا

نادیہ کامران......کہوٹہ

وقت گزرا تو یہ ملال ہوا
ختم اک زندگی کا سال ہوا
اتنی شدت سے کوئی یاد آیا
آج جینا بڑا محال ہوا

صالحہ امتیاز......چیچہ وطنی

تو نے نفرت سے جو دیکھا تو مجھے یاد آیا
کیسے رشتے تیری خاطر یونہی توڑ آیا ہوں
کتنے دھندلے ہیں یہ چہرے جنہیں اپنایا ہے
کتنی اجلی تھیں وہ آنکھیں جنہیں چھوڑ آیا ہوں

سحرش خان بھٹو......کراچی

وہ کر نہیں رہا تھا میری بات کا یقین
پھر یوں ہوا کہ مر کے دکھانا پڑا مجھے
اس اجنبی سے ہاتھ ملانے کے واسطے
محفل میں سب سے ہاتھ ملانا پڑا مجھے

منزہ بھٹی......پتوکی

میرے ہم سفر کا یہ حکم تھا
کہ کلام اس سے میں کم کروں
میرے ہونٹ ایسے سلے کہ پھر
میری چپ نے اس کو رلا دیا

فائزہ بھٹی......پتوکی

جو چھت بھی میسر ہو اس پر قناعت کر
تو عورت ہے کوئی نہیں ہے گھر تیرا

فصیحہ آصف خان......ملتان

وہ چاہتا ہے میرا ہر انداز اس پہ عیاں ہو
جو حوصلہ لفظوں میں نہیں کیسے سخن بیاں ہو
اسے یہ ضد کہ میں پرت پرت کھلوں اس پر
یہ میری انا کہ اک حرف بھی نہ ورد زباں ہو

ساریہ چوہدری......گجرات

تو اس طرح پلٹے گا بازی ہم نے سوچا کب تھا
یار ہی لوٹ لے گا یار کو ہم نے سوچا کب تھا
کبھی آئے گی یوں زندگی میں شب فراق بھی
ہنسیں گے ہماری تنہائی پر در و دیوار بھی یہ سوچا کب تھا

مبشرہ سحر......عبدالحکیم

یارب یہ جتنے گھر ہیں اجالوں سے دور دور
اتنی ہی روشنی میں ستاروں سے چھین لوں
جتنے غریب تن ہیں لبادوں سے بے نیاز
اتنی ہی چادریں میں مزاروں سے چھین لوں

سیدہ جیا عباس کاظمی......تلہ گنگ

...ے دشمنوں کی نظر میں بھی مرا قد بڑا ہی رہا سدا
...ری ماں کی پیاری دعاؤں نے مجھے ذلتوں سے بچالیا
...ے پہلے پہلے جو دیکھ کر ترا حال تھا مجھے یاد ہے

کبھی جل گئیں تیری روٹیاں، کبھی ہاتھ تو نے جلا لیا

زین الدین صدیقی......کراچی

وہ مجھ سے سارے رشتے توڑ کے چلے گئے بس یہ کہہ کر
میں تو تم سے محبت سیکھنے آیا تھا کسی اور کے لیے

اقراء وسیم......کراچی

خوشیوں کا وقت بھی کبھی آ ہی جائے گا ساگر
غم بھی تو مل رہے ہیں تمنا کیے بغیر

ماریہ وسیم......کراچی

اپنی خوشیاں لٹا کر اس پر قربان ہو جاؤں
کاش کچھ دیر اس کے شہر میں مہمان ہو جاؤں
وہ اپنا نایاب دل مجھ کو دے اور پھر مانگے
میں مکر جاؤں اور بے ایمان ہو جاؤں

دانش......کراچی

یونہی خالی پلکیں جھکا دینے سے نیند نہیں آتی
سوتے وہی لوگ ہیں جن کے پاس کسی کی یاد نہیں ہوتی

عبدالرحمن......کراچی

تمھاری یاد کی خوشبو میرے دامن سے لپٹی ہے
بڑا اچھا سا لگتا ہے تمھیں ہی سوچتے رہنا

جویریہ ضیاء......کراچی

کہا اس نے، دعائیں زندگی کی مانگتے کیوں ہو
کہا میں نے، مری اس ذات سے منسوب تم ہو نا
کہا اس نے، کہ جنت میں خدا سے کس کو مانگو گے
کہا میں نے، میرے ہمدم، مرے محبوب تم ہو نا

ہالہ سلیم......کراچی

میرے ہمسفر، تیری نذر رہیں میرے دل کی یہ شدتیں
میرے خواب، میری بصارتیں، میری دھڑکنیں، میری چاہتیں
میرے روز و شب کے نصاب میں، میرے پاس اپنا تو کچھ نہیں
تیرا قرض ہے میری زندگی، میری سانس تیری امانتیں

ڈش مُقابلہ

طلعت آغاز

انڈے کا حلوہ

اجزاء:۔

انڈے	12 عدد
پھیکا کھویا	3 پاؤ
چھوٹی الائچی	8 عدد
چینی	2 پیالی
تیل	2 پیالی
چینی	1 چائے کا چمچ
اُبلے بادام پستے	حسب ضرورت

ترکیب:۔

پہلے 8 عدد چھوٹی الائچی کو 1 چائے کا چمچ چینی کے ساتھ ملا کر پیس لیں۔ اب 12 عدد انڈے 3 پاؤ پھیکا کھویا، 2 پیالی چینی، 2 پیالی تیل اور الائچی اچھی طرح ملا لیں اور تمام اجزاء کو یک جان کر کے دیگچی یا کڑھائی میں پکائیں جب وہ خشک ہونے لگے تو جلدی جلدی چمچہ چلاتے ہوئے بھوننا شروع کر دیں۔ جب تیل الگ ہونے لگے اور حلوہ دانے دار ہونے لگے تو وہ تیار ہے۔ اس کے بعد ایک تھالی میں ذرا سی چکنائی لگا کر حلوہ پھیلائیں اور اوپر سے حسب ضرورت اُبلے بادام پستے ڈال کر سرو کریں۔

ماریہ انصاری...... کراچی

گاجر کا حلوہ

اجزاء:۔

گاجر (باریک کدوکش کر لیں)	ایک کلو
خشک دودھ	تین پیالی
چینی	دو پیالی
چھوٹی الائچی	چھ عدد
چینی	دو چمچ
بادام پستہ (چھلے ہوئے)	دس عدد
پسا ہوا ناریل	دو چمچ
چاندی کے ورق	چار عدد
اخروٹ کی گریاں	آٹھ، دس عدد
کوکنگ آئل	ایک بڑا چمچ

ترکیب:۔

گاجروں کو دھو کر چھیل لیں اور کدوکش کر کے کچھ دیر کے لیے بھاپ دیں اس کے بعد ان گاجروں کو اچھی طرح کچل کر چولہے پر چڑھا کر خشک کر لیں۔ جب پانی پوری طرح ختم ہوتا ہوا نظر آئے تو ایک دیگچی میں گھی گرم کر کے الائچی ڈال دیں، تھوڑی دیر کڑکڑانے کے بعد گاجریں اور دودھ ڈال کر آہستہ آہستہ بھونیں یہاں تک کہ براؤن ہونا شروع ہو جائے، اب چینی اور اخروٹ شامل کر کے اچھی طرح مکس کر دیں۔ شیرا خشک ہونے لگے اور تار بننے لگیں تو چولہے سے اتار لیں۔ ایک تھالی میں چکنائی لگا کر اس کے اوپر حلوہ پھیلا دیں، اوپر سے میوہ ڈال دیں اور چاندی کے ورق کے ساتھ سجا کر پیش کریں۔ اسے اسی طرح حلوے کی صورت میں بھی پیش کیا جا سکتا ہے جب کہ کچھ خواتین اسے اچھی طرح خشک کر کے برفی کی شکل کی ٹکڑیوں میں کاٹ کر بھی سرو کرتی ہیں۔

رمشا نور...... کراچی

ملواری فش

اجزاء:۔

مچھلی (بڑے پیس والی)	ایک کلو
ٹماٹر (باریک کٹے ہوئے)	آدھا کلو
املی کا پانی	آدھا کپ
ادرک، لہسن کا پیسٹ	ایک چمچ
سرخ مرچ (پسی ہوئی)	ایک چمچ
نمک	حسب ذائقہ
ہلدی	آدھا چمچ
رائی اور کلونجی	ایک ایک چمچ
بگھار کے لیے	
کڑی پتہ	تھوڑا سا
کوکنگ آئل	ایک کپ

ترکیب:۔

حسب ضرورت آئل گرم کر کے اس میں ٹماٹر، ادرک، لہسن، لال مرچ، نمک، ہلدی ڈال کر اچھی طرح بھون لیں پھر ایک کپ پانی اُبلنا شروع ہو تو اس میں مچھلی ڈال دیں جب مچھلی گل جائے تو اس میں املی کا پانی ڈال دیں۔ اس کے بعد باقی بچا ہوا تیل فرائی پین میں ڈال کر رائی کلونجی اور کڑی پتے کا بگھار لگا دیں، لذیذ ملوائی فش تیار ہے، اُبلے ہوئے چاولوں کے ساتھ نوش فرمائیں۔

عیشا نور...... کراچی

پنجابی گاجر کا زردہ

اجزاء:۔

باسمتی چاول	ڈیڑھ کلو
نمک	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
کدوکش گاجر	دو کپ
کھوپرا (پسا ہوا)	ڈیڑھ کپ
کشمش	ڈیڑھ کپ
بادام	20 عدد
پستے	20 عدد
چھوٹی الائچی	6 عدد
گھی	ڈیڑھ کپ
چینی	ڈیڑھ کلو

ترکیب:۔

سب سے پہلے چاول کو تیس منٹ کے لیے بھگو دیں، اب ایک پین میں پانی میں نمک ڈال کر چاول اس میں پکا لیں یہاں تک کہ چاول تیار ہو جائیں پھر پانی نکال کر چاول کو ایک طرف رکھ دیں۔ ایک پین میں گھی گرم کر کے اس میں چینی اور ڈیڑھ کپ پانی ڈال کر پکا لیں، یہاں تک کہ چینی حل ہو جائے۔ اب اس میں اُبلے ہوئے چاول ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اور دس منٹ کے لیے تیز آنچ پر پکا لیں یہاں تک کہ پانی سوکھ جائے۔ اب اس میں کدوکش گاجر ڈال دیں اور پندرہ منٹ کے لیے دَم پر رکھ دیں۔ اب اسے سرونگ ڈش میں ڈال کر بادام پستے، کھوپرا اور کشمش کے ساتھ گارنش کر کے سرو کریں۔

نازیہ علی...... حیدر آباد

لوکی کا حلوہ

اجزاء:۔

لوکی یا کدو (چھلکا اتار کر کدوکش کر لیں)	ڈیڑھ کلو
پھیکا کھویا	دو پیالی
چینی	تین پیالی
بادام، پستہ	دس عدد
ناریل (پسا ہوا)	ایک پیالی
کوکنگ آئل/گھی	چار کھانے کے چمچ

تیاری کا طریقہ:۔

سب سے پہلے لوکی کو دھو کر اچھی طرح کدوکش کر لیں اور اس کے بعد دو سے تین منٹ کے لیے گرم پانی میں ڈال کر نکال لیں۔ پانی کو نچوڑ کر الگ کرنے کے لیے ایک چھلنی میں رکھ دیں تاکہ کدوکش کی ہوئی لوکی تقریباً خشک ہو جائے، اب ایک کھلے منہ کی دیگچی یا کڑاہی میں گھی یا کوکنگ آئل ڈال کر چولہے پر چڑھا دیں جب اچھی طرح گرم ہو جائے تو الائچی ڈال کر کڑکڑائیں اور پھر چینی ڈال دیں۔ جب آپ کو ایسا دکھائی دے کہ چینی کا شیرہ بننے والا ہے تو اس میں لوکی اور کھویا شامل کر دیں اور چمچ کے ساتھ اچھی طرح مکس کر دیں تاکہ حلوے میں میٹھا کہیں کم اور کہیں زیادہ محسوس نہ ہو اب اس میٹریل کو کچھ دیر کے لیے اچھی طرح بھونیں اور بھنائی کے دوران باری باری اوپر بتائے گئے میوہ جات بھی شامل کرتی جائیں جب خوشبو اٹھنے لگے تو کڑاہی کو کچھ دیر کے لیے ڈھانپ کر دم پر رکھ دیں لیکن خیال رہے کہ آنچ دھیمی ہونی چاہیے تاکہ حلوہ نیچے نہ لگنے پائے، جب حلوہ خشک ہو جائے تو اتار کر ٹھنڈا کر لیں اور سرونگ ڈش میں ذرا سی چکنائی لگا کر اس میں پھیلا دیں۔ گارنشنگ کے لیے حلوے کے اوپر کٹا ہوا بادام اور پستہ چھڑک دیں، ساتھ ساتھ تھوڑا سا پسا ہوا ناریل بھی چھڑک دیں اور چاندی

کے ورق لگا کر پیش کریں۔ خوش ذائقہ لوکی کا حلوہ تیار ہے۔ جدید طبی تحقیق کے مطابق کدو ایک انتہائی صحت بخش سبزی ہے جب کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے بے حد پسند فرماتے تھے لیکن اکثر اوقات بچے اور کچھ بڑے بھی کدو کو زیادہ شوق سے نہیں کھاتے ایسے میں اس کا حلوہ بنا کر اس کے قدرتی فوائد سے مستفید ہوا جاسکتا ہے۔

صبا حبیب...... کراچی

توا مچھلی

اجزاء:

مچھلی	آدھا کلو
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
لہسن (پسا ہوا)	آدھا کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
براؤن پیاز	دو کھانے کے چمچ
زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
کٹی ہوئی مرچ	دو کھانے کے چمچ
دہی	چوتھائی کپ
ٹماٹر (باریک کٹے ہوئے)	آدھا کپ
آئل	چوتھائی کپ

ترکیب:

مچھلی میں تمام اجزاء ملا کر ایک گھنٹے کے لیے رکھ دیں پھر تھوڑا سا تیل ڈال کر فرائی کریں۔ پانچ منٹ تک ہلکی آنچ پر فرائی کریں اس کا پانی خشک ہوجائے تو اتار لیں۔ نسبتاً بڑے توے میں تیل گرم کر کے اس میں پہلے لہسن، ادرک اور باریک کٹے ہوئے ٹماٹر بھی ڈال دیں پھر تمام مصالحہ شامل کر کے آخر میں دہی بھی شامل کریں۔ تلی ہوئی مچھلی کے قتلے آہستہ سے مصالحے میں ڈالتی جائیں اور بالکل دھیمی آنچ پر اسے بھونیں، اب اس میں ہری مرچ، پودینے اور کٹی ہوئی ادرک سے گارنش کے بعد نان کے ساتھ پیش کریں۔

صائمہ شیخ...... لاہور

ریڈ سوپ

اشیاء:

ٹماٹر	ایک کلو
گوشت (ہڈی والا)	آدھا کلو
گھی	آدھا کپ
ادرک (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچہ
لہسن	ایک چائے کا چمچہ
گاجر	دو عدد
پیاز	دو عدد
پانی	چار لیٹر
ڈبل روٹی	آٹھ سلائس
دار چینی	ایک ٹکڑا
نمک	ایک چائے کا چمچہ
پاؤڈر سیاہ مرچ	آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب:

ٹماٹر کو دو کلو پانی میں خوب پکائیں جب ٹماٹر گل جائیں تو مکسچر میں ڈال کر نمک ملائیں اور مکس کریں پھر اس آمیزے کو چھان کر ساس پین میں ڈال لیں۔ گوشت میں نمک، مرچ، ایک عدد پیاز، ادرک، لہسن کا پیسٹ، گاجر اور دار چینی کا ٹکڑا ڈال کر دو کلو پانی میں پکائیں، جب گوشت گل جائے اور پانی رہ جائے تو یخنی کو چھان کر ٹماٹر والے آمیزے میں ملا کر دوبارہ آنچ پر رکھ دیں۔ گوشت اور ابلے ہوئے گاجر کے ٹکڑوں کو الگ سے فرائی کریں، گھی میں ایک عدد پیاز سرخ کر کے اس کا بگھار سوپ میں ڈال دیں۔ سوپ آپ کی پسند کے مطابق تیار ہوجائے تو پیالے میں نکال لیں اور فرائی کیے ہوئے گوشت اور گاجر کو اس میں ملائیں، ڈبل روٹی کے سلائس گھی میں فرائی کر کے اس کے ٹکڑے کرلیں اور سوپ نوش کرتے وقت اپنے پیالوں میں ڈبل روٹی کے ٹکڑے ڈال کر نوش کریں، یہ بے حد غذائیت بخش سوپ ہے۔

بتول زیدی...... اسلام آباد

چائنیز سوپ

اشیاء:

چکن (ثابت پیس)	ایک عدد
گھی	آدھا کپ
دودھ	ایک کپ
پانی	حسب ضرورت
سویا ساس	دو کھانے کے چمچے
شلغم	ایک عدد
ٹنڈا	ایک عدد
پیاز سبز	چار عدد
ادرک	ایک پیس
لہسن	آدھی پوتھی
پیاز خشک	ایک عدد
سبز دھنیا	چند پتے
سیاہ مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
نمک	آدھا چائے کا چمچہ
میدہ	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب:

ثابت مرغی کے چار ٹکڑے لے لیں، اسے دو لیٹر پانی میں ڈال کر پکائیں، اس میں ایک عدد خشک پیاز چار ٹکڑے کر کے ڈال دیں۔ ثابت لہسن، ادرک کا ایک ٹکڑا، نمک اور سیاہ مرچ شامل کردیں۔ اس کے ساتھ شلغم چار ٹکڑے کر کے ڈال دیں اور ایک گھنٹہ تک ان سب کو ابالیں۔ سوپ تیار ہوجائے تو گوشت کو نکال کر ایک ایک انچ چوڑے ٹکڑے کرلیں۔ سوپ میں شامل تمام اشیا کو گرینڈ کر کے پیسٹ بنالیں اور سوپ کو چھان کر ایک بڑی ساس پین میں ڈال دیں اور دوبارہ دھیمی آنچ پر رکھ دیں۔ ٹنڈے کے اوپر سبز چھلکا اتار کر اندر سے گودا بھی نکال دیں اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں۔ سبز پیاز کو بھی ایک ایک انچ برابر کاٹ لیں۔ گھی میں میدہ ڈال کر سرخ کریں اس میں سبز پیاز، ٹنڈا اور گوشت کے ٹکڑے ڈال کر فرائی کریں ساتھ ہی سویا ساس بھی ملادیں۔ سوپ ڈال کر چند منٹ تک تمام اشیا کو ابال لیں، ابلتے ہوئے سوپ میں گرینڈ کیا ہوا آمیزہ بھی ملادیں، سوپ تیار ہوجائے تو سبز دھنیا کاٹ کر چھڑک دیں اور نوش فرمائیں۔

یاسمین بیگم...... کراچی

رائس ٹماٹو سوپ

اشیاء:

چاول	ایک کپ (اُبلے ہوئے)
ٹماٹر	2 عدد (کٹے ہوئے)
پیاز	ایک عدد
یخنی	چار پیالی
مکھن	2 کھانے کے چمچے
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی
سلاد کے پتے	چند ایک
نمک، سیاہ مرچ	حسب ذائقہ

ترکیب:

پیاز باریک کاٹ کر مکھن میں فرائی کریں۔ اُبلے ہوئے چاول، سلاد کے پتے باریک کاٹ کر فرائی پیاز میں ملادیں۔ یخنی ملا کر اُبلنے دیں۔ آنچ دھیمی رکھیں۔ جب سوپ پسند کے مطابق تیار ہوجائے تو ہرا دھنیا، نمک اور پسی ہوئی سیاہ مرچ چھڑک کر خود بھی کھائیں اور ہمسایوں کے گھر والے بھی نوش فرمائیں اور سائرہ کو ڈھیر ساری دعائیں دیں۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی
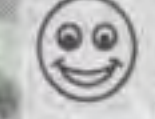
بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

عابدہ ظہور...... احسان پور

سوال: میرا مسئلہ ہے کہ میری آنکھ کے ساتھ نشان ہے جو سیاہ رنگ کا ہے' بچپن میں میری آنکھ سے پانی بہتا تھا وہ نشان بہت بُرا لگتا ہے' میں کافی کریمیں استعمال کرچکی ہوں مگر نشان ختم نہیں ہوتا اس کے لیے کوئی اچھی سی کریم یا کوئی ٹوٹکا بتادیں۔

میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے میرا کلر نارمل فیئر ہے میں بہت زیادہ فیئر کلر چاہتی ہوں اور مجھے پسینہ زیادہ آتا ہے اور سردیوں میں بہت زیادہ خشکی ہوجاتی ہے' میرے چہرے پر میک اپ نہیں رکتا' گرمیاں ہوں یا سردیاں میک اپ کرنے سے زیادہ پسینہ آتا ہے' پلیز اس کا کوئی اچھا ساحل بتادیں؟

جواب: دو فیس فریش کریم اور آرچی کریم ایک عدد مکس کرکے روزانہ لگائیں' اس کو لگا کر دھوپ میں نہ نکلیں۔

میک اپ کرنے سے پہلے آئسنگ کرلیں۔

صبا نورین...... برنالی

سوال: میری عمر بیس سال ہے' میرے منہ پر بہت زیادہ دانے ہیں جو بھی کریم لگاتی ہوں وہ ٹھیک نہیں لگتی جن کی وجہ سے میرے منہ پر دانوں کے سیاہ داغ ہیں جو بھی دیکھتا ہے وہ کہتا ہے تمہارے منہ کو کیا ہوگیا' پلیز آپ کوئی ایسا ٹوٹکا یا کریم بتائیں جس سے میرا منہ صاف ہوجائے؟

جواب: فیس فریش کریم اور آرچی کریم مکس کرکے لگائیں' دھوپ میں لگا کر نہ نکلیں۔

رومانہ...... ہری پور

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے ہونٹ ہر موسم میں پھٹے ہوئے ہوتے ہیں' کوئی آسان سی ٹپ بتائیں کہ میرے ہونٹ نرم اور گلابی ہوجائیں۔

دوسرا مسئلہ بالوں کا ہے میرے بال لمبے اور گھنے ہیں مگر بہت روکھے ہیں' کوئی ایسا شیمپو بتائیں کہ بال نرم اور سلکی ہوجائیں۔

جواب: رات کو سوتے وقت ہونٹوں پر کھوپرے کا تیل روزانہ لگائیں۔

سیکا کائی شیمپو استعمال کریں۔

لبنیٰ نسیم...... بزدئی

سوال: میری عمر 22 سال ہے اور میرا 65 کلو وزن ہے' پلیز مجھے وزن کم کرنے کے لیے کوئی گھریلو نسخہ بتائیں؟

جواب: دس منٹ روزانہ واک کریں اور گرین ٹی روزانہ پئیں۔ روزانہ رات کو کھانے کے بعد قہوہ پئیں۔

شہانہ عابد...... نواب شاہ' سندھ

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے پیر کی ایڑھیاں اور انگوٹھے نیچے سے کافی پھٹنے لگے ہیں جن کی وجہ سے کافی درد ہوتا ہے' پہلے ایسا نہیں تھا میں شادی سے پہلے کراچی میں رہتی تھی' اب نواب شاہ میں ہوتی ہوں' مجھے لگتا ہے یہاں کا پانی ایسا ہے میرا کلر بھی کافی خراب ہوچکا ہے پلیز کوئی آسان اور آزمودہ طریقہ بتائیں کہ میرا کلر اور پیر پہلے جیسے ہوجائیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال بہت پتلے ہیں' گرتے بھی بہت ہیں اور سلکی بھی ہیں مگر پتلے ہونے کی وجہ سے میں کافی پریشان ہوں۔

جواب: گلیسرین' پھٹکری' لیموں ہم وزن ملا کر ایک بوتل میں رکھ لیں' کالے پتھر سے پاؤں صاف کرکے روزانہ لگائیں اور موزے پہن لیں۔

سیکا کائی صابن استعمال کریں۔

مدیحہ نورین...... برنالی

سوال: میرے ہاتھوں پر بہت بال ہیں جن کی وجہ سے ہاتھ کالے لگتے ہیں' میرے چہرے کا رنگ صاف ہے مگر ہاتھوں کی وجہ سے پریشان ہوں پلیز بتائیں کہ کس طرح بال ختم ہوں گے اور ہاتھ ٹھیک ہوں گے۔

جواب: آپ اپنے قریبی بیوٹی پارلر سے رجوع کریں۔

طیبہ نذیر...... شادیوال' گجرات

سوال: میرے بال لمبے گھنے تو ہیں لیکن اتنے سلکی نہیں ہیں ویسے میں برگ شیمپو استعمال کرتی ہوں اور آئل چینج کرتی رہتی ہوں لیکن میں چاہتی ہوں کہ میں کوئی گھریلو ٹوٹکہ آزماؤ تو پلیز مجھے کوئی گھریلو ٹوٹکہ بتادیں جس سے میرے بال نرم اور سلکی ہوجائیں۔

جواب: سیکا کائی شیمپو استعمال کریں' کنڈیشنر استعمال کریں۔

سعدیہ نورین...... عارف والا

سوال: میرے بال قدرتی کمزور ہیں اور اب گرنے کی وجہ سے زیادہ کمزور ہوگئے ہیں پلیز آپ مجھے لمبے صحت مند بالوں کے لیے کوئی بھی آئل یا شیمپو بتادیں میں نے Dove شیمپو استعمال کیا اس سے میرے بالوں میں خشکی بہت زیادہ ہوگئی پلیز اچھا سا طریقہ بتادیں۔

جواب: سرسوں کا تیل لگائیں' سیکا کائی شیمپو استعمال کریں۔

شبانہ سحر...... ضلع بدین' سندھ

سوال: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے کی جلد بہت زیادہ آئلی ہے جس کی وجہ سے میرے چہرے پر بہت زیادہ دانے نکلتے ہیں' میں کرنٹ بیوٹی کریم استعمال کرتی ہوں جس سے دانے تو ختم ہوجاتے ہیں لیکن نشان ختم نہیں ہوتے اور بلیک ہیڈز ہوجاتے ہیں پلیز آپ ان دانوں اور نشانات کو ختم کرنے کا کوئی بہترین حل بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ میں یہ کریم مزید استعمال کرتی ہوں پلیز آپ میری جلد کی مناسبت سے کوئی اچھا ساحل بتائیں کیونکہ میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے چہرے پر بلیچ کروائی تھی جس سے میری ناک کے نیچے بلیک نشان ہوگئے ہی پلیز آپ ان نشان کو ختم کرنے کا کوئی حل بتائیں۔

جواب: فیس فریش کریم استعمال کریں' کریم لگا کر دھوپ میں نہ نکلیں۔

آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے!

آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقوں کے لیے روغن بادام سے مالش کریں مالش کا رخ باہر سے اندر کی طرف ہو اس کے علاوہ تازہ گاجر کدوکش کریں اس میں انڈے کی زردی ملا کر آنکھوں کے دائروں پر لگائیں' اس کے علاوہ حلقوں کو دور کرنے کے لیے تازہ آلو کو دو ٹکڑوں میں کاٹ کر آنکھوں کو پندرہ منٹ کے لیے ڈھانپ دیں۔

آٹے اور دودھ کو مکس کرکے پیسٹ بنا کر چہرے اور بازوؤں پر لگانے سے نہ صرف بازو اور چہرہ گورا ہوگا بلکہ فالتو بال بھی اتر جائیں گے' عرق گلاب کا باقاعدہ استعمال آپ کی رنگت نکھانے کے ساتھ ساتھ ہونٹوں پر لگانے سے ہونٹ سرخ کردیتا ہے۔

سونیا لیاقت

نیا سفر

سنو ہم و تم
نئے سال پر
نئی باتوں کا
نئی یادوں کا
نئے ارادوں کا
نئی محبتوں کا
اور نئے خوابوں کا
ایک نیا باب لکھتے ہیں
تو آؤ میں اور تم
نئے سفر پر
پھر ساتھ چلتے ہیں

سویرا فلک......کراچی

سالِ نو کی دعا

آہ و پکار کی سسکیوں کے بیچ
صفِ ماتم ہے بچھی ہوئی
دور اُفق پر نظریں جمائے
ہر اک آنکھ ہے سہمی ہوئی
زندگی کی راہ گزر پر......
غموں کی کہر جمی سی ہے
دھند غبار میں لپٹی ہوئی
امن و امان کو ترسی ہوئی
سی زیست پر......
سالِ نو کا ابھرتا سورج
اپنا دامن پھیلائے کھڑا ہے
اک ننھی سی موہوم آس
زندگی سے خالی چہروں پر امڈ آئی ہے
کہ اسی سال کے صدقے

کاش......
ہم پر رحم و کرم ہو جائے
یہ دہشت گردی کا ٹھکانہ
امن و سکون کا گہوارہ بن جائے
کہ سالِ نو......
ہم سب کے لیے معتبر ٹھہرے (آمین)

سمیرا غزل صدیقی......کراچی

نظم

ہم سفر پہ جو آج نکلے ہیں
راستے اجنبی سے لگتے ہیں
لوگ پہلے سے اب نہیں ہیں یہاں
چاہتیں آخری دموں پہ ہے
زندگی تھکی تھکی سی لگتی ہے
سانس حیران ہے اب تلک خود پر
کیسے چلتی ہے یہ ویران دل میں
کیسے جیون تمام ہونے تک
یہ سفر بار بار کرنا ہے
گویا اس کوچۂ بے حسی میں ہمیں
روز جینا ہے روز مرنا ہے

سباس گل......رحیم یار خان

غزل

کرتا ہوں تجھے یاد صبح و شام مسلسل
رقصاں ہے مرے لب پر تیرا نام مسلسل
سو بار حسینوں سے لگا بیٹھا ہوں دل کو
اک جیسا رہا پیار کا انجام مسلسل
کیوں رابطہ رکھنے سے گریزاں ہو مری جان
کتنے ہی ترے آئے تھے پیغام مسلسل
اک روز چلی آؤ اچانک مجھے ملنے
تکتے ہیں تری راہ در و بام مسلسل
آنکھوں کے دریچے میں اسے اپنے سجالوں
آئے وہ اگر سامنے گلفام مسلسل
احساس نہیں کچھ بھی اسے اپنے ستم کا
دھرتا ہے مرے سر پر وہ الزام مسلسل
اٹھتے ہیں وہاں روز ہی معصوم جنازے
اس شہر میں مچنے لگا کہرام مسلسل
ہوجائے گی رخصت یہ کسی روز یہاں سے
کب ٹھہری کہیں گردشِ ایام مسلسل
دنیا میں بھگتے گا سزا اپنے کیے کی
وہ ہونے لگا چار سو بدنام مسلسل
دکھ درد بٹایا ہے اگر میں نے کسی کا
قدرت نے دیا ہے مجھے انعام مسلسل
غالب کی طرح آئے مضا میں فلک سے
شاکر پہ ہوا شعر کا الہام مسلسل

شاکر نظامی......سرگودھا

نظم

اب میں اسکول نہیں جاتی
میرے کھلونے سارے، میری کتابیں
میرا بستہ، میری سہیلیاں، میرا گھر
سب میری راہ تکتے ہیں
کیا ان کو نہیں خبر؟
کیا ہوا تھا مجھ پر جبر
اگر انہیں نہیں پتا
تو بتادو
روحیں اسکول نہیں جاتیں
بے جان جسم کبھی نہیں جاگتے

شکیلہ انجم طارق......لاہور

غزل

میری زلفوں میں محبت سے وہ تارے ٹانکے
روتی آنکھوں کو وہ خوابوں کی ردا سے ڈھانکے
جان پایا نہ شب ہجر کا فسوں کوئی
رات بھر دور فلک پہ کوئی تارا جھانکے
مسکراہٹ کی وہ کلیاں دل و جاں میں مہکیں
دکھ کے لشکر کوئی چابک سے وفا کے ہانکے
اس قدر ٹوٹ کے چاہے مجھے ہر دم ساجن
زہر دنیا بھی مرے پیار کی خاطر پھانکے
مانگتی ہے دعا دل کی مرے ہر دم دھڑکن
آئے خانم کے یوں دل میں وہ سجیلے بانکے

فریدہ خانم......لاہور

غزل

بہت یادیں ستائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
یہ راتوں کو جگائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
تجھے ہی یاد کرتی ہیں مسلسل دھڑکنیں دل کی
محبت سے بلائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
کیے تھے ثبت تُو نے نقش جو دل پر محبت کے
جہاں والے مٹائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
وہ راہیں جن پر رکھے تھے کبھی مل کر قدم ہم نے
تجھے دیتی صدائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
کبھی دانتوں میں انگلی ہے کبھی گیسو ہیں شانوں پر
بڑی دلکش ادائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
نہیں ہے تاب اس میں اب ذرا صبر و تحمل کی
یہ دل کی التجائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
مجھے تسلیم ہے رستوں میں ہیں دشواریاں حائل
مرے لب پہ دعائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
فلک پر چاند چمکے ہے وفا کی روشنی لے کر

ستارے جھلملائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
بہت تڑپے بہت ترسے بہت بے تاب ہے بادل
برسنے کو گھٹائیں ہیں کبھی ملنے چلے آؤ

خرم شہزاد بادل......سرگودھا

غزل

یوں تو ہر ہستی بہت چاہنے والی دیکھی
ماں کی چاہت میں مگر بات نرالی دیکھی
دل کی بستی تو وفاؤں سے نہ خالی دیکھی
پر کیوں خلقت سر بازار سوالی دیکھی
ترے کانوں کی چمکتی ہوئی بالی دیکھی
کیا کیا اس دل نے مرے خام خیالی دیکھی
ہمسفر کا نہ کیا کوئی خیال بیٹھ گئے
بس میں دورانِ سفر سیٹ جو خالی دیکھی
تم تو منہ موڑ گئے تھے ہمیں کر کے برباد
ہم نے یہ ہستیِ جاں کیسے سنبھالی دیکھی
ہم نے ہوتے ہوئے دیکھا ہے امیروں کو تباہ
پر نہ قسمت سے غریبوں کی بحالی دیکھی
بڑھ کے اٹھتے ہوئے طوفانوں کا رخ پھیر دیا
ہم نے اجداد میں یہ بات نرالی دیکھی
اونچے محلوں کا ہر اک جشن ہے دیکھا تم نے
عید دیکھی ہے غریبوں کی دیوالی دیکھی
ہوسکی خدمتِ احباب نہ ہم سے نیر
گھر میں جو ٹوٹی ہوئی چائے کی پیالی دیکھی

نیر رضا اولی

غزل

محتاج بہت ہوں میں آپ کی دعاؤں کی
دامن میں ڈالیے گا سوغات دعاؤں کی
ہم دیوانوں کو دنیا سے کیا مطلب
ہم کو تو ضرورت ہے بے لوث وفاؤں کی
دنیا کی بھیڑ میں مجھے کھونے نہیں دیتی
باندھے رکھتی ہے ڈور مجھے اس کی صداؤں کی
زخموں کی اذیت سے بدن ٹوٹ رہا ہے
دل کو حاجت ہے اب اس کی پناہوں کی

شگفتہ خان......بھلوال

غزل

جب شہر سے دریاؤں کے پانی کا گزر تھا
ہر شخص کی آنکھوں میں بہت خوف تھا ڈر تھا
وہ لوگ بھی رستے میں کہیں چھوڑ گئے تھے
ہر آنکھ میں بارش تھی کہ صحرا کا سفر تھا
جب خواب مرے مجھ سے الجھنے ہی لگے تھے
اس وقت مرے دوست بتا تُو بھی کدھر تھا؟
اس واسطے لوگوں سے مری آنکھ نہ ملتی
اس آنکھ میں بہتا ہوا دریا کا بھنور تھا
جس وقت مجھے موت نے سینے سے لگایا
اس وقت کسی دوست کے کاندھے پہ یہ سر تھا
صحرا کے مسافر کو بھلا ہوش کہاں تھا
سر پر بھی کڑی دھوپ تھی سایہ نہ شجر تھا

راشد ترین......مظفر گڑھ

غزل

اپنے دکھوں کے ساتھ جی رہی ہوں
زہر اک مسلسل پی رہی ہوں
لوٹ آؤ تم شاید کبھی نہ کبھی
مدت سے اسی موڑ پہ کھڑی ہوں
ہوکر گم بھیڑ میں بھی
اصل میں تیرے ساتھ ہی رہی ہوں
نگاہیں تیری ہی بدل گئی ہیں
میں تو ابھی تک وہی رہی ہوں
بھلا دیا تمہی نے پر میں تو
تمہاری ذات سے جڑی رہی ہوں
میں وفا پرست ہوں گروہ نہیں
اپنے ہی اصول پر جمی رہی ہوں

فصیحہ آصف خان......ملتان

نظم

جانے کیا بات ہے
دل بھی میرا اداس ہے
میں بھی بے کل رہتی ہوں
کیوں میں ساری رات سوچتی رہتی ہوں
آنکھیں آنسوؤں سے جب بھر جاتی ہیں
تو میں چپکے چپکے روتی رہتی ہوں
حال دل بھی کسی سے کہہ نہیں سکتی
گھٹ گھٹ کے جی رہی ہوں
بہار کے موسم میں یہ اداسی کیسی؟
میں دل سے پوچھتی رہتی ہوں
میں پاگل لڑکی دنیا سے ڈرتی ہوں
دل روتا ہے میں ہنستی ہوں
یونہی اپنے آپ کو دھوکا دیتی ہوں
اب تو سب کی طرح دل نے بھی
ساتھ میرا چھوڑ دیا
میں ویران آنکھوں سے
دنیا کو دیکھتی رہتی ہوں
جانے کیا بات ہے
دل بھی میرا اداس ہے
میں بھی بے کل رہتی ہوں

کاجل شاہ......خانیوال

انتظار

مجھے ہر پل صرف
تیرا انتظار رہتا ہے
میں نے تو اپنی
ہر سوچ ہر احساس کو
صرف تیرے نام کیا ہے
کبھی میرا بنا لے تو بھی
زندگی کے کٹھن راستوں کی
دشواریاں تم کیا جانو
لیکن میں اپنی سوچ
اور احساس کو مرنے نہیں دوں گی
میں تمہارا انتظار کروں گی
کہ کبھی تو لوٹ کے آؤ گے نہ

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

کچی مٹی

اک کچی مٹی ہوں میں
مجھے اپنی آنکھوں کی نمی سے سیراب کر دینا
زیست مہک اٹھے گی
یہ مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو سے
مہک اٹھے گی
ساحل کی بکھری ریت ہوں میں
بکھری ریت پہ اپنا نام لکھ جانا
تمہارا نام اس بکھری ریت کو
یکجا کر دے گا
ادھورا سپنا ہوں میں

تمہارے بغیر، تمہارے بنا.....
تم کبھی میرے سپنوں میں بھی آجانا
یوں میرا سپنا بھی مکمل ہوجائے گا
یہ جو میری آنکھیں ہیں نجانے
کب سے ویران ہیں، میری ان
ویران آنکھوں کو اپنا سراپا دکھلا دینا
جلا بخش دینا، زندگی دے دینا
شاید ان میں ویرانی کا سناٹا ختم ہوجائے
میرے لبوں پر ایک گہری خاموشی ہے
ان لبوں پر اپنے ہونٹوں کی مہر لگا دینا
تم چاہو تو میرے لبوں پر بھی مسکان
بکھیر سکتی ہو
میں بکھر رہا ہوں، تمہارے بن، تمہارے
بغیر، تمہارے بنا، اگر ہو سکے تو
تم مجھ کو سمیٹ لینا، ہاتھ بڑھانا میری
جانب اور میرے ہاتھوں میں اپنا
ہاتھ تھما دینا کہ اک کچی مٹی ہوں میں

سیف الاسلام......لیاقت آباد، کراچی

انا کی جیت

انا وہ آگ ہے پیاری
کہ جس آگ میں جل کر
بچا کچھ نہیں کرتا
ملا کچھ بھی نہیں کرتا
انا وہ جیت ہے پیاری
کہ جس کو نبھانے میں اپنی جان جاتی ہے
انا وہ کھیل ہے پیاری
کہ جس میں
وفا کے ہوتے ہوئے بھی بے وفائی کرنی پڑتی ہے
تب انا اگر بیچ میں آجائے
تو وفا کچھ بھی نہیں رہتی
دلوں میں نفرت آتی ہے
دوریاں بڑھتی جاتی ہیں
وفا تب کچھ نہیں رہتی
انا بس جیت جاتی ہے

فرزانہ شوکت......کراچی

غزل

وہ بات ختم ہوئی، وہ قصہ پاک ہوا
صرف ایک سانحہ تھا کہ یہ دل خاک ہوا
وہ چہرہ نہ تھا چہرٔ گلاب تھا کھلا ہوا
خطا پھر کیا ہوئی اس میں کہ دل بے باک ہوا
قیامت کا تھا وہ لمحۂ بیاں کیسے کروں اس کو
کہ تم ہو زندگی میری جب یہ ادراک ہوا
وہ ایک فسانہ جو تھا تیری میری چاہت کا
وقت کی تیز تمازت میں جل کر خاک ہوا
مہر کیا بات ہے اس بے وفا کی ہستی میں
جفا کے بعد بھی یہ دل جس کا مشتاق ہوا

مہر گل......اورنگی ٹاؤن، کراچی

نظم

زیست کے سفر میں
ساتھ تم چلو تو
زندگی بسر ہو
خوشبوؤں میں گھر کر......

شمع ناز زوہیب......کراچی

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

dkp@aanchal.com.pk

سمیرا شریف طور اور پروین افضل شاہین کے نام

سمیرا آپی آپ کو اور پروین افضل شاہین آپ کو نیا سال مبارک ہو۔ سمیرا آپی آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟ خداوند کریم آپ کو شفایابی عطا فرمائے آمین۔ پروین افضل شاہین صاحبہ آپ کیسی ہیں؟ خداوند کریم آپ کو خوش رکھے آپ کا مجھے شازی فاروق کہنا اچھا لگا آپ کو میری تحریریں اچھی لگتی ہیں آپ کا بے حد شکریہ۔ سمیرا آپی! آپ اور پروین افضل شاہین صاحبہ آپ کو نئے سال میں وہ سب ملے جس کی تمنا آپ دونوں کریں اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

شازیہ فاروق احمد......خان بیلہ

دوستوں اور اپنوں کے نام

ڈیئرسٹ فرینڈز السلام علیکم! کیسے مزاج ہیں آپ سب کے؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی آپ سب۔ جناب آج بہت عرصہ بعد دوست کا پیغام آئے میں لکھ رہی ہوں تو سب سے پہلے تمام دوستوں کا شکریہ جو مجھے یاد رکھتی ہیں یاد کرتی رہتی ہیں اور میری تحریروں اور شاعری کو انتخاب اور تبصروں کو سراہتی رہتی ہیں آپ سب کی پسندیدگی کا بہت شکریہ۔ سمجھ نہیں آرہی کس کس کا نام لکھوں سب ہی بہت پیاری اور اچھی دوستیں ہیں جو آنچل نے دیں سب کی محبتوں کی قدر کرتی ہوں تہہ دل سے۔ امبر گل یار ناراض نہیں ہوتے چلو اب مان جاؤ ناں۔ نرجس چندا خوش رہو سو سوئٹ آف یو۔ حنا نور چندا ڈھیروں دعائیں نادیہ یار کہاں غائب ہو آجاؤ اب۔ نبیلہ عزیز اور درثمین یار آپ لوگ تو مجھے اور امبر کو بھول ہی گئی ہو ویری ناٹ فیئر ناں؟ سباس گل بشریٰ باجوہ نظل ہما مسکان شبہ نبیل زنیرہ طاہر کرن فرح نواب زادی سونگی سمیرا شریف روبی رانا عابدہ سبال حمیرا سلمیٰ ملک مہوش غزل ملک عائشہ ملک چندا شمال ڈفرنٹ ارم کمل دعا نور شانزے فرحانہ ناز ملک فوزیہ سحر فصیحہ آصف فریدہ جاوید حبا ایمان مریم عرفان ام کلثوم نایاب نور سحر رابعہ سائرہ لنگڑیال صنم ناز شگفتہ امید اور جو جو نام رہ گئے ہیں پلیز ڈونٹ مائنڈ ڈیئر فرینڈز آپ سب کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔ سمیرا انور فرام جھنگ پروین افضل شاہین شاہ زندگی مدیحہ نورین برنالی آپ سب کی محبتوں کا بھی بہت شکریہ۔ خوش رہیے اور پیاری ام مریم یونہی اچھے سے اچھا لکھتی رہو آمین۔ امبر گل یار ہنی کو سلام کہنا اور محمد شامہ کو پیار۔ کیوٹو سا جب مجھے پھوپو کہتا ہے تو بہت پیار آتا ہے اس پر اور نرجس چندا 5 جنوری کو تمہاری سالگرہ ہے بہت بہت مبارک ہو اور وہ سب فرینڈز جن کی جنوری میں سالگرہ ہے مبارک باد۔ سب اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا اور مجھے دعاؤں اور دلوں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ آپ سب کو آسانیاں عطا کرے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف عطا کرے آمین۔ آپ سب کے لیے ڈھیروں نیک تمناؤں کے ساتھ۔

نوشین اقبال نوشی......گاؤں بدر مرجان

عزیز قارئین کے نام

بہت ہی پیارے اور عزیز آنچل قارئین! آداب کیسے کیسے مزاج ہیں؟ امید ہے آپ سب خیر و عافیت سے ہوں گے آج پہلی بار آپ سب سے براہ راست مخاطب ہوں کیونکہ آپ لوگوں کا بہت سارا قرض مجھ پر واجب الادا ہے جی ہاں آپ کی محبتوں کا قرض میں ان سطور کے ذریعے آپ تمام لوگوں کا از حد شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنہوں نے میری تحریروں کو نہ صرف پڑھا بلکہ سراہا بھی خاص کر میرے افسانے "اترن" جو ماہ اکتوبر 2013ء میں شائع ہوا فرداً فرداً سب کا نام لینا ممکن نہیں اس لیے میں آپ سب کی انتہائی مشکور و ممنون ہوں ان شاءاللہ آپ وقتاً فوقتاً میری تحریریں اور شاعری آنچل میں پڑھتے رہیں گے۔ براہ کرم اپنی قیمتی آراء سے نوازنے کا سلسلہ قائم رکھیے گا کیونکہ آپ سب جانتے ہیں کہ ہم لکھاریوں کے لیے آپ قارئین کی رائے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے ایک بار پھر آپ کی محبتوں، چاہتوں، خلوص اور احسان کا بے حد شکریہ آخر میں آپ سب کے لیے تندرستی کامیابی اور خوشیوں کی ڈھیر ساری دعائیں مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سویرا فلک......کراچی

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام قارئین آنچل کو ڈھیر سلام امید ہے سب ٹھیک ہوں گے سب سے پہلے میری تمام دوستوں (ہما اظہر، مصباح لطیف، مہوش نورین، طلعت نورین، سدرہ، ثمینہ، نبیلہ ریاض، رضوانہ کوثر، قرۃ العین، ثروت پروین) سب کو سلام اور دلی دعا اور میری سسٹر اقرا بشیر اور سدرہ بشیر سب کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ اللہ سب کے لیے نیا سال بہت مبارک کرے۔ سباس آپی کیا حال ہے آپ کا؟ فوزیہ سلطانہ کیسی ہیں آپ؟ شاہ زندگی دوستی کا ہاتھ تھامنے کا شکریہ۔ امبر گل (جھنڈ سندھ) آپ کی طرف میں دوستی کا ہاتھ بڑھا رہی ہوں۔ سعدیہ رخسانہ، کلثوم (فیصل آباد) کیا حال ہے؟ اور میری بیسٹ فرینڈز (شبیع بتول) انگلینڈ کیا حال ہے اور میری بھانجی اور بھانجے کا کیا حال ہے؟ میری طرف سے ساری فرینڈز، آنچل قارئین سب کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ اللہ کرے کہ یہ نیا سال سب کے لیے خوشیاں لے کر آئے دکھوں کے بادل چھٹ جائیں، کہتے ہیں دسمبر ہجر کا دکھوں کا استعارہ ہے تو یہ جنوری سب کے لیے خوش آئند ہو، آپ سب کی دعاؤں کی طالب۔

آنسہ بشیر......ڈوگہ گجرات

سوئٹ دلوں والے گروپ اور سوئٹ نگہت آپی کے نام

السلام علیکم! میری دعا ہے کہ یہ نیا سال ہم سب کے لیے اور ہمارے پیارے ملک کے لیے امن اور خوشیوں کا گہوارہ ثابت ہو آمین۔ شاہ زندگی اور نادیہ یاسمین بہت بہت شکریہ میری سالگرہ یاد رکھنے کا لیٹ ہی سہی وش تو کیا۔ صبا (کے ایس ٹنڈو الہیار) یار اب آپ کی امی کی طبیعت کیسی ہے؟ جلدی سے آنچل میں انٹری دو اور بتاؤ۔ مسکان قصور اور

لولی فرینڈ منزہ کہاں غائب ہو؟ اب آ بھی جاؤ۔ اتنی طویل غیر حاضری اچھی چیز نہیں ہے۔ ارے یہ ہی اچھی بات نہیں ہے پیاری دوست طیبہ نذیر آپ کے ہر پیغام میں اپنا نام دیکھنے کی عادت سی ہوگئی ہے نومبر کے شمارے میں آپ کے پیغام سے اپنا نام غائب پایا تو مایوسی ہوئی۔ نورین شاہد' نورین شفیع' کومل رباب افضل (شادی کی بہت' بہت مبارک باد)۔ حیا عباس (پہلی کتاب کی اشاعت پر بہت' بہت مبارک باد) ماہ رخ سیال' طیبہ افضل آپ سب کیسی ہیں؟ دعا گل اور مہر گل یار آپ بھی کوئی پیغام لکھیں قلم کیوں خاموش ہے۔ آنسہ شبیر (گجرات) مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ پیاری لڑکی نگینہ بحر (چیچہ وطنی) تمہاری امی کی وفات کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا جب کہ باپ کی شفقت سے پہلے ہی محروم تھیں اور زندگی میں اللہ تعالیٰ نے بھی ان جیسی نعمت سے بھی تمہیں نوازا ایسے میں آپ کی تنہائی کا احساس میں جان رہی ہوں چلو یہ تو اچھا ہوا کہ آپ دونوں بہنوں کی شادی ہوگئی' سر پر سائبان تو ہے بس اپنی چھوٹی بہن کی پرورش ایسے ہی کرنا جیسی آپ کی امی نے آپ کی تھی۔ اللہ آپ کی امی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ سویٹ نگمہ آپی! آپ کے لیے کیا لکھوں' وفا کی دیوی خلوص کا پیکر' شیشے سا شفاف دل' کانچ سے نازک جذبات لیے پتھروں کے دیس میں بسیرا کرنے والی چھوٹی موٹی لڑکی' اپنوں کے دکھ دل میں چھپائے ہونٹوں پر بے بہا مسکراہٹ سجائے دنیا کے جھمیلوں میں مصروف۔ نگمہ آپی آپ ہر دکھ تکلیف اذیت کے رشتوں کے پیار میں ڈال کر زندگی کا امرت سمجھ کر جو پیتی ہیں نا دیکھنا اللہ تعالیٰ آپ کے صبر کا پھل ضرور دے گا۔ یہ کٹھن لمحے گزر جائیں گے پھر دیکھنا خوشیاں آپ کی زیست میں آنے پر نازاں ہوں گی۔ آپ کے لیے یہی زندگی گل گلزار ہوگی۔ آپی آپ بہت یاد آتی ہیں' جائے پینے پر پیار بھری ڈانٹ آپی اللہ تعالیٰ نے لڑکی کے نصیب میں ہجر کیوں لکھ دیا ہے۔ میرے لیے بھی دعا کریں آپی کہ مجھ میں بھی آپ جتنا صبر آجائے آپی نغمہ باجی مجھے بہت ڈانٹتی ہیں آپ فون پر مجھ سے روز بات کیا کریں اور ای نغمہ باجی سے ذرا کہیں نا کہ بخش مجھ جیسی معصوم بچی سے پنگا نہ لیں (آہم معصوم) کاشی کے لیے صرف اتنا بدتمیز کاشی...... آپ سب سے اجازت چاہتی ہوں' آپ سب کی فرینڈز اینڈ نگمہ آپی کی لاڈو۔

شمع مسکان...... جام پور

ماما جانی اور بابا جانی کے نام

ٹو مائی ڈیئرسٹ' کیوٹسٹ اینڈ لولی ماما جانی اور بابا السلام علیکم! آج سوچا اس بار آپ کو نئے انداز سے آپ کی شادی کی سالگرہ وش کی جائے تو آنچل میں شامل ہو کر وش کرنے سے بہتر طریقہ سمجھ آیا۔ اللہ پاک آپ کو سدا مسکراتا ہوا رکھے اور صحت و خوشیوں سے بھرپور لمبی زندگی عطا فرمائے اور اپنے بچوں کی کامیابیاں و خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے آمین۔ آپ کا پیار خلوص میں ہمیشہ مس کروں گی اور دعا کروں گی کہ آئندہ ہر شعبہ زندگی میں آپ جیسی سرپرستی حاصل ہو آمین اور مائی ڈولی بینش سسٹر! آپ کی برتھ ڈے 20 دسمبر کو تھی' میری جانب سے آپ کو ڈھیروں ڈھیر دعائیں اور پیار کا تحفہ (ویسے کیا یہی تحفہ کافی ہے) ہاہاہا۔ اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ عزوجل آپ کی زندگی کی ہر رہ گزر پر مشکلات کے کانٹوں کو دور فرما کے خوشیوں کے پھول بکھیر دے اور آپ کو وہ سب عطا ہو جس کی خواہش آپ کا دل کرے آمین۔ اللہ حافظ۔

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل رائٹرز اینڈ اسٹاف کو ہماری طرف سے سلام۔ ڈیئرسٹ فرینڈ فائزہ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اللہ تمہیں ڈھیر ساری خوشیاں عطا کرے آمین۔ حانی آپی آپ کو باجو کی طرف سے ڈھیر سارا سلام۔ میری پیاری کزنز نیزہ فاطمہ اور نازو دونوں کو خصوصی سلام۔ اپنا نام دیکھ کر زیادہ خوش نہیں ہونا اللہ حافظ۔

باجوہ مقدس ثریا شاہ...... سیالکوٹ

فرینڈز کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ! کیسی ہیں میری لولی اینڈ سویٹ کیوٹ فرینڈز! سب کو نیا سال بہت مبارک ہو۔ لاڈو کیسی ہو ڈیئر! جلد ہی تم سے رابطہ کروں گی' دعاؤں میں یاد رکھنا آئی مس یو پیر شاہ کیوٹ گرل کیسی ہو تم' آج کل زندگی میں کیا ہو رہا ہے۔ آفیہ جانی آئی رئیلی مس یو اپنی خیریت سے آگاہ کرو۔ عبول پڑھائی کیسی جا رہی ہے کہاں ہو آج کل کبھی گھر بھی آجایا کرو۔ عائشہ ملک آپ کو میری طرف سے پیار بھرا سلام شاذ ثنا خان آپ کیسی ہو؟ نازی جانی ویل ڈن' بہت نائس اینڈ کیا ناول کا' بہت بہت مبارک کہاں۔ نادیہ فاطمہ اتنا پیارا ناول لکھنے پر مبارک باد' لیس انمول گروپ کا نام پسند آیا۔ ریحانہ راجپوت' ماہ رخ سیال' دوستی کر کے غائب ہوگئیں جواب تک نہیں دیا' کیوں؟ عائشہ سیحر و ویلکم آنچل میں' راز بھائی شادی کب کر رہے ہو؟ رداشاہ فرام حیدرآباد کہاں غائب ہو یار۔ ثوبیہ کوثر آپ کو بھی پیارا بھرا سلام۔ شمائلہ فرام اسلام آباد یار آپ آج بھی مجھے بہت یاد آتی ہو' اتنے سالوں بعد بھی آپ جیسے زندہ دل لوگوں کو کون بھول سکتا ہے۔ مسز نادیہ عابد آپ کہاں ہو آنچل میں انٹری دو۔ کوثر ناز دوستی کرو گی مجھ سے' میری جان سمیرا احسان آپ کو آپ کا برتھ ڈے بہت' بہت مبارک ہو۔ سوری جانو لیٹ ہوگئی وش کرنے میں' اللہ پاک آپ کو دراز عمر اور صحت مند زندگی دے آپ اپنی صائمہ سے ناراض مت ہوا کرو اوکے۔ میری سب آنچل فرینڈز اور فیس بک فرینڈز کو سلام و دعا اور صنم علی سیحر و بٹنی مستو ماروی کاظمی کو بہت سارا پیار' پائندہ صحبت باقی۔

صائمہ طاہر سیحر و...... حیدرآباد سندھ

مائی ڈیئر اینڈ ملل سسٹر ماریہ کے نام

ڈیئر ماریہ یکم جنوری کو تم اس دنیا میں تشریف کا ٹوکرا لائیں تمہارے آتے ہی ہماری خوشیاں دگنی ہوگئیں ایک خوشی نئے سال کی دوسری خوشی تمہارے آنے کی۔ ڈیئر ماریہ سالگرہ بہت' بہت مبارک ہو اللہ تمہیں خوش رکھے' زندگی کے ہر قدم پر کامیاب کرے آمین۔ ماما' خالہ' بڑی آنٹی' چھوٹی آنٹی' بڑی مامی' چھوٹی مامی اور بچہ پارٹی آپی سمیرا' معظمہ' مریم' طیبہ' نمرہ' انیلم' مبین' بختاور اور انیس بھائی' نفیس' نوید' بلال' اجمل' عثمان علی' ابوبکر' عمیر' عمر' عبداللہ' شجر ان بھائی' عالیان' سفیان' شاہ زیب اور اسامہ کی طرف سے سالگرہ بہت' بہت مبارک ہو۔ اوہو ماریہ پلیز منہ تو بند کرلو زیادہ شاکڈ ہونے کی ضرورت نہیں' ابھی رکو ایک بار پھر تم نے شاکڈ ہونا ہے تمہاری سوئٹس فرینڈز شگفتہ' حرا' کرن اور معظمہ نے تمہیں سالگرہ کے ساتھ نئے سال کی مبارک باد بھی دی ہے' ان کا کہنا ہے ہمارے گروجی آپ ہمیشہ پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی رہو اور ہمارے گروجی آپ ہمیشہ پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی رہو اور ہمارا گروپ ہمیشہ سلامت رہے' کسی کی بری نظر نہ لگے آمین۔ آل پاکستان اور آنچل پڑھنے والوں کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو' اللہ سب کو خوشیاں دے آمین۔

عظمیٰ بٹ...... سمندری

مائی سویٹ اینڈ کیوٹ عظمیٰ کے نام

ڈیئر عظمیٰ! یکم جنوری کو تمہارا برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے' تمہارے نصیب اچھے کرے' کامیاب کرے آمین۔ ڈیئر عظمیٰ! تم ہمیشہ کہتی ہو ٹیچر آپ چینج ہوگئی ہیں آپ پہلے ایسی نہیں تھیں' ڈیئر میں اب بھی ویسی ہی ہوں تھوڑی مصروف ہوگئی ہوں' صبح کالج جاتی ہوں اور شام کو گھر سنبھالتی ہوں' تم بہت منفی سوچتی ہو۔ تم مجھے پہلے بھی پیاری تھیں اب بھی ہو اور ہمیشہ رہو گی' تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا' تم میری ہنسی ہو اور کوئی اپنی ہنسی کو کھوتا تھوڑی ہے۔ ڈیئر تم نے مجھے آنچل کے ذریعے برتھ ڈے وش کیا تھا اب میں نے بھی تمہیں آنچل کے ذریعے برتھ ڈے وش کیا ہے' مجھے امید ہے اب ناراضگی دور ہو جائے گی ہے نا؟ اور مائی سوئٹس فرینڈز زارا' فرزانہ' عاصمہ' سونیا' شائستہ' ہما' سدرہ اور ڈیئر اسٹوڈنٹس ردا' رابعہ' بحیلہ' عمارہ' آمنہ' اقراء' حرا اور عظمیٰ سب کو نیا سال مبارک ہو' اللہ آپ سب کو ڈھیروں خوشیاں دے اور جن کی منگنی اور شادی ابھی تک نہیں ہوئی جلد ہی ہو جائے آمین ثم آمین اور جنوری میں جن کا برتھ ڈے ہے سب کو سالگرہ بہت' بہت مبارک ہو' دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ کی سول میٹ۔

عمیرہ راؤ...... سمندری

قارئین' کزنز' فرینڈز اور آنچل اسٹاف کے نام

السلام علیکم! ہیلو سویٹ کزنز ساجدہ' اقراء' کرن نیا سال بہت' بہت مبارک ہو' تمام قارئین جو میرا پیغام پڑھ رہے ہیں سب کو نیا سال بہت بہت مبارک۔ آنچل اسٹاف بھائی مشتاق احمد قریشی صاحب' آپی قیصر آرا' طاہر احمد بھائی صاحب' آپی جویریہ سالک' آپی روبین احمد' آپی شمائلہ کاشف' آپی ہما احمد' آپی طلعت آغاز' آپی میمونہ رومان' آپی شہلا عامر' آپی حنا احمد اور تمام رائٹرز کو بھی میری طرف سے نئے سال کی ڈھیروں مبارک باد۔ میری دعا ہے کہ یہ نیا سال اپنے اندر ہمارے لیے ڈھیروں خوشیاں سمیٹ کر لائے اور ان بے ضمیر انسان دشمن لوگوں کے ضمیر جاگ جائیں جو ایک دن میں نجانے کتنی معصوم جانوں کے ساتھ کھیلتے ہیں آیئے ہم سب مل کر عہد کرتے ہیں کہ اس سال ہم اپنے اچھے اخلاق اور کردار سے ہر چہرے پر خوشیوں کے رنگ بھر دیں گے اور اپنی وطن عزیز کی ترقی و کامرانی میں ہر ممکن کردار ادا کریں گے تاکہ ہم بھی باقی ممالک کے لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکیں کہ ہم بھی کسی سے کم نہیں' آپ کی اپنی۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

سویٹ بھتیجی کشف نور اور اپنوں کے نام

السلام علیکم! میری پیاری بھتیجی کشف نور پرنسز ڈول یکم جنوری کو آپ کا برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ دعا ہے کہ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور تمہاری ہر جائز خواہش پوری کرے آمین۔ اب آتی ہوں اپنی اکلوتی اور کیوٹ سی دوست عائش کی طرف' جو شادی کے بعد سسرال والوں کو پیاری ہو چکی ہے۔ عائش کچھ تو خیال کرلیا کرو اپنی اس معصوم سی دوست کا۔ اسٹوپڈ لڑکی زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں ہی ہوں' جی ہاں اب جلدی سے منہ بند کرلو کہیں مکھی نہ اندر چلی جائے (پرنسز اپنا خیال رکھا کرو اوکے)۔ سمیرا آپی آپ کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" میرا فیورٹ ناول ہے اتا اور ولید کا کردار مجھے بہت پسند ہے۔ سمیرا آپی میں آپ سے دوستی کرنا چاہوں گی کیونکہ پہلی دفعہ میرے دل نے کسی سے دوستی کرنا چاہی اس لیے امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گی۔ سمیرا آپی خوش رہا کریں' دعاؤں کی درخواست' حساس دل کی مالک نازیہ کنول نازی کو میرا سلام' اللہ حافظ۔

خنساء عباس...... جھنگ

نگینہ باجی اور سدرہ شاہین کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے پورے آنچل اسٹاف کو سلام۔ نگینہ باجی آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ سدرہ شاہین میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' آنچل اسٹاف کو اللہ تعالیٰ خوش اور قائم رکھے آمین۔

سدرہ گل...... سیال

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! امید ہے خیریت سے ہوں گی' مجھے آپ کی ہر کہانی بہت اچھی لگتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ کی فین ہوں یا آپ سے بات کرنے کی خواہش ہے' مجھے بس آپ کے پاس معلومات بہت ہے اور میں آپ کو اپنے ملک کا قیمتی سرمایہ سمجھتی ہوں' میرے دل میں آپ کی بہت عزت ہے۔ اللہ آپ کو ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اتنا دھڑلے سے لکھنے کی ہمت عطا کرے' میں نے صرف اور صرف آپ کی خاطر قلم تھاما ہے' میں دس سال سے آنچل پڑھ رہی ہوں لیکن کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی' کبھی اجازت چاہوں گی۔

مدیحہ گل...... فیصل آباد

اپنوں کے نام

السلام علیکم پاکستان! ارے فرینڈز آپ سب حیران ہو رہی ہوں گی کہ یہ کون ہے' جو آنچل کے ذریعے آپ سے مخاطب ہے تو جناب آپ نام بعد میں دیکھ لیتا جی۔ ارے مریم تم تو حیران نہیں ہوگی اور ندا' تاشفین' ہمیرا' ملائکہ' اسماء' حلیمہ' نیلہ' ہمیرا اور آنچل فرینڈز کیسی ہیں آپ سب یقیناً خوش ہی ہوں گی اللہ پاک آپ کو ہمیشہ اسی طرح ہنستا مسکراتا رکھے آمین اور حلیمہ جی آپ کو سالگرہ مبارک' اللہ پاک آپ کو خوشیوں اور کامیابیوں بھری عمر دراز عطا کرے آمین۔ ذیشان (شانی) بھائی آپ کو اور آپ کی یونٹ 34 پنجاب رجمنٹ (شیر انوالی) کو میرا سلام اور ڈھیروں دعائیں۔ اللہ پاک آپ کو

بہت سارا ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے اور آپ سب کا آپ کے نیک مقاصد ہیں میں کامیاب کرے آمین۔ ہماری اور اس قوم کی سب ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی دعائیں آپ سب کے اور پوری پاکستان آرمی کے ساتھ ہیں، پاکستان آرمی زندہ باد اجازت دیجیے اللہ نگہبان فی امان اللہ۔

خنساء عاصمہ عبدالمالک...... راولپنڈی

آنچل کی دوستوں اور طیبہ نذیر کے نام

اسلام کیا حال ہیں جناب، میں کچھ ماہ سے ذرا گردش حالات کی زد میں تھی اور آپ لوگ اسے زوال تعلق سمجھ بیٹھے جو غلط تھا پیاری دوستوں گردش حالات جب بھی تھمی اور کہیں بھی کوئی لمحہ سکون میسر آیا سب سے پہلے آپ لوگوں کو ہی یاد کیا۔ مانا میں فون نہیں کر پائی بلکہ گردش دوران نے کچھ کم سخن بنا ڈالا مگر آپ بھی فراموش کر ڈالیں یہ بھی تو مناسب نہیں ہے نا اور طیبہ جی آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے مگر آپ تک رسائی ممکن نظر نہیں آ رہی کیسے؟ کچھ آپ ہی ارشاد فرمادیں اور جناب کم سخن لوگوں کو ہمیشہ یاد رکھا کریں اپنی دعاؤں میں، سب لوگ اپنا بہت خیال رکھیے گا۔

شگفتہ خان...... بھلوال

زیست زونی کی بہاروں کے نام

اسلام علیکم چھپی انیلہ ملک! کیسی ہو؟ مجھے علم ہے تھوڑی سی خفا بھی ہو، بہت، بہت معذرت پیاری میرا کوئی قصور نہیں میرا خط شامل نہیں کیا گیا۔ مجھے تمہارا خلوص و محبت سے بڑھایا ہوا دوستی کا ہاتھ جی جان سے قبول ہے جو میرے اپنے ہوں گے انہیں میرے خلوص کو پرکھنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ ہی میری خوبیاں و کامیاں جاننے کی ضرورت۔ یہ میرا نقطہ فکر ہے اگر آپ اس سے متفق ہیں تو مجھ سے کسی نہ کسی طرح رابطہ کریں۔ سدرہ زبیر نوازش ہمیشہ خوش رہیں، حمنہ سحر تمہارے کیا کہنے، صوفیہ ملک (ہارون آباد) اتنی بے رخی اچھی نہیں ہوتی یار! اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معذرت مگر چپ کی مار مت مارو صوفی! نیناں شاہ جانو شادی کی مبارکاں۔ بہت ساری خوشیاں تمہارا مقدر بنیں آمین۔ امبر گل بہت اچھی ہو تم، نوشین اقبال نوشی تمہاری محبت، کیا کہوں یار! مسکان (قصور) اللہ پاک تمہیں بہت، بہت خوشیاں دے آمین۔ ہائے باجی مسز پروین افضل شاہین، موجیں کریں سب بہاولنگر والوں اور پاکستان کو بہت، بہت سلام، پاکستان زندہ باد، پاک آرمی پائندہ باد، اللہ نگہبان۔

زنیرہ طاہر...... بہاولنگر

میری پیاری ماں کے نام

اسلام علیکم امی جی! دیکھیں مائی سویٹ ماں آپ کی پیاری بیٹی جو کہتی ہے وہ کرتی بھی ہے، یکم جنوری کو میری پیاری سی ماں کی برتھ ڈے ہے، ہنی پنی برتھ ڈے میری سویٹ ماں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمیشہ ہم جیسے پیارے پیارے شرارتی اور تھوڑے معصوم سے بچوں پر قائم رکھے آمین۔ ہماری پیاری ماں ہمیشہ مسکراتی رہیں، اللہ تعالیٰ ہماری پیاری ماں اور سب کی ماؤں کو ڈھیروں ڈھیر سکون عطا فرمائے آمین۔ کیسا لگا میرا سرپرائز پیاری امی جان؟ کہا تھا نا آنچل میں اپنی پیاری ماں کو وش کروں گی اور ہاں امی جی میرے لیے میرے پسندیدہ چکن جینگن بنانے کے لیے

اسپیشل تھینکس۔ میری پیاری ماں مجھ سے پوچھے بغیر ہی میری پسند جانتی ہیں (میری ماں جو ہوئیں) اور میری پیاری سی بے وقوف سی عاشو کو بھی اسلام علیکم! نان سینس کبھی کال بھی کرلیا کرو (حد ہوتی ہے کنجوسی کی)۔ خیر ہماری عاشو کا ڈھول کیسا ہے؟ (ہوپ اور زیادہ موٹا ہو گیا ہوگا نا؟) ہاہاہا...... کوئی بات نہیں میں کچھ نہیں کہوں گی سوائے ڈرم کے (ہاہاہا) اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

صالحہ امتیاز...... چیچہ وطنی

عزیز از جان بھتیجے اور سویٹ فرینڈز کے نام

اسلام علیکم! سب سے پہلے تو سب کو نیا سال بہت، بہت مبارک ہو، اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ یہ سال سب کے لیے ڈھیر ساری خوشیاں لائے اور ہمارے ملک میں بھی ہر طرف امن قائم ہو جائے آمین۔ جی جی ڈیئر بھتیجے محمد ثمامہ 29 جنوری کو تم ماشاءاللہ سے پورے 6 سال کے ہو جاؤ گے سو تمہیں اپنی چھٹی سالگرہ بہت، بہت مبارک ہو اور تم پورے پانچ دن اپنی مما کے بغیر فرسٹ ٹائم رہ لیے میرے پاس اس بات کی مجھے جتنی خوشی ہے وہ بیان سے باہر ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہیں عمر خضر عطا فرمائے اور تم زندگی میں ہمیشہ ہر امتحان میں کامیاب و کامران رہو۔ ڈیئر ریحانہ آفتاب 10 جنوری کو تمہیں اور نواب زادی سونگی یکم جنوری کو تمہیں بھی اپنی سالگرہ بہت، بہت مبارک ہو۔ یار تم دونوں ہی کہاں بزی رہتی ہو پلیز اپنی خیر خیریت کی اطلاع تو دیا کرو نا اور ہاں ریحانہ جی آپ سے یہ بھی کہنا ہے مجھے کہ پلیز دوبارہ سے لکھنا شروع کردو مجھے تمہاری تحریروں کا انتظار رہے گا پلیز کم بیک۔

امبر گل...... جھنڈو سندھ

پیارے بھائی اور آنچل فرینڈز کے نام

سلام ممنون! سب سے پہلے پیارے بھیا امتیاز آپ کی 18 جنوری کو سالگرہ ہے اپنی بہنا کی طرف سے سالگرہ کی ایڈوانس مبارک باد۔ سدا آباد و شاد رہیں۔ پیاری بہنا حمیدہ کیسی ہو گڑیا پریشان مت ہوا کرو، سدرہ رباب (ڈھرنال) پیاری گڑیا! تم بہت سویٹ ہو بس تھوڑی جذباتی ہو ذرا نٹ کھٹ سی کو لو ڈیئر۔ نادیہ یسین، طیبہ نذیر، سباس گل، مہر گل حجاب (یار کہاں گم ہو پلیز لوٹ آؤ) نایاب سید (ہم آپ کے دوست ہوئے جناب) مدیحہ نورین، ریحانہ اور راجپوت سارہ چوہدری، شمع مسکان، پروین افضل شاہین، نازی آپی سب کو پیار بھرا سلام۔ آخر میں دوست اک مہرباں دوست آپ کے خلوص کا شکریہ آپ کا مجھ سے شکوہ رہتا ہے کہ آپ مسکراتی نہیں اعتبار نہیں کرتی جو کچھ زندگی میں ہوا اس کے بعد رشتوں پر بھروسہ نہیں رہا، ڈیئر برا مت ماننا۔

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

ڈیئر حمنہ وسیم کے نام

ہیلو حمنہ! میری چندا کیسی ہو تم؟ یقیناً فٹ فاٹ ہو گی تم تو اپنی سعدی کو بھول ہی گئی ہو حمنہ آئی مس یو سوچ میری جان حمنہ تم رویا نہ کرو پلیز اور میرے ساتھ ناراض نہ ہوا کرو مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تمہاری ناراضگی اپنا بہت سارا خیال رکھا کرو آئی لو یو۔ حمنہ جان آپی فوزیہ کو میری

طرف سے سلام اور بہت ساری دعائیں تمہاری اپنی۔

سعدیہ رمضان...... صادق آباد

چڑیلوں کے نام

اسلام علیکم! تم سب اتنے پیارے نام پر پھول کر کپا ہو گئیں نا؟ مجھے معلوم ہے سبھی چہروں پر مسکراہٹ آ گئی ہوگی پر دل میں میرا سر پھاڑنے کی پلاننگ چل رہی ہوگی، خیر دیکھی جائے گی پہلے تو شازی آپی آپ کی کلاس لینے کا ارادہ ہے اللہ آپ کو بھی کبھی ہمارے ہاں آنے کی توفیق دے۔ بالکل ہی زحمت نہیں کرتیں آپ۔ مانو بلی تم بھی سدھر جاؤ ورنہ پٹ جاؤ گی کسی دن۔ اداس مت ہوا کرو یار آپ کالی کالی آنکھوں سے ڈرانے کی کوشش نہ کرو ٹھیک ہی کہا ہے اور فری تمہاری تو چھترول ہونی چاہیے۔ بہت بدلحاظ ہو گئی ہو یار۔ کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو بندہ تھوڑا خیال کرلے چلو زیادہ نہ سہی پرنا جی ایسا کہاں ممکن! میرا خیال ہے تم تاہی بہت ہے ورنہ میری خیر نہیں ویسے خیر تو اب بھی نہیں کیا پتا تمہارا...... اچھا یار برا مت ماننا بس غور کرلینا میری بات پر۔ مانو یار تم بھی کسی پزل باکس کی طرح ہو نجی! میری یہی دعا ہے کہ تم سب ہمیشہ خوش رہو آمین آنچل کی تمام چڑیلوں اینڈ پریوں کو بھی سلام۔

ماریہ نور...... شاہ کوٹ

اپنی فیملی اور آنچل فرینڈز کے نام

اسلام علیکم! تمام قارئین کیسی ہیں آپ؟ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی سب سے پہلے اپنے پیارے بھیا بابر کو بی ایس سی انجینئرنگ کے ایڈمیشن پر مبارک باد اس کے بعد ڈاکٹر بھائی آپ دبئی سے میرے لیے گفٹ لانا مت بھولنا ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی سمجھے (دھمکی) میرے سویٹس بھیا آرمی والے کیسے ہیں آپ؟ بھائی آپ مجھے بہت یاد آتے ہیں تھینکس بھیا آپ میرا کتنا خیال رکھتے ہیں میں بھی فخر سے کہتی ہوں کہ میرے بھائی جیسا کسی کا بھائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام پریشانیاں دور کرے آمین۔ اس کے بعد اپنی نئی فرینڈ صدف سلیمان مجھے بہت خوشی ہوئی آپ نے میری دوستی کو قبول کیا آپ ہمیشہ مجھے پرخلوص پائیں گی اور ہماری دوستی پکی ہوئی آپ شورکوٹ کس ایریا میں رہتی ہیں ضرور بتانا آنچل کی کوئی بھی بہن دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم ہو کے فرینڈ اللہ حافظ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا آپ کی سسٹر۔

انیلہ ملک...... نامعلوم

کچھ اپنوں اور کچھ آنچل والوں کے نام

اسلام علیکم! امید ہے آنچل والے سب اچھے اور مزے میں ہوں گے آنچل فرینڈز تو مجھے بھول ہی گئی ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں ہم تو بھولنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ شاہ زندگی تم نے مجھے یاد کیا اور ہم چلے آئے (ہاہاہا) یار تمہیں تو پتا ہوگا عابدہ دولت کی شادی ہو گئی ہے اور سسرال کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے یار میں تو مصروفیت میں بھی تم سب کے پیغامات پڑھ کر خوش ہوتی ہوں اور تفریح کرتی ہوں اب اپنوں کے لیے جن کی سالگرہ دسمبر میں تھیں امی اور سعد (موٹے سالگرہ بہت، بہت مبارک ہو) اور جنوری میں حماد تمہیں سالگرہ مبارک ہو کنجوس اس بار تو اپنے پیسے سے کیک کھلا دو خیر سے بڑے ہو گئے ہو (ہاہاہا) ۔ وشمہ میری جان تم بہت یاد آتی ہو تمہاری آواز سننے کو ترس گئی ہوں کبھی کبھی بہن کو بھی کال کرلیا کرو۔ حمنہ بہت مصروف ہوگئی ہو دیکھ رہی ہوں میسج بھی نہیں کرتی۔ میں بھی نہیں کرنے والی جاؤ پاپا اور عباس کیسے ہو یار آپ لوگ میں آپ سب کو بہت یاد کرتی ہوں۔ آخر میں آپ سب کو نئے سال کی مبارک باد قبول ہو اللہ آپ سب کو اس سال خوشیوں بھری زندگی سے نوازے اور کوئی غم تصور میں بھی نہ آئے آمین۔ زندگی رہی تو پھر ملیں گے آنچل میں اللہ حافظ۔

عائشہ پرویز...... کراچی

چندا شیخ اور سمیرا شریف کے نام

اسلام علیکم! کیسی ہو سب آنچل قارئین آپ لوگ مجھے نہیں جانتے کیونکہ میں بالکل نئی لکھاری ہوں، میں سمیرا شریف طور جی کی بہت بڑی فین ہوں سمیرا جی آپ کو اندازہ بھی نہیں کہ آپ میرے لیے کیا ہیں آئی لو یو سمیرا جی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں، میری دعا ہے کہ آپ بہت زیادہ ترقی کریں۔ میں چندا شیخ سے کہنا چاہتی ہوں کہ آپ کے خیالات مجھ سے بہت ملتے ہیں اس لیے میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر دل مانے تو ویلکم ہیں دل سے دوستی کرنے کو تیار ہوں جواب ضرور دینا او کے اللہ حافظ۔

نینا شیخ...... گوجرانوالہ

سچیاں محبتاں گروپ کے نام

اسلام علیکم! ایس انمول آپ نے مجھے اپنے گروپ میں شامل کر کے 2014ء کا بہت بڑا تحفہ دیا ہے، میں سچیاں محبتاں گروپ کا ساتھ آخری سانس تک دوں گی ان شاءاللہ۔ ایس انمول آپ کا اصلی نام کیا ہے آپ نے گروپ کا نام بہت اچھا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس گروپ میں شامل تمام لڑکیوں کو خوشیاں عطا کرے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ مسکان قصور، مسکان جام پور، سید جیا کاظمی عباس، جاناں میں آپ سے ناراض ہوں آپ لوگ اتنی مصروف ہیں کہ مجھنا چیز کو بھول ہی گئیں اتنی خواہش تھی کہ آپ لوگ مجھے سالگرہ وش کریں گی مگر افسوس لگتا ہے میرا خط ڈاک کی نذر ہو گیا۔ ایس انمول آپ نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا امید کرتی ہوں کہ آپ مجھے مخلص پائیں گی۔ جاناں آپ تو بہت بے وفا ہیں ہم نے آپ سے کتنی بار پوچھا ہے کہ آپ چکوال کے کون سے حصے میں رہتی ہیں بتا ہی دیں ہم کون سے آپ کے گھر آنے والے ہیں۔ میں آنچل کے ذریعے اپنی بہن سفینہ کو سالگرہ وش کرنا چاہتی ہوں 19 جنوری کو آپ کی سالگرہ ہے اللہ آپ کو لمبی زندگی عطا کرے اور ہر دلی خواہش پوری کرے آمین۔ جاناں، ام ثمامہ، سید جیا عباس کاظمی، شازندگی کیا آپ سب کو میری دوستی قبول ہے؟ یکم جنوری کو میرے بھائی ارشد کی سالگرہ ہے، میں آنچل کے ذریعے وش کرنا چاہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی زندگی اور ہزاروں خوشیاں عطا کرے نیا سال اللہ کرے سب کے لیے خوشیوں سے بھرپور ہو اور ہمارے ملک کے حکمرانوں کو اللہ ہدایت دے کہ وہ ہمارے پیارے ملک پاکستان کے لیے بہتر سوچیں، زندگی نے وفا کی تو 2014ء میں ملیں گے اللہ حافظ۔

طیبہ افضل، عمارہ رباب...... چکوال

یادگار لمحے

جویریہ سالک
yaadgar@aanchal.com.pk

حمد باری تعالیٰ

چاہے جیسے بھی حال میں رکھنا
مجھ کو اپنے خیال میں رکھنا
چاہتا ہوں کرم یہ ہو مجھ پر
دل پرندے کو جال میں رکھنا
جا کے رہوں کبھی مدینہ میں
مجھ کو بادِ شمال میں رکھنا
کھلی آنکھوں سے دیکھ لوں تم کو
دل میرا اعتدال میں رکھنا
نام روشن رہے میرا انصر
مجھ کو اہلِ کمال میں رکھنا

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

حدیث رسول ﷺ

"حضرت انسؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کو سب سے زیادہ ہو‘ دوسرے یہ کہ صرف اللہ کے لیے کسی سے دوستی رکھے‘ تیسرے یہ کہ دوبارہ کافر بننا اسے اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا۔" (البخاری‘ باب حلاوۃ الایمان)

اقوال خلیل جبران

مجھ سے وہی لوگ حسد اور دشمنی کرتے ہیں جو میرے مقابلہ میں کمتر ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی سے بڑھ کر نہیں ہوں۔

اور میری تعریف یا توہین وہی شخص کرسکتا ہے جو مجھ سے بڑھ کر ہو لیکن آج تک نہ کسی نے میری تعریف کی اور نہ توہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی سے کم تر نہیں ہوں۔

اگر بادل میں بیٹھ جاؤ تو تمہیں دو ملکوں کے درمیان حدِ فاصل اور کھیتوں کے درمیان سنگ فاصل بالکل نظر نہ آئے۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

لیکن در حقیقت تم نے مجھ سے نہیں اپنی ذات سے محبت کی تھی۔

جب تمہارا غم یا خوشی حد سے بڑھ جائے‘ تو دنیا تمہاری نظروں میں حقیر ہوجائے گی۔

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

سہ رنگا پوسٹر

محبت...... !وہ شخص کرسکتا ہے۔ جو اندر سے خوش ہو مطمئن ہو اور پرباش ہو محبت کوئی سہ رنگا پوسٹر نہیں کہ کمرے میں لگالیا سونے کا تمغہ نہیں کہ سینے پر سجالیا...... پگڑی نہیں کہ خوب کلف لگا کر باندھ لی اور بازار میں آگے طرہ چھوڑ کر۔ محبت تو روح ہے‘ آپ کے اندر کا اندر‘ آپ کی جان کی جان...... محبت کا دروازہ صرف ان لوگوں پر کھلتا ہے۔ جو اپنی انا‘ اپنی ایگو اور اپنے نفس سے جان چھڑا لیتے ہیں۔

(اشفاق احمدؔ من چلے کا سودا صفحہ 283)

سلمیٰ فہیم گل......

نیا سال پرانے خواب

یہ ماہ وسال تو گزرتے چلے جاتے ہیں
ہم ہر نئے سال کی آمد پر یہ سوچا کریں گے
کہ شاید اب کے برس
جدائی کا یہ طویل موسم ختم ہوجائے گا
لیکن ہر گزرتے برس کی طرح موسم ہجر
اس بار بھی ہمارے دروازے پر دستک دے گا
اور ہم ہنستے آنسوؤں کے ساتھ
ایک بار پھر روتی ہوئی
بہاروں کو خوش آمدید کہیں گے

امبر گل...... جھڈو، سندھ

دین اسلام

ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ سے فرما رہے تھے کہ ہر چیز کو کھانے سے پہلے دیکھنا چاہیے اور یہ بات ایک

یہودی سن رہا تھا رات کو جب وہ پانی پینے لگا تو اس نے بیوی کو چراغ لانے کے لیے کہا تو وہ چراغ لے کر آئی اور یہودی نے چراغ کی روشنی میں پانی دیکھا۔ برتن میں ایک بچھو بیٹھا ہوا تھا۔ یہودی فوراً بول اٹھا جس نبی ﷺ کی ایک بات پر عمل کرنے سے انسان کی جان بچ جائے واللہ اس کا دین کتنا پیارا ہوگا پھر وہ یہودی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (سبحان اللہ)

گلناز مان گل...... مان

ٹوٹکے

- دودھ پھٹ جائے تو سفید دھاگے سے سی لیں کسی کو پتا نہیں چلے گا۔
- اگر آپ کے بال گرتے ہوں تو ٹنڈ کروالیں پھر نہیں گریں گے۔
- اگر رنگ گورا کرنا ہو تو مچھلی کھا کر دودھ پی لیں سفید ہوجاؤ گے۔
- اگر گلے میں درد ہو تو کسی سے گلا دبوالیں پھر کبھی درد نہیں ہوگا۔
- ٹوٹکوں سے فائدہ ہو تو دعاؤں میں یاد رکھیے گا ورنہ خوش تو میں ویسے بھی ہوں۔

عائشہ پرویز...... کراچی

تلاش

مجھے تلاش ہے ایسی محبت کی جو
جنوری کی ٹھٹھرتی سردی میں چائے جیسی ہو۔
فروری کی خوشبو میں بسی صبح نو جیسی ہو۔
مارچ کے رنگ برنگے پھولوں جیسی ہو۔
اپریل کی پُرامید بہاروں جیسی ہو۔
مئی کی سلونی اداس شاموں جیسی ہو۔
جون کی سلگتی بے چین دوپہروں جیسی ہو۔
جولائی کی بن بادل برساتوں جیسی ہو۔
اگست کی حبس زدہ شاموں میں خوشگوار ہوا کے جھونکے جیسی ہو۔
ستمبر کے محبت کے نام پر جاں نثار ہونے والے وطن کے پرستاروں جیسی ہو۔
اکتوبر کے زرد خزاں رسیدہ بکھرے پتوں جیسی ہو۔
نومبر کی راتوں کے دلفریب خوابوں جیسی ہو۔
دسمبر کی سرد چاندنی راتوں جیسی ہو۔
ہاں......!
"بس وہ محبت میرے جیسی ہو۔"

روبی علی...... سید والہ

نئے سال کی دعا

قدم قدم پر ملے اِک نئی خوشی تم کو
اندھیری رات میں مل جائے روشنی تم کو
ہے میری دعا لگ جائے تم کو
مل جائے میرے حیات کے لمحوں کی زندگی تم کو

پلوشہ گل...... کوٹ ادو

بیرم خان مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کا سپہ سالار اور استاد تھا۔ یہ شخص جس قدر عالی مرتبہ شجاع اور بہادر تھا اسی قدر رحم دل فیاض و سخی بھی تھا۔ ایک دن بیرم خان گھوڑے پر سوار بڑی شان سے کہیں جا رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے تاک کر پتھر دے مارا۔ بیرم خان نے گھوڑے کو روک لیا اور ملازم کو حکم دیا کہ اس شخص کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دے دی جائے۔ ملازم نے اشرفیوں سے بھری ایک تھیلی اس شخص کو دے دی۔ وہ شخص چلا گیا تو ملازم نے حیران ہوکر عرض کی۔ "اے مالک اس شخص نے آپ کے ساتھ گستاخی کی اسے سزا دینے کے بجائے آپ نے انعام سے نوازا اس میں کیا حکمت ہے؟"

بیرم خان نے مسکرا کر جواب دیا۔

"پھل دار درخت کو لوگ پتھر مارتے ہیں تو درخت انہیں پھل دیتا ہے نہ کہ سزا۔"

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

سنہری الفاظ

- اگر چاہتے ہو کوئی تمہیں اہمیت دے تو اس کے لیے تم دوسروں کو اہمیت دو۔
- کسی کو اپنا بنانا چاہتے ہو تو اسے عزت دو کیونکہ عزت محبت سے ضروری ہے۔
- تم دوسروں کو غور سے سنو گے تو دوسرے تمہیں غور

سے سنیں گے۔

شبنم ایوب......کوٹ اسلام

افسانچہ

جیسے ہی میں نے اسے دیکھا میں فوراً وہاں سے بھاگی اس نے بھی شاید مجھے دیکھ لیا تھا وہ میرے پیچھے پیچھے بھاگا میں بھی اسے مارنے کے لیے اس کی طرف بڑھی وہ میرے قریب آیا میں نے جلدی سے چپل اٹھائی اتنے میں اس نے پیچھے سے آ کر اپنا کام کر دکھایا جس کا مجھے ڈر تھا وہی ہوا بچھو نے مجھے اتنی زور سے کاٹا کہ درد کے مارے میری چیخ نکل گئی۔

قرۃ العین، صائمہ امبرین......دار بن کلاں

محبت

کبھی کبھی زندگی اس قدر مشکل ہو جاتی ہے کہ جینے کا تصور بھی خوفزدہ کر دیتا ہے کبھی ایسا وقت بھی آ جاتا ہے کہ زندگی ایسے لوگوں سے جا ٹکراتی ہے جو ہماری منزل نہیں بن سکتے لیکن وہی لوگ آنکھوں میں اس طرح سما جاتے ہیں کہ ہم انہیں نکالنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ہمارے خوابوں کی تعبیر نہیں کبھی کبھی ہماری آنکھوں میں آنسو تو ہوتے ہیں لیکن پونچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ درد تو ہوتا ہے مگر دوا نہیں ہوتی احساس تو ہوتا ہے مگر محسوس کوئی نہیں کر پاتا اور سب سے بڑھ کر جسے ہم محبت کرتے ہیں جس کے لیے دعائیں مانگتے ہیں جس کی یادیں ہمارا سرمایہ ہوتی ہیں اسے ہماری محبت کا احساس نہیں ہوتا۔ ہم یہ سوچ کر خوش ہو جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نہ ملا تو کیا ہے خوشی تو اس میں ہے کہ وہ جسے چاہے اسے حاصل ہو جائے لیکن ہم ان کی خوشی کے لیے اپنی خوشیوں کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور سب کچھ کھو دیتے ہیں سب کچھ......

مہک انا......گوجرانوالہ

دعا

اے اللہ ہم عاجز بندے ہیں تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اے اللہ ہمارے صغیرہ کبیرہ چھوٹے بڑے ظاہر باطن اگلے پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرما دے ہماری خطاؤں کو درگزر فرما ہم سچے دل سے توبہ کرتے ہیں ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ اے اللہ جو جان کے گناہ کیے ہیں اور جو انجانے میں ہوئے ہیں سب کو اپنے حبیب پاک ﷺ اور قرآن پاک کے صدقے میں معاف فرما۔ اے اللہ ہمیں نجات عطا فرما تیری معافی بڑی چیز ہے۔ اے اللہ اگر تو نے معاف نہ کیا تو ہم کس کے در پر جائیں گے۔ اے اللہ تیرا در اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک ہمیں معافی نہ مل جائے اے اللہ اگر تو نے معاف نہ کیا تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اے اللہ بے روزگار کو روزگار عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے نگہبان ہمارے جان و مال عزت و آبرو مکان دکان سب چھوٹے بڑوں کی پوری طرح حفاظت فرما۔ اے اللہ ہمیں ہر قسم کی بلاؤں سے ناگہانی آفتوں اور مصیبتوں سے بچا اور اچانک موت سے بچا۔ ہمارے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرما۔ اے اللہ ہماری گھریلو مشکلات کو حل فرما ہمارے گھروں میں خیر و برکت عطا کر اے اللہ ہم سب کے گھر والوں میں سچی محبت اور پیار عطا فرما۔ اے اللہ! ماں باپ، بہن بھائیوں خاوندوں بیویوں میں سچی محبت دے اے اللہ بچھڑے ہوؤں کو ملا دے روٹھے ہوئے کو منا دے۔ اے اللہ ہماری دلی تمنائیں پوری فرما۔ اے اللہ ہمارے لڑکے لڑکیوں کو پاک دامنی نصیب فرما نیک ازواج نصیب فرما۔ ہم سب کا نصیب اچھا کر دے۔ اے قدرت والے ہماری ساری الجھنوں کو دور کر دے اور ہماری نیک مرادیں پوری کر دے اے اللہ ہم سب مسلمانوں کو دیس اور پردیس میں چین امن و سلامتی عطا کر۔ اے اللہ تنگ دستوں کی تنگدستی دور فرما۔ اے اللہ بے اولاد کو نیک اور صالح اولاد عطا فرما۔ اے اللہ حضرت آدمؑ جیسی توبہ نصیب فرما۔ اے اللہ ہمیں حضرت یعقوبؑ جیسی گریہ وزاری عطا فرما۔ اے اللہ حسن یوسفؑ جیسا حسن عطا فرما۔ اے اللہ حضرت ابراہیمؑ جیسی دوستی نصیب فرما۔ اے اللہ حضرت ایوبؑ جیسا صبر عطا فرما۔ اے اللہ حضرت داؤدؑ جیسا سجدہ شکر نصیب فرما۔ اے اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسا سچا بنا۔ اے اللہ حضرت عمرؓ جیسی خدمت اسلام رعب و دبدبہ شان و شوکت عطا فرما۔ اے اللہ حضرت عثمانؓ جیسی شرم و حیا اور خزانہ عطا کر۔ اے اللہ حضرت علیؓ جیسی شجاعت بہادری و سخاوت عطا فرما۔ اے اللہ حضرت محمد ﷺ جیسے تمام عمل نصیب فرما۔

آمین ثم آمین یارب العالمین

بشریٰ ملک، مائرہ ملک......فیصل آباد

سنہری باتیں

○ محنت اور ہنر مندی کے آگے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ (سیموئل جانسن)

○ تمام حیلے بے کار ہو جائے تو پھر تلوار سے کام لینا جائز ہے۔ (ہلاکو خان)

○ اگر آپ کسی بھی بےوقوف کی شکل نہیں دیکھنا چاہتے تو آپ کو پہلے اپنا آئینہ توڑ دینا چاہیے۔ (ریب لائیس)

کائنات اشرف......بوسال سکھا

گوہر نایاب

⌘ علم کے ساتھ عمل اور دولت کے ساتھ شرافت نہ ہو تو دونوں بے کار ہیں۔

⌘ دولت، عزت کے شوکت، حکمت کے سلطنت، عبادت کے صورت، سیرت کے اور شجاعت سخاوت کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

⌘ اگر کسی کو دینا چاہتے ہو تو کوئی اچھی دعا دو۔

رابعہ ساحر محمد حنیف......جہانیاں منڈی

انمول موتی

☆ تمہاری وہ خاموشی جس سے تم میں بات کرنے کی خواہش پیدا ہو جائے تمہارے اس کلام سے بہتر ہے جس کے بعد تمہیں خاموش کر دیا جائے۔

☆ اگر تم دوسروں کی کوتاہیاں معاف نہیں کر سکتے تو دوسروں سے بھی یہ امید مت رکھو تمہاری زیادتیوں سے درگزر کیا جائے گا۔

☆ غصے کو پی جایا کرو ورنہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تمہارے بات بات پر غصہ کرنے کی عادت دوستوں کو تم سے دور کر دے گی اور تم اکیلے رہ جاؤ گے۔ تحمل اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا کرو۔

اقرا امانو بلی، ماریہ نور......شاہ کوٹ

اقوال زریں

❁ انسان صرف تدبیر کر سکتا ہے کامیابی تو خدا کے ہاتھ میں ہے انسانیت کا زیور نیک نامی ہے۔

❁ عورتیں ایسی کتابیں ہیں ایسی تصویریں ہیں ایسے دبستان ہیں جو تمام دنیا کی پرورش کرتی ہیں۔

❁ وہ ترانے جو لوگوں کا دل دھڑکانے سے عادی ہیں وہ نہ ہی کہے جائیں تو اچھا ہے۔

مدیحہ نورین......برنالی

اچھی بات

جو لوگ دوسروں کے دلوں کو کانٹوں سے زخمی کرتے ہیں ان کے اپنے اندر بھی کیکر اُگے ہوتے ہیں وہ چاہیں یا نہ چاہیں ان کے وجود کو کانٹا بننا ہوتا ہے وہ پھول نہیں بن سکتے۔

فائزہ بلال اقراٗ......جام پور، پنجاب

رزق

رزق صرف یہی نہیں کہ جیب میں مال ہو بلکہ آنکھوں کی بینائی رزق ہے دماغ میں خیال رزق ہے۔ دل کا احساس رزق ہے رگوں میں خون رزق ہے یہ زندگی ایک رزق ہے اور سب سے بڑھ کر ایمان بھی رزق ہے۔

فائقہ سکندر حیات......لنگڑیال گجرات

غزل

جنوری جب جب بھی آیا ہے
ساتھ اپنے غم ہی لایا ہے
بچھڑے ہوؤں کی یادوں نے
جی بھر کر ہمیں رلایا ہے
تم آؤ ٹھہرو یا چلے جاؤ
دل میں تو بس اداسی کا موسم چھایا ہے
خلوص محبت سادگی مجھ میں
عجب مزاج پایا ہے
ہنستی بستی اس دنیا میں تو ید
اپنے شانوں پہ دکھوں کا بوجھ اٹھایا ہے

بشریٰ نوید باجوہ......اوکاڑہ

aayna@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

جنوری کا شمارہ حاضر خدمت ہے جیسا کہ نئے انگریزی سال کا پہلا مہینہ ہے ہماری دعا ہے کہ نیا سال اُمتِ مسلمہ کے لیے امن وسکون کا گہوارہ ٹھہرے آمین۔

نوشین اقبال نوشی...... گائوں بدر مرجان۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ دسمبر کا آنچل 28 تاریخ کو مل گیا' ٹائٹل ٹھیک ہی تھا سب سے پہلے اپنا ہارٹ فیورٹ ناول "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھا ویری نائس مریم! یار' بہت اچھا لکھ رہی ہو آپ' سکندر اور لاریب میرے فیورٹ کردار ہیں خبردار جو اُن کے ساتھ کچھ بُرا کیا ہو تو' ہاہاہا۔ او کے جی ویل ڈن۔ سمیرا شریف طور کا "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا۔ اس دفعہ بھی قسط بہت اعلیٰ تھی گریٹ سمیرا ڈیئر! بہت عمدہ لکھتی ہو آپ ماشاء اللہ۔ مجھے انا اور ولید کا کردار اچھا لگتا ہے' ان کے بارے میں زیادہ لکھا کریں۔ مکمل ناولز تینوں ہی اچھے لگے۔ "اقرارِ محبت" نادیہ فاطمہ رضوی نے اچھا لکھا۔ "اندھیروں سے اجالوں تک" عائشہ نور محمد ریئلی ویری نائس ویل ڈن' عمدہ اندازِ تحریر۔ "موسم گل" بھی اچھا لگا' افسانوں میں اُم ثمامہ اور ہما عامر نے اچھا لکھا' پسند آیا' معاشرے کی تلخ حقیقتیں تھیں۔ خیر مستقل سلسلوں میں سب سے پہلے دوست کا پیغام آئے پڑھا' سب دوستوں کا شکریہ جو اکثر و بیشتر یاد کرتی رہتی ہیں آپ سب کی محبتوں کی تہہ دل سے مشکور ہوں' فرینڈز خوش رہیں سب۔ بیاض دل میں فصیحہ آصف' سباس گل اور امبر گل کے اشعار پسند آئے۔ غزل نظم میں سمیرا غزل صدیقی' بشریٰ باجوہ اور عاصمہ اقبال کی نظمیں بہت اچھی لگیں۔ راشد ترین اور دلکش مریم کی غزل بھی پسند آئی۔ یادگار لمحے میں امبر گل' شاہ زندگی اور مدیحہ نورین کا انتخاب بہت نائس تھا۔ تبصرے بھی آئینہ میں سب کے اچھے تھے مجموعی طور پر پورا آنچل اچھا لگا۔ او کے جی اب اجازت چاہوں گی' اللہ آپ سب کو آسانیاں عطا کرے آمین' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! نیا سال مبارک ہو' ٹائٹل بس ٹھیک تھا قسط وار ناولز میں "ٹوٹا ہوا تارا" ٹاپ پر جارہا ہے' بہت تجسس ہے اسٹوری میں۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء صغیر پلیز آپ اپنا طرزِ تحریر بدلیں سچ میں' بہت بور کررہی ہیں آپ۔ "مجھے ہے حکم اذاں" دو باتوں کا انتظار ہے سندس کا مسلمان ہونا اور عریشہ کی حقیقت عباس پر ظاہر ہونا۔ بابا سائیں کا سکندر کو داماد بنانا' سکندر کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی حیران کرگیا اب سکندر کے ساتھ لاریب کا لہجہ بھی بدلیں۔ "اقرارِ محبت" متاثر نہ کرسکا پہلا حصہ اچھا تھا لیکن دوسرا پسند نہیں آیا' معذرت۔ "اندھیروں سے اجالوں تک" زبردست تحریر تھی۔ "موسم گل" بھی پسند آیا' افسانوں میں سمیرا غزل صدیقی کی تحریر زیادہ پسند آئی اور جن کے عشق صادق ہیں رابعہ بصری نے بہت اچھا لکھا۔ اب بات ہوجائے آنچل کے باقی سلسلوں کی تو تعارف نگہت شہزادی کا پسند آیا' فریحہ شبیر اور بشریٰ باجوہ کی نظمیں پسند آئی۔ سب بہنوں کے تبصرے بھی خوب تھے میری دعا ہے نیا سال سب کے لیے خوشیاں لائے آمین۔

شمع مسکان...... جام پور۔ سویٹ شہلا آپی اینڈ کیوٹ قارئین و رائٹر فرینڈز کو شمع مسکان کی جانب سے بہت سا سلام اور نیا سال مبارک۔ اس محفل میں رونق عروج پر اور وہی کہنا کبھی ایسا نہیں کہ ہم آنچل کی راہ بھول گئے۔ کبھی کئی بار آئے مگر لیٹ ہونے کی بنا پر آداب محفل پر عمل پیرا ہوکر جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گئے اور آ گئے بہت سی بہنوں کے جھرمٹ میں کھڑی شہلا آپی کی نظر ہم تک پہنچ ہی نہ سکی سو خاموش ہی رہے۔ اس ماہ کا آنچل 26 کو ملا تو ایسے لگا گویا ہفت اقلیم کی دولت ہاتھ لگ گئی ہو سب سے پہلے حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد فہرست پر اک نظر ڈالی۔ سلسلے وار تمام اسٹوریز دیکھ کر سکھ کا سانس لیا اور سیدھی پہنچی دوست کا پیغام آئے پر اپنے نام دوستوں کے پیغام پڑھ کر خوشی ہوئی' قرۃ العین' صائمہ عنبرین' ایس انمول اور علمہ' شمشاد حسین ہمیں آپ کی دوستی تہہ دل سے قبول ہے۔ ناولز میں اس کے بعد چھلانگ لگائی سب سے پہلے نادیہ رضوی کے "اقرارِ محبت" پر حسب توقع اینڈ کیا' لاج نے کٹھن دور سے گزر کر اور چشم گردیزی کی دلکش باتیں سن سن کر آخر اس سے محبت کا اقرار کر ہی لیا۔ ارے نادیہ نے اس کی سوتیلی ماں کا تو بتایا ہی نہیں اس کا کیا ہوا؟ اسٹوری میں عالیان اور سنبل کی نوک جھونک مزا دے گئیں۔ ورق پلٹتے ہوئے ارادہ تو آگے جانے کا تھا مگر ہسپتال میں موجود پری اور طغرل کی مشترکہ تڑپ پر نظر پڑتے ہی ورق الٹتے ہاتھ رک گئے اور پھر پورا ناول پڑھ ڈالا۔ عادلہ کے انکشاف نے تو ہمیں شاکڈ ہی کردیا۔ اس میں صباحت برابر کی قصوروار ہے' جو ماں خود بیٹی کو غلط راہ کا تعین کرائے

کسی بھی حد تک جانے کی تلقین کرے تو اس کا رزلٹ تو ایسا ہی آنا تھا۔ مجھے تو فیاض کا افسوس ہے جب اسے پتا چلے گا تو کیسے یہ ذلت سہہ پائے گا۔ لگتا ہے اس اسٹوری کے اینڈ میں صباحت تنہا ہی رہ جائے گی' کہانی یکسانیت کا شکار تھی چلو اب تبدیلی تو رونما ہوگی اور پلیز فاخر کو عائزہ سے دور نہ کریں اب وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہے اور اس نے اپنی نئی زندگی کی بنیاد سچائی سے شروع کرنا چاہی تھی سو فاخر کو اتنی کڑی سزا عائزہ کے لیے منتخب نہیں کرنی چاہیے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا جی مجھے انا کی سائیکی ذرا سمجھ نہیں آتی عجیب موڈی لڑکی ہے ہر بات کو شک کے دائرے میں رکھتی ہے اب وہ لڑکی یقیناً ولید کی دوست ہی ہوگی اور تصویر بلاشبہ اسپیشل ہو مگر جس ماحول کا وہ منظر ہے اس پر انا کو اتنا سیریس نہیں ہونا چاہیے کاشف نام کا کانٹا ابھی اور ان کے راہ میں اٹکے گا۔ ناولٹ "مجھے ہے حکم اذاں" اُم مریم نے کیا خوب قسط لکھی' چلو لاریب بی بی تو کوئی کام سے اپنے دام میں آپ صیاد آ گیا کے مصداق اب اپنے جال میں خود ہی پھنس گئی اب سکندر کا نیا روپ سہنا دو بھر۔ عباس کے ایکسیڈنٹ کا افسوس ہے یقیناً وہ بچ جائے گا اور سندس کی دین اسلام میں دلچسپی پسند آئی وہ مسلمان ہوجائے گی اور عباس اسے ہی ملے گا۔ ایمان کے حالات نے دکھ دیا' ماں باپ کی عزت کو رول کر لڑکی کبھی خوش نہیں رہ سکتی۔ وقاص کے گھٹیا پن پر بہت غصہ آیا۔ عائشہ نور جب بھی لکھتی ہیں تو بیسٹ لکھتی ہیں۔ "اندھیروں سے اجالوں تک" اس کی بہترین تحریر تھی۔ اینا نے اپنے دین کے لیے تکلیفیں اٹھائیں' اللہ تعالیٰ نے اسے اجالے میں آنے کی ہدایت عطا کی تو اس کے اپنے دشمن بن گئے۔ حق پر چلنے والوں کی راہ میں کٹھنائیاں تو ہوتی ہیں مگر ربِّ کریم انعام واکرام سے بھی نوازتا ہے جیسے قرۃ العین کی راہ ہموار کی اور غازان اس کے لیے انعام کے طور پر عطا کردیا۔ "موسم گل" منیرہ عبدالنبی کی بھی بہترین کاوش تھی' پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح تمام لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ رافع بھائی اچھے تھے ضروری نہیں کہ خضر بھی اچھے ہوں۔ وہ اپنے نام کے متضاد تھا چلو اس نے مشعل پر یہ احسان تو کیا کہ اس کا ویزہ اور پاسپورٹ مہیا کردیا اور ساتھ طلاق بھی دے دی۔ پاکستان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی گوروں کے دیس میں غلاموں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ساحل کا کردار بہت اچھا تھا جو اس کی فیملی نے انجانے شہر میں انجان لڑکی کو پناہ دی' صرف ان کی جڑیں بھی اسی دیس سے جڑی تھیں جس کی مشعل باسی تھی۔ "ننھی کونپل" رابعہ بصری نے اپنی پہلی ہی تحریر سے ہماری آنکھیں نم کردیں۔ تحریر شائع ہونے پر بہت بہت مبارک ہو۔ افسانے تینوں ہی اچھے اور سبق آموز تھے۔ ہما عامر کا "بھائی" نے بہت اٹریکٹ کیا۔ در جواب آں میں نزہت آنی کی ساس' اُم اقصیٰ کے والد اور امبرین کوثر کے ماموں اور نانی کی وفات کا پڑھ کر دل دکھ سے بھر گیا۔ اللہ ان سب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ نگہت شہزادی کا طویل' صبیحہ فاروق' حافظہ سمیرا' عائشہ نور کے مختصر تعارف پسند آئے' شاعری میں شکیلہ انجم فاروق کی نظم بیسٹ تھی' اچھا اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

کوثر اعجاز چوہدری...... قصور۔ شہلا عامر صاحبہ السلام علیکم! اللہ آپ کو ہمیشہ اپنی رحمتوں کے حصار میں رکھے۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف دسمبر کا شمارہ بولتی آنکھوں والی ماڈل جس نے میرا فیورٹ کلر پہن رکھا تھا جب ملا تو دل خوش ہوگیا۔ سرگوشیاں اور حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد بھاگم بھاگ اپنے پسندیدہ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پر پہنچی مگر شہوار کے رویے نے دکھ دیا۔ سمیرا جی پلیز شہوار کو عقل سکھادیں کہ اتنی بدظن نہ ہو کہ مصطفی جیسے بہترین انسان کی قدر بھول جائے اور پلیز اب اس میں سے سسپنس ختم کردیں۔ تابندہ بی کا حویلی سے رشتہ واضح کردیں' دوسری چھلانگ "بھیگی پلکوں پر" کی طرف لگائی اقراء جی اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ اب پلیز طغرل اور پری کی لڑائیوں کا ڈراپ سین کردیں۔ افسانوں میں "بے خبری کا سکھ" بہت زبردست تھا۔ باقی بھی اچھے رہے مکمل ناول میں "موسم گل" مزہ دے گیا۔ نادیہ فاطمہ رضوی نے بھی زبردست لکھا' باقی سب سلسلے مجھے بہت پسند ہیں خاص طور پر "دوست کا پیغام آئے اور شاعری"۔ آپی نئے سال کی آمد ہے آنچل کے پلیٹ فارم سے سب بہنوں کو پیغام دینا چاہوں گی کہ اس سال کوشش کرنی ہے کہ نماز پنج گانہ کی پابندی کریں' ایک فرض نماز کی جان بوجھ کر ادائیگی نہ کرنا زنا سے بڑا گناہ ہے۔ پچھلی غلطیوں کو نہیں دہرانا' محبتیں بانٹنی ہیں' دوستوں کی قدر کرنی ہے۔ اس پیغام کے ساتھ اگلے ماہ تک اجازت اور آپی بڑے مان کے ساتھ ایک فرمائش کہ پلیز پلیز آنچل کے صفحات میں نامور رائٹرز اور شاعرات کے انٹرویوز کو بھی جگہ دیں تاکہ ان کے خیالات اور افکار سے رہنمائی لے کر ہم آگے بڑھنے کی راہ پاسکیں۔ اپنا خیال رکھیے گا اللہ آپ کو' آنچل کو دن دگنی رات چوگنی کامیابی عطا فرمائے۔

☆ اچھی گڑیا! دعاؤں و تجاویز کا شکریہ۔

آنسہ شیر...... ڈوگہ گجرات۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیا حال ہے؟ کیسی ہیں آپ اور تمام آنچل اسٹاف میری

طرف سے سب کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ سے دعا گو ہوں کہ یہ نیا سال ہم سب کے لیے ملک پاکستان کے لیے تمام عالم اسلام کے لیے ڈھیروڈھیر خوشیاں لے کر آئے۔ آنچل نے اس دفعہ 26 تاریخ کو اپنی جھلک دکھائی۔ ماڈل کچھ خاص متاثر نہیں کرسکی۔ حمد و نعت سے روح کو منور کیا۔ ”در جواب آں“ آنٹی نے بہت خوب صورتی سے جوابات دیئے۔ ”ہمارا آنچل“ میں چاروں بہنوں سے ملاقات اچھی لگی۔ سب سے پہلے بات ہوجائے ”مجھے ہے حکم اذاں“ ام مریم ویری ویل ڈن۔ اس دفعہ تو آپ کا پورا پلانے کا پروگرام تھا ایک تو لاریب نے ہمت مجتمع کر کے بابا سائیں کو اپنے اور سکندر کی حقیقت بتلادی اور بابا سائیں کا فیصلہ دل کو تسلی دے گیا۔ آخر کار سکندر کی محبت رنگ لائی۔ اب پتا نہیں لاریب کوئی حماقت نہ کردے عباس کا ایکسیڈنٹ شاید عریشہ اس دنیا میں نہ رہے اور سندنی کی محبت رنگ لے آئے۔ ”ٹوٹا ہوا تارا“ سمیرا شریف طور لگ رہا کہ آپ ہمیں اختتامی مراحل میں لے آئی ہیں (ہاہاہا)۔ میرا مطلب ہے مصطفیٰ اور شہوار کی شادی آخر کار ہوگئی اور اب شہوار کا رویہ مصطفیٰ کی عزت نفس کو مجروح کر رہا ہے میرا تو دل کر رہا تھا کہ مصطفیٰ اس کے کھینچ کے ایک لگا کہ اسے واقعی اس کی اوقات بتادے وہ اتنی محبتوں کی حقدار ہے ہی نہیں اور کسی حد تک اس کے سوالوں کے جواب اسے مل ہی گئے ہوں گے۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے۔ بیاض دل میں سب کے اشعار اچھے تھے۔ غزلیں نظمیں میں شکیلہ انجم طارق کی لمحہ فکریہ زبردست تمام سلسلے بہت زبردست تھے۔ سباس آپی کو بہت زیادہ سلام آخر میں اللہ تعالیٰ آنچل کو بہت زیادہ ترقی دے اور یہ کامیابیوں کی منازل طے کرتا جائے والسلام۔

☆ ڈھیر دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

رابعہ اکرم...... فیصل آباد۔ السلام علیکم آنچل فیملی اینڈ فرینڈز کیا حال ہے جناب سب کے؟ امید ہے سب ٹھیک ہوں گے۔ خیر جناب نیا انگریزی سال آ گیا اس کی مبارک باد آپ کے لیے اللہ اس سال کو مبارک کرے آمین۔ حدیث مبارکہ سے فیض یاب ہو کر سرگوشیاں سنیں پھر ”بھیگی پلکوں پر“ جا کے سانس لی تو جناب گریٹ جاب پری کو عقل کے ناخن لینے چاہیے۔ سیدھی طرح طغرل سے شادی کرلے بس اب اور عادلہ جیسی لڑکیاں اپنا سب کچھ لٹا کر بھی عقل نہیں آئی حیرت ہے۔ ”ٹوٹا ہوا تارا“ سمیرا شریف طور ویل ڈن جناب پلیز سمیرا شہوار کے تعلق کسی ایسے خاندان سے مت جوڑنا کہ اسے ایک اور جواز مل جائے مصطفیٰ سے تعلق توڑنے کا۔ شہوار کو چاہیے وہ حالات کو سمجھے۔ ایسے ہی کہانی پر گرفت مضبوط رکھیے گا۔ ”مجھے ہے حکم اذاں“ کہانی بہترین جارہی ہے مریم لاریب کو اب عقل آئے گی ذرا ”بڑی آئی میڈم! اب سکندر حکم چلائے گا“ واہ...... اور ہاں عباس بچ جائے گا ایکسیڈنٹ میں اور عریشہ کی ڈیتھ ہوجائے گی میرے خیال میں اور عائشہ نور محمد گریٹ جاب یار اس دفعہ بھی تم نے کیا خوب لکھا۔ اللہ کرے خوب کامیابیاں پاؤ آمین۔ ”اقرار محبت“ نادیہ فاطمہ رضوی اسٹوری اچھی تھی۔ میرے خیال میں لاج کا کردار ذرا مضبوط ہونا چاہیے تھا وہ تو چپ چاپ سب سنتی گئی کہہ سکتی تھی آپ لوگوں کی وجہ سے اس حال کو پہنچی ہوں خیر اسٹوری اچھی رہی اور تعارف میں صبیحہ فاروق یار تم وہ ہی ننھی محلے والی ہونا؟ یا کوئی اور؟ مجھے لگا تم وہی ہو اور ہائے اقراء اکرم فرام سانگلہ ہل میرا آبائی شہر سب سانگلہ ہل کے آنچل پڑھنے والوں کو سلام۔ پرانے لکھنے والوں کو بھی جگہ دیں بڑی مہربانی آپ کی فرحت آنٹی کے آخری دفعہ دسمبر کے الفاظ مجھے اب بھی یاد ہیں جب میں نے کہا تھا بھول گئی آپ تو کہتی ہیں ہم آپ کو کیسے بھول سکتے ہیں۔ اللہ پاک آنچل کو خوب خوب ترقی عطا فرمائے ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے آمین۔

حنا خورشید...... وعولہ۔ آپی شہلا تمام قاری اور آنچل اسٹاف کو میرا محبت بھرا اسلام۔ میں آنچل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں اس ماہ کا پورا شمارہ بہت اچھا تھا ٹائٹل اچھا تھا۔ ”ٹوٹا ہوا تارا“ میری موسٹ فیورٹ اسٹوری ہے ولید اور مصطفیٰ میرے فیورٹ کردار ہیں۔ ”مجھے ہے حکم اذاں“ سندنی کی شادی عباس سے ہوجانی چاہیے۔ مستقل سلسلے میں بیاض دل اور یادگار لمحے بہت اچھے ہیں اب میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ پاک ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

☆ اچھی گڑیا! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید آئندہ تفصیلی تبصرہ کے ساتھ حاضری لگواتی رہیے گا۔

منیبہ نواز...... گجرات۔ السلام علیکم تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کو محبت بھرا اسلام۔ کیسے ہیں آپ سب یقیناً ٹھیک ٹھاک ہوں گے اور اپنے چاہنے والوں کا اور اپنا بہت سا خیال رکھ رہے ہوں گے اس ماہ کا شمارہ 29 کو ملا سرورق کی ماڈل نے کچھ خاص متاثر نہیں کیا فوراً سے بیشتر ”دوست کا پیغام آئے“ کی طرف بڑھے کہ شاید ہمیں بھی کسی نے یاد کیا ہو اور اپنے نام پیغام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی پروین افضل جی تھینک یو سوچ اتنی اچھی دعا دینے کا اور ہمیں یاد رکھنے کا۔ آپ خود بھی اتنی ہی اچھی ہیں جتنی اچھی آپ نے ہمیں دعا دی اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں بھی کامیابی عطا فرمائے آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھا کریں باقی سلسلوں کی طرف

گئے بغیر ہی سلسلہ وار ناول کی طرف آئے جلدی سے ”ٹوٹا ہوا تارا“ کی طرف بڑھے شہوار کی شادی ہوگئی بہت اچھا ہوا لیکن ایک فیصلہ جو اس نے کیا اپنی اسٹڈی چھوڑنے کا یہ بہت غلط ہے۔ انا نے ولید کے موبائل میں کیتھی کی تصویر دیکھی تو بہت زیادہ پریشان ہوگئی سمیرا جی اب انا کا مسئلہ بھی حل کردیں بہت ہی زبردست اسٹوری جارہی ہے ویل ڈن جی۔ اس کے بعد ”مجھے ہے حکم اذاں“ کی جانب بڑھے ام مریم جی بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپ اللہ پاک بہت زیادہ ہمت عطا فرمائے آپ کو مزید لکھنے کی لاریب نے بابا جان کو بتا کر شاید اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی ماری ہے ویسے بابا جان نے جو بھی فیصلہ کیا بہت ہی اچھا کیا اب آگے دیکھتے ہیں لاریب کیا رنگ دکھاتی ہے۔ ”بھیگی پلکوں پر“ اقراء جی کافی لمبی اسٹوری کرتی جارہی ہیں آپ پلیز اب اسے جلد از جلد سمیٹ دیں نہیں تو اگر کہانی زیادہ لمبی ہوتی جائے تو پھر مزہ بھی نہیں آتا پڑھنے میں پہلی قسط کی طرح پری اب بھی ویسی کی ویسی ہے بس طغرل تھوڑا سا بدل گیا ہے لیکن لگتا ہے جیسے اب بھی اسٹوری وہیں کی وہیں ہے اس کے علاوہ باقی افسانے ناولٹ ناول میں سے کچھ بھی نہیں پڑھ سکی اور ہاں بیاض دل میں اس دفعہ سارے ہی شعر اچھے تھے خاص کر پروین افضل جی آپ کا شعر بہت اچھا تھا اسی کے ساتھ اجازت دیجیے اگلے ماہ تک بنارس فری نوشابہ شائفہ مہوش طوبہ مریم سب کو سلام اینڈ الحفیظ الامان۔

نورین شفیع...... ملتان۔ السلام علیکم شہلا آنی اینڈ پیاری پیاری آنچل کو پڑھنے والیاں پریاں بھئی کیسی ہیں آپ سب؟ اللہ سب کو ٹھیک اور خوش و خرم رکھے اب آتی ہوں اس ماہ کے آنچل کی طرف اس دفعہ دسمبر کا آنچل 26 کی شام کو ملا سب سے پہلے جلدی جلدی ”ٹوٹا ہوا تارا“ کی طرف پہنچے یہ شہوار کیسی حرکتیں کررہی ہے میرے خیال میں ولید اور روشانے شہوار کے کچھ لگتے ہیں کبھی لگتا ہے لالہ رخ تابندہ بوا ہیں اور کبھی کرن آنٹی کی بیٹی ہیں جو ہادیہ وغیرہ کو راستے میں ملتی ہیں۔ اللہ جانے کیا ہوتا ہے مگر سمیرا آپی جلد اس حقیقت کو کھولیں اور ام مریم آپی آپ کی کہانی بے حد اچھی ہے بس جلدی سے سندنی کو ہدایت دے کر عباس سے ملا دیں۔ مریم آپی کی کہانی کے ہیرو سکندر اور ”جھیل کنارہ کنکر“ کے عباس دونوں بہت ملتے جلتے ہیں بھلا کیسے اب دیکھیں سکندر بھی حویلی کا ملازم اور عباس بھی دونوں کو حویلی کی مالکنوں سے محبت ہوجاتی ہے ایک سے وہ زبردستی نکاح کرتا ہے اور ایک میں لڑکی زبردستی نکاح کرتی ہے دونوں ہی اینڈ میں امیر ہوجاتے ہیں نہ ہے ناں دوستوں۔ نازی آپی آپ کو بے حد مبارک باد آپ نے بھرپور انداز میں کرداروں کے ساتھ انصاف کیا دل خوش ہوگیا۔ اللہ آپ کو اور زیادہ ترقی دے اور صدا خوش رکھے آمین اور اقراء آپی پلیز پری کے ساتھ اچھا ہونا چاہیے شیری کی دیوانگی سے ڈر لگنے لگا ہے نجانے کیا ہو اُف کیا عادلہ جیسی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں اتنا گر جاتی ہیں کہ اپنی عزت تک داؤ پر لگادیتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے آمین پلیز اب ماہ رخ کو بھی اعوان کے ساتھ رخصت کریں بہت سزا بھگت چکی ہے بے چاری۔ اب اسے بھی خوشیاں ملنی چاہئیں اور تمام ایسی لڑکیاں جو کہ پیسہ ہی کو سب کچھ سمجھتی ہیں ماہ رخ کی زندگی سے سبق سیکھنا چاہیے اللہ سب کی عزت محفوظ رکھے اور نادیہ آپی آپ نے بھی بے حد اچھا لکھا اور لاج کی ہمت کو داد دی جو نہایت ہوشیاری سے وہاں سے نکلی مجھے پہلے سے پتا تھا کہ چشم گردیزی ہی اس کا کزن ہے اور عائشہ آپی تھینک یو آپ نے اتنا اچھا ناول پڑھنے کو دیا۔ خوشبو کا سفر کے بعد ایسے ناول پڑھنے کو ترس گئی تھی بے حد اچھا بہت پیارا لکھا۔ اللہ آپ کے قلم میں اور مضبوطی اور علم میں اور اضافہ عطا فرمائے اور سب کو دنیا اور آخرت میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ بے خبری کا سکھ پڑھ کر بے حد دکھ ہوا آپ نے بے حد اچھا موضوع چنا کیا ماں باپ کا صرف اتنا حق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو پڑھائیں بڑا کریں ان کو ہر دکھ سے بچائیں اور بعد میں اولاد انہیں عزت کی روٹی بھی نہ دے سکے؟ ”موسم گل“ بھی اچھا لگا خضر مجھے پہلے ہی سے فراڈ لگا تھا شکر ہے خضر کو عقل آ گئی اور مشل کی زندگی برباد ہونے سے بچ گئی اسے بھی خوشیاں ملیں۔ ”جن کے عشق صادق ہیں“ پڑھ کر آنسو نکل آئے پتا نہیں کب تک ہم قربانیاں دیتے رہیں گے کب سکھ کا سورج نکلے گا میری اللہ سے دعا ہے اللہ ان سب کے گھر والوں کو صبر عطا فرمائے جن کے گھر والے دھماکوں میں مرتے ہیں اور ان ماؤں کو جو اللہ کی راہ میں جان دیتے ہیں تعارف میں سب کے تعارف اچھے تھے۔ حافظ سمیرا آپی کی مدینے کی گلیوں والی خواہش بالکل میری طرح ہے میرا دل کرتا ہے چلی جاؤں روتی جاؤں کچھ نہ کچھ پڑھ کر اللہ سے معافیاں مانگتی جاؤں۔ یار دعا کر اللہ ہماری یہ خواہش جلد پوری فرمائے آمین۔ باقی آنچل ابھی رہتا ہے میری رب سے دعا ہے آنچل ہمیشہ چمکتا رہے میرا اس سے ساتھ کبھی نہ چھوٹے اللہ سب کی مصیبتیں تکلیفیں دور فرمائے سب کو خوش رکھے تمام پڑھنے والوں کو سلام اللہ حافظ۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم شہلا آپی کیسی ہو آپ؟ میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ خیر اب آنچل کی بات ہوجائے تو آنچل ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا مگر ناول بہت زبردست تھے۔ سمیرا آپی ”ٹوٹا ہوا تارا“ بہت اچھا جارہا ہے لیکن شہوار کا رویہ ٹھیک کردیں مصطفیٰ کے ساتھ ایویں اتنے ٹینشن پالی ہوئی ہے اس نے اپنے ذہن میں بہرحال اس کا باپ کون ہے اس

بارے میں خاصا سسپنس پیدا ہوگیا ہے کہ وہ کون ہے؟ نادیہ فاطمہ رضوی کا ناول کمال کا تھا اینڈ بہت اچھا ہوا اس کا۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بھی زبردست جارہا ہے عریشہ تو نہایت مادیت پرست ہے اسے عباس کی محبت کی بھی پروا نہیں ہے اب تو نندی لگتا ہے اسلام قبول کرہی لے گی۔ ہمارا آنچل سب کے تعارف اچھے تھے نگہت شہزادی کا بہت اچھا لگا باقی تمام سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح اچھے تھے۔ یادگار لمحے میں مدیحہ نورین کی باتیں اچھی لگیں۔ بیاض دل اس بار کچھ خاص نہیں تھا آئینہ میں اپنا خط نہ پا کر دل اتنا بُرا ہوا کہ تبصرے پڑھے ہی نہیں۔ اوکے آپی نیا سال آنے والا ہے میری دعا ہے کہ یہ نیا سال آپ کے لیے ڈھیر ساری خوشیاں لائے اور تمام آنچل اسٹاف کے لیے اور ہمارا پیارا سا آنچل یونہی ترقی کی منزلیں طے کرتا جائے اس کے بعد اجازت دیجیے اپنی کیوٹ سی سسٹر کو اللہ حافظ۔

☆ گڑیا بہت، بہت جزاک اللہ۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری اور محترم شہلا آپی! امید ہے سردیوں کے انجوائے کررہی ہوں گی اس دفعہ ٹائٹل کچھ خاص نہیں لگا۔ بہرحال سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا بے حد مزہ آیا۔ شہوار اور مصطفیٰ کے نکاح میں لیکن شہوار اپنی تلخ و ترش باتوں سے مصطفیٰ کا دل خراب کررہی ہے خدارا اسے سمجھایئے کہ عقل کے ناخن لے۔ "بھیگی پلکوں پر" میں طغرل نے اس دفعہ آر یا پار کا فیصلہ کرلیا ہے ویسے ہے تو یہ ایموشنل بلیک میلنگ لیکن کیا کیا جائے محبت اور جنگ میں سب جائز ہے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بھی سپرہٹ اسٹوری جارہی ہے بابا سائیں نے سکندر کو چن کر بہت اچھا فیصلہ کیا اب لاریب کو بھی عقل آنی چاہیے کہ سکندر جیسے بندے بہت خاص ہوتے ہیں جب کہ عریشہ عباس کی محبت کا ناجائز فائدہ اٹھارہی ہے باجی نندی کے ساتھ بُرا مت ہونے دیں اسے مسلمان کرکے عباس کے قریب لے آئیں۔ دیگر تحریروں میں ہما عامر کی "بھائی" نے آگہی کے ساتوں در وا کردیئے اگر اس طرح سب کو بھائی مان لیں تو اصلی بھائیوں کو کوئی نہ روئے۔ عائشہ نور محمد کی "اندھیروں سے اجالوں تک" بہت ہی عمدہ اور جادوئی اثر رکھنے والی تحریر تھی اس کے لیے عائشہ کو مبارک باد۔ ام ثمامہ بے خبری کا دکھ پڑھ کر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے کتنی بدقسمتی کی بات ہے جو ماں کے ہوتے ہوئے اپنی جنت خود خراب کرتے ہیں اور نجانے خدمت کرنے کے خوار کرتے ہیں۔ بیاض دل میں روبی علی، صدف رامین اور پروین افضل شاہین کے اشعار پسند آئے۔ یادگار لمحے میں شازیہ فاروق، مدیحہ کنول اور شاہ زندگی کے مراسلات بہترین تھے آئینہ میں سب کے چمکتے، دمکتے اور نکھرے چہرے دیکھ کر دل بے حد خوش ہوا۔ امبر گل کی کزن کے لیے میں نے خصوصی دعا کی ہے کہ انہیں ان کے بچوں کے صدقے صحت و تندرستی عطا ہو اور وہ جی کر اپنے بچوں کو پالیں آمین۔ فائزہ بھٹی اور خنسا عباس کے تبصرے زوردار تھے ہم سے پوچھیے میں مدیحہ نورین اور پروین افضل شاہین کے سوالات پسند آئے۔ آخر میں میری طرف سے آپ کو اور تمام قارئین بہنوں کو سال نو مبارک اللہ کرے نیا سال سب کے لیے ہر لحاظ سے مبارک ہو اچھا اب اجازت فی امان اللہ۔

شازیہ اسلم طور...... خانیوال۔ تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے اور شہلا آپی آپ کیسی ہیں؟ پچھلے مہینے میں آنچل میں شرکت نہ کرسکی کیوں کہ اپنی پیاری کزنوں کی شادیوں میں مصروف تھی لیکن آنچل ضرور پڑھا تھا پچھلے مہینے کا آنچل بیسٹ تھا مگر اس مرتبہ آنچل اس سے بھی زیادہ بیسٹ تھا۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی، سمیرا آپی پلیز شہوار کو اتنا نہ رلائیں، میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے اور انا کے ساتھ بھی اچھا ہونا چاہیے۔ سمیرا آپی جس خوب صورتی سے آپ کہانی کو آگے بڑھا رہی ہیں اس میں آپ کی جتنی تعریف کی جائے بہت کم ہے او مائی گاڈ! اقرا آپی یہ کیا ہوا طغرل نے خود کو گولی ماردی پلیز طغرل کو کچھ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ انہی کی وجہ سے کہانی کچھ اچھی لگتی ہے ورنہ تو سب ہی فلاپ ہے پلیز میری بات کا مائنڈ مت کرنا آپ بہت اچھا لکھتی ہیں لیکن معذرت کے ساتھ بھیگی پلکوں پر کچھ پسند نہیں آرہی۔ ام مریم یار یہ کیا کبھی کہانی میں اتنی جان ڈالتی ہیں کہ کہانی ایک دم بہت اچھی لگنے لگتی اور کبھی بالکل بے جان سی خیر آپ اچھا لکھ رہی ہیں۔ باقی سب نے بھی آنچل کو خوب صورت انداز سے سجایا بہت خوب صورت لگا خاص طور پر عائشہ نور محمد "اندھیروں سے اجالوں تک" آپ نے اتنا خوب صورت ناول لکھا اس پر میں آپ کی جتنی تعریف کروں اتنی آپ کے لیے بہت کم ہے۔ آپ کے قلم میں بہت طاقت ہے اور ان شاء اللہ آپ بہت آگے جائیں گے اور یہ ناول پڑھتے ہوئے مجھے اتنی اچھی فیلنگز محسوس ہوئی میں آپ کو بتا نہیں سکتی باقی آنچل سارا ہی بیسٹ تھا آئی لو یو۔ ایس انمول جی میں آپ کی سچیاں محبتاں کی طلب گار ہوں او کے جی اب آپ سے اجازت چاہتی ہوں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن۔ بعد از سلام! کورے کاغذ کے سینے پر قلم تان کر اپنے الجھے خیالات میں سے

چند سوچوں کو لفظوں کی مالا میں پرونا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ہماری دعا ہے کہ رب لم یزل فرحت آپا کی تربت پر اور آپ کی زیست پر ہمیشہ اپنے کرم کی بارش برسائے۔ میں آنچل پچھلے سات سال سے پڑھ رہی ہوں لیکن خط پہلی بار لکھ رہی ہوں سب سے پہلے نو خیز کلی (رابعہ بصری) کو پُر معطر و پُرسوز اور مادر وطن کی محبت میں گندھی تحریر پر ڈھیروں مبارک باد۔ نادیہ فاطمہ رضوی کا خوب صورت لفظوں اور جذبوں سے سجا "اقرار محبت" اچھا لگا (لیکن پلیز رومینس پر ہاتھ ہولا رکھا کریں) ام مریم بھی اچھا لکھ رہی ہیں۔ عائشہ نور محمد کی تحریر بہت اچھی لگی، اقرا صغیر پلیز طغرل اور پری کا تو سامنا ہی نہ کروایا کریں (ہر وقت لڑتے جو رہتے ہیں) اور سمیرا جی ہم آپ کی تحریروں کے دیوانے ہیں مگر آپ کے ہیروز اور ہیروئنز کی ییک بک اور جھک جھک سے کبیدہ خاطر ہوئے پڑے ہیں۔ یہ تو معلوم ہے ہی کہ شہوار اور مصطفیٰ، انا اور ولید ہمسفر ہوں گے تو اتنا لڑائی کیوں ہیں؟ مجھے یہ جنگ و جدل سے بھرا میدانِ محبت بور کررہا ہے۔ پلیز پیاری سمیرا جی مت لڑایا کریں انہیں (گزارش و التجا و التماس) والسلام دعاؤں کی طلب گار۔

☆ پیاری گڑیا! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔

سحرش خان بھٹو...... کراچی۔ السلام علیکم! آنچل میں یہ میرا پہلا خط ہے اب بات ہو جائے اپنے موسٹ فیورٹ سلسلے کی جس تحریر نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا وہ ہے "ٹوٹا ہوا تارا" ویل ڈن سمیرا جی! ناول بہت اچھا جارہا ہے ناول میں ولید اور انا کے کریکٹر بہت ہی اچھے ہیں۔ ہینڈسم سا ولید اور ادا سی انا کیا کہیے جی بلاشبہ تحریر پر گرفت مضبوط ہے آپ کی اور لاسٹ میں میری ایک ریکوئسٹ ہے۔ جی شہوار کو عقل سکھادیں جتنا وہ فضول بولتی ہے ہمیں مصطفیٰ کا اتنا ہی دکھ ہوتا ہے اور اب چلتے ہیں "مجھے ہے حکم اذاں" کی طرف۔ جس میں نندنی اور عباس تو ہیں ہی ہمارے فیورٹ بس تھوڑی سی تنقید لاریب پر کرنی ہے وہ اتنی مغرور کیوں ہے؟ اسے چاہیے کہ اپنے دل میں کچھ ظرف پیدا کرے اور سکندر کو خدا کی رضا سمجھ کر قبول کرلے شاید اسی میں اس کے لیے بہتری ہے اور اُم مریم جی مجھے بہت اچھا لگا آپ نے ایمان کے ذریعے بہت ہی اچھا میسج دیا ہے آج کی نئی نسل کو جو لڑکیاں اپنے باپ دادا کی عزت کا خیال نہیں کرتی ان کی عزت کوئی نہیں کرتا۔ بہرحال محبت قربانی مانگتی ہے اور بہت سی آنکھوں میں آنسو پرونے سے بہتر ہے اپنے سپنوں کو ہی دفن کردیا جائے، آخر میں التجا کرتے ہیں آپ سے کہ جی عباس کے سامنے عریشہ کا اصلی روپ لے آیئے جلدی سے اور نندنی گریوال کو بھی اب کلمہ پڑھا ہی دیجیے۔ ہمیں انتظار ہے اس قسط کا جس میں وہ مسلمان ہوگی آخر میں آنچل کے لیے دعا ہے کہ اور زیادہ ترقی حاصل کرے آمین۔

☆ اچھی گڑیا پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔

نورین شاہد...... رحیم یار خان۔ السلام علیکم! شہلا جی اور تمام اسٹاف اور قارئین امید ہے تمام لوگ ٹھیک ہی ہوں شہلا آپی اتنے ماہ بعد دوبارہ حاضری کیسی لگی؟ نازیہ آپی آپ کو ناول کی مبارک باد سچ بہت زیادہ خوب صورت ناول تھا پھر جلدی سے واپس آجائیں۔ اقرا آپی پلیز یہ پری اور طغرل کی لڑائی تو ختم کریں واقعی بہت سلو چل رہا ہے ناول اور یہ صباحت جیسی مائیں جان بوجھ کر بیٹی کو شہ دیتی ہیں اور اب یہ عادلہ۔ اُف سمیرا آپی آپ کا انٹرویو بھی زبردست تھا اور ناول کے تو کیا کہنے اب انتظار ہے تو تابندہ بی کے ماضی کا راز کھلنے کا "اقرار محبت" نادیہ فاطمہ نے زبردست انٹری دی۔ عائشہ نور محمد اور منیرہ عبدالنبی کے ناول بھی بہت پسند آئے لاجواب ام مریم جی اچھا ہی ہوا کہ لاریب اور سکندر کے نکاح کا راز کھل گیا اب مزہ آئے گا ویسے عباس اور سکندر کی برداشت پر حیرت ہوتی ہے اور اس بدتمیز شرجیل کا منہ توڑنے کو دل کرتا ہے افسانے تو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ "بھائی" میں بابا کی سوچ سے میں بھی اتفاق کرتی ہوں، بہت اچھا لکھا ام ثمامہ اور سمیرا غزل کے افسانے تو ہمیشہ خوب صورت ہوتے ہیں۔ نئی کونپلیں میں رابعہ بصری نے بھی خوب لکھا، کیا محبت واقعی صرف پانے کا نام نہیں ہے، بہت زبردست۔ مستقل سلسلے تو ہمیشہ کمال ہوتے ہیں فرحت آرا آپا سے میرا قلمی رابطہ تو کبھی نہیں ہوا مگر قلبی رابطہ ضرور تھا ان کی کمی آج بھی ویسے ہی محسوس ہوتی ہے۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت میں جگہ عطا فرمائے وہ ہمارے دلوں اور دعاؤں میں ہمیشہ موجود ہیں اب اجازت۔

منزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم! شمائل آپی کیسی ہیں آپ اور سب لوگ؟ پورے پاکستان کو میری طرف سے نیا سال مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ یہ نیا سال سب کے لیے خوشیوں بھرا ہو اور سب کی دل خواہشات پوری ہوں۔ آپی میں ٹائٹل پر دلہا دلہن کو دیکھنا چاہتی ہوں پلیز میری یہ ریکوئسٹ پوری کردیں۔ اس بار ٹائٹل اچھا تھا "حمد و نعت" سے مستفید ہوکر ہمیشہ کی طرح دل کو سکون ہوا۔ "بہنوں کی عدالت" میں بیٹھ کر بھی مزہ آیا میں تو سب سمیرا جی کی طرف ہی دیکھے جارہی ہوں سوال کیا کروں اب آتے ہیں اپنی فیورٹ اسٹوری "مجھے ہے حکم اذاں" پر لاریب کی حماقت سے لگتا ہے اب بابا سائیں ہی اس کو سکندر کے حوالے

کرنے کا سوچ رہے ہیں اگر ایسا ہوگیا تو بڑا مزہ آئے گا سکندر کو خوش دیکھ کر۔ اوسویٹ! عباس حیدر لگتا ہے اس حادثے میں تمہاری عریشہ تو گئی کام سے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی پلیز شہوار کی مشکل آسان کردیں اور اس کی شناخت سے اسے آشنا کروادیں' بہت ترس آتا ہے بے چاری پر۔ یہ کیتھی کو بھی سامنے لے آئیں اب تاکہ انا سکون سے رہے۔ "اقرار محبت" نادی جی اچھی لگی آپ کی یہ اسٹوری' ویری گڈ۔ بیاض دل میں خود کو نہ پاکر مایوسی ہوئی لیکن پھر سوچا اس بار نہیں تو شاید جنوری کے شمارے میں ہی میمونہ آپی ہمیں یاد کرلیں۔ رابعہ فائزہ اور سباس گل نے اچھا لکھا ہے ویری گڈ۔ ان کے علاوہ باقی سب دوست بھی اچھی جارہی ہیں اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔ اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ دوستو!

ماریہ نور' شازی نور' فریحہ چوھدری...... شاہ کوٹ۔ السلام علیکم! کیسی ہیں ڈیئر آپی! امید ہے فٹ فاٹ ہوں گی۔ آنچل اس بار 27 نومبر کو ملا۔ سرورق اچھا لگا سرسری نظر ڈال کر لانگ جمپ لگائی اور ام مریم کے ناولٹ پر پہنچ گئے اینڈ تک پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا اور تصور میں لاریب کا ری ایکشن سوچنے لگے اب اگلی قسط کا بے صبری سے انتظار ہے' وقاص کو تو ایسا سبق ملنا چاہیے کہ عقل ٹھکانے آجائے پھر ہم بڑھے موسٹ فیورٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف۔ شہوار پر کبھی تو ترس آتا ہے اور کبھی بہت غصہ' اپنی جگہ وہ بھی ٹھیک سوچتی ہے مگر دوسروں کو اس کا رویہ دکھ دے تو بھی اچھا نہیں لگتا۔ اب لگ رہا ہے تابندہ بی کے ماضی سے بھی جلد پردہ اٹھے گا۔ صرف ولید لوگوں سے گہرا تعلق نکل آئے گا۔ سمیرا آپی ویل ڈن' بہت زبردست اسٹوری لکھ رہی ہیں آپ اور مجھے لگتا ہے اس ناول کو "یہ چاہتیں یہ شدتیں" سے کہیں زیادہ پسند کیا جائے گا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ "بھیگی پلکوں پر" کی اسٹوری بہت سست روی سے چل رہی ہے اقرا آپی تھوڑا تیز چلائیں اس کو۔ "اقرار محبت" کا اینڈ اچھا ہوا مگر کہانی میں کچھ کمی سی لگی۔ افسانوں میں بے خبری کا سکھ پڑھ کر دل دکھ سے بھر گیا۔ بزرگ ہی گھروں کا اصل سرمایہ ہوتے ہیں جن کے دم سے گھر میں برکت ہوتی ہے مگر آج کل بہوئیں بیٹے انسان رہے ہی نہیں' بڑوں کا بے کار فالتو سمجھ کر مجبوری سے گھر میں رکھتے ہیں اور کچھ تو یہ زحمت بھی نہیں کرتے گھروں سے نکال باہر کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے آمین۔ افسانہ بھائی بھی اچھا لگا "اندھیروں سے اجالوں تک" بھی بہت اچھی کاوش تھی۔ باقی رسالہ ابھی پڑھ نہیں پائی۔ مجھے شوخ وچنچل سی شرارتوں والی اسٹوریز اچھی لگتی ہیں جوائنٹ فیملی سسٹم ہو سب کزنز بڑے سے گھر میں ایک دوسرے کو ستاتے' ہنستے رلاتے بڑے ہوں سو پلیز آپی ایسا ایک مکمل ناول شائع کیں جس میں بہت اچھا سبق بھی ہو شرارتیں بھی ملیں۔ آنچل کی پریوں کو سلام۔

انیلہ ملک...... شورکوٹ۔ السلام علیکم امید کرتی ہوں آنچل اور آنچل کا تمام اسٹاف خیریت کے ساتھ ہوگا' میری دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے' اب آتے ہیں "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف سمیرا آپی پلیز شہوار اور مصطفی انا اور ولید کو جدا مت کرنا۔ اقرا آپی پلیز طغرل اور پری کو بھی جلد ہی ایک کردیں۔ ام مریم کا ناول بھی لاجواب ہے ویل ڈن ام مریم! باقی سب کہانیاں اچھی ہیں اس پر تبصرہ نہیں کرسکتی لیکن آنچل کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے ان شاء اللہ اگلے ماہ تفصیلی تبصرے کے حاضر ہوں گی پلیز سب مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ السلام علیکم! ڈیئر شہلا آپی میں تو ٹھیک ٹھاک' فٹ فاٹ ہوں امید ہے آپ بھی روشنیوں کے شہر میں انمول خیالات سے ہر سو خوشبوئیں بکھیر رہی ہوں گی۔ واؤ کیا ماڈل ہے اس بار بالکل انڈین لگ رہی تھی' تمام ناولز ہمیشہ کی طرح لاجواب رہے اور جب پہنچے آئینہ پر تو کیا دیکھتے ہیں سب ہی موجود ہیں سوائے ہمارے تو یہ کیا کچھ زیادہ سی نہیں ہوگی آخری میں نئے سال کی بہت بہت مبارک باد۔ ہماری دعا ہے کہ آنچل اور ترقی کرے آمین۔

مدیحہ نورین...... برنالی۔ آداب عرض ہے سب پڑھنے والوں کو اور آنچل اسٹاف کو میری طرف سے نئے سال کی بہت مبارک ہو' دعا ہے نیا سال خوشیوں بھرا ثابت ہو آمین۔ دسمبر کا آنچل بہت پسند آیا سب سے پہلے نادیہ جی آپ کی طرف آتے ہیں واہ جی کیا زبردست "اقرار محبت" کروایا۔ ام مریم اور ام ثمامہ ویل ڈن یار (ٹوٹا ہوا تارا) بھی زبردست جارہا ہے۔ نوشی' ماروی' شمع' رابعہ کی شعر اچھے تھے فریدہ فری کی نظم نائس تھی۔ یادگار لمحے اور سوالات بھی گڈ تھے اور شاہ زندگی' نوشی' طیبہ نذیر' ساریہ چوہدری' ثوبیہ کوثر' مدیحہ کنول' جیا کاظمی سب کو نئے سال کی خوشیاں مبارک ہو۔ شہلا آپی یکم جنوری کو میری برتھ ڈے ہے' دعا کریں زندگی کے یہ دونوں اچھے ہوں آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ سب کی دوست' اللہ حافظ۔

☆ اچھی گڑیا! سالگرہ مبارک' اللہ آپ کو خوش رکھے۔

نگہت بشیر...... ڈنگہ۔ السلام علیکم شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں آپ اور تمام اسٹاف بالکل خیریت سے

ہوں گے۔ آج دو تین ماہ بعد دوبارہ شرکت کررہی ہوں 2014ء کا سورج طلوع ہونے والا ہے' اللہ کرے کہ یہ سال سب کے لیے خوشیاں لے کر آئے اس دفعہ آنچل کے سرورق پر مہوش بہت اچھی لگی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" تو بہت زبردست جارہی ہے۔ "موسم گل" بھی اچھی تحریر تھی اور سمیرا غزل صدیقی کا "باقی ہیں موہوم حسرتیں ابھی" افسانہ بہت اچھا لگا۔ واقعی ہمارے ملک میں ایسا ہی ہوتا ہے نئے سال پر فائرنگ اور آتش بازی میں کتنے انسانوں کی جانیں جاتی ہیں ہم اس بات سے غافل رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی' اللہ آپ کا ہمارا' ہم سب کا حامی وناصر ہو' فی امان اللہ۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم شہلا آپی کیسی ہیں اور آنچل اسٹاف ریڈرز اور رائٹرز آپ سب کیسے ہو؟ آنچل اتنی لیٹ ملا قسم سے اخبار والے پر بے حد غصہ آیا۔ 2 دسمبر کو آنچل کی صورت دیکھنے کو ملی' ٹائٹل گرل نے میرے جیسا سوٹ اور جیولری زیب تن کی ہوئی ہے' نائس۔ تفصیلی تبصرہ نہیں کرسکتی کیونکہ میں نے ابھی پورا آنچل نہیں پڑھا آخر میں سب آنچل سے وابستہ لوگوں کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو' میری دعا ہے کہ نیا سال سب کے لیے مجھ سمیت اتنا شاندار ہو کہ نئے سال 2014ء کو کوئی بھی نہیں بھولیں' اللہ تعالیٰ خیر کرے' فی امان اللہ۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم پاکستان! آنچل 27 نومبر کو ملا۔ سرورق کے بعد آپی کی سرگوشیاں سننے کے لیے کان ان کی قریب کیا تو پتا چلا آنچل اپنے دام بڑھانے کے چکروں میں ہے کتنے بڑھیں گے یہ کوئی پتا نہیں۔ "حمد ونعت" سے ہمیشہ کی طرح دل کو منور کیا پھر ایک لمبی چھلانگ لگائی "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا کیا بات ہے تم دلوں سے کھیلنا خوب جانتی ہو' شہوار تمہیں مصطفی جیسے گریٹ بندے کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا پلیز آئندہ احتیاط کرنا ورنہ زندگی اور مشکل ہوجائے گی۔ تابندہ بوا آپ بھی شہوار پر کچھ رحم کروانا ڈیئر تمہیں اپنی محبت پر یقین ہونا چاہیے اور تم ہو کہ اپنی محبت کی بجائے باقی سب باتوں پر یقین کرنے پر تلی ہو۔ شہوار اور مصطفی کے نکاح کے موقع پر جو ہر طرف سے چٹکلے سننے کو ملے وہ مزہ دے گئے۔ واقعہ شادی بیاہ کی یہی چیزیں مزہ دیتی ہیں' جیتی رہو۔ ام مریم بھئی اسٹوری کو کیا ٹرن دیا ہے' لاریب بی بی یقینا پچھتانا پڑے گا' سکندر صاحب مراد پوری ہونے پر مٹھائی ادھر بھی بھیجنا۔ امامہ پر بہت دکھ ہوتا ہے فراز صاحب یقینا ایمان کے لیے کچھ کریں گے۔ شرجیل پر تو اتنا غصہ آتا ہے کہ حد نہیں۔ "بھیگی پلکوں پر" شکر ہے اقرا جی نے بھی اسٹوری میں جان ڈالی۔ طغرل بھئی حد ہے حماقت کی اس قدر فضول حرکت' پری ڈیئر اپنے خول سے باہر نکل آؤ یہی بہتر ہے۔ عادلہ اور شیری تو ایک دم بکواس' ان سب کو پڑھ کر بے ساختہ دل سے ثابت قدم رہنے کی دعا نکلتی ہے۔ اب بات ہوجائے مکمل ناول "اقرار محبت" نادیہ ڈیئر مزہ آگیا نبیل اور اس کی آنٹی جیسے لوگوں کو تو ایک لائن میں کھڑے کرکے گولیوں سے اڑادینا چاہیے۔ حشم اور لاج پرفیکٹ جوڑی تھی۔ دوسرا مکمل ناول "اندھیروں سے اجالوں تک" عائشہ نور محمد بیسٹ ناول کمال کردیا۔ جیتی رہو خدا تمہیں اسی طرح لکھنے کی توفیق عطا کرے آمین۔ غازان اور قرۃ العین دونوں ہی پرفیکٹ کردار تھے' بیسٹ آف لک۔ تیسرا مکمل ناول "موسم گل" منیرہ ڈیئر بہت اچھے ساحل جیسے لوگ بہت کم ملتے ہیں مگر جن کو بھی ملتے ہیں قسمت سنور جاتی ہے۔ خضر اور میری کو تو نبیل عادلہ لوگوں کی لائن میں کھڑا کردینا چاہیے۔ اب آتے ہیں سلسلوں کی طرف "ہمارا آنچل" نگہت شہزادی تمہارا اپنے بابا کو ظالم سماج کہنے پر میری ہنسی نکل گئی۔ صبیحہ فاروق وکیل بننے والی بات تو میرے دل کی بات کہہ دی' اللہ تمہیں کامیاب کرے۔ حافظ سمیرا! عشاء کی نماز گول نہ کیا کرو ایک حدیث پڑھنے کی وجہ سے مجھے عشاء کی نماز گول ہونے پر بہت ڈر لگا رہتا ہے پلیز پڑھ لیا کرو۔ عائشہ نور تمہیں بارش اچھی لگتی ہے حیرت ہے بھئی۔ بیاض دل میں رابعہ مبارک' عائشہ پرویز' شمع مسکان' ہمنا انصاری' عبدالرحمن کے شعر اچھے تھے۔ نظمیں غزلیں میں سمیرا غزل صدیقی' عاصمہ اقبال' فریحہ شبیر' بشریٰ باجوہ کی کاوش اچھی لگی۔ یادگار لمحے میں امبر گل' ساریہ چوہدری نے اچھا لکھا۔ آئینہ میں امبر گل کا تفصیلی تبصرہ اچھا تھا۔ خنساء عباس تبصرہ پسند کرنے کا شکریہ۔ میرا نام فائزہ بھٹی ہے عائزہ بھٹی غلطی سے لکھا گیا تھا ویسے (جزاک اللہ) سمیرا شریف طور' میری منزہ' نبیلہ اور باقی سب کزنز کی طرف سے سالگرہ مبارک ہو۔ اللہ سے دعا ہے آئندہ سمعان احمد کے ساتھ سالگرہ سلیبریٹ کرو آمین۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ (اللہ حافظ)۔

اب اس دعا کے ساتھ رخصت کے اللہ تمام امت مسلمہ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے ہماری کوتاہیوں' غلطیوں پر پردہ ڈالے اور ہمیں معاف فرمائے اور ہماری رعایا اور حکمرانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں نشان عبرت بننے سے محفوظ فرمائے آمین۔

❀

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سوال:۔ ساون برستا ہے تو ہر طرف ہریالی نظر آتی ہے مگر جب میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین برستے ہیں تو بھلا کیا ہوتا ہے؟
جواب:۔ بھیگی آنکھوں سے ہر چیز دھندلا جاتی ہے۔
سوال:۔ جھلستی دوپہر میں اگر میاں جانی دوسری بیوی گھر لے آئے اور مجھے کہے کہ اب تم ہمیشہ اس کے لیے کھانا بنایا کرو گی تو بھلا میں سب سے پہلا کام کیا کروں گی؟
جواب:۔ قریب رکھے بیلن کی طرف لپکو گی۔
سوال:۔ میری آواز بھی بہت بھاری ہے اور مجھے گانے کا بھی شوق ہے، کیا کروں؟
جواب:۔ اپنے میاں کو اچھی طرح سے باندھ کر پھر ان کے سامنے یہ شوق پورا کرلیا کرو بس۔

نازیہ صادق...... سکہ چیناں

سوال:۔ آپی لوگ اپنے منہ میاں مٹھو کیوں بنتے ہیں؟
جواب:۔ آئینہ میں اپنی شکل دیکھ لو خود بخود پتا چل جائے گا۔
سوال:۔ آپی فخر اور غرور میں کیا فرق ہے؟
جواب:۔ وہی جو زمین اور آسمان میں ہے۔
سوال:۔ کیا دو کشتیوں کا سوار کامیاب ہوسکتا ہے؟
جواب:۔ تم سوار ہو کر دیکھ لو پھر ہمیں بھی بتا دینا۔
سوال:۔ کھٹی چیز کھانے سے ایک آنکھ کیوں بند ہوتی ہے؟
جواب:۔ کھٹی چیز کے ساتھ کوئی میٹھی چیز بھی کھاتی ہو گی ورنہ تو دونوں بند ہوجاتیں۔
سوال:۔ آج کل لوگ ظاہری خوب صورتی سے کیوں متاثر ہوتے ہیں۔
جواب:۔ لوگوں کے پاس اتنا ٹائم نہیں کہ وہ اندر بھی جھانکیں۔

ردا فاطمہ...... تکال

سوال:۔ پہلی بار شرکت کا کر رہی ہوں خوش آمدید کہیے؟
جواب:۔ خوش آمدید۔
سوال:۔ مجھے تو لگتا ہے کہ شمائل آپی آپ کمپیوٹر ہیں جو دو منٹ میں ہی جواب دے دیتی ہیں؟
جواب:۔ آہم............ اوہ میرے اللہ تم کو کیسے پتا چل گیا......
سوال:۔ شمائل آپی اگر کسی سے محبت ہوجائے لیکن اس نے محبت کرنے والے کو دیکھا نہ ہو تو؟
جواب:۔ تو جا کر دیکھ لو محبت ختم ہوجائے گی۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی

سوال:۔ سلام شمائلہ جی کیا حال ہیں آپ کے؟
جواب:۔ ٹھیک ٹھاک۔
سوال:۔ ہم سے پوچھئے آپ نے لکھا ہے' کیا پوچھیں اچھا اب اتنا اصرار کر رہی ہیں تو بتا دیں کہ چک حویلی 312 سے گزر کر پہاڑ آتا ہے پہاڑوں سے کود کر اتر جاتے ہیں پھر اس کے بعد کیا آتا ہے، بتائیں؟
جواب:۔ آپ کی کٹیا۔
سوال:۔ شمائلہ جی ٹنڈے اور بینگن اب بہت پرانے ہوگئے غور سے دیکھیں بھی تو نظر نہیں آئیں گے اب خود ہی دعوت کا انتظام کروائیں؟
جواب:۔ آنکھیں میچ کر تصور کریں ہم نے دعوت کر دی۔
سوال:۔ خدا کی پناہ میں رہیں آپ' ہمیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا؟
جواب:۔ خوش رہو۔

ارم کمال...... فیصل آباد

سوال:۔ دل کے سمندر میں کب طوفان آتا ہے؟

جواب:۔ جب آنکھیں چھل چھل آنسو بہاتی ہیں۔
سوال:۔ باجی مجھے آپ سے وہ ہوگئی ہے سمجھ گئی نا؟
جواب:۔ وہی نا......؟ چی چی چی...... کتنا مانا کیا تھا۔
سوال:۔ عورت کی چوٹی اور پہاڑ کی چوٹی میں کیا فرق ہے؟
جواب:۔ تمہیں جغرافیہ لکھنا ہے کیا؟
سوال:۔ کون سی بات شوہروں کو خوش کر دیتی ہے؟
جواب:۔ ہر وہ بات جس میں خرچے کا ذکر نہ ہو۔

طیبہ نخیر...... شادیوال گجرات

سوال:۔ جس انسان کا دن بدن پیار اور پسند بدلتی رہے آپ اسے کیا کہیں گی؟
جواب:۔ وقت کے ساتھ ہر چیز ہی بدل جاتی ہے جیسے کہ تم......
سوال:۔ دل ہے کہ مانتا نہیں' بتائیں کیا کروں؟
جواب:۔ پیار سے مناؤ گی تو مانے گا نا۔
سوال:۔ آپ مجھے اگنور کیوں کرتی ہیں سچ بتائیں؟
جواب:۔ سنا ہے جھوٹ بولنے والوں کی عمر یک دم سے بہت ساری بڑھ جاتی ہے خیال رہے کہیں......

مدیحہ نورین...... برنالی

سوال:۔ سردیوں کی تیاری کہاں تک پہنچی؟
جواب:۔ بس اسٹاپ پر کھڑے ہے انتظار میں۔
سوال:۔ سردی میں سورج تو نکلتا نہیں چلو ہم سورج کے پاس چلتے ہیں۔
جواب:۔ پہنچ جاؤ تو خط ضرور لکھ دینا یاد سے۔
سوال:۔ اس کی آنکھوں میں دیکھا تو......؟
جواب:۔ اف دیکھ لیا اور پھر......
سوال:۔ اکثر لوگوں کو ارادے پختہ نہ ہونے پر بھی منزل آسانی سے کیوں مل جاتی ہے؟
جواب:۔ اس لیے ان کے پاس سی این جی والی سواری جو نہیں ہوتی۔

سنیاں زرگر، اقصیٰ زرگر...... جوڑہ

سوال:۔ آپی کیا حال ہے دوسری بار انٹری دے رہی ہوں خوش آمدید ہی کہہ دیں۔
جواب:۔ دوسری بار میں خوش آمدید کیسے کہہ دیں بھئی؟
سوال:۔ آپی گھر میں ہر کوئی مجھ سے ناراض ہی رہتا ہے ان کو راضی کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟
جواب:۔ مرغی بن کر بان دیا کرو بس سب سیٹ ہوجائے گا۔
سوال:۔ اوکے آپی اللہ حافظ اللہ آپ کو لمبی عمر دے اجازت دیجیے؟
جواب:۔ آمین، اللہ حافظ۔

زائمہ...... ریحانہ یاسمین

سوال:۔ آپی جی' ہمیں ہر ایک پر اتنی جلدی اعتبار کیوں آجاتا ہے؟
جواب:۔ کیونکہ انسان کو کھائی میں گرنے کا شوق جو ہوتا ہے۔
سوال:۔ آپی اسے ہر وقت مجھ سے شکوے ہی رہتے ہیں مجھے منانا نہ آئے تو میں کیا کروں؟
جواب:۔ ٹھنڈے پانی کی بالٹی بھر کر ڈال دو وہ بس ایک دم سے مان جائے گا کیسا۔
سوال:۔ آپی وہ کہتا ہے شادی کا گفٹ دو لیکن سستا اب اتنی مہنگائی میں سستا کہاں سے لاؤں؟
جواب:۔ تو دے دو نا بس چپل اٹھاؤ اور......

امبرین کوثر...... ملتان

سوال:۔ شمائلہ آپی پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں آپ کی محفل میں جگہ ملے گی کیا؟
جواب:۔ جگہ تو بنانے سے بنتی ہے وہ بھی پیار اور محبت سے خوش آمدید۔
سوال:۔ آپی اچھا وقت اتنی جلدی کیوں گزر جاتا ہے؟
جواب:۔ کیوں کہ اس میں جہاز کا انجن جو ہوتا ہے۔
سوال:۔ آپی اپنے بے وفا کیوں ہوجاتے ہیں؟

جواب:۔ یہ تو وہی بات ہوئی نا جیسا کرو ویسا بھرو۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

سوال:۔ شمائلہ جی سردی بھی آ گئی اور آپ نے ابھی تک شال، سویٹر وغیرہ نہیں خریدا کیوں؟

جواب:۔ تم نے ہی تو وعدہ کیا تھا کہ یہ سب بھیج دو گی پھر ہم کیسے خریدتے؟

سوال:۔ ہمدردی اور دکھاوے میں فرق بتایئے؟

جواب:۔ وہی جو تم میں اور تمہارے ''ان'' میں ہے۔

سوال:۔ آپ مسکراتے ہوئے بہت پیاری لگتی ہیں اور شرماتے ہوئے......؟

جواب:۔ سچ میں اس سے بھی کئی گناہ زیادہ پیاری بس کبھی غرور نہیں کیا نا۔

سوال:۔ ماضی میں لڑکے، لڑکیوں کی تعریف کرتے ہوئے ان کے دل کش چہرے پر نظریں جماتے تھے مگر آج کل ان کے جوتوں پر ان کی نظر کیا ثابت کرتی ہے؟

جواب:۔ ان کی نظر محو انتظار ہوتی ہے کہ آخر کب سینڈل پڑے گی۔

سوال:۔ اجازت کے ساتھ کوئی پیاری سی دعا دیں؟

جواب:۔ خوش رہو۔

ثانیہ عبدالغفور، اقرا وکیل...... سرگودھا

سوال:۔ السلام علیکم شمائلہ آنی آپ کا حال کیسا ہے؟

جواب:۔ ہم تو ٹھیک ہیں اپنی سناؤ۔

سوال:۔ ویسے آنی، آپ بہت پیٹو ہیں اس دن کے مقابلے سے پتا چلا۔

جواب:۔ اچھا پتا چل گیا نا میں نے تم پہلے ہی کہا تھا نا تم سے کم کھایا کرو پر سنتی ہی نہیں ہو اف......

سوال:۔ آنی جی، آپ بعض سوالات کے جوابات کیوں کھا جاتی ہیں؟

جواب:۔ بھئی کیا کریں مہنگائی جو اتنی ہو گئی ہے۔

سوال:۔ او کے آنی، ہم دونوں کو اچھی سی دعا سے رخصت کریں۔

جواب:۔ خوش رہو۔

مدیحہ کنول...... پسرور

سوال:۔ شمائل جی پکوڑے، چاول اور چائے آئے ہائے کیا ہوا؟ منہ میں پانی آ گیا نا؟

جواب:۔ پانی آ گیا تو فوری پی لو کہیں ایسا نا ہو کہ......

سوال:۔ کبھی کبھی مجھے آپ سے بہت ہمدردی محسوس ہوتی ہے، بھلا کیوں؟

جواب:۔ تمہارے اوٹ پٹانگ سوالوں کی وجہ سے ہے نا؟

سوال:۔ بھیگا بھیگا سا یہ دسمبر ہے اور......؟

جواب:۔ ان کتابوں میں دل نہیں لگتا تم کو سجنا کی یاد آئی ہے، ہے نا؟

سوال:۔ اچھا آپی بہت تنگ کر لیا آپ کو اب میں اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

جواب:۔ چلو شکر تم نے مانا تو، اللہ حافظ۔

نامعلوم...... بھاولپور

سوال:۔ شمائل آپی کافی عرصہ بعد آپ کی بزم میں آئی ہوں مجھے بھول تو نہیں گئی؟

جواب:۔ ہم تو نہیں بھولے البتہ تمہارا......

سوال:۔ آپی جب آنکھیں روتی ہیں تو دل کیوں سسکنے لگتا ہے؟

جواب:۔ اف اتنی دردناک باتیں نہ کرو۔

سوال:۔ آپی مجھے وہ لوگ یاد آتے ہیں جن کو میں یاد نہیں کرنا چاہتی، کیا کروں؟

جواب:۔ اللہ کو یاد کر لیا کرو۔

سوال:۔ سویٹ آپی آپ مجھ سے ملنے بہاولپور کب آ رہی ہیں؟

جواب:۔ جب تم بلاؤ اپنے خرچے پر۔
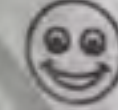
آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

ڈاکٹر ذکر الرحمٰن پاکپتن سے لکھتے ہیں کہ دانتوں کی بیماریوں سے متعلق ہومیو پیتھک ادویات کونسی ہیں۔

محترم ہومیو پیتھک ادویات کی علامات ہر حصہ جسم پر ہوتی ہیں دانتوں سے متعلق علامات کی بہت سی ادویات پائی جاتی ہیں اس کے لیے آپ کو ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا پڑھنا پڑے گا۔

نسیم پروین میاں چنوں سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام درست نہیں ہے بہت کمی سے ہوتے ہیں اس کی وجہ سے جسم پھولنے لگا ہے پیٹ کولہے بہت پھیل گئے ہیں۔

محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ممتاز بیگم وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ انلار جمنٹ آف یوٹرس کی شکایت ہے اکڑو بیٹھنے پر اعضاء باہر نکل آتے ہیں ڈاکٹر آپریشن کا کہتی ہیں۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ڈاکٹر رخسانہ مرزا چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے شوہر کے بال گر گئے ہیں بیچ کا سر بالکل صاف ہو گیا ہے۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے انشاء اللہ مضبوط گھنے لمبے بال پیدا ہوں گے۔

خورشید احمد مظفر گڑھ سے لکھتے ہیں کہ بادی بواسیر ہے مسّے بہت تکلیف دیتے ہیں۔

محترم آپ AESCULUS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاء اللہ تمام تکلیف ختم ہو جائے گی بڑا گوشت اور بادی اشیاء کا پرہیز کریں قبض نہ ہونے دیں۔

قرۃ العین جلالپور جٹاں سے لکھتی ہیں کہ میں نے ایفروڈائٹ استعمال کیا تھا میرے تھوڑی کے بال بالکل ختم ہو گئے ہیں میرے مشورے پر میری کزن نے بھی منگوایا تھا مگر اسے بہت آہستہ فائدہ ہو رہا ہے کوئی دوا بتائیں کہ جلد ان بالوں سے نجات مل جائے۔

محترمہ بعض لوگوں میں ہارمونیم خرابی زیادہ ہوتی ہے ان کے بال مشکل سے ختم ہوتے ہیں ان کو چاہیے کہ OLIUMJACC 3X کی ٹیبلٹ صبح شام کھا لیا کریں APHRODITE کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

فاطمہ خلیل منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ برتھ کنٹرول کی انگریزی دوائیں نقصانات پیدا کرتی ہیں ہومیو پیتھی میں کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ NATRUMMUR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ماہانہ غسل سے تین دن روزانہ پی لیں تو ان شاء اللہ ایک ماہ محفوظ رہیں گی۔ اسی طرح ہر ماہ استعمال کریں۔

محمد اکبر چیچہ وطنی سے لکھتے ہیں کہ میری بیگم کے بریسٹ میں گانٹھ بن گئی ہے ڈاکٹر آپریشن بتاتے ہیں بیگم بہت ڈرتی ہیں کوئی دوا بتائیں جو آپریشن سے بچ جائیں۔

محترم آپ ان کو CALCFLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھلائیں۔

بلقیس فاطمہ کوٹ ادو سے لکھتی ہیں کہ مجھے حسن نسواں کی کمی ہے عمر 17 سال ہے میرا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABALSERULTT Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر کلینک کے

نام پتے پر ارسال کردیں اپنا مکمل نام پتا لکھیں آپ کو BREAST BEAUTY گھر پہنچ جائے گا دونوں چیزوں کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

نازش مختار کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت گرتے ہیں کچھ دن میں گنجی ہوجاؤں گی۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اگر کلینک پر آجائیں تو 500 روپے کا مل جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے اور نئے بال پیدا ہوں گے بال لمبے گھنے خوب صورت ہوجائیں گے۔

خوشحال خان پشاور سے لکھتے ہیں کہ میرا قد بہت چھوٹا ہے عمر 16 سال ہے میں قد لمبا کرنا چاہتا ہوں۔

محترم آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں ان شاء اللہ قد بڑھنا شروع ہوگا پھر عمر کے ساتھ بڑھتا رہے گا۔

کلثوم فاطمہ وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ مجھے اپنا بڑھا ہوا وزن کم کرنا ہے کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نسیم احمد ملتان سے لکھتے ہیں کہ مجھے خونی بواسیر ہے خون آتا ہے تکلیف بے حد ہوتی ہے۔

محترم آپ COLON SONIA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نتاشہ گل ہری پوری سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر دانے نکلتے ہیں اور داغ چھوڑ جاتے ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں دانے نکلتے رہتے ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

تبسم اللہ جان لاہور سے لکھتی ہیں کہ مجھے انلارجمنٹ آف یوٹرس کا مرض لاحق ہے وزن محسوس ہوتا رہتا ہے ایسا لگتا ہے اعضاء باہر نکل پڑیں گے۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مختار احمد خان کراچی سے لکھتے ہیں کہ مجھے ہائی بلڈ پریشر کا مرض ہے پرہیز دوائی پابندی سے سب کچھ کرتا ہوں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

محترم آپ BRYTAMUR 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

محمد اشفاق قریشی جڑانوالہ سے لکھتے ہیں کہ مجھے سارے جسم پر سوکھی خارش ہوتی ہے کوئی دانے وغیرہ نہیں ہوتے۔

محترم آپ DOLICHUS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نرگس جمال لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری تھوڑی پر مردوں کی طرح بال ہیں جو ختم نہیں ہوتے لیزر علاج بھی کرا چکی ہوں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں اپنا نام پتہ مکمل لکھیں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے فالتو بال مستقل طور پر ختم ہوں گے۔ لیزر سے ناکامی کے بعد بھی APHRODITE بہت بہترین کام کرتا ہے۔

مردان خان پشاور سے لکھتے ہیں کہ ریڑھ کے مہروں کی تکلیف ہے بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ THRIDION 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نورالدین ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ ہرنیا کا مرض ہے ڈاکٹر آپریشن کا کہتے ہیں۔

محترم اس کا علاج آپریشن ہی ہے معمولی سا ہوتا ہے کرالیں تکلیف سے نجات ہوجائے گی۔

گلشن آراء بھمبر سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر جھائیاں ہیں جو بہت بری لگتی ہیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نعیم الدین سومرو حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے بال قبل از وقت سفید ہو رہے ہیں اور گرتے بہت ہیں کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ JABORANDI-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا آپ کے بالوں کا تمام مسئلہ حل ہوجائے گا۔

مسلم گجرات سے لکھتے ہیں کہ میرا مرض بڑا گمبھیر ہے، بہت علاج کرائے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

محترم آپ اپنی ٹیسٹ رپورٹس ارسال کریں۔ اس کے ساتھ مکمل کیفیت تحریر کریں تب ہی کوئی دوا تجویز کی جاسکتی ہے۔

عائشہ بیگم جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میرے دو بچے بڑے آپریشن سے پیدا ہوئے ہیں اس کے بعد میرا پیٹ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

رشیدہ خاتون سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ ٹائیفائیڈ کے بعد میرے سر کے بال بہت گر گئے ہیں گنجی ہوگئی ہوں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ بال گرنا بند ہوں گے گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے مضبوط بال پیدا ہوں گے۔

ثریا قمر سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے ایسی چند بیماریاں ہیں جو میں کسی کو بتا بھی نہیں سکتی آپ پر اعتماد کرتے ہوئے مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CALC CARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ڈاکٹر کمال احمد جھنگ سے لکھتے ہیں کہ میں نیا نیا ڈاکٹر بنا ہوں مجھے ہومیوپیتھک پوٹینسی کا استعمال بہت مشکل لگتا ہے کہ کون سی پوٹینسی کہاں استعمال کی جائے۔

محترم پوٹینسی کے استعمال کے کچھ اصول ہیں انہیں پڑھیں باقی تجربہ سے سب کچھ سمجھ آجائے گا۔

ڈاکٹر نسرین امتیاز ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ آپ کا کالم ہم جیسے نوآموز ڈاکٹروں کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں میں نے آپ کی تجویز کردہ ادویات کو کئی مرتبہ آزمایا ہے کامیابی حاصل ہوئی ہے ایک مریضہ کی کیس ہسٹری ارسال کررہی ہوں دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ مریضہ کو APISMELL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں انشاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔

نسیم فاطمہ جڑانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میں بہت دبلی

تپلی ہوں سہیلیاں مذاق اڑاتی ہیں میں کیا کروں۔

محترمہ آپ ALFALFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ کھانے سے پہلے لیں۔

محمد احمد جہلم سے لکھتے ہیں کہ جسم پر خارش ہے دانے ہیں جن سے خون نکلتا ہے۔

محترم آپ PETROLIVM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

محمد ممتاز شجاع آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مرض کسی ڈاکٹر کو سمجھ نہیں آ رہا میں بہت پریشان ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مریم خان میاں چنوں سے لکھتی ہیں کہ میں تیزی سے موٹی ہو رہی ہوں شوہر بھی پریشان ہیں کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں پیدل زیادہ چلا کریں۔

صباء عرفان سوات سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

عنبرین محمود کراچی سے لکھتی ہیں کہ 5 سال شادی کو ہو گئے اولاد سے محروم ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ اپنے الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹیں اور شوہر کا ٹیسٹ کرائیں دونوں کی رپورٹیں لے کر کلینک پر تشریف لائیں آپ کا باقاعدہ علاج ہوگا اللہ مراد پوری کرے گا۔

جنید قاضی جیکب آباد سے لکھتے ہیں کہ آپ کی بڑی تعریف سنی ہے ہمارے پڑوس کی ایک خاتون بہت بڑے بڑے ڈاکٹروں سے مایوس ہو گئی تھیں مگر آپ کے تجویز کردہ نسخہ سے شفایاب ہو گئی میں بھی اسی امید کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ LYCOPODIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

قمر الدین فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے پرانا سر درد ہے کسی علاج سے نہیں جاتا اکثر بہت شدید ہو جاتا ہے۔

محترم آپ USENEA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ایاز مرزا بدین سے لکھتے ہیں کہ 600 روپے لفافہ میں رکھ کر رجسٹری کی تھی دوا نہیں پہنچی۔

محترم ہزار بار لکھا ہے کہ لفافہ میں رقم نہیں رکھیں درست طریقہ پر منی آرڈر کریں ایسے لفافہ اکثر خالی ملتے ہیں آئندہ احتیاط کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 7585۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

موسم سرما میں ہاتھ اور پیروں کی حفاظت

موسم سرما کی آمد ہے پھٹی ایڑیاں اور ٹوٹتے ناخن اس موسم کے خاص تحفے ہیں۔ موسم سرما پاؤں کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوتا ہے ناخن سے لے کر ایڑی تک ہر طریقے سے یہ پاؤں کو بدنما کر دیتا ہے۔ موسم گرما میں نمی کا جو تناسب انسانی جسم کے لیے ضروری اور اہم ہوتا ہے وہ موسم سرما میں موجود نہیں ہوتا جس کے باعث ہاتھ اور پاؤں انتہائی خشک ہو کر بدنما اور روکھے ہو جاتے ہیں اور بیرونی فضا میں موجود خشکی بھی پاؤں اور ناخنوں کو انتہائی خشک کر دیتی ہے ایسے میں ضروری ہو جاتا ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کی حفاظت کے لیے مختلف نسخے استعمال کیے جائیں اور دیگر حفاظتی تدابیر استعمال کی جائیں۔

آپ کی جلد جب خشک ہونا شروع ہوتی ہے تو سب سے پہلے ایڑی میں گہرے کٹاؤ اور جھریاں نمودار ہونے لگتی ہیں یہ دونوں علامات انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہیں دیکھا گیا ہے کہ ایسی علامات ظاہر ہونے کے بعد جلد انفیکشن کا بھی شکار ہو جاتی ہے جس کے بعد علاج کروانا ضروری ہو جاتا ہے۔ سردیوں میں سامنے آنے والا ایک اور مسئلہ لو بلڈ پریشر اور ناخنوں کی خشکی ہے اس موسم میں ناخن اکثر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں یا پھر ان پر سفید دھاریاں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ سردیوں میں ناخنوں کی افزائش بھی رک جاتی ہے جب کہ موسم سرما میں ناخن زیادہ تیزی سے نشوونما پاتے ہیں لہٰذا موسم سرما میں ان تمام امراض کا ایک اہم علاج تو یہ ہے کہ پاؤں میں گرم موزے پہن کر رکھے جائیں دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ پاؤں کو موئسچرائزر کے ذریعے بیرونی نمی پہنچائی جائے ناخنوں پر بھی موئسچرائزر لگانا چاہیے سونے سے قبل گرم پانی میں دس منٹ تک پاؤں بھگو کر رکھنا بھی مفید پایا گیا ہے اس کے بعد موئسچرائزر جلد اور ناخنوں پر اچھی طرح لگا لیں اس طرح پاؤں کے گہرے گھاؤ کافی حد تک بھر جاتے ہیں اور خشکی بھی کم ہو جاتی ہے۔

موسم سرما میں متوازن خوراک کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے ساتھ ہی ملٹی وٹامنز ٹیبلٹس کا استعمال بھی نہایت مفید سمجھا جاتا ہے اس کے باوجود اگر فنگس کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو کسی ماہر جلد سے ضرور رابطہ کر لیں۔

پاؤں کی صفائی کا خاص خیال رکھیں روزانہ دھلے ہوئے موزے استعمال کریں لیکن پاؤں کو بہت زیادہ صابن اور پانی کے استعمال سے بچائیں تاکہ خشکی کا سدباب ہو سکے۔

سردیوں میں اپنے حسن کی حفاظت کریں

سردی ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں کم و بیش ہر ایک کسی نہ کسی مسئلے سے دوچار رہتا ہے جیسا کہ جلد کا خشک ہونا، ہونٹوں کا اور ایڑیوں کا پھٹنا، ہاتھوں کی کھال کا اترنا، انگلیوں کا سوجنا وغیرہ۔ آج ہم آپ کو کچھ ایسے مفید مشوروں سے نوازیں گے جن پر عمل کر کے سردیوں میں جلد کی بھرپور حفاظت کی جا سکتی ہے۔ سردیوں میں جلد کا خشک ہونا ایک عام بات ہے اس کے تدارک کے لیے کچھ اقدامات درج ذیل ہیں یوں تو خشکی کا اثر تمام جسم پر ہی ہوتا ہے لیکن ہاتھ پیر اور چہرہ کھلے رہنے کے باعث زیادہ متاثر ہوتے ہیں بدن کی جلد کی حفاظت کے لیے نہانے سے پہلے بے بی آئل یا جو جلد کے مطابق ہو اس سے مساج کر لینا چاہیے تاکہ نہانے کے بعد نرماہٹ محسوس ہو۔ بہت زیادہ گرم پانی سے نہیں نہانا چاہیے اس طرح بیسن یا بھوسی کو دہی یا دودھ کے ساتھ ملا کر نہانے سے قبل لیپ کر لیں۔ گھٹنوں اور کہنیوں کو عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے ان حصوں پر بھی باقاعدگی سے تیل یا لوشن سے مساج کریں، نہانے کے بعد بھی بدن اچھی طرح سے خشک کر لیں اور کسی اچھے سے باڈی لوشن سے مساج

کریں لیکن ہلکے ہاتھ سے۔

چہرے کی جلد کے لیے اگر چکنی جلد ہے تو ایسا ماسک استعمال کریں جس میں چکناہٹ نہ ہو یہ ماسک ہفتے میں دو بار لگائیں اسی طرح خشک اور نارمل جلد والے بھی اپنی جلد کی مناسبت سے ماسک استعمال کریں۔ دس منٹ تک چہرے پر لگا رہنے دیں پھر گیلے کاٹن سے صاف کرلیں اب نل کے پانی سے چھینٹیں ماریں اور چہرہ صاف کرلیں' جلد کی مناسبت سے موئسچرائزر استعمال کریں۔

روزانہ رات سونے سے قبل منہ دھوکر اچھی سی کولڈ کریم کا مساج کریں' یہ عمل دن میں تین سے چار بار کیا جاسکتا ہے لیکن صابن کا استعمال کم کریں۔ صابن جلد کی قدرتی چکناہٹ کو کم کرتا ہے چہرے کی جلد کے لیے بھی بیسن کا استعمال کرسکتے ہیں دہی یا دودھ کے ساتھ چہرے پر لیپ کریں' ماتھے' ناک کے گوشوں اور تھوڑی پر خصوصی توجہ دیں۔ اچھی قسم کا ابٹن بھی استعمال کرسکتی ہیں' اب تو مارکیٹ میں طرح طرح کے لوشن اور کریمز دستیاب ہیں صابن کا نعم البدل فیس واش ہے لیکن جو چیز بھی خریدیں یہ خیال ضرور رہے کہ مطلوبہ شے معیاری ہو اور آپ کی جلد سے مناسبت ہو اگر آپ نے کسی تقریب میں شرکت کی ہے تو رات سونے سے قبل میک اپ ہر حال میں صاف کرلیں۔ میک اپ صاف کرکے منہ دھولیں اور اچھی سی نائٹ کریم یا لوشن سے مساج ضرور کریں۔ میک اپ صاف کرنے کے لیے بھی یہ خیال رہے کہ جس کلینزرز سے میک اپ صاف کیا جارہا ہے اس کی خاصیت کیا ہے۔ چکنی جلد کے لیے سیال اور خشک جلد کے لیے چکنائی پر مبنی کریم استعمال کریں۔

ہر شخص جاڑوں کی دھوپ سینکنا چاہتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ یاد رہے کہ ضرورت سے زیادہ دھوپ سینکنا نقصان دہ ہے اگر آپ کو سردی زیادہ لگ رہی ہے اور آپ سن باتھ لینا چاہتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ سن اسکرین لوشن ضرور لگالیں اس سے سورج کی شعاعوں سے جلد محفوظ رہے گی بلکہ سردی میں جب بھی گھر سے باہر جائیں سن اسکرین لوشن ضرور استعمال کریں۔

اب باری آتی ہے ہونٹوں کی جو ہمارے چہرے کا ایک اہم حصہ ہے یوں تو سردی میں سب لوگوں کے ہونٹ خشک رہتے ہیں لیکن جن کی جلد حساس ہوتی ہے ان کے ہونٹ بُری طرح سے متاثر ہوتے ہیں اس مسئلے کے حل کے لیے بھی چند تجاویز ہیں۔

☆لب بام کا استعمال کریں۔

☆ہونٹوں پر زبان نہ پھیریں۔

☆گلیسرین بھی فائدہ دیتی ہے۔

☆ سیب کے بیج باریک پیس لیں رات کو لیپ کرلیں' صبح دھولیں اور بالائی لگائیں دو سے تین دن میں فائدہ ہوگا۔

☆ گائے کا کچا دودھ ہونٹوں پر لگانا بہت مفید ہے۔

☆ تھوڑے سے تربوز کے بیج چھیل کر تھوڑے سے پانی میں ملاکر پیس لیں' رات کو لگالیں صبح منہ دھولیں۔

سردیوں میں ایک بڑا مسئلہ ایڑیاں پھٹنا ہے جو نا صرف تکلیف کا باعث ہوتی ہیں بلکہ بدنما بھی معلوم ہوتی ہیں اور کام کرنا الگ دشوار ہوتا ہے یوں بازار میں طرح طرح کی کریمز ہیں جن سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے لیکن کچھ طریقے ایسے ہوتے ہیں جو صدیوں سے ہمارے بزرگ کرتے آرہے ہیں یہ طریقے آسان بھی ہیں اور بے حد مفید بھی۔

۱۔ چار چمچے گلیسرین کے لیں اس میں ایک لیموں کا عرق ملالیں' دو چٹکی پسی ہوئی پھٹکری ملالیں دن میں تین بار لگائیں۔ رات کو گرم پانی میں نمک اور ایک چمچ سرسوں کا تیل ملالیں۔ دس منٹ تک دونوں پیر اس میں رکھیں اب جھانوے سے یا نرم برش سے صاف کریں۔ موزے جو سوتی ہوں پہن کر سوجائیں صبح پاؤں دھولیں۔

(جاری ہے)